كُنتُ نَبِيًّا وَّ آدمُ
بَيْنَ الرُّوحِ وَ الجَسدِ

توضیحات

العلماء والعرفاء فی نبوّت سیّد الانبیاء فی عالم الارواح
والاشباح علیہ التحیّة والثناء الی یوم البعث والجزاء

بجوابِ تحقیقات

تصنیف
فخرِ ملتِ اسلامیہ

استاذ العلماء حضرت علامہ قاضی محمد عظیم نقشبندی مجددی دامت برکاتہم عالیہ

كُنتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ

نصوص

العلماء والعرفاء فی نبوت سید الانبیاء فی عالم الارواح والاشباح علیہ التحیۃ والثناء الی یوم البعث والجزاء

بجواب تحقیقات

فخر ملت اسلامیہ
شیخ الحدیث والتفسیر مناظر اسلام مفتی عصر استاذ العلماء
حضرت علامہ [illegible] نقشبندی مجددی
دامت برکاتہم العالیہ

حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب کا نام..................توضیحات بجواب تحقیقات

مصنف......فخر ملت اسلامیہ استاذ العلماء قاضی محمد عظیم نقشبندی مدظلہ العالی

کمپوزر.............صغیر احمد قادری اینڈ عدیل احمد

طباعت...................شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ بمطابق، جولائی ۲۰۱۲ء

ناشر......قادری کمپوزنگ اینڈ پرنٹنگ سنٹر کھوئیرٹہ آزاد کشمیر

بتعاون..................خطیب اہلسنت حضرت مولانا علامہ محمد رمضان فیضی مدظلہ العالی (یو۔کے)

ملنے کے پتے

M.RAMZAN FAZIE

27 GATIS STREET WOLVERHAMPTON

WV6 OES U K

0044786779082l

صغیر احمد قادری کمپوزنگ اینڈ پرنٹنگ سنٹر کھوئی رٹہ آزاد کشمیر

☆☆☆☆☆☆

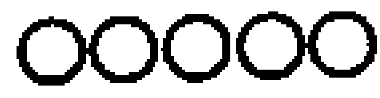
☆☆☆☆☆☆☆

''اعتراف''

کتاب میں مکررات ہیں،، تقاضائے مقام اور حیز جواب میں ایسا کرنا، ناگزیر تھا
بایں ہمہ تفسیری اختلاف، لفظی اور معنوی حسن کے باعث بحمد اللہ قاری کے قلب
وذہن کیلئے موجب ثقل نہیں''

بندۂ ناچیز
قاضی محمد عظیم نقشبندی

فہرست



نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مجاھد ملت خطیب اھل سنت مولانا محمد رمضان فیضی زید مجدہ

دربار رسالت مآب ﷺ سے شرف غلامی کی سوغات اور اجابت کی خیرات پانے والے مولانا محمد رمضان فیضی کا تعلق آزاد کشمیر ضلع کوٹلی سے ہے موصوف نے ایک عرصہ تک میرپور میں تالاب والی مسجد کے جامع اور مقبول ترین خطیب کی حیثیت سے مسلکی پرچار فرمایا ہے، قدرت کی چاہت اور منظوری سے برطانیہ چلے گئے جہاں کافی سالوں سے سحر آفرین خطابت سے مسلح ہو کر تہذیب فرنگ کے خلاف برسر پیکار ہیں، اعتقاد و مسلک کے خلاف اُٹھنے والی ہر آواز اور ابھرنے والی ہر تحریک کے سامنے سینہ سپر ہونا ان کا امتیازی نشان ہے مسلک کا احیاء اور عقیدے کا افشاء ان کی زندگی کا نصب العین ہے علماء سے محبت ان کے عالم ہونے کی دلیل ہے آزاد کشمیر اور برطانیہ میں ان کی تبلیغی خدمات کا سلسلہ دراز اور دیرپا ہے اللہ شرف قبولیت عطا فرمائے، میرپور جامعہ عثمانیہ میں تدریسی دورانیہ سے ہی مولانا کے ساتھ برادرانہ تعلقات چلے آرہے تھے، زمانے کی گردش، حالات کا تغیر و تبدل اثر انداز نہ ہوسکا، دوری اور غیوبت کی دبیز تہہ میں محبت اور چاہت کی چنگاری سلگتی رہی، چند ماہ قبل اپنے والد مرحوم کے عرس کے انعقاد کے سلسلہ میں مراجعت فرمائے وطن ہوئے تو عمدۃ التحقیق در افضلیت ابوبکر صدیق کی تصنیف پر حوصلہ افزائی کیلئے شرف زیارت بخشا، جن الفاظ اور جس پیرائے میں دلجوئی فرمائی اور عزت افزائی کی وہ انہی کو زیبا اور ان ہی کا حصہ ہے اس کے عوض ہمارے پاس دعائے جزا، اور دعائے خیر کے علاوہ کچھ نہیں، دوران ملاقات آئندہ کا پروگرام پوچھا تو بندہ ناچیز نے ''تحقیقات مولفہ اشرف سیالوی'' کا جواب لکھنے کی خواہش کا اظہار کیا مولانا نے بدوں تامل حاضرین محفل کے سامنے اعلان فرمایا اگر

جواب لکھا گیا، مسودہ تیار ہوا تو اس کی طباعت وغیرہ کے تمام واجبات وہ ادا کریں گے، حسب وعدہ مولانا زید مجدہ نے کتاب موسوم، بہ توضیحات بجواب تحقیقات کے جملہ اخراجات ادا فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا اور پختہ غلام ہونے کا شرف حاصل کیا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی ،استمراری نبوت ''توضیحات'' کا موضوع ہے اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور محبوب کے صدقے مولانا زید مجدہ کی مالی اور بندۂ ناچیز کی قلمی کاوش کو شرف اجابت عطا فرمائے اور ذریعہ نجات بنائے، آمین

بندۂ ناچیز

قاضی محمد عظیم نقشبندی کھوئی رٹہ آزاد کشمیر

وجہ تصنیف

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد!

آج پوری دنیا میں اسلام اور مسلمان انتہائی کٹھن دور سے گزر رہے ہیں مادی اور اعتقادی جنگوں کا سامنا ہے' یہود' ہنود اور نصاریٰ کا متفقہ ایجنڈا اور متحدہ ارادہ ہے کہ اسلامی بستیوں اور ایمانی مراکز کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ کفر کی اتحادی قوت کے دست و دہن خون اسلام سے رنگین ہیں اور اسلام دشمنی نے اسلامی بستیوں کو بارود کا ڈھیر بنا دیا ہے۔

مسلمانوں کی ارادت اور عقیدت گاہوں پر موت اور آگ برسا کر ملت اسلامیہ کی حمیت اور غیرت کا جنازہ نکال دیا گیا ہے۔ وہ ارض مقدس جو صدیوں سے انوار توحید اور تجلیات ایمان و قرآن کا گہوارہ چلی آ رہی تھی آج وہاں تثلیث و یہود کی کدورت اور آلودگی ہے۔ عظمت اسلام اور ناموس رسول کو تہہ خفت میں لانے کے لئے شدت پسندی کے عنوان میں فرزندان توحید کو یہودی اور نصرانی بموں اور توپوں کی خوراک بنایا گیا ہے۔ اغیار کی چابکدستیوں نے ارض مقدس کے چپے چپے کو اپنے قبضے میں لے کر زیرنگوں کر لیا ہے۔

ملکی سلامتی پر خطرات کے بادل جمع ہو رہے ہیں۔ ان حالات میں وحدت ملی اور فکری یک جہتی تقاضائے وقت ہے اجتہادی بنیادوں پر تعبیری اور تفسیری اختلاف گو کہ پہلے سے موجود چلا آ رہا ہے' مگر اس اختلاف کو تجدید فکر اور تحقیق بلیغ کا رنگ دے کر امت کی اجتماعی عقیدت اور جمہوری فکر و عمل سے ٹکرانا نیک شگون نہیں' بلکہ امت مسلمہ کے متفقہ اور متحدہ اعتقاد و نظریہ کے

چولہوں کو ہلا دینے کے مترادف ہے۔اس سے بڑھ کر بد بختی، بدقسمتی اور قومی المیہ کیا ہو سکتا ہے کہ عمر بھر ایک دستر خواں پر بیٹھنے والے ایک ہی نام اور ایک ہی پلیٹ فارم سے شہرت وعزت پانے والے افراد اختلاف سے مسلح ہو کر ایک دوسرے کے محاذی اور آمنے سامنے ہو جائیں۔ حقائق شاہد ہیں کہ موجودہ دور میں جدت پسند اور تجدید فکر دینے والے کل تک گلشن سنیت کے ہی خوشہ چین تھے، سنیت نے ہی فکر جدید کے بانیوں کو عزت وشہرت بخشی، لیکن کاش کہ اس فکر جدید نے اہل سنت و جماعت کی صفوں میں افتراق اختلاف اور ذہنوں میں انتشار پیدا کیا، سنیت کے نام پر ملنے والی یہ عظمت سنیت کا فروغ تو نہ کرسکی البتہ الٹی نقصان کا باعث بنی اور اہل سنت کے اتحاد کا شیرازہ بکھیر دیا۔اہل سنت کے اہل دانش میں تشویش وتشکیک کا بیج بویا، اس نئی تحقیق اور فکر جدید کی تہہ میں کونسے عوامل کارفرما رہے ہیں؟ فی الحال صیغہ لاعلمی میں ہیں، مانا کہ تحقیق جدید کے ناخدا بڑے مانے گئے۔ان کی زندگی کے کارہائے علمیہ کو داد تحسین ملی، طلباء وعلماء نے ان کے حضور بنظر ارادت، سرتسلیم خم کیا، مگر جب سینکڑوں صفحات پر مشتمل تحقیق وتحقیقات کا عندیہ اور عقیدہ سامنے آیا تو حیرت کی انتہا نہ رہی کہ نبی کریم ﷺ کو قریب سے دیکھنے والوں کا نظریہ یہ تو نہ تھا اور جن کو رسول اللہ ﷺ نے اپنا قرب عطا فرمایا وہ تو ایسے نہ تھے۔ یہ تحقیق وتحقیقات، کن دلائل وشواہد کی تعبیرات وتوجیہات ہیں۔رسول اللہ ﷺ کے فرامین اقوال، صحابہ وتابعین اور امت کے علماء وعرفاء کی توضیحات تو ان کی اساسات ہیں نہ مبادیات، تعلیمی اور تعمیری اختلاف ہر ذی شعور مسلمان کا حق ہے اور یہی مزاج اسلام ہے۔ تحقیق وتحقیقات کا اعتقادی نظریہ اہل سنت و جماعت کا متفقہ اور مسلمہ نہیں، دلائل کی توجیہات وتاویلات مختلف فیہا ہیں۔تحقیقات نے فتامل حق التامل کے جارحانہ الفاظ اور متحکمانہ انداز میں دعوت تامل دی ہے۔

اس لئے اس کے فرمان تامل پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنا تامل حق گردان کر ہدیہ ناظرین وقارئین کرتے ہیں۔ ہو اللہ ولی التوفیق

زبدۃ التحقیق کا جواب بحمد اللہ دو جلدوں میں تقریباً آٹھ صد صفحات پر مشتمل پیش کیا جا چکا ہے، عمدۃ التحقیق بجواب زبدۃ التحقیق در افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نام سے موسوم ہے، اب ہدیہ ناظرین کیا جانے والا جواب تحقیقات کا ہے۔ جس کا نام توضیحات ہے، دُعا ہے اللہ رب العزت احقاق حق میں ہماری مدد فرمائے آمین بجاہ نبی المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

نبوت بالقوہ اور نبوت بالفعل کا نظریہ غلط ہے

ا۔ تحقیقات تقریباً چار سو صفحات پر مشتمل ہے، تحقیقات کا موقف یہ ہے کہ چالیس سال کی عمر شریف سے قبل آپ نبی نہیں تھے، عمر شریف کے چالیس سال مکمل ہونے پر آپ کو نبی بنایا گیا ہے۔

۲۔ اگر نبی تھے تو بالقوہ نبی تھے، بالفعل نبی نہیں تھے۔ بالفعل نبی چالیس سال کے بعد ہوئے ہیں

اس پر ہمارا یعنی اہل سنت و جماعت کا عقیدہ اور موقف یہ ہے کہ چالیس سال سے قبل آپ نبی تھے روز ازل سے لے کر نزول وحی تک آپ کی نبوت قائم، دائم اور مستمرہ تھی۔ آپ ﷺ اس عرصہ میں نبوت سے محروم ہوئے تھے، نہ معزول اور مسلوب، آپ کی نبوت موجودہ فی الخارج ہونے کے باوجود بالقوۃ تھی نہ بالفعل بلکہ دائمی اور مستمرہ تھی۔ واضح رہے کہ بالقوۃ صلاحیت اور استعداد کا نام ہے۔ جو وصف انسانی ہے یعنی کاتب بالفعل ہونا اور کتابت کی استعداد کا مالک ہونا یا کتابت کی صلاحیت کا حامل ہونا خاصہ انسانی ہے۔

بالقوہ اور بالفعل، دونوں صفات انسانی ہیں اور خاصہ انسانی کی اقسام ہیں۔ کاتب اور انسان کے درمیان تساوی کی نسبت ہے کیونکہ ہر دو کا ایک دوسرے پر حمل بالمواطات جائز اور امر واقع ہے۔ مثلاً کل انسان کاتب (بعنوان بالقوہ) اور کل کاتب انسان کہنا درست ہے۔ ثابت ہوا کتابت بالقوہ اور انسان جو نوع اور کلی ہے، کے درمیان مساوات ہے۔ انسان نوع اور کلی ہے۔ جس کے تحت افراد کثیرہ ہیں جو متحدۃ الحقیقت ہیں، یعنی انسان نوع ہونے کے حوالے سے ایسی

کلی ہے جس کے بے شمار افراد ہیں جن کی حقیقت ایک ہے۔ جب کتابت بالقوہ انسان کے لئے مساوی ہو کر کلی متوطی ہوئی تو لامحالہ اس کا محل اور موصوف بننے والے افراد بھی بے شمار ہوں گے۔ جن پر کتابت بالقوہ کا اطلاق اور حکم کلی متواطی طور پر ہوگا اور یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ہر کاتب بالقوۃ انسان ہے اور ہر انسان کاتب بالقوہ ہے۔ ارباب فن نے کتابت کو خاصہ انسانی قرار دے کر ان الفاظ میں اس کی تعریف کی ہے۔

الخاصۃ ھوالخارج المقول علی ماتحت حقیقۃ واحدۃ فقط یعنی خاصہ کلی خارجی ہے جو صرف متحدۃ الحقیقۃ افراد پر بولی جاتی ہے۔ اس کلی کا وجود جن افراد میں پایا جاتا ہے وہ دوطرح کے ہیں۔

ا۔ جو لکھنے کی صلاحیت' استعداد اور قابلیت تو رکھتے ہیں مگر عملاً کتابت نہیں کر رہے ان کے لئے یہ خاصہ بالقوہ کی حد تک ہے اور جو عملی طور پر وصف کتابت سے متصف ہیں۔ ان کے لئے کتابت کا ثبوت اور حکم بالفعل ہے۔ ارباب فن نے خاصہ کی تقسیم میں فرمایا

''ان الخاصة تنقسم الی خاصة شاملة لجميع افراد ما هی خاصة له كالكاتب بالقوة للانسان والی غير شاملة لجميع افراده كالكاتب بالفعل للانسان''

یعنی اگر خاصہ ایک ماہیت رکھنے والے تمام افراد کو شامل ہو تو اس کا نام خاصہ شاملہ ہے اور اگر ایک ماہیت رکھنے والے تمام افراد کو شامل نہ ہو تو یہ خاصہ غیر شاملہ ہے۔

ہمارے اس موقف کو کہ کتابت بالقوہ انسان کا خاصہ ہے اور انسان کا مساوی ہے تو بصورت مساوات یہ ضروری ہے کہ ہر فرد انسان کاتب بالقوۃ ہو۔ غلام احمد بندیالوی شرقپوری نے بھی تسلیم کر کے نقل کیا ہے کہ کتابت انسان کا خاصہ ہے لیکن کتابت بالفعل خاصہ مفارقہ ہے اور کتابت بالقوہ خاصہ لازمہ ہے اور نوع انسان کے مساوی ہے کیونکہ ہر فرد انسانی کا کاتب

بالقوۃ ہونا ضروری ہے۔ (تحقیقات ص۔ 31) یعنی کتابت بالقوہ کی صورت میں ہر انسان کے لئے کاتب ہونا لازم اور ضروری ہے۔ اگر ہر فرد انسان کاتب بالقوہ نہ ہوا تو کتابت بالقوہ خاصہ لازمہ نہ ہوگا۔ لیکن تعجب ہے کہ غلام احمد بندیالوی نے اس ضابطہ کو رسول اللہ ﷺ کی چالیس سال سے قبل نبوت پر کیسے چسپاں کیا؟ اور آپ کی نبوت خاصہ منفردہ کو انسان کے اس وضع کردہ قانون کے تحت کیسے درج کیا؟ کتابت بالقوہ میں تمام افراد انسانیت بلا تمیز اور بدوں امتیاز داخل اور شامل ہیں کیونکہ یہ ماہیت انسانیہ کا خاصہ لازمہ ہے' جبکہ نبی کریم ﷺ کی نبوت مخصوصہ' منفردہ ممتازہ اور جزی حقیقی ہے' کوئی فرد بشمول انبیاء و رسل اس میں شریک ہے نہ مساوی؟ آپ کی نبوت مخصوصہ' ممتازہ اور منفردہ ہونے پر آپ کا فرمان ''کنت نبیا و آدم بین الماء والطین بطور نص موجود ہے' انبیاء کرام کا سلسلہ نبوت تو آپ کی حقیقت ذات اور نبوت کے بعد شروع ہوا ہے۔ جب آپ کی نبوت جزی حقیقی اور نبوت کا موصوف اور محل منفرد اور جزی حقیقی ہے تو نزول وحی سے قبل آپ کی نبوت کو نبوت بالقوہ کہنا غلط اور حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ''ھوالاول و الاخر والظاہر والباطن'' کے مقابل مردود اور باطل ہے۔ عالم ارواح میں تو فقط آپ ہی نبی ہیں' آپ ہی ارواح انبیاء کے لئے مربی اور معلم ہیں۔ مزید چالیس برس سے قبل والی نبوت کو نبوت بالقوہ کہنا اس لئے بھی غلط ہے کہ آپ نے فرمایا ''کنت اول النبیین فی الخلق وآخرھم فی البعث (تحقیقات ص 69) ضمیر متکلم ذات معہ وصف نبوت پر دال ہے جو اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ آپ کی ذات شریفہ کی تخلیق معہ النبوت ہوئی ہے جس میں کوئی فرد مخلوق شامل ہے نہ مشارک' جب انسان کے متحدۃ الحقیقۃ افراد اس میں شریک ہیں نہ اس وصف سے متصف تو آپ ﷺ کی نبوت بالقوہ کیسے ہوئی؟

جس طرح کتابت بالقوہ انسان کا خاصہ لازمہ ہے کیونکہ انسان ہی کاتب ہے غیر انسان کاتب نہیں اسی طرح نبوت بالقوہ بھی انسان کا خاصہ لازمہ ہے انسان کے بغیر دوسری کو

مخلوق نبی ہے نہ ہو سکتی ہے۔ جب یہ انسان کا خاصہ لازمہ ہے اور انسان کے مساوی ہے تو بقول غلام محمد بندیالوی شرقپوری ہر فرد انسان کا نبی بالقوہ ہونا ضروری قرار پایا یہ باطل ہے کیونکہ ماہیت انسانیہ کے حوالے سے یہود و نصاریٰ اور کافر انسان کے افراد ہیں، لیکن ہر فرد انسانی بشمول یہود و نصاریٰ اور کافر مسلمان نہیں چہ جائیکہ وہ استعداد نبوت کے حامل ہوں اور ان میں نبی ہونے کی صلاحیت اور قابلیت پائی جائے .... پھر .... اگر

بالقوہ کی بنیاد پر تمام افراد میں استعداد نبوت موجود ہے، تو ان میں سے کسی ایک کو منتخب کر لینا ترجیح بلا مرجح ہے اور اگر منتخب کیے جانے والے فرد میں دوسروں کی بہ نسبت کوئی وجہ ترجیح موجود ہے تو بالقوہ کا مفہوم صادق نہ رہا کیونکہ بوجہ خاصہ لازمہ تمام افراد اس خاصہ میں برابر کے شریک ہیں۔

اسی لئے ارباب فن نے بالقوہ کی صلاحیت اور وصف کو ''خاصة لجميع افراد ماهي خاصة له'' کہا اور کاتب بالقوۃ کیلئے انسان کی مثال پیش فرمائی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس سال سے قبل والی نبوت کو بالقوۃ کے تحت لانا اس لئے بھی غلط ہے کہ انسان اپنی انسانی کاوش، انسانی عمل سے بالقوۃ کو بالفعل کے درجہ اور وصف سے ہمکنار کر سکتا ہے بلکہ کرتا ہے اور یہ انسان کے بس اور اختیار میں ہے جبکہ نبوت کے معاملہ میں انسانی عمل کا کوئی اثر اور کوئی دخل نہیں یہ امر وہبی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور علم پر موقوف ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ'' امر وہبی اور امر کسبی میں تغائر ذاتی ہے۔

مزید خاصہ بالقوہ اور خاصہ بالفعل باہم متضاد ہیں کیونکہ خاصہ بالقوہ خاصہ شاملہ ہے جو ماہیت انسانی کے تمام افراد کو بطریق مساوات شامل اور ان میں استعداد اور قابلیت کی صورت میں موجود ہے، جبکہ خاصہ بالفعل سب افراد انسانی کو شامل اور تمام افراد اس سے متصف اور موصوف نہیں، صرف کتابت کا عمل کرنے والے کو شامل ہے، اسی لئے اس کا نام خاصہ غیر شاملہ

ہے' لیکن خاصہ غیر شاملہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا ترک اور انفکاک ممکن الوقوع ہے۔ جبکہ نبوت کا وجود اور اتصاف دائمی ہے۔ نبوت کا سلب ہونا' سلب کیا جانا' وصف نبوت سے موصوف فرد کا نبوت سے معزول اور محروم ہونا محال ہے۔

نبوت کے عنوان میں بالقوہ کا قول اس لئے بھی باطل ہے کہ خود تحقیقات نے عالم ارواح والی نبوت بالفعل کو دائم اور مستمر تسلیم کیا ہے' معزول اور مسلوب ہونے کو رد کر دیا ہے' عالم ارواح والی نبوت جو کنت نبیا الخ کی نص سے ثابت اور واضح ہے نے نبوت بالقوہ کے عندیہ کو باطل کر دیا ہے کیونکہ نبوت آپ کی ذات اور حقیقت مقدسہ کے لئے خاصہ لازمہ ہے اور خاصہ لازمہ بینہ ہے جس میں دیگر کسی بھی فرد انسان کی شرکت ممنوع اور محال شرعی ہے۔

اسی طرح چالیس سال سے قبل اور بعد آپ کو بالفعل نبی ماننا بھی غلط اور مستلزم محالات ہے۔ کیونکہ کتابت بالفعل خاصہ لازمہ مفارقہ نہے ہے غلام احمد بندیالوی شرقپوری نے بھی اس کو تسلیم اور تحریر کیا ہے۔ (لیکن کتابت بالفعل خاصہ مفارقہ ہے' ص 31)

لازمہ اس لئے کہ کتابت ماہیت انسان کا ہی خاصہ ہے اور مفارقہ اس لئے کہ اس کا انقطاع اور انتفاء ممکن الوقوع ہے' گویا دوسرے لفظوں میں یہ عرض مفارق ہے۔ زید کاتب اور زید قاعد میں کاتب اور قاعد کے عرض مفارق ہونے میں کوئی فرق نہیں۔ اس خاصے کا نام مفارقہ اس لئے ہے کہ یہ تمام افراد کو شامل نہیں ہوتا اسی پر اطلاق ہوتا ہے جو عملی طور پر اس سے متصف ہے' اگر زید کتابت نہ کر رہا ہو تو بالقوہ کی قید لگا کر یہ کہنا جائز ہوگا کہ زید کاتب بالقوہ اور اگر وصف کتابت سے عملی طور پر موصوف اور متصف ہے تو کہا جائے گا زید کاتب بالفعل اور جب کتابت ختم کر دے' چھوڑ دے تو اب زید کا تب بالفعل کہنا درست نہیں۔

اب آیئے نبوت بالفعل کی طرف نبوت بالفعل کا مقصد یہ ہے کہ وحی آئے' نبوت کا اعلان ہو احکام خداوندی کا نزول ہو اور نبی کو حکم ہو کہ وہ مخلوق کو دعوت توحید دے اور احکام کی تبلیغ و

ارشاد کرے۔" تاکہ نبی کی بعثت کا مقصد جو افاضہ' استفاضہ' افادہ اور استفادہ ہے۔ پورا ہو ہے" لیکن نبوت بالفعل کا دورانیہ نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ تک محصور اور محدود ہے' بالفعل نبوت کا یہ کلیہ آپ کی حیات برزخیہ اور نبوت مابعد الانتقال کو شامل نہیں۔ جبکہ حیات برزخیہ میں آپ کی نبوت اور رسالت قائم' دائم اور مستمر ہے ورنہ محمد رسول اللہ کا اطلاق درست نہ ہوگا اور نصوص قطعیہ کا انکار اور نفی لازم آئیگی۔ جو محالات شرعیہ میں سے ہے۔ اسی طرح دیگر آیات وما ارسلناک الا کافۃ للناس وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین کا بھی انکار لازم آتا ہے۔ مزید زید کاتب بالفعل میں کتابت جو فی الوقت موجود اور متحقق ہے اس کا انقطاع اور انتفاء ممکن ہے کیونکہ زید کے عمل کتابت کے ترک یا خارجی رکاوٹ پر انقطاع ممکن ہے مگر نبوت بالفعل کے باب میں نبوت کا ترک رکاوٹ ہر چیز کا موجود ہوکر بھی نبی سے نبوت کا اعتزال کرانا محال شرعی ہے۔ اسی لئے علمائے متکلمین نے کہا ہے کہ نبی کی نیند اور موت سے بھی نبوت ختم نہیں ہوتی نہ سلب ہوتی ہے۔ گویا منصب نبوت کے حوالے سے نبوت کا انقطاع ہے نہ انتفاء نبوت کی ماہیت میں دوام' تسلسل اور بقاء ہے جبکہ نبوت بالفعل میں ان تمام امور واقعیہ کا انقطاع اور انتفاء موجود ہے جو محال ہے۔ بلکہ نبوت کا تحقق اور اتصاف ذات نبی کے لئے روز ازل سے لے کر عرصہ محشر تک ہے۔ اس دوران اس میں سلب ہے' نہ انقطاع' امام اہل سنت ابوشکور السالمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور عالم تصنیف التمہید میں تفصیل سے اس پر بحث کی ہے" جزاھم اللہ احسن الجزاء"

نبوت بالفعل کے معارض اور مقابل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے "بعثت الی الخلق کافۃ" بعثت کیا ہے؟" کہ نزول وحی کے ذریعے قرآن اتارا قرآن کے ذریعے منصب رسالت عطا فرما کر دعوت توحید اور تبلیغ احکام پر مامور فرمایا جس کا اختتام تریسٹھ برس کی عمر شریف پر ہوا۔ آپ کے انتقال کے بعد بھی بعثت کا مقصد قائم دائم' جاری اور ساری ہے جس کا دائرہ بعد از رحلت صبح قیامت تک پھیلا ہوا ہے۔ بعثت کا عملی معنیٰ اور مقصد صرف تریسٹھ سال تک محدود

ہے مگر حکم صبح قیامت تک کیوں متعدی ہے؟ وہ اس لئے کہ اس حکم کی تعدی کے لئے الی الخلق کافۃ کا قرینہ لفظیہ موجود ہے جس کی حد اور وسعت صبح قیامت تک عریض وطویل ہے مگر نبوت بالفعل کے الفاظ اور معانی کا تعین فقط آپ کی حیات ظاہریہ تک ہے جو مضمون حدیث، مقصود حدیث اور مفہوم حدیث اور مدعائے حدیث کے خلاف ہے۔ غلام محمد بندیالوی شرقپوری نے تحریر کیا کہ

''کتابت بالقوہ خاصہ لازمہ ہے۔ (ص 31)

غلام محمد بندیالوی شرقپوری کے بقول کتابت بالقوہ خاصہ لازمہ للماہیۃ انسانیہ ہے کیونکہ انہوں نے کتابت بالقوہ اور انسان کے درمیان مساوات قائم کر کے ان کا باہم حمل بالمواطات کا قول کیا ہے اور تمام افراد ماہیت کیلئے کتابت بالقوہ کو خاصہ لازمہ قرار دیا ہے لیکن ارباب فن نے کتابت بدوں لحاظ بالقوہ اور بالفعل خاصہ انسان قرار دیکر دو اقسام کی طرف تقسیم فرمایا ہے:

خاصہ ءلازمہ، اور خاصہ مفارقہ، کتابت بالقوہ اور کتابت بالفعل کو ترتیب ذکری کے مطابق بطور امثلہ اس کی وضاحت کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کتابت بالقوہ کا محل، اور موصوف ماہیت انسانیہ ہے ماہیت انسانیہ کا کتابت بالقوہ سے معزول اور مسلوب ہونا محال ہے ماہیت انسانیہ جب بھی متحقق فی الخارج ہوگی کتابت بالقوہ کے وصف سے متصف ہوگی، اور ماہیت انسانیہ کا ہر فرد بدوں امتیاز اور بلا فصل اس سے متصف ہوگا، اور ماہیت انسانیہ چونکہ کلی خارجی ہے اس کا تحقق افراد کے ضمن اور وساطت سے ہوتا ہے تو جب یہ ماہیت انسانیہ ضمن افراد میں پائی گئی تو یہ کتابت بالقوہ جو انسان کا خاصہ ءلازمہ ہے دو صورتوں میں موجود اور متحقق ہوگا ماہیت کے لحاظ سے خاصہ لازمہ اور افراد کے لحاظ سے خاصہ مفارقہ ہوگا، کیونکہ تمام افراد انسانی بالفعل کتابت سے متصف نہیں ہوں گے جو محل کتابت کا محل اور موصوف ہیں ان کیلئے کتابت بالفعل کا وصف ثابت ہے مگر مفارق ہے کیونکہ اس وصف کا انقطاع، انتفاء، اور سلب جائز بلکہ امور واقعیہ میں سے ہے آیئے غلام محمد بندیالوی شرقپوری اور ان کے ممدوح صاحب تحقیقات کے قول'' کہ آپ

ﷺ چالیس سال عمر شریف سے پہلے بالقوہ نبی تھے اور چالیس سال کے بعد بالفعل نبی تھے '' کی طرف ہر دو کا یہ قول باطل ہے اس لئے کہ: خاصہ بالقوہ کا لزوم اور ثبوت ہر ہر فرد کیلئے لازمی ہے اور اس خاصہ میں مشارکت افراد کثیرہ غیر متناہیہ ہے، جبکہ نبوت بالقوہ میں افراد کثیرہ غیر متناہیہ کی شرکت محال شرعی اور محال عقلی ہے، کما لا یخفی علی من له ادنی فطن اور نبوت بالفعل کا قول بھی استحالہ شرعیہ کا موجب ہوکر باطل ہے بلکہ دیگر انبیائے کرام کے حق میں بھی نبوت بالقوہ اور نبوت بالفعل کا قول بھی محال شرعی ہے کیونکہ بالقوہ ماننے سے مشارکت افراد کثیرہ غیر متناہیہ لازم آتی ہے، اور بالفعل کے قول پر انبیاء کرام کی رحلت کے بعد انکار نبوت لازم آتا ہے جبکہ نبوت کا سلب ہے نہ انفکاک ،،تمام انبیائے کرام بعد از رحلت بھی اسی طرح نبی اور رسول ہیں ،قرآن حکیم نے دنیا سے رحلت کر جانے کے باوجود ان کو نبی اور رسول فرمایا ہے نبوت اور رسالت موت سے زائل نہیں ہوتی ، جب دیگر انبیائے کرام کے حق میں بالقوہ اور بالفعل کا قول موجب استحالہ شرعیہ ہے تو نبی کریم ﷺ کیلئے یہ قول' بطریق اولیٰ ممنوع اور موجب استحالہ شرعیہ ہے کیونکہ آپ ﷺ کی نبوت خاصہ ،منفردہ اور جزی حقیقی ہے۔ جو اپنے وجود اور لوازم کے اعتبار سے افراد کثیرہ تو رہے درکنار، دیگر انبیاء کرام کی نبوت کیلئے بھی مانع حقیقی ہے متکلمین کا اس پر اجماع ہے کہ وصف نبوت کا انقطاع ہے نہ سلب ،اس میں شرکت غیر ے کا تصور ہے نہ مماثلت ، جب نصوص قطعیہ سے یہ امر ثابت اور موجود فی الخارج ہے کہ روز اول سے لے کر میدان حشر تک آپ ﷺ وصف نبوت سے بطریق دوام اور استمرار متصف چلے آرہے ہیں تو نبوت بالقوہ اور نبوت بالفعل کا مفروضہ کہاں سے آ گیا؟ جس طرح کتابت انسان کا خاصہ ہے اسی طرح نبوت بھی بدوں لحاظ بالقوہ اور بالفعل خاصہ ءانسانی ہے خاصہ ء ماہیت نہیں خاصہ ءفرد ہے مفارق نہیں لازم ہے،فرد ہونے کی دلیل ''الله اعلم حیث یجعل رسالته' نص قطعی ہے جوامر نبوت کے وہبی اور من جانب اللہ ہونے کی برہان معجزنشان ہے اور عرض لازم ہونے پر ''کل

امن باللہ وملائکتہ ورسلہ ،،تلک الرسل فضلنا بعضهم على بعض، ولكن رسول اللہ وخاتم النبيين " اوردیگر بے شمار نصوص قطعیہ بطوردلائل موجود ہیں، جن کی موجودگی میں دیگرانبیاء کرام کیلئے بھی بالقوہ اور بالفعل کا اطلاق باطل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تو ایک منفردہ، ممیزہ خاصہ کی صفت سے متصف ہوکر جزی حقیقی ہے، جسکی حقیقت اور لوازم کو بالقوہ اور بالفعل کی مصنوعی، فرضی اور انسانی عقل کے ضابطہءعلم ودانش کے تحت نہیں لایا جاسکتا ،اس عنوان علامہ احمد بن محمد بن ناصر السلاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وان الا شارة بحديث كنت نبيا الى روحه الشريف والى حقيقة من الحقائق يعلمها الله سبحانه فيكون للنبوة محل اذذاك قامت به" (جواہرالبحار، جلدرابع ص۔210) بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوفرمایا "کنت نبیاً" اس میں اشارہ آپ کی حقیقت مقدسہ جس حقیقت کو اللہ ہی جانتا ہے وہ کیا ہے؟ کی طرف اور آپ کی روح انور کی طرف ہے، مقصد یہ ہے کہ اس وقت آپ کی حقیقت مقدسہ اور روح انور وصف نبوت سے متصف اور نبوت کے وجود اور ثبوت کا محل تھے اور نبوت کا قیام آپ کی حقیقت اور روح کے ساتھ تھا۔

سیداحمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا" بل ان الله خلق روحه قبل سائر الا رواح وخلع عليها خلعة التشريف بالنبوة، اى ثبت لهاذ الك الوصف دون غير ها فى عالم الا رواح الخ" (جواہرالبحار۔جلدثالث۔ص۔۳۵۷)

بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح سے قبل آپ کی روح اطہر کو پیدا فرمایا اور اس کونبوت کی خلعت شریفہ سے مشرف فرمایا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبوت کا ثبوت اس وقت سے ہے جبکہ عالم ارواح میں نبوت کا وصف کسی اور نبی اور رسول کوارزاں نہ ہوا تھا۔ثابت ہوا آپ کی نبوت تمام انبیاء کی نبوتوں سے مقدم ہے۔عالم ارواح میں فقط آپ نبی تھے اور یہ نبوت آپ کی حقیقت مقدسہ اور آپ کی روح انور کوحاصل تھی اور آپ کی نبوت کا محل بھی یہی دو چیزیں تھیں، توجہ طلب

معاملہ یہ ہے کہ عالم ارواح میں دیگر انبیاء کی ارواح ہیں، نبوت حقیقت اور ابدان کا وجود نہیں، مگر رسول اللہ ﷺ کی حقیقت اور روح موجود ہے، آپ کی نبوت بھی موجود ہے اس نبوت کا قیام حقیقت اور روح کے ساتھ ہے، ظہور قدسی کے وقت یہی حقیقت اور وہی روح جسد عنصری میں موجود ہے، اس لئے آپ کی نبوت خاصہ منفردہ کو خاصہ شاملہ میں لا کر آپ کی خارج میں موجود نبوت کو نبوت بالقوہ کہنا غلط اور خلاف نقل ہے اور دیگر انبیاء کرام کی نبوتوں پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

آپ کی نبوت آپ کی حقیقت مقدسہ اور روح پر نور کے لئے خاصہ لازمہ ہے، یہ خاصہ لازمہ برائے فرد ہے، برائے افراد نہیں تاکہ خاصہ شاملہ قرار دے کر آپ کی نبوت کو نبوت بالقوہ کہا جائے، خاصہ لازمہ دو قسم ہے، بین اور غیر بین، کنت نبیاً میں جس نبوت کو آپ ﷺ نے اپنی ذات اور روح کے لئے خاصہ اور صفت لازم قرار دیا ہے یہ خاصہ لازمہ بینہ ہے کیونکہ جب کنت میں ضمیر متکلم برائے ذات اور نبوت اور اتصاف نبوت (نسبت محمولی) کا تصور کیا جاتا ہے تو آپ کے بغیر نہ اس کا کوئی محل نظر آتا ہے نہ مدلول اور مصداق۔ جب عالم اجساد میں آپ کی جلوہ گری اسی حقیقت اور اسی روح کے ساتھ ہوئی جو عالم ارواح میں وصف نبوت سے متصف تھی اور وصف نبوت اس سے سلب ہوا نہ روح انور کو معزول کیا گیا تو روح کا تعلق حلول اور سریان جسد انور میں نبوت کے ساتھ ہوا ہے۔ نبوت سلب ہوتی ہے نہ منقطع۔ جیسا کہ شیخ محقق نے تکمیل الایمان، علامہ سالمی نے التمہید اور علامہ التورپشتی نے المعتمد فی المعتقد میں اس کی تفصیل بیان کی ہے، جب نبوت موجود متحقق فی الجسد العنصری وہی ہے تو اس کو نبوت بالقوہ کا نام دینا غلط ہے کیونکہ بالقوہ کا وجود خارجی نہیں، جبکہ آپ ﷺ کی نبوت کا وجود خارج میں موجود تھا اگرچہ عملی اور فعلی طور پر نہ تھا۔ اگر بوقت ولادت آپ کی روح اور حقیقت اصلیہ وصف نبوت سے معزول، مسلوب اور معری ہوتے تو جن فوق الفطرت اور خارق عادات امور کا ظہور ہوا ہے ہرگز نہ ہوتا۔

جن کی تفصیل علامہ یوسف نبہانی نے امام قسطلانی کے حوالے سے جواہر البحار۔ جلد ثانی۔ص۔۱۱) پر ذکر کی ہے' شیخ محقق رحمتہ اللہ نے مدارج النبوت میں بھی ان کو نقل فرمایا ہے' حافظ عماد الدین ابن کثیر' قاضی عیاض' ملا علی قاری رحمہم اللہ نے بالترتیب البدایہ والنہایہ' شفاء' شرح شفاء' اور امام سیوطی نے الخصائص الکبریٰ میں ذکر فرمایا ہے، جزاہم اللہ احسن الجزاء'

تحقیقات نے چالیس سال سے قبل نبوت کی نفی اور عدم پر نقل کیا کہ ''لہٰذا روح مجرد اور بدن سے حلولی تعلق رکھنے والی روح میں فرق ملحوظ رکھنا لازم اور ضروری ہے اور دونوں کے درجات و مراتب اور صلاحیات اور استعداد کا تفاوت مدنظر رکھنا واجب اور لازم ہے'' (ص۔142)

توضیحاً کہا جاتا ہے کہ تحقیقات نے اپنے موقف پر عجیب دلیل کا انتخاب کیا ہے' یہ نہیں سوچا کہ محل نزاع کیا ہے؟ محل نزاع چالیس سال سے قبل نبوت کا عدم اور انتفاء ہے'' دلیل میں روح مجرد اور روح متعلق بالبدن کا حوالہ دیا ہے' دعویٰ کے اثبات میں اس دلیل کا کوئی کردار نہیں' اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس روح مجرد نہیں' بلکہ آپ کی روح کو خلعت نبوت کا شرف حاصل ہے اور روز اول سے بطور خاصہ حاصل ہے' اس روح موصوفہ اور نبوت کا تعلق ذاتی' آپ کی ذات مقدسہ سے ہے' جس کی حقیقت کا علم فقط اللہ تعالیٰ کو ہے' اسی لئے ایک موقعہ پر دنیا' قبر' حشر و نشر کے آپ کے قریبی اور راز دان ساتھی جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا ''اے ابوبکر میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا' جب آپ کی حقیقت کا علم و ادراک انسانی وہم و تخیل سے بالاتر ہے وہ وصف نبوت کا محل ہے۔ روح انور وصف نبوت سے بطور اختصاص اور بصورت اعزاز متصف ہے' تو ان حقائق ازلیہ سے صرف نظر کرتے ہوئے روح انور کو وصف نبوت سے معزول کر کے' روح معہ النبوت کے حقیقت مقدسہ کے ساتھ قائم تعلق خاص کو منقطع کر کے روح اطہر کو روح مجرد کہنا حقائق ازلیہ اور آپ کی صفات علیاء کا انکار اور انتفاء ہے جو سراسر غلط اور باطل ہے' بدن اقدس کے ساتھ جو روح متعلق ہے وہ وصف نبوت

سے متصف ہے۔ روح مجرد نہیں بلکہ بنظر عمیق دیکھا جائے تو ایک عام آدمی کی روح بھی روح مجرد نہیں، مسلمان کی روح وصف ایمان سے متصف ہے، وصف ایمان کا روح سے سلب اور انفکاک محال شرعی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب کوئی مسلمان، اپنے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے وہ اس کو سلام کہتا ہے، مسلمان میت کی روح اس کے سلام کو سنتی اور جواب دیتی ہے، سلام کہنے والے کو شناخت بھی کرتی ہے، روح اگر صفت ایمان اور وصف اسلام سے متصف نہ ہوتی معری ہوتی تو وہ سلام کا جواب ''وعلیکم السلام'' کیوں اور کیسے دیتی؟ آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے'' جب تم مسلمانوں کے قبرستانوں میں جاؤ یا پاس سے گزرو تو انہیں السلام علیکم کہو۔ اگر روح وصف ایمان سے متصف اور بدن کوئی جو قبر میں ہے سے متعلق نہ ہوتی تو سلام کہنے کا حکم ہوتا نہ روح سلام کا جواب دیتی۔ قبر میں عذاب و تنعیم کا معاملہ، قبر کا مومن کے لئے باغ جنت سے ہونا نم کنومۃ العروس کا اعزاز اور بشارت ایسے امور ثابتہ ہیں جو اس بات کی قوی دلیل ہیں کہ بعداز موت ایک مسلمان کی روح وصف ایمان اور صفت اسلام سے مجرد و معری نہیں ہوتی چہ جائیکہ رسول اللہ ﷺ کی روح مقدسہ جو روح الارواح اور روح کائنات ہے عالم ارواح سے تاج نبوت سے مرصع اور مزین ہو کر جسد اطہر میں حلول و سریان کر رہی ہے وہ روح مجرد ہو؟ انسان کے لئے یعنی مخلوق انسانی کے لئے سب سے برتر کمال اور اشرف تر مقام اور مرتبہ نبوت ہے جو انوار تجلیات کا مرکز اور منشاء ہے یہ کیسے متصور ہے کہ اللہ اپنے حبیب کو نبی آخر الزماں کا منصب عطا فرما کر دنیا میں بھیجے اور جو وجہ محبت اور شرف کمال ہو وہ سلب کرے اور روح اطہر کو وصف نبوت سے محروم و معزول کر کے روح مجرد کی صورت میں جسد عنصری میں ڈالے، اس سے بڑھ کر مقام تعجب اور کیا ہے؟ مزید انسان کا بچہ قطع نظر اس کے کہ اس کا جنم کس مذہب والے گھر میں ہوا ہے؟ فطرت اسلام لئے پیدا ہوتا ہے، اسکی روح انوار اسلام سے مزین اور مجلی ہے، مگر جو انا من اللہ، انا من نور اللہ والمومنون من فیض نوری کی حقیقت اور نبوت کی گھٹی لے کر دنیا

میں جلوہ گر ہو رہا ہے اس کی روح مجرد ہے' وہ نبوت جس کا محل جس کا موصوف روح انور ہے وہ کہاں گئی؟ سلب ہو گئی؟ مسلمہ اصول ہے کمال نبوت سلب ہوتا ہے نہ معزول' ماننا پڑے گا کہ جسد اطہر میں حلول و سریان کے وقت مجرد روح نہ تھی بلکہ وصف نبوت سے محظوظ اور موصوف تھی۔ روح مجرد کا قول ابطل الا باطیل ہے''۔

مزید تحقیقات نے لکھا کہ حالانکہ عالم ارواح والی نبوت سلب تو نہیں ہوئی تھی (ص۔60)

آگے لکھا کہ '' وہاں جو نبوت بالفعل تھی اور اس کے آثار عملی طور پر ظاہر تھے' وہ بشریت کے پردہ اور حجاب کی وجہ سے مغلوب اور مستور ہو گئی تھی اور فقط روحانی اور باطنی رہ گئی۔ (ص۔ایضاً)

جسمانی اعتبار سے بالقوہ رہ گئی (ص۔ایضاً)

توضیحاً کہا جائے گا کہ اگر عالم ارواح والی بالفعل نبوت جس کے آثار اور اوصاف عملی طور پر عالم ارواح میں ظاہر ہو چکے تھے' سلب نہیں ہوئی تھی تو علی الاطلاق چالیس سال سے قبل نبوت کا انتفاء اور انکار غلط ہے۔

رہا یہ کہ بشریت کے پردہ میں مغلوب اور مستور ہو گئی تھی ...... بقول تحقیقات بشریت حجاب ہے تو یہ حجاب آخری وقت تک رہا مگر نبوت مغلوب ہوئی نہ مستور' بلکہ بشریت نبوت کا آلہ کار بنی رہی' اگر سلب نہیں ہوئی صرف بشریت کے پردہ میں مستور اور مغلوب رہی ہے تو چالیس سال کی عمر میں ملنے والی نبوت' وہی نبوت مستورہ اور محجوبہ ہے یا اور؟ اگر وہی ہے اور یقیناً وہی ہے تو پھر چالیس سال کی تکمیل پر اظہار نبوت ہے' اعطائے نبوت نہیں' اگر چالیس سال کی تکمیل پر ملنے والی نبوت اور ہے تو لازم آئے گا کہ شئی واحد (روح اقدس) دو متضاد صفات سے موصوف ہو یعنی ایک نبوت روحی' مستورہ محجوبہ جو بقول تحقیقات نبوۃ بالقوۃ ہے اور دوسری نبوت عملی فعلی جو نبوت بالفعل ہے' نبوت بالقوہ اور نبوت بالفعل باہم متضاد ہیں۔

پھر نبوت، تجلی الٰہی ہے، رسول اللہ ﷺ کی نبوت نورِ الٰہی ہے، جسد عنصری مادی ارضی ہے، نورِ الٰہی، تجلی الٰہی پر اس کا غلبہ کیسا؟ مزید چالیس سال کی عمر کی تکمیل پر الگ نبوت کا قول محال شرعی ہے کیونکہ کنت نبیاً صحابہ کے سوال متی وجبت لك النبوۃ کا جواب ہے صحابہ نے نبی ہونے (اور نبوت دیئے جانے کا کل عرصہ اور کل زمانہ پوچھا ہے۔ ملا جیون رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اذاو متی یدل لان علی عموم الزمان و کلیۃ'' (نور الانوار، ص ۱۴۲)

لہذا چالیس سال کی تکمیل پر نبوت دیئے جانے کا عندیہ مستلزم محال ہے، کیونکہ کنت نبیاً حدیث صحیح مرفوع ہے اور تواتر معنوی کی قوت سے لبریز ہے۔ اس نبوت کو جو کہ کنت نبیأ سے ثابت اور مبرہن ہے بالقوہ یا بالفعل کہنا غلط اور خلاف اصول ہے۔

جہاں تک عالم ارواح اور عالم اجساد والی نبوت کے احکام کی علیحدگی کا تعلق ہے وہ اس معنی میں مسلم ہے کہ عالم ارواح میں نبوت کا کردار اور نبوت کی ذمہ داری ارواح انبیاء اور ملائکہ کی تربیت اور تعلیم تھی، روحانی دنیا میں نبوت کے فرائض اور تعلیم و تربیت کا دائرہ کار یہی تھا اور یہی مناسب تھا۔ لیکن عالم اجساد میں انسانوں کی تعلیم و تربیت کا معاملہ اور طریقہ مختلف ہے، وحی آسمانی کی تعلیم و تبلیغ کے لئے شعور، فطانت، قوت جہاد اور اجتہاد، دور اندیشی، مصلحت کوشی، تفکر و تدبر، ضبط و تحمل فرشتہ کو دیکھنے کی قوت و صلاحیت، قدسیانہ دباؤ کی برداشت اور دامن زیست کا عصمت و طہارت کی پاکیزگی سے معطر اور عطر بیز ہونا ضروری اور لازمی ہے، ان اوصاف کی جامعیت کے لئے بلوغت جسمانی اور بلوغت روحانی شرط ہے، جس کا وجود چالیس سال کی عمر سے وابستہ ہے، اسی لئے چالیس سال عمر کا مکمل ہونا بعثت کی شرط ہے، نبوت کی شرط نہیں علامہ سعد الدین التفتازانی، امام رازی اور سید محمود الوسی رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے، اسکی پوری تفصیل عنوان کے تحت اندر کے صفحات میں موجود ہے وہاں دیکھ لی جائے۔

مزید برآں چالیس سال کی حد اور شرط اس وقت موثر ہے جب روح کا ارتباط اور تعلق

جسد عنصری سے قائم ہو جسم کی حیثیت لوگوں کے لئے قابل قبول ہو بچوں کی بات موثر با عمل نہیں ہوتی' اختلاف مکاں سے فرائض نبوت کی ادائیگی میں عمر کے لحاظ سے تاخیر امر واقع ہے مگر نبوت کا انقطاع' سلب' انتفاء محال ہے' یعنی نبوت کی ذمہ داری میں تبدل اور تاخر امر واقع ہے' مگر اصل نبوت اور نفس نبوت میں تغیر اور تبدل محالات میں سے ہے' اندر کے صفحات میں اس پر طویل بحث موجود ہے'' جب آپ کی ذات مقدسہ جو حقیقت نوریہ ہے اور روح اطہر کو نبوت کے عالی مقام اور بلند ترین وصف سے نوازا گیا ہے تو عالم اجساد میں روح اور حقیقت نوریہ سے نبوت کو سلب کرنا اور ذات کریمہ کو نبوت سے معزول کرنا محال ہے۔ شیخ محقق' علامہ التورپشتی' امام ابوشکور السالمی کی تصریحات ان کی کتب کے حوالے سے پہلے آ چکی ہیں۔ اعادہ مناسب نہیں' مندرجہ بالا بحث کا ماحصل یہ ہے کہ اختلاف مکاں' اختلاف احکام کے لئے موثر ہے لیکن نبوت کی ماہیت' حقیقت اور وجود کے لئے نفیاً سلباً اور تبدلاً موثر نہیں فافہم۔

مزید: روح کی تجرید کا مرحلہ عالم ارواح میں موجودگی پر ہے جب روح بدن میں حلول کر گئی تو روح مجرد نہ رہی' روح متعلق بالبدن ہوئی' بدن کے ساتھ حلولی تعلق کا یہ حال ہے کہ اگر بدن موجود ہے یا معدوم وفناء یہ تعلق بدستور قائم اور موجود ہے اور روح اپنے اوصاف لازمہ سے اسی طرح متصف ہے جس طرح دنیاوی زندگی میں تھی' انبیاء کی ارواح لطافت و طاقت میں فرشتوں سے برتر ہیں' ان کے اجسام' عنصری ہونے کے باوجود ملائکہ کی نورانیت پر حاوی اور غالب ہوتے ہیں۔ ورنہ انبیاء ملائکہ کی قوت' نورانیت کا ثقل برداشت نہ کر پاتے' دیکھنے' سننے' وحی اخذ کرنے کی طاقت ہوتی نہ ہمکلام ہونا ممکن ہوتا۔

ثابت ہوا کہ اختلاف مکانی' تغیر زمانی' تبدل جسمانی کو تو مستلزم ہے مگر اصل نبوت' حقیقت نبوت اور اتصاف نبوت میں ردو بدل کے لئے موثر نہیں ء بایں ہمہ رسول اللہ ﷺ کی روح اطہر عالم ارواح میں موجود ہو کر بھی مجرد نہ تھی بلکہ وصف نبوت سے متصف اور حقیقت نوریہ

محمد یہ سے متصل اور مرتبط تھی ان تینوں حقائق کا مجموعہ ملائکہ اور ارواح انبیاء کے لئے معلم، مربی اور علوم الہیہ کا فیض رساں تھا، اسی مجموعہ کو آپ ﷺ نے حدیث کنت نبیاً میں ضمیر متکلم سے تعبیر فرمایا ہے، تحقیقات نے عالم ارواح میں آپ کی نبوت کو نبوت بالفعل تسلیم اور تحریر کیا ہے، علمائے علوم وفنون بالخصوص علمائے متکلمین نے نبی کی جو تعریفات بیان کی ہیں وہ عالم ارواح والی نبوت پر صادق آتی ہیں نہ منطبق ہوتی ہیں، اس لئے نبوت کے وجود اور ثبوت سے پہلے نبوت کے محل اور موصوف کو تلاش کرنا معلوم کرنا ضروری ہے، انکار ممکن نہیں کیونکہ آپ کی نبوت پر کنت نبیاً حدیث مرفوع، بقوت تواتر معنوی موجود ہے اور پھر علمائے امت اور عرفائے ملت نے تلقی بالقبول کر کے بلند پایہ علمی، تحقیقی حواشی، شروحات، اور تفسیرات لکھیں ہیں۔ جب کنت نبیاً مرفوع لفظاً اور متواتر معناً بطور نص موجود ہے تو ماننا پڑے گا کہ اس نبوت کا محل، موصوف آپ کی روح انور ہے جس کا تعلق اتصالی آپ کی حقیقت نوریہ کے ساتھ ہے۔ لہذا آپ کی روح اطہر کو روح مجرد کہنا غلط اور باطل ہے۔

آپ کی روح انور کو روح مجرد قرار دینا اور عام ارواح کی صنف اور صفت میں لانا انکار نبوت کے مترادف ہے جس کا ادنیٰ تصور کرنا بھی وجود ایمان کے لئے سم قاتل ہے۔

محمد اقبال مصطفوی نے لکھا کہ روح مجرد میں لطافت محضہ اور نورانیت خالصہ ہوتی ہے جبکہ روح متعلق بالبدن پر بدن کے اثرات غالب آجاتے ہیں۔ (ص۔۴۱)

توضیحاً کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی روح، مجرد نہیں، بلکہ وصف نبوت سے متصف چلی آرہی ہے، تحقیقات کا اعتراف ہے کہ عالم ارواح والی نبوت سلب ہوئی ہے نہ منسوخ بلکہ دائم اور مستمر ہے۔ جب نبوت سے آپ کی روح انور کا اتصاف حقیقی اور خارجی طور پر موجود ہے تو پھر روح مجرد کیوں اور کیسے ہوئی؟

بقول مصطفوی جب روح مجرد میں لطافت اور نورانیت خالصہ موجود اور متحقق فی الخارج

ہے تو بدن کے اثرات کا نورانیت اور لطافت کو مغلوب اور متاثر کرنا ناممکن ہے۔ جبریل علیہ السلام بشراً سویا کی صورت میں مریم علیہا السلام کے پاس آئے انہوں نے بشر کامل سمجھ کر اللہ کی پناہ مانگی، جبریل علیہ السلام نے پھونک ماری اس پھونک سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے، پھونک مارنا بدن عنصری کا خاصہ اور اثر ہے، چل کر آنا، صفت بدن اور بشر ہے۔ ان امور کے ہونے باوجود آپ کی لطافت محضہ اور نورانیت خالصہ متاثر نہیں ہوئی، وحیہ کلبی کی شکل وصورت میں جبریل علیہ السلام آتے، بارگاہ رسالت میں حاضری کا شرف حاصل کرتے، ہم کلام ہوتے مگر آپ کی لطافت محضہ اور نورانیت خالصہ میں کوئی فرق نہ پڑتا، معرکہ ہائے حق و باطل میں فرشتے بشری لباس اور بشری صورت میں مجاہدین کا کردار ادا کرتے مگر لطافت محضہ اور نورانیت میں کوئی فرق نہ آتا۔

اور بھی امثلہ موجود ہیں، یہاں صرف اتنا بتانا مقصود ہے کہ، عنصریات، روحانیت پر غالب ہیں نہ موثر، بلکہ روح کی بالیدگی اور نورانیت، بدن کو متاثر کرتی اور اس میں لطافت اور نورانیت پیدا کرتی ہے، رسول اللہ ﷺ کے جسد عنصری کا سایہ نہ تھا کیونکہ آپ کی روح، نبوت اور حقیقت نوریہ کا جسد عنصری پر قبضہ اور غلبہ تھا۔ مصطفوی کا کلیہ باطل محض ہے۔ محمد اقبال مصطفوی نے لکھا کہ جب کہ اجسام کی پرورش و تربیت اور تدبیر و تصرف میں مصروف رہتی ہیں، تو ان کی وہ لطیف صلاحیتیں اور استعدادیں اور قوای روحانیہ اور توانائیاں کمزور پڑ جاتی ہیں۔ ص۔ ۴۱

توضیحاً کہا جائے گا کہ مصطفوی کی یہ عبارت ملاحظہ کرنے سے عیاں ہوتا ہے کہ بے چارے کو اصل مسئلہ کا علم ہی نہیں، وہ مسئلہ کی نزاکت کے ادراک سے قاصر اور محروم ہے۔ مسئلہ زیر بحث رسول اللہ ﷺ کی روح کے متعلقہ ہے جو شان نبوت، مقام نبوت کی حامل ہے، دیگر انسانوں کی ارواح زیر بحث نہیں، مبلغ علم کا حال یہ ہے کہ نبی الانبیاء کی روح اطہر کو دیگر مخلوق کی ارواح کے مماثل قرار دے کر اُن کے اوصاف اور احکام جاری کر رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی روح

انور نے آپ کے جسد مقدس کو تدبر، تصرف عطا فرمایا نہ تربیت دی یہ تمام امور اسرافیل علیہ السلام نے سرانجام دیئے لہذا روح انور کا کردار جسم کے لئے تدبر، تصرف والا نہ تھا، بلکہ روح نور نبوت سے تاباں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسد عنصری کے مادے کو جنت کی نہروں سے دھلا کر روح کے ہم پلہ اور ہم رنگ بنادیا تھا، علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا کہ: "وقد ذكروا ان جبريل عليه السلام اخذ طينة النبى ﷺ فعجنها بمياه الجنة غسلها من كل كثافة وكدورة فكان جسده الطاهر كان من العالم العلوى كروحه الشريف

(جواہر البحار۔ جلد ثانی ص۔۲۲۳)

مفسرین نے ذکر فرمایا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کے جسد اقدس کی مٹی لی اور اس کو جنت کے پانیوں سے گوندھا یعنی خمیر تیار کیا اور اس سے ہر قسم کی کثافت دھوڈالی اور ہر قسم کی کدورۃ سے اس کو پاک کیا، گویا کہ آپ کا مقدس اور پاکیزہ جسم عالم علوی یعنی عالم نور سے ہو گیا جس طرح آپ کی روح شریف عالم نور سے ہے۔ گویا آپ کے قوائے روحانی اور قوای جسمانی ہم پلہ اور ہم نور تھے، کثافت و کدورت نام کی کوئی شی آپ کے جسد مطہر میں نہ تھی، جس کی وجہ سے قوت روح مغلوب اور محکوم ہو جائے۔ لہذا محمد اقبال مصطفوی کا یہ کہنا کہ بلکہ بدنی کثافت اور جسمانی عوارض کی وجہ سے مغلوب ہو جاتی ہیں۔ (ص۔۴۱) غلط ہے، تعجب اس بات پر ہے محمد اقبال مصطفوی رسول اللہ ﷺ کی روح مقدس کو دیگر انسانی مخلوق کی ارواح کے مماثل قرار دے کر ان میں شمار کر کے دیگر ارواح کی صفات کو ثابت اور احکام نافذ کر رہا ہے، اس پائے کا علم رکھنے والا شخص ناموس رسالت کی شان بیکراں اور مقام معجز نشان پر شب خون مار رہا ہے، اس سے بڑھ کر کوتاہ فہمی، کج علمی اور کیا ہو سکتی ہے؟............ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کی شان رکھنے والی ذات پاک کو صف عوام میں لے آیا ہے، اس کو اتنا بھی یاد نہ رہا کہ چہ نسبت خاک را بعالم پاک۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس عقیدہ اور تحریر کے وقت علمی بصیرت اور ایمانی بصارت سلب ہو گئی ہے۔ آگے لکھا کہ لیکن جب مجاہدات و ریاضات اور عبادات و اعمال شاقہ اور ذکر و فکر میں مشغول ہو جاتی ہیں اور ارواح کو روحانی غذا ملنے لگ جاتی ہے تو ان کی سابقہ چمک دمک اور نورانیت اور قوت و طاقت بحال ہو جاتی ہے یوں ان میں اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کے ساتھ ربط و تعلق کی صلاحیت اور استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔ (ص۔۴۱،۴۲)

محمد اقبال مصطفوی کی یہ تحریر سوقیانہ انداز تکلم کا بھی منہ چڑا رہی ہے' یہ تحریر ثابت کرتی ہے کہ ارواح انبیاء بدنی عوارض' جسمانی کثافتوں اور عملی کدورتوں سے متاثر ہوتی ہیں' بدنی اعمال و ریاضات کا دوام اور تسلسل استعداد و صلاحیت کی حیات نو میں اہم کردار ادا کرتا ہے اور اس اوج کمال تک پہنچا دیتا ہے کہ انبیاء کے لئے اللہ اور فرشتوں کے ساتھ تعلق و ارتباط ممکن اور یقینی ہو جاتا ہے۔ عبارت شاہد ہے کہ محمد اقبال مصطفوی' نبوت کے کسبی اوصاف و لوازمات کو کسبی تصور کرتا ان میں ترقی اور تنزل کا عقیدہ رکھتا ہے جبکہ اوصاف نبوت اور کمالات رسالت کسبی نہیں وہبی ہیں' عارضی' حادثاتی اور وقتی نہیں بلکہ حقیقی دائمی اور فطری ہیں جن میں عروج و زوال محال ہے' نبی اوصاف نبوت اور نور نبوت اپنی ذات میں لے کر پیدا ہوتا ہے' جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کا بیان بطور نص قطعی موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا الحمد اللہ کہنا بحالت راکع اور ساجد دنیا میں جلوہ گر ہونا دلائل و براہین کی ایسی پیوست کڑیاں ہیں' فکر فاسد اور سوچ کا سد جن کو لخت لخت کرنے کی ہمت اور توفیق نہیں رکھتے۔ غوث کبیر پیر سید عبدالعزیز الدباغ رحمہ اللہ کا فرمان بھی پہلے زیب قرطاس ہو چکا ہے' مزید امام المحدثین قاضی عیاض اندلسی رحمہ اللہ کا کلام بھی ہدیہ ناظرین و قارئین ہے۔ ملاحظہ ہو:

''فظو اهر هم و اجساد هم متصفة باوصاف البشر طاری علیها ما یطرا علی البشر من الاعراض والا سقام و الموت' والفناء و نعوت الانسانية'

واروا حهم و بواطنهم متصفة باعلیٰ من اوصاف البشر متعلقه بالملاء الا علی متشبهة بصفات الملائکته" (شفا شریف' جلد دوم۔ص۔۱۷۳)

انبیاء کرام ظاہری اور جسمانی اعتبار سے اوصاف بشریت سے متصف ہوتے ہیں۔ دیگر انسانوں کی طرح ان پر بھی امراض' موت' زندگی کا خاتمہ' شہوت انسانی' غصہ وغیرہ عوارضات طاری ہوتے ہیں۔لیکن ان کی ارواح اور باطنی حالات بشریت کے اعلیٰ ترین اوصاف سے متصف ہوتے ہیں' ان کا تعلق رب ذوالجلال سے ہوتا ہے اور باطنی حالات صفات ملائکہ کی طرح ہوتے ہیں۔

جب ان کا باطن (یعنی روحانی حالت وکیفیت) رب ذوالجلال سے متعلق اور باطنی کیفیات ملائکہ کی طرح ہیں تو بدنی عبادات' جسمانی ریاضات اور اعمال شاقہ روحانی رفعت و ارتقاء میں غیر موثر اور غیر فعال ہیں' جس طرح صفات ملائکہ وہبی ہیں کسبی نہیں' اسی طرح صفات انبیاء اوران کے باطنی حالات وکیفیات بھی وہبی ہیں کسبی نہیں' مصطفوی کی ساری تقریر روحانیت انبیاء اور کاوش بدنی کے عنوان میں "لایعنی اور بے مقصد ہے' مصطفوی کی کوتاہ علمی اور کج بحثی اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتی ہے کہ ایک تو بدنی اعمال کی تاثیر کو اوصاف روحانی اور کیفیات باطنیہ پر فوقیت دی اور موثر قرار دیا' دوسرا یہ کہ فرشتوں کے سے اوصاف رکھنے والی بلندترین مخلوق اور ہر لحہ تعلق باللہ سے سرشار ہستیوں کو زید' عمرو' بکر کے مساوی اور مماثل قرار دیا۔ حالانکہ مصطفوی نے اپنے نام کے ساتھ' فاضل جلیل' علامہ اور مصطفوی ہونے کی لائن لگا رکھی ہے' مصطفوی ہوکر مقام مصطفےٰ علیہ التحیہ والثناء کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے' تمام علمائے امت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ آپ ﷺ کا غار حراء میں خلوت نشیں ہوکر مصروف عبادت رہنا' روح کی بالیدگی اور حصول نبوت کے لئے نہ تھا' اس کا مقصد روحانی استعداد اور صلاحیت کو بڑھانا نہ تھا' بلکہ کامل' اکمل اور مکمل طور پر متوجہ الی اللہ ہونے کے لئے تھا۔ غار حراء میں ہی وحی کا آنا' نزول قرآن کا ہونا اسی کا ثمر اور نتیجہ

تھا'' اللہ توفیق فہم عطا فرمائے۔

مولای صل و سلم دائما ابدا○ علی حبیبك خیر الخلق کلھم

سب سے بڑی ستم ظریفی یہ ہے کہ مصطفوی نے عام مسلمانوں کی ارواح اور انبیاء کرام کی ارواح مقدسہ کے درمیان تفریق کی نہ امتیاز رکھا' بالخصوص نبی کریم ﷺ کی روح اطہر کی انفرادیت اور خصوصیت کو ملحوظ رکھا نہ احساس کیا' نبی کریم ﷺ کی روح اطہر کائناتی ارواح میں کسی کے مساوی مماثل اور مشابہ نہیں' دیگر ارواح کا دائرہ کار علم اور شعور کی حد تک ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ کی روح اطہر نبوت سے متصف ہے جو علم' شعور ادراک اور دیگر تمام کمالات کے لئے مبداء فیضان ہے۔ مصطفوی کی تقریر میں بنے گئے الفاظ کے تانے بانے ایک عام انسان کی جسمانی اور روحانی کیفیت کے ترجمان تو ہو سکتے ہیں مگر روح کائنات کے حق میں قطعاً دلیل ہیں نہ تعبیر و تشریح۔

دو نبوتیں اور دو رسالتیں؟ کیوں؟

تحقیقات نے لکھا کہ ''روز روشن کی طرح یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ آپ ﷺ اس دورانیہ میں عالم عناصر اور اجسام کے براہ راست نبی نہیں تھے نیز وہ نبوت اور تھی جو صرف ملائکہ اور ارواح انبیاء علیہم السلام تک محدود رہی اور اس عالم عناصر میں ظہور کے بعد والی نبوت اور تھی جو سب مکانوں کو بھی اور مکینوں کو بھی محیط ہو گئی۔ (ص۔۱۴۶)

توضیحاً کہا جائے گا کہ مسلمہ حقیقت ہے کہ مخلوقات میں آپ اول الخلق ہیں۔ اور آپ کی نبوت اول النبوات ہے حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں'' اول ما خلق اللہ نوری میں اول الخلق اور حدیث کنت اول النبیین فی الخلق و آخر ھم فی البعث میں نبی اول ہونے کا بیان فرمان اور اعلان ہے سیدی غوث کبیر عبدالعزیز الدباغ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''ان المعرفتہ حصلت للنبی ﷺ حین کا ن الحبیب مع الحبیب و لاثالث معھما

فھو ﷺ اول المخلوقات جب آپ بحیثیت حبیب اپنے حبیب (اللہ تعالیٰ) کے پاس تھے اور تیسری کوئی مخلوق وہاں موجود نہ تھی اس وقت سے آپ کو معرفت ربانیہ حاصل ہے اور آپ ہی اول الخلق ہیں۔

آپ کا ارشاد گرامی ہے: ''ان اللہ خلق نوری قبل ان یخلق آدم علیہ السلام باربعة عشر الف عام و فی روایة یسبح ذالک النور و تسبح الملا ئکة بتسبیحه وھذایویدانه ﷺ مرسل للملائکة کغیرھم فھذاصریح فیانه ﷺ ظھرت نبوته فی الوجود العینی قبل نبوة آدم وغیرہ وان الملائکة لم تعرف نبیا قبله''(جواھر البحار: ج ۱ ص ۴۳)

جواہر البحار کا یہ اقتباس ثابت کرتا ہے آپ نبی اول ہیں عالم ارواح اور عالم ملکوت میں نبی اول کے طور پر متعارف کرائے گئے۔ جب یہ امر ثابت اور محقق ہو گیا کہ آپ مخلوق اول اور نبی اول ہیں تو غور کرنا ہوگا کہ آپ کی نبوت کا دائرہ کار کہاں تک محیط و بسیط ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''وما ارسلنك الا كافة للناس ''الشیخ الامام، العلامہ محمد الفاسی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''والانبیاء والرسل وجمیع امممھم وجمیع المتقدمین والمتاخرین داخلون فی کافة للناس'' تمام انبیاء اور تمام رسل اور ان کی امتیں اور تمام متقدمین اور متاخرین کافۃ للناس میں داخل ہیں۔ ثابت ہوا کہ آپ کی بعثت رسالت اجساد کے لیے ہے۔ عالم اجساد تمام متقدمین میں تمام متاخرین انبیاء و رسل اور ان کی امتوں کو شامل ہے عالم ارواح عالم ناسوت نہیں، عالم ارواح میں نبوت کا ثبوت حدیث کنت نبیاوآدم بین الماء والطین سے ہے۔ اور بعثت کیلئے بھی یہی حدیث دلیل ناطق ہے یعنی عالم ارواح کے لیے آپ کی نبوت اور رسالت بھی اسی حدیث سے ثابت ہے اور عالم اجساد کے لیے آپ کی نبوت و رسالت اور بعثت نص قرآنی '' وما ارسلنك الا كافة للناس'' سے ثابت ہے عالم ناسوت کا اطلاق جناب آدم علیہ السلام سے

لے کر صبح قیامت تک آنے والی ساری انسانیت پر ہے۔ کنت میں ضمیر متکلم اور ارسلناک میں ضمیر خطاب کا مدلول اور مصداق آپ کی ذات کریمہ ہے یہ ذات کریمہ معزول اور مسلوب عن النبوۃ نہیں کیونکہ ذات حقیقت نور یہ روح اقدس اور نبوت کے مجموعے کا نام ہے جو عالم ارواح سے لے کر ظہور قدسی بلکہ نبوت کے اعلان تک بدوں تغیر اور تبدل چلا آرہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے محققین اور عرفائے کاملین نے آپ ﷺ کی عالم ارواح والی نبوت کو دائمہ اور مستمرہ فرمایا ہے۔ بقول تحقیقات اگر عالم ارواح والی نبوت اور تھی جو صرف ملائکہ اور ارواح انبیاء علیہم السلام تک محدود رہی تو عالم اجساد میں دائمہ اور مستمرہ کیوں رہی؟ اس کا دائرہ کار تو عالم ارواح تک محدود ہے اس نبوت کے دوام اور استمرار کا مقصد؟ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے اس نبوت کے سلب ہونے کی نفی کی۔ اور اس کے دوام اور استمرار کا قول فرمایا خود تحقیقات نے (ص ۲۷۲) پر عقیدہ شیخ نقل کیا ہے جب یہ عالم ارواح والی نبوت قائم دائم اور مستمرہ ہے تو اور نبوت دینے کا مقصد؟ انبیاء کرام کی تخلیق اور ان کی بعثت مکمل ہونے پر اس کا وجود اور حکم مسدود ہونا لازمی تھا۔ جو نہ ہوا جو اس امر کی دلیل ہے کہ چالیس کی عمر شریف تک یہ نبوت موجود قائم اور دائم چلی آرہی ہے۔ چالیس سال کی تکمیل پر اس نبوت کا اظہار اور اعلان ہوا ہے۔ اعطائے نبوت نہیں ہوا۔

خود تحقیقات نے لکھا کہ نیز نبی کریم ﷺ عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے اور ارواح انبیاء کرام علیہم السلام اور ملائکہ کرام کو افادہ وافاضہ فرماتے رہے تو لباس بشری میں ملبوس ہونے پر وہ نبوت سلب تو نہیں ہو گئی تھی اگرچہ اس پر بشریت ایک طرح کا ستر اور پردہ بن گئی تھی۔ (ص 351)

تحقیقات کا مذکورہ یہ اقتباس دو امور کو ظاہر کر رہا ہے۔ نزول وحی تک نبوت سلب نہیں ہوئی صرف لباس بشریت میں ملبوس اور مستور ہو گئی تھی اس نبوت کے ہوتے ہوئے اور نبوت دیئے جانے کی وجہ اور ثبوت محتاج دلیل ہے جب کہ اس پر کوئی دلیل عقلی اور نقلی موجود نہیں۔

۲۔ عالم ارواح والی نبوت ارواح انبیاء اور ملائکہ کے لیے مخصوص اور ان تک محدود ہے دیگر

ارواح انسانیہ اور عالم اجساد کے لیے اس نبوت کا کوئی کردار نہیں جب کہ وما ارسلناك الا كافته للناس کا حکم پوری انسانیت اور ساری آدمیت کیلئے ہے۔ ارواح انبیاء اور ملائکہ تک آپکی نبوت کو محدود اور محصور کرنے سے آیہء مقدسہ کے حکم عامی اور مدلول استغراقی کی نفی اور انکار لازم آتا ہے جو محال شرعی ہے جس میں مسلم شریف میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد موجود ہے:

'' ارسلت الی الخلق کافة '' سے مراد جنس مخلوق ہے اور اس سے مراد جن وانس ہیں۔ کافۃ کی قید اور تمیز اس پر قرینہ لفظیہ ہے کہ اس سے مراد زائد تھی پورے جن اور سارے انسان ہیں جن میں جناب آدم علیہ السلام بھی داخل اور شامل ہیں یعنی آدم علیہ السلام سے لے کر صبح قیامت تک تمام انسانوں اور جنوں کے آپ رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر خلق کافۃ کا مفہوم اور مدلول ساری انسانیت کو شامل نہ ہوتا تو انبیائے سابقین اور مرسلین اور ان کی امتیں آپ پر ایمان کیوں لاتیں؟ اور بقول تحقیقات لباس بشریت میں ملبوس اور مستور نبوت ایمان کے لیے اگر بنیاد اور موثر نہ ہوتی تو بحیرا راہب اور ورقہ بن نوفل مومنین اولین کیوں اور کیسے ہوتے؟ لباس بشریت میں محجوب اور مستور نبوت ایمان کیلئے موثر اور کارگر نہ ہوتی تو بارہ سال کی عمر شریف میں بحیرا راہب جیسا کتب ساویہ کا بڑا عالم اور دانا آپ کو نبی مان کر ایمان کیوں لاتا؟ اگر نبوت مستورہ محجوبہ حقیقتاً نبوت نہ ہوتی تو آپ کی نجی اور معاشرتی زندگی کا تقابل کتب ساویہ میں مذکورہ صفات سے کیوں کرتا؟ مہر نبوت کو دیکھ اور چوم کر، مشرف بایمان کیوں ہوتا؟

اگر بقول تحقیقات عالم ارواح والی نبوت الگ ہے اور عالم اجساد والی نبوت الگ ہے اور عالم ارواح والی نبوت ارواح انبیاء اور ملائکہ تک محدود ہے تو اعلان نبوت سے قبل اور عالم ارواح کے بعد عالم اجسام میں انبیاء ورسل اور ان کی امتیں جو ایمان لائے اور شیخ محقق نے انہیں مومنین (اولین قرار دیا ان کا ایمان کس کھاتے میں جائے گا یہ عالم اجسام میں ایمان لائے جب کہ اعلان نبوت ہوا ہے نہ ان کو عالم اجسام میں شرف زیارت حاصل ہے ماننا پڑے گا آپ کی نبوت

کا آفتاب عالم ارواح سے لے کر عرصہ محشر تک درخشندہ اور تابندہ ہے جس کی نور بار کرنوں سے ارواح اجسام منور ہوئے اور قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ آپ کی دائمہ مستمرہ نبوت کا انکار محالات شرعیہ کے علاوہ دن کو رات کہنے کے مترادف ہے۔

علمائے متکلمین کا متفقہ اصول ہے کہ نبی اعلان نبوت سے قبل اور اعلان نبوت کے بعد واجب العصمۃ ہے تکمیل الایمان التمہید، المعتمد فی المعتقد شرح فقہ اکبر وغیرہ سے حوالہ جات بھی نقل ہو چکے ہیں سوال یہ ہے کہ اعلان نبوت سے قبل آپ واجب العصمۃ ہیں یا نہیں؟ بلا شک وشبہ آپ واجب العصمۃ ہیں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے تحقیقات نے ص۔182 پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کا ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے۔ جب آپ بچپن سے ہی واجب العصمۃ ہیں تو بچپن سے ہی نبی ہیں کیونکہ عصمت لازمہ نبوت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عصمت کو واجب مان کر نبی تسلیم نہ کرنا خلاف فہم و دانش ہے کیونکہ لازم کا ملزوم کے بغیر تحقق محال عادی اور محال اصطلاحی ہے اس عصمت کا وجود اور لزوم اعلان نبوت تک پہلے سے موجود ہے جب عصمت موجود ہے تو اعلان نبوت تک نبوت بھی موجود ہے۔

اعلان نبوت تک کسی اور نبوت کا وجود ہے نہ تحقق تو اور نبوت کہاں سے آ گئی۔

جس وقت وحی کا نزول ہوا وہ وقت عین عصمت ہے اور وہی وقت نبوت کے اظہار اور اعلان کا ہے جس میں کوئی تخلل تخلف اور تعطل نہیں لہٰذا اور نبوت ہونے اور الگ نبوت دیئے جانے کا قول اور عندیہ اختراع اور افتراض کے سوا کچھ نہیں............ بقول تحقیقات جب پہلی نبوت موجود اور مستور ہے تو دیکھنا ہوگا کہ وحی کی کیفیت اور حکم کیا تھا۔ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا چوں ایام وحی نزدیک رسید التزام واکثار کرد در حلوت وعبادت تا ناگہاں در آمد بروے حق و وار دگشت وحی نازل شد قرآن مجید'' (مدارج النبوت: ج:۲:ص:۳۰)

جب وحی آنے کے دن قریب آئے تو آپ نے عبادت اور خلوت نشینی کو لازم اور اکثر کر لیا۔ حتی

کہ اچانک غار میں خلوت اور عبادت کے ماحول میں حق کا اجالا ہوا اور وحی آئی اور قرآن نازل ہوا یعنی خلوت اور عبادت کی کیفیت میں جبریل علیہ السلام قرآن لے کر آئے اور رسول اللہ ﷺ سے کہا مژدہ بادترا اے محمد کہ من جبریم وخدا مرا بتو فرستادہ است وتو رسول خدائے بریں امت بر جن و انس دعوت کن بقول لا الہ الا اللہ گفت بخواں یا محمد آنحضرت فرمود من خوانندہ نیستم و خواندن ندانم'' (مدارج النبوت: ج:۲:ص:۳۱) جب فرشتہ وحی لے کر آیا تو اس نے رسول ﷺ سے کہا اے محمد ﷺ آپ کو مبارک ہو میں جبریل ہوں، خداوتعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ جن وانس پر مشتمل اس امت پر آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ جن وانس کو کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کی دعوت دیں۔ پھر کہا اے محمد ﷺ پڑھیئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں مجھے پڑھنا نہیں آتا، شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا: ''پس جبریل نامہ از حریر بہشت کہ بدرویا قوت منسوج بود بیروں آمد و گفت بخواں'' (مدارج النبوت: ج:۲:ص:۳۱)

جبریل علیہ السلام نے ایک دستاویز (تحریر) بہشتی ریشم کی نکالی جو موتیوں اور یاقوت سے بنائی گئی تھی اور اس میں اقراء باسم ربک الذی خلق لکھا ہوا تھا، اور پھر کہا کہ پڑھیے معلوم ہوا جبریل علیہ السلام قرآن حکیم لائے جو بہشتی ریشمی غلاف میں لپیٹا ہوا تھا۔ اور اس غلاف پر موتیوں اور یاقوت سے جڑھاؤ کیا گیا تھا۔ یہ نبوت نہیں رسالت ہے کیونکہ جبریل قرآن معہ غلاف لے کر نازل ہوئے جس سے آپ ﷺ کا صاحب کتاب ہونا ثابت ہوا۔ اور جو نبی صاحب کتاب ہو وہ رسول ہے نبی نہیں۔ اگر چہ ہر رسول صاحب نبوت ہے اسی لیے جبریل علیہ السلام نے آمد اور نزول کے بعد اپنا تعارف کرایا۔ آپ کو رسول ہونے کی خوشخبری سنائی اور کہا تو رسول خدائے بریں امت ہرانس وجن آپ اس امت کے لیے اللہ کے رسول ہیں۔ اگر آپ نبی ہوتے تو جبریل علیہ السلام آپ کو نبوت کی خوشخبری سناتے اور نبی کہتے رسول اللہ ﷺ نے خود اپنی رسالت کا اعلان اور اظہار فرمایا ہے،، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا۔ وازاں بعد ہرگز

خیالے بد پیرامون خاطر من نگشت تا آنکہ مراحق تعالیٰ برسالت خودنواخت‘‘(تفسیر عزیزی ،پارہ عم :ص:۱۲۱،۱۲۲)اوراس کے بعد ہرگز اس قسم کا خیال میرے دل کے قریب نہیں پھٹکا تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے منصب پر فائز فرمایا۔

امام رازی کے منقولہ الفاظ یہ ہیں:’’**ماھممت بعد ھا بسوء حتی اکرمنی اللہ برسالتہ**‘‘(کبیر:ج:۱۳:ص:۲۱۸)اس کے بعد میں نے کبھی کسی نامناسب کام کا ارداہ نہیں کیا۔حتی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی رسالت کے ساتھ مکرم فرمایا۔

امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ جب قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی تو دو دو آدمیوں پر مشتمل افراد کا انتخاب عمل میں لایا گیا رسول اللہ ﷺ کے ساتھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے ،حضرت عباس کا بیان ہے کہ لوگوں نے اپنے ازارا تارے ہوئے تھے ازار پتھر کے نیچے رکھ کر لا رہے تھے رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنا ازار اتار کر کندھے پر رکھا ہوا تھا اور آپ میرے آگے آگے جا رہے تھے اچانک آپ ﷺ گر پڑے اور منہ کے بل گرے، میں نے اپنا پتھر پھینک دیا اور دوڑتا ہوا آپ کے پاس آیا آپ ٹکٹکی باندھ کر آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے میں نے پوچھا کیا ہوا؟ آپ اُٹھے اور ازار باندھا اور فرمایا:انی نھیت ان امشی عریانا‘‘(البدائیہ والنہایہ:ج:۲:ص:۲۶۷)

مجھے ننگا ہو کر چلنے سے روک دیا گیا ہے صحیحین میں واقعہ عبدالرزاق کی زبانی بیان ہوا ہے،،ننگا پن زمانہ جالیت کی عادات کا ایک حصہ تھا تہذیب کا حصہ ہونیکی بناء پر معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا مگر رسول اللہ ﷺ کو روک دیا گیا،یہ آپ ﷺ کیلیۓ من جانب اللہ عصمت تھی جو آپ کے قبل از بعثت نبی ہونے کی دلیل ہے اگر بحیثیت نبی عصمت آپ کیلیۓ لازم اور ضروری نہ ہوتی تو آپ ﷺ کو اس امر جاہلیت سے کیوں روکا جاتا؟ محدثین نے اس واقعہ کو بھی عصمت کے عنوان میں نقل فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ کی عصمت پر تحقیقات نے لکھا ہے کہ:آپ کی ولادت باسعادت

اور تربیت و پرورش توحید وایمان اور عصمت پر ہوئی ہے،، (ص:۲۴۳)

تحقیقات نے قرارداد صادر کرتے ہوئے تحریر کیا کہ حالانکہ عصمت لازمہ نبوت ہے نہ کہ لازمہ اعلان نبوت۔" (ص:۳۳۵)

اولاً: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت عصمت پر اور توحد وایمان پر ہوئی ہے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روز ولادت سے ہی نبی کیوں نہیں مانا گیا؟ یہ کہاں کی صداقت اور کہاں کی دانش ہے کہ لازم کو تو مان لیا جائے اور ملزوم سے انکار کر دیا جائے،،

ثانیاً: اعلان نبوت چالیس عمر شریف کی تکمیل پر ہوا نبوت پیدائش ہے پہلے نبوت تھی جس کا باقاعدہ اظہار اور اعلان چالیس سال کی عمر شریف مکمل ہونے پر ہوا، یہ اعلان درحقیقت اعلان رسالت ہے اس کی وجوہات درج ذیل ہیں۔

۱: جبریل علیہ السلام نے کہا من جبریلم وخدا مرا بتو فرستادہ است وتو رسول خدائے بریں امت برجن وانس' جبریل علیہ السلام نے آپ کو رسول کہا آپ اللہ کے رسول ہیں، اور اس امت کے رسول ہیں،،

۲: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا: "حتی اکرمنی اللہ برسالتہ" مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت سے مکرم فرمایا۔

۳: جبریل علیہ السلام جب غار حراء مین نازل ہوئے تو قرآن لے کر آئے، شیخ محقق نے فرمایا: "وارد گشت وحی و نازل شد قرآن مجید علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جس ذات پر کتاب کا نزول ہو وہ رسول ہے علامہ التورپشتی رحمہ اللہ نے فرمایا: وگویند رسول آں بود کہ فرشتہ بوحی بدو فرود آید و نبی آنکہ آواز میشنود یا ملہم گرد' (المعتمد فی المعتقد: ص:۹۲)

رسول وہ ہے جس پر فرشتہ وحی لے کر آئے اور نبی وہ ہے جو پوشیدہ اور غیبی آوازوں کو سماعت کرے، یا اس پر الہام کیا جائے، نزول وحی سے قبل بچپن سے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر الہامات ہونے

لگے تھے، غیبی آوازوں کو بھی سماعت فرماتے رہے بڑی بڑی روشنیاں بھی ملاحظہ فرماتے رہے یہ نزول وحی سے قبل آپ کے نبی ہونے کے ثبوت ہیں، اور علمائے متکلمین کے نزدیک یہ علامات نبوت ہیں غار حراء میں جبریل علیہ السلام وحی (قرآن) لے کر آئے یہ رسالت ہے نبوت نہیں، نبوت آپ ﷺ کو اس سے قبل حاصل ہے"

علامہ التورپشتی نے نبی اور رسول کے درمیان فرق واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ہر کہ ہر کرا حق تعالیٰ نبوت دادوامرے بوے آمد کہ پیغام من بخلق رساں وایشاں را بمن خواں، وے نبی مرسل باشد، پس ہر کہ نبی باشد رسول نہ باشد، و ہر کہ رسول است البتہ نبی باشد" (المعتمد فی المعتقد ص۔۶۶، ۶۷) جس ذات کو اللہ نے نبی بنایا اور حکم دیا کہ میرا پیغام میری مخلوق کو پہنچاؤ اور ان کو میری طرف بلاؤ۔ وہ نبی مرسل ہے۔ پس ہر وہ ذات جو نبی ہو وہ رسول نہیں ہوتی اور جبکہ ہر رسول نبی ہوتا ہے۔"

غارِ حرا میں جبریل علیہ السلام قرآن لائے اور اللہ کا حکم سنایا کہ لوگوں کو کلمہ توحید کی دعوت دو اور یہ تحریر پڑھو۔ بدیہی اور فصیح الفاظ میں یہ رسالت ہے اور آپ کے نبی مرسل ہونے کی دلیل ہے، تحقیقات کا اس ساری کاروائی کو نبوت کی کاروائی قرار دینا غلط ہے۔ جب جبریل آ گئے، رسالت کی خوشخبری دی اور اعلان کیا اس امت پر تمام انسانوں اور جنوں کے لئے آپ اللہ کے رسول ہیں، موتیوں اور یاقوت سے مرصع جنتی ریشم پر لکھی ہوئی سورۃ اقراء پڑھنے کے لئے پیش کی، دعوت توحید اور تبلیغ کا حکم الٰہی سنایا، یہ نبوت کے لئے ہے، اس ساری کاروائی جس کی تکمیل جبریل کے ہاتھوں ہوئی رسالت ہے نبوت نہیں، اس کاروائی کے بعد آپ صرف نبی نہیں بلکہ نبی مرسل ہیں۔

"مولای صل و سلم دائماً ابدا علی حبیبك خیرا لخلق کلم، هوا الحبیب الذی ترجی شفاعته لکل هول من الا هوال مقتحم"

تحقیقات کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت مطلقہ عامہ کے عنوان میں ہے، دائمہ

مطلقہ کے عنوان میں نہیں: تحریر کیا کہ اس مستدل مجتہد صاحب کو قضیہ مطلقہ عامہ اور دائمہ مطلقہ کا فرق معلوم ہوتا تو اس طرح کے بے بنیاد استدلات کے قریب نہ پھٹکتے۔ فی الجملہ اور فی وقت من الاوقات نبی ہونا علیحدہ بات ہے اور دوامی طور پر نبوت یا بوقت اطلاق لفظ نبوت سے متصف ہونا علیحدہ امر ہے اور کبھی مستقبل میں حاصل ہونے والی حالت کو مدنظر رکھ کر اطلاق کر دیا جاتا ہے' جیسے من قتل قتیلا فله سلبه (ص-۲۸۰)

توضیحاً کہا جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو فی الجملہ اور فی وقت من الاوقات اور مطلقہ عامہ کے عنوان میں تسلیم کرنا غلط اور خلاف اصول ہے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت دائمہ مطلقہ کے تحت ہے' خود تحقیقات نے عالم ارواح والی نبوت کا دوام اور استمرار تسلیم کیا بلکہ عقیدہ شیخ کو بھی ص-۲۷۲- پر نقل کیا ہے' لہٰذا مطلقہ عامہ کا قول عقیدہ شیخ کے خلاف اور مغائر ہے' فی وقت من الاوقات اور فی الجملہ کا قول بھی باطل ہے۔ کیونکہ یہ عرض مفارق ہے' عرض مفارق کلی خارجی ہے 'اس کا موصوف، معروض محل فرد ماہیت ہے اس کا انفکاک اس سے جائز ہے ممتنع نہیں' ارباب فن کے نزدیک کتابت بالفعل اسکی مثال ہے' عرض مفارق کو زوال لازم ہے خواہ سریع الزوال ہو یا بطئی الزوال' لیکن زوال اس کا مقدر اور نصیب ہے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبوت عرض مفارق نہیں کہ اس کا ثبوت فی الجملہ یا فی وقت من الاوقات ہو'

جیسا کہ مطلقہ عامہ میں ہوتا ہے اور پھر محمول کی جو نسبت جو موضوع کے ساتھ ہے اس کا تحقق اور ثبوت ازمنہ ثلثہ میں سے کسی ایک زمانے میں بالفعل ہوتا ہے۔ جس کا انفکاک اور زوال ممتنع نہیں ہوتا بلکہ امور واقعیہ سے ہوتا ہے جب کہا گیا فلاں انسان کاتب بالفعل ہے یا زید کاتب بالفعل ہے بالفعل کتابت کا ثبوت ازمنہ ثلثہ میں سے ایک زمانہ (حال میں اگر بالفعل پایا گیا تو مطلقہ عامہ کا وجود اور صدق پایا گیا مگر زمانہ ماضی اور مستقبل میں کتابت بالفعل کا تحقق ہے نہ ثبوت' لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبوت کا ثبوت مطلقہ عامہ کے تحت فی الجملہ یا فی وقت من الاوقات نہیں

بلکہ دائمی اور استمراری ہے۔ کیونکہ نبوت آپ کی حقیقت مقدسہ اور روح ﷺ لئے عرض لازم ہے اور لازم بین ہے۔ آپ کی حقیقت ذات' روح اور نبوت کو زمانہ سے قبل پیدا کیا گیا ہے' اس کا تذکرہ اندر کے صفحات میں موجود ہے روز اول سے ملنے والی نبوت عالم ارواح' عالم اجساد' میدان حشر تک دائم اور مستمر ہے' اس پر احادیث و آیات شاہد ہیں' پوری تفصیل اندر کے صفحات میں مرقوم ہے' اس نبوت کا امتناع اور انفکاک آپ کی حقیقت مقدسہ اور روح انور سے محال شرعی ہے۔ مزید اعلان نبوت سے لے کر رحلت تک کے عرصہ کو نبوت بالفعل مان کر آپ ﷺ کے لئے بعنوان فی الجملہ' فی وقت من الاوقات بصورت قضیہ مطلقہ عامہ تسلیم کیا جائے تو بعد از اں رحلت تک عرصہ محشر آپ کی نبوت کا قیام و دوام ہے یہ قضیہ مطلقہ کی تعریف میں نہیں آتا اور نہ ہی قضیہ مطلقہ عامہ اس پر صادق آتا ہے۔ مطلقہ عامہ میں محمول کی نسبت الی الموضوع بالفعل ہوتی ہے عملاً اس کا تحقق اور وجود پایا جاتا ہے جبکہ یہ کلیہ اور یہ شرط بعد از رحلت والی نبوت پر صادق ہے نہ منطبق۔

رسول اللہ ﷺ کی حیات ظاہریہ کے اختتام اور انقطاع کے باوجود آپ کی رسالت موجود اور متحقق ہے ورنہ محمد رسول اللہ کہنا اور اس پر ایمان رکھنا لازم اور فرض نہ ہوتا، جب رسول اللہ کی ترکیب اضافی بنیاد ایمان ہے تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کی نبوت کا امتناع انتفاء اور انفکاک نہیں ہوا، بلکہ بوصف دوام واستمرار موجود ہے اور قیامت تک آنے والے انسان اس کی تصدیق اور اقرار کے پابند ہیں مزید مطلقہ عامہ میں بالفعل کی قید سے رحلت کے بعد کا زمانہ عرصہء محشر تک نبوت اور رسالت سے خالی ہوگا، اور اس عرصہء طویل میں آنے والے کلمہ گو مسلمانوں کو قضیہ مطلقہ عامہ کے حکم اور شرط فعلیت کی روشنی میں مسلمان کہنا جائز نہ ہوگا، یہ محالات شرعیہ میں سے ہے،،

کیا مطلقہ عامہ کی بنیاد اور شرط پر ان گنت مسلمانوں کو نعوذ باللہ دائرہ ایمان واسلام سے خارج کرنا

ممکن ہے؟اور میٹروں کے حساب سے لمبے لمبے القاب رکھنے اور لینے والے لوگ ان کے مستحق قرار پائیں گے؟

اسی طرح آپ کے فرمان عالی مقام کو من قتل قتیلا فلہ سلبہ کے مشابہ قرار دیکر زیر حکم لانا بھی غلط ہے کیونکہ اولا یہ تحریص وترغیب ہے اور بصورت شرط وجزا ہے جبکہ حدیث کنت نبیا، جملہ خبر یہ ہے متعلقہ بزمان ماضی ہے دونوں میں بون بعید ہے،،

ثانیاً: قتیل صفت مشبہ فعیل کے وزن پر ہے یہاں بمعنے اسم فاعل موول ہے معنی یہ ہوگا جو اسلام کے خلاف قتال کرنے والے کو قتل کرے گا اس کا سامان اسی کا ہوگا اس مین اسلام کے خلاف قتال کرنے والے کا حکم بصورت تحریص اور ترغیب بیان ہوا ہے تاویل کی احتیاج اس لئے پڑی کہ ظاہری معنی متعذر ہے یہ تعذر لفظی ہے مگر معناً موول اسم فاعل بلا غبار ہے لیکن حدیث کنت نبیا ،ظاہری معنی پر ہے یہاں تعذر لفظی ہے نہ معنوی،،

ثالثاً: تحقیقات کا یہ تحریر کرنا کہ بوقت اطلاق وصف نبوت سے متصف ہونا علیحدہ امر ہے،،غلط ہے کیونکہ تحقیقات نے متعدد بار عالم ارواح والی نبوت کو نبوت بالفعل تسلیم اور تحریر کیا ہے پھر اس لئے بھی غلط ہے کہ جب صحابہ نے متی وجبت لک النبوۃ سے سوال کیا تو اس وقت آپ بالفعل نبی تھے اور تمام مخلوق کیلئے نبی تھے۔

مختصراً یہ کہ آپ کی بے کراں اور کائناتی نبوت کو جمیع انسانیت کی نبوت سے سکیٹر کر مطلقہ عامہ، فی الجملہ فی وقت من الاوقات کے قلیل مفہوم، قلیل مدت کیلئے محدود ومحصور کرنا قواعد واصول کے خلاف ہے آپ کی نبوت دوام اور استمرار کیلئے ہے جس کی تائید وتوثیق آیات قرآنیہ، اور احادیث نبویہ سے روز روشن سے بھی زیادہ ظاہر وباہر ہے۔

رابعاً: نفس نبوت عرض ہے کلی ہے اس کا معروض دوقسم ہے، ماہتیہ اور افراد ،عرض پھر دوقسم ہے مستحیل الزوال اور عدم مستحیل الزوال، مستحیل الزوال ہو تو عرض لازم ہے اور اگر عدم استحالہ ہو تو

عرض مفارق ہے، لازم ماہیت، جیسے اربعہ کیلئے زوجیت، اور لازم فرد، جوفرد ماہیت ہے یہ دوقسم ہے فرد خارجی، اور فرد ذہنی، فرد خارجی آگ کا جلنا آگ جہاں ہوگی وہاں خارجا اور حسأ ثبوت احراق پایا جائیگا یہ محال خارجی ہے کہ آگ احراق کے بغیر خارج میں پائی جائے فرد ذہنی جیسے انسان کی حقیقت کلیہ کا وجود بدوں افراد خارج میں غیر واقع اور غیر متحقق ہے لازم دوقسم ہے لازم بین لازم غیر بین،،

اس اجمال کی تقسیم کے بعد آیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قضیہ مطلقہ عامہ کی طرف، مطلقہ عامہ میں عرض کا ثبوت موضوع کیلئے اور محمول کی نسبت موضوع کی طرف جو درجہ فعلیت میں ہے لازم ہونے کے باوجود مستحیل الزوال نہیں اس عرض کا زوال اور مفارقت فی وقت من الاوقات، اور بالجملہ، موجود فی الخارج، متحقق اور امر یقینی ہے مانا کہ کتابت بالفعل زید، عمرو، بکر کیلئے عرض ہے کیونکہ کتابت ماہیت انسانیہ کا خاصہ اور عرض لازم ہے لیکن اس کا لزوم لجمیع الاوقات نہیں بلکہ فی وقت من الاوقات ہوکر لازم مفارق ہے، نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے عرض لازم ہے عرض مفارق نہیں، آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ آپ کی ماہیت نوریہ اور ذات شخصی سے نبوت کی مفارقت کا انکار کرتی ہیں، حافظ ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ نے آیہ ء کریمہ وتقلبک فی الساجدین کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے نقل فرمایا،، من نبی الی نبی حتی اخرجت نبیا ''(البدائیہ والنہایہ: ج:۲:ص:۲۳۹)

امام رازی رحمہ اللہ نے آیہء کریمہ انا اعطینک الکوثر کی تفسیر میں فرمایا:

'' ھی الاسلام والقرآن والنبوۃ ' روز ازل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی بنائے گئے ہیں جو عرصہء حشر تک ثابت اور متحقق ہے دیگر انبیاء کرام کو نبوت اور اس کے متعلقہ امور ان کو وقت بعثت دیئے گئے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم ارواح میں نبوت اور متعلقہ امور کمالات وغیرہ عطا فرما کر انبیاء کرام کے سامنے اظہار کیا گیا اور انہوں نے دیکھ کر اعتراف اور اقرار کیا شیخ محقق رحمہ اللہ نے مدارج

النبوت، جلد اول، ص: ۴۷ پر اسی طرح فرمایا ہے اس سے آپ کی نبوت اور دیگر انبیاء کی نبوتوں کے درمیان فرق واضح ہو گیا، لہٰذا آپ کی نبوت کیلئے قضیہ مطلقہ عامہ کا اطلاق اور اصول غلط اور خلاف نصوص ہے۔ اس سے آپ کی نبوت دائمہ کا وجود ثابت ہوا کیوں کہ آپ کی حیات ظاہریہ کے کسی مرحلہ پر اس نبوت کا انتفاء اور سلب نہیں ہوا، اور نہ ہی بعد از رحلت نبوت آپ سے سلب ہوئی ہے۔

عالم ارواح میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بجمیع اوصاف نبوت بالفعل تھی، اور دیگر انبیائے کرام کی نبوت علم باری تعالیٰ میں مقدر تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت اور ماہیت نور محض اور تجلی الٰہی ہے جس کا تفصیلی علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے مخلوق اس سے لاعلم ہے تو آپ کی حقیقت اخص ہوئی، اسی حقیقت کے مساوی آپ کی روح اقدس تخلیق ہوئی روح بھی مخصوص ہوئی، ان کے متصل اور معاً ان کی شایان شان نبوت کا مقام دیا گیا، جس سے آپ کی نبوت کا بھی اخص ہونا ثابت اور معلوم ہوا، کنت نبیا وآدم بین الماء والطین،، میں اسی نبوت خاصہ کا اظہار اور بیان ہے،، جب آپ کی حقیقت اخص الخواص ہے اور آپ کی روح، روح الارواح ہو کر اخص ہے، روح اور حقیقت کیلئے عرض لازم بننے والی نبوت لازم بین بالمعنی الاخص ہے یہ حقیقت نوریہ، اور روح اطہر جب اور جہاں جہاں پائے جائیں گے ان کا تحقق اپنی حیثیت اور نوعیت کے مطابق ہو گا اور نبوت بھی اپنی صفت خاصہ کے ساتھ ذات مقدسہ اور روح اطہر کیلئے بطور اختصاص ثابت ہو گی، لزوم کا سارا عمل لازم بین بالمعنی الاخص ہو گا، گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت لازم ماہیت من حیث الحقیقۃ ہے اور لازم فرد اخص من حیث الثبوت اور انتساب ہے،

کیونکہ روز ازل سے مخلوق اول فقط آپ ہی ہیں، اور روز اول سے نبوت کا وجود فقط آپ کیلئے ہی ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لہٰذا آپ کی نبوت کیلئے قضیہ مطلقہ عامہ کا اطلاق اور اصول غلط اور

خلاف نصوص ہے۔"فتدبر وتفکر"

○نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم○

دورحاضرانتہائی نازک اور کٹھن مراحل سے گزررہا ہے ایک طرف مادیت کا سیل رواں اُمڈ آیا ہے جس کی تیز وتند لہریں انسانی بستیوں کو خس خاشاک کی طرح بہا کر لے جارہی ہیں ،اور دوسری طرف یہود ونصاری کی چابک دستیاں ،ابلیسانہ پالیسیاں عالم اسلام کے خلاف پوری طرح روبعمل ہیں ،مسلمانوں میں تفرق وتشتت انگیزی میں پوری قوت سے سرگرم عمل ہیں ،فرقہ واریت آتش نمرود کی طرح شعلہ زن ہے ،جسکی حدت وشدت کے اثرات ہر گھر میں موجوداور اثر انگیز ہیں نئی نسل پر مادیت ،ذہنی اور فکری آزادی کا غلبہ ہے گنے چنے علماء ماحول زمانہ کی چیرہ دستیوں سے مجبور اور محدود ہو گئے ہیں ،مدارس ماحولیاتی تقاضوں کے مطابق افراد پیدانہیں کررہے تعلیم سند کی حد تک محصور ہو چکی ہے ،مسلک حقہ اہل سنت وجماعت کے مقابل اور متصادم نظریات کی بھر مار ہے ،جن کا دفاع آسان نہیں رہا ،اہل سنت وجماعت کے مقتداء اور جاندار علماء کی پہلے ہی قلت تھی ،مگراب صورت حال انتہائی تشویشناک حد تک پہنچ چکی ہے ،اہل سنت کے گھر سے خیرات ،اور اہل سنت کے پلیٹ فارم سے عظمت وناموس کی اوج ثریا پانے والے علماء مخالفین کی صفوں میں ایستادہ ہوکر زبان وقلم کی تیراندازی سے اجماع امت اور جمہور اہل سنت کی صاف ،شفاف حیثیت ،اور قابل اتباع ،شخصیت پر تابڑتوڑ حملے کررہے ہیں ،تحفظ عقائد کی جگہ فکری ،ذہنی اور اعتقادی بگاڑ پیدا کیا جارہا ہے ،اور ہر فریق علم ودلائل کی قوت سے مدّ مقابل کو گرانے کی کوشش میں ہے ہر فریق اپنے دلائل کو حتمی ،اجتماعی ،اجماعی قرار دیکر فریق ثانی کو دعوت تقلید اور رغبت عمل دے رہا ہے ،اسی سلسلہ کی ایک کتاب موسوم بہ "تحقیقات" دیکھنے کا موقعہ ملا ،یہ کتاب چارصد آٹھ صفحات پر مشتمل ہے ،یہ مولانا اشرف سیالوی کے اعتقادی مواد ،اور رشحات قلم کا نتیجہ ہے ،سیالوی صاحب نے یہ کتاب صرف ایک موقف ،ایک نظریہ اور ایک عقیدہ پر ترتیب دی ہے کہ ،غار حراء میں نزول فرشتہ (جبریل علیہ السلام) سے پہلے آپ بالفعل نبی نہیں تھے ،بلکہ بالقوہ نبی تھے ،پیدائش سے لیکر چالیس سال تک کی عمر کا دورانیہ آپ کی نبوت سے عاری اور خالی تھا ،چالیس سال

کے اختتام پر آپ کو منصب نبوت عطا کیا گیا، مولانا نے اہل سنت کی کتب سے استشہاد، کیا اور قاری کو فتامل حق التامل کے وزنی الفاظ سے دعوت تامل دی ہے، مولانا کے شاگردوں نے اس پر بسیط اور مربوط تقاریظ لکھی ہیں استاد محترم کی کاوش کو سراہا بھر پور تائید کے ساتھ دعوت تسلیم وعمل دی ہے، شنید میں آیا ہے کہ کچھ اہل دانش نے ''تحقیقات'' کا جواب لکھا ہے لیکن بندہ ناچیز اس تک رسائی سے قاصر رہا ہے، بندۂ ناچیز ''عمدۃ التحقیق'' کی تالیف وتصنیف میں مشغولیت کے باعث دیر سے توجہ دے سکا! کتاب کی دستیابی میں بھی کافی وقت صرف ہوا، عزیزی، قاری صغیر احمد قادری، نے کتاب کی فراہمی میں نمایاں کردار ادا کیا،، بندۂ ناچیز نے مولانا اشرف سیالوی کو اس وقت دیکھا تھا جب وہ مادر علمی جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں صدر مدرس تھے، اور بندۂ ناچیز نے ابتدائی تعلیم (آغاز تعلیم) کیلئے جامعہ میں قدم رکھا تھا، کچھ عرصہ بعد چکوال میں مدرسہ جامعہ اسلامیہ میں ان کے تلامذہ کا ہم سبق ہونا بھی میسر آیا، مولانا کو اہل سنت وجماعت کے علامتی اور شناختی علماء، اور مدرسین میں شمار کیا جاتا رہا ہے، اسلاف سے رجوع الی الحقیقت ثابت ہے اور یہی دلیل علم وعظمت ہے،،

بندہ ناچیز کو دو وجہ سے فتامل حق التامل کی مجبوری پیش آئی ایک تو یہ الفاظ در تامل پر دستک دیتے ہیں نمبر دو کہ کچھ اہل دانش نے اس اختلافی نظریہ پر حق اور سچ واضح کرنے کا حکم فرمایا ہے، بندۂ ناچیز خرابیٔ صحت، بوجہ ایکسیڈنٹ نحافت وکمزوری، اور آپریشنز کے باعث بے ہمتی کا شکار ہے، مگر مولانا کے دعوت تامل حق التامل کے جواب میں کچھ مواد ہدیہ ناظرین وقارئین کر رہا ہوں، موضوع امر نبوت ہے جس کا براہ راست واسطہ اور تعلق نبیوں کے نبی ﷺ سے ہے، جو

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر.......... کے مصداق، اور مدلول ہیں،،

اللہ ذوالمجد والاکرام کی بارگاہ بے کس پناہ میں التجاء ہے کہ اپنے حبیب ﷺ کے توسل سے قلم کو آوارگی اور ذہن وقلب کو خطاء ونسیان سے محفوظ رکھے، آمین

بندۂ ناچیز

قاضی محمد عظیم نقشبندی کھوئیرٹہ آزاد کشمیر

تحریر: ۱۷، دسمبر ۲۰۱۱ء

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تحقیقات کے صفحات اور انداز تحریر سے عیاں ہوتا ہے کہ یہ کسی کتابی موقف کا جواب ہے اور صاحب کتاب کو دلائل، اور ثبوت کے حوالے سے دعوت تامل مگر حق التامل کی بنیاد پر دی گئی ہے وہ صاحب کون ہیں جن کو جوابی صورت میں تامل مگر حق التامل کی پیش کش کی گئی ہے یہ معلوم کرنا ہماری ضرورت نہیں، مگر تامل حق التامل کا سخت گیر حکم لائق اتباع اور موجب تعمیل ہے،، اب ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں، پہلے تحقیقات کا موقف اور دلائل نقل کرینگے، اور اس کے بعد ہم اپنا موقف اور دلائل پیش کریں گے،، واللہ ولی التوفیق

تحقیقات: نبوت کیلئے وحی کا نزول لازم اور ضروری ہے، خواہ وہ اس نبی کی ذات کی تکمیل کیلئے ہو جیسا کہ محدثین کا مذہب ہے، یا امت کی تبلیغ کیلئے ہو جیسے علمائے کلام کا مذہب ہے اور جب وحی عمر شریف کے چالیس سال گزرنے پر نازل ہوگی تو نبوت بھی اسی وقت سے ثابت ہوگی نہ کہ نبوت کا ثبوت وتحقق پہلے ہو جائے اور وحی کا نزول بعد میں ہو۔ (صفحہ: ۲۰۹)

اس سے ثابت ہوا کہ تحقیقات کے نزدیک نبوت کا آغاز، اور ثبوت وتحقق چالیس سال کی عمر کی تکمیل پر ہوا، کیونکہ نبوت کا ظہور، وجود، ثبوت اور تحقق فی الخارج نزول وحی پر موقوف ہے، چالیس سال کی عمر شریف کی تکمیل سے قبل آپ پر نزول وحی نہیں ہوا اس لئے آپ نبی نہیں تھے،، عبارت مذکورہ بالا میں چالیس سال سے قبل کے عرصہ میں علی الاطلاق نبوت کی نفی ہے۔

سیالوی صاحب کے ایک شاگرد رشید محمد سہیل احمد سیالوی نے تائید کرتے ہوئے لکھا کہ: عالم ارواح اور عالم اجسام کے احکام جدا، جدا ہوتے ہیں، روح مجرد عن البدن اور روح مع البدن کے احکام تقاضوں، اور معاملات میں زمین وآسمان سے بھی زیادہ فرق ہے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ بقول عرفائے امت عالم ارواح میں بایں معنی نبوت ورسالت سے نوازا کہ آپ کی روح

اقدس ارواح انبیاء اور ملائکہ کی معلم و مربی ٹھہری، لیکن عالم اجسام میں بشمول سید عالم ﷺ کسی نبی کو بھی چالیس سال سے پہلے مقام نبوت پر فائز نہیں کیا گیا، یہی اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ رہی ،،(ص:١٦)

تحقیقات کی تائید میں ایک تقریظ لکھنے والے غلام محمد بندیالوی شرقپوری نے تحریر کیا کہ:

لیکن سوائے حضرات عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحیٰ علیہ السلام یا نبی کریم ﷺ کے دوسرے ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش پیغمبر کے حق میں پیدائشی نبوت کا قول اسلاف میں سے کسی نے نہیں کیا،،(ص:٣٣)

یہی موصوف آگے القول الفیصل کے تحت لکھتے ہیں کہ: بحر العلوم والفنون حضرت شیخ الحدیث نے دلائل و براہین وافرہ ،اور حجج متکاثرہ کے ساتھ اپنے دعوائے حق اور ادّعائے صادق کو ثابت کر دیا ہے اور اس امر کا اعتراف و اقرار کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں چھوڑا اور کسی حیل و حجت اور عذر و بہانہ کی گنجائش نہیں چھوڑی کہ واقعی سید عالم ﷺ عالم ارواح میں نبی ﷺ تھے اور عالم اجسام میں ظاہر ہونے پر چالیس سال تک ولایت کبری اور محبوبیت عظمی کے مرتبہ پر فائز تھے ،،اور باطنی اور روحانی نبوت کے ساتھ ساتھ جسمانی طور پر بالقوہ نبی تھے،،(ص:٣٨)

تحقیقات اور سہیل احمد سیالوی کا موقف یہ ہے کہ نزول وحی نبوت کے وجود اور ثبوت کی علت اور دلیل ہے وحی کے نزول سے قبل نبوت کا ثبوت اور تحقق ممکن نہیں ،مگر غلام محمد بندیالوی کا کہنا ہے رسول اللہ ﷺ حضرت عیسیٰ اور حضرت یحیٰ علیہما السلام کی طرح پیدائشی نبی تھے ،یعنی عالم اجساد میں آپ کی جلوہ گری معہ النبوت تھی آپ ﷺ تاج نبوت پہن کر عالم اجساد میں تشریف فرما ہوئے تھے،،جس سے نبوت کے تحقق و ثبوت کیلئے نزول وحی کی شرط محل نظر ٹھہری۔

ثانیاً،اگر نزول وحی کی شرط کو لازم اور برمحل رکھا جائے تو رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حضرت عیسیٰ اور حضرت یحیٰ علیہما السلام کی نبوت کی نفی اور انکار لازم آئے گا کیونکہ ان کی نبوت کا وجود اور ثبوت

نزول وحی کی بنیاد پر نہیں، بلکہ تخلیقی فطری اور پیدائشی طور پر ہے،، ان کی نبوت کا انکار، یا نفی محال شرعی ہے، بلکہ تصدیق واقرار ہی اصل ایمان ہے،، یہ اقرار اور تصدیق عین ایمان ہونیکی وجہ سے ثابت کرتا ہے کہ نبوت کی ایک قسم ایسی بھی ہے جس کا تحقق وثبوت نزول وحی پر موقوف نہیں بلکہ اس کے بغیر بھی ثابت اور متحقق ہے اسی طرح نبوت کے لوازمات میں سے دعوت اور تبلیغ بھی ضروری نہیں، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''و نبی بمذہب ایشاں لازم نیست کہ داعی و مبلغ باشد'' محدثین کے مذہب میں نبی کیلئے داعی اور مبلغ ہونا ضروری نہیں ہے ،، (اشعۃ اللمعات: ج: سوم: ص: ۶۳۶، بحوالہ تحقیقات: ص: ۹۲)

معلوم ہوا نبوت کا وجود اور ثبوت نزول وحی پر ہی موقوف نہیں، اور نہ ہی نبی کیلئے بہر حال اور بہر صورت دعوت و تبلیغ الی الحق فرض ولازم ہے،،

غلام محمد بندیالوی کے کلام سے یہ بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ روحانی اور باطنی نبوت کے ساتھ ساتھ جسمانی طور پر بالقوہ نبی تھے،، غور طلب امر یہ ہے کہ بقول تحقیقات جب وحی عمر شریف کے چالیس پورے ہونے پر نازل ہوئی تو آپ روحانی اور باطنی طور پر کس طرح نبی تھے؟ اور جسمانی طور پر آپ ﷺ کس طرح نبوت بالقوۃ کے مرتبہ پر فائز تھے؟

اگر یہ روحانی نبوت وہی تھی جو عالم ارواح میں ارواح انبیاء اور ملائکہ کیلئے مربی اور معلم تھی تو اس قول ''کہ عالم بشریت اور وجود عنصری کا حکم جداگانہ ہے،، (تحقیقات: ۶۹) کا کیا جواب ہے ؟ اور اگر یہ کہا جائے کہ عالم اجساد میں جلوہ گری کے وقت آپ ﷺ کو روحانی اور باطنی نبوت کے ساتھ نوازا گیا تو یہ محل نظر ہے اس پر مناسب مقام کے تناظر میں گفتگو کی جائے گی، مگر اس صورت میں بھی تحقیقات کے موقف کے مغائر ہے،،

اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ کی روح شریفہ اسی نبوت سے متصف تھی جو عالم ارواح میں آپ کو عطا فرمائی گئی تو یہ بھی تحقیقات کے موقف کی نقیض ہے کیونکہ نبوت کا محل اور موصوف روح ہے جسم

عنصری تو آثار اور افعال نبوت کا آلہء کار ہے جس کی مکمل اور قوی کارکردگی اور ضبط وتحمل کا زمانہ چالیس سال عمر کی تکمیل ہے،

غلام محمد بندیالوی نے رسول اللہ ﷺ کی روح مقدسہ اور باطن شریفہ، جو جوہر نورانی اور جوہر حقیقت ہے،، کیلئے نبوت ثابت کی ہے اور قبل از بعثت ثابت کی ہے جبکہ تحقیقات کا موقف یہ ہے کہ: نبی کی تعریف یہ ہے"انسان بعثه الله الى الخلق لتبليغ الاحكام "وہ انسان جس کو اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرف تبلیغ احکام کیلئے مبعوث فرمائے تو کیا آپ نے عمر شریف کے پہلے حصے میں تبلیغ فرمائی جب نہیں اور بالکل نہیں بلکہ اس خاموشی اور دعوی سے دوری کو اپنی صداقت دعوی پر بطور دلیل پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:"قل لو شآء الله ماتلوته عليكم ولا ادراكم به فقد لبثت فيكم عمرا من قبله افلا تعقلون "

ترجمہ: فرد یجئے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا میں اتم پر قرآن کو تلاوت نہ کرتا اور نہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے آگاہ کرتا۔

تحقیق میں تمہارے درمیان عمر کا بہت بڑا حصہ ٹھہرا رہا ہوں کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے، اگر آپ نبی اور رسول تھے تو تبلیغ فرماتے اور ان کے کفر وشرک اور دیگر گناہوں پر سکوت اور خاموشی اختیار نہ فرماتے۔ (تحقیقات:۶۸)

تحقیقات اور غلام محمد بندیالوی کے مواقف باہم متضاد ہیں، غلام محمد بندیالوی قبل از بعثت رسول اللہ ﷺ کی حقیقت باطنیہ اور روح مقدسہ کیلئے نبوت کو ثابت اور متحقق فی الخارج مانتے ہیں، مگر تحقیقات میں ہر قسم کی نبوت کا انکار ہے اور بطور دلیل آیہء مقدسہ سے استشہاد بھی پیش کر دیا گیا ہے،،

ثانیاً: تحقیقات میں مندرج نبی کی تعریف عالم ارواح میں موجود اور ثابت شدہ نبوت بالفعل پر صادق نہیں آتی، جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے "كنت اول النبيين في الخلق

،و آخرهم فی البعث " بحیثیت نبی اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے پہلے میری تخلیق فرمائی، اور میری بعثت سب سے آخر میں ہوئی پھر فرمایا "کنت نبیا و آدم بین الماء والطین " ترجمہ: میں اس وقت نبوت سے بہرہ ور کیا جاچکا تھا جبکہ آدم علیہ السلام پانی اور کیچڑ کے درمیان تھے ،روح اور جسد کے درمیان تھے۔

تحقیقات میں ہے تو گویا آدم علیہ السلام کے روح اور جسم کی تخلیق اور آپ کے جوہر نوری اور حقیقت محمدیہ کی تخلیق کے درمیان ہزاروں سال بلکہ لاکھوں سال کا فاصلہ ہے اور آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت نبوت سے بہرہ ور کیا جاچکا تھا جبکہ آدم علیہ السلام پانی اور کیچڑ کے درمیان تھے اور روح اور جسد کے درمیان تھے۔ (ص:۷۹)

مندرجہ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ "کنت نبیاً و آدم بین الماء والطین ،اور بین الروح والجسد " کا مفہوم اور مدلول یہ ہے کہ میں اپنے جوہر نوری اور حقیقت کے لحاظ سے وصف نبوت سے متصف تھا، بشریت کا وجود لاکھوں سال بعد کا ہے لیکن تحقیقات نے نبی کی تعریف انسان بعثه الله الی الخلق لتبلیغ الاحکام کے الفاظ سے معارضہ، مقابلہ اور نفی میں پیش کی ہے یہ تعریف "کنت نبیا و آدم بین الماء والطین" پر صادق نہیں آتی،، ماننا پڑیگا "کنت نبیا الحدیث " میں بیان شدہ نبوت اور ھو انسان بعثہ اللہ الخ میں تعریف کی گئی نبوت میں یکسانیت، مفہوم اور مدلول کا اتحاد نہیں، "کنت نبیا الحدیث "میں نبوت کا محل اور موصوف رسول اللہ ﷺ کا جوہر نوری اور حقیقت مقدسہ ہے اور ھو انسان بعثه الله الخ سے مراد نبوت عملی ہے جس کے لوازمات میں دعوت وتبلیغ ،دعوائے نبوت اور اظہار معجزات وغیرہ ہیں ،جن کا تعلق عالم اجساد سے ہے رسول اللہ ﷺ کی حقیقت مقدسہ اور جوہر نورانی کو اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر شیء سے قبل پیدا فرمایا تھا، جیسا کہ حدیث جابر میں اس کی تصریح موجود ہے، ساری کائنات سے پہلے آپ کی حقیقت مقدسہ اور جوہر نورانی کو پیدا کیا جانا اور تخلیق آدم سے لاکھوں

برس پہلے منصب نبوت سے سرفراز فرمایا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ جب سے آپ کی حقیقت مقدسہ اور جوہر نورانی کی تخلیق ہے اسی مرحلہ سے آپ نبی بھی ہیں اور آپ کا فرمان "کنت نبیا الحدیث "جسمیں ضمیر متکلم ذات مقدسہ کی تعبیر، اور عنوان ماضی میں، جوہر نورانی حقیقت مقدسہ محمدیہ اور نبوت کے درمیان تلازم کو ثابت کرر ہا ہے،، اسی جوہر نورانی اور حقیقت محمدیہ کو منصب نبوت سے سرفراز فرما کر عالم ارواح میں ارواح انبیاء اور ملائکہ کیلئے معلّم اور مربی بنایا گیا تھا، اس جوہر نورانی اور حقیقت مقدسہ محمدیہ کو انتقالات کے مراتب سے گزارا گیا۔

تحقیقات میں ہے: حالانکہ چھ ہزار سال کا عرصہ آپ ﷺ آباء اجداد کے اصلاب اور پشتوں مین اور امہات اور جدات کے ارحام میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتے رہے جیسا کہ حبیب مکرم ﷺ کا ارشاد ہے "لما خلق الله آدم اهبطني الى الارض وجعلني في صلب نوح في السفينة وقذف بي في النار في صلب ابراهيم ،ثم لم يزل ينقلني من الاصلاب الكريمة الى الارحام الطاهرة حتى اخرجني من بين ابوى "ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو مجھے ان کی پشت میں ودیعت فرمادیا، تو ان کے ذریعے مجھے زمین کی طرف اتارا پھر مجھے نوح علیہ السلام کی پشت میں ہوتے ہوئے کشتی نوح پر سوار کیا، پھر ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں ودیعت فرمانے کے بعد نار نمرود میں پھینکا پھر مجھے پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل فرماتا رہا، حتی کہ مجھے میرے ماں باپ سے ظاہر فرمایا ،،(ص:۷۵)

اسی صفحہ پر ہے کہ اسی حقیقت کو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے غزوۂ تبوک کے موقعہ پر نبی کریم ﷺ کی صدارت اور سرپرستی میں منعقدہ محفل نعت اور محفل میلاد میں بیان فرمایا: جبکہ بعض روایات کے مطابق ایک لاکھ صحابہ کرام اس وقت آنحضرت ﷺ کے ساتھ اس غزوہ میں شریک اور شامل تھے، اور اس بابرکت اور نورانی محفل میں شریک تھے، ان کے قصیدہ اور ان کے کسی شعر پر نہ کسی

صحابی نے ردوقدح سے کام لیا اور نہ ہی ہادیءاعظم ،رسول معظم ﷺ نے اعتراض فرمایا: بلکہ ان کی اس قصیدہ خوانی کی درخواست کوشرف قبولیت بخشتے ہوئے فرمایا:"قل یا عم لایفضض الله فاك" اٹھو اے چچا جان بیان کرو، اللہ تمہارے منہ کوسلامت رکھے،تو انہوں نے فرمایا:

من قبلها طبت فی الظلال وفی مستودع حیث یخصف الورق

زمین پرنزول اجلال سے قبل آپ جنت کے درختوں کے سائے میں خوش وخرم تھے اور اس ودیعت گاہ (صلب آدم) میں جس پر جنتی درختوں کے پتے لپیٹے جارہے تھے، (بوقت خروج آدم)

ثم هبطت البلادلا بشر انت ولا مضغة ولا علق

پھر آپ (آدم علیہ السلام کے جنت سے نکلنے کی وجہ سے) زمین کے شہروں اور علاقوں کی طرف نکلے جبکہ نہ گوشت کا ٹکڑا تھے نہ منجمد خون۔

بل نطفة ترکب السفین وقد الجم نسرا واهله الغرق

بلکہ مخصوص مادہ اور جوہر تھے جو کشتی نوح علیہ السلام پر سواری کررہے تھے جبکہ نسر بت اوران کے پجاری غرق ہورہے تھے۔

جیسے عارف جامی نے فرمایا:

زجودش گرنگشتے راہ مفتوح ۔ بجودی کے رسیدے کشتیءنوح

وردت نارا الخلیل مکتتما فی صلبه انت کیف یحترق"

" آپ ابراہیم علیہ السلام والی آگ میں پوشیدہ طور پران کی پشت میں ہوتے ہوئے داخل ہو چکے تھے،تو وہ کیسے جل سکتے تھے۔

یابرد نار الخلیل ویا سببا لعصمة النار وهی تحترق

اے ابراہیم علیہ السلام والی آگ کے ٹھنڈا ہونے کے موجب اور علت تامہ ان کے آگ میں جل جانے سے تحفظ اور خلاصی کے سبب اور وسیلہ جبکہ وہ زور سے جل رہی تھی۔

"تنقل من صالب الی رحم   اذا مضی عالم بدا طبق

آپ ایک صلب سے ایک رحم کی طرف یکے بعد دیگرے منتقل کئے جارہے تھے، جبکہ ایک عالم اور قرن لوگوں کا گزر جاتا تو دوسرا طبقہ نمودار ہوتا جو کہ آپ کے انتقال مکانی کا موجب بنتا،،

وانت لما ولدت اشرقت   الارض وضآء ت بنورك الافق

جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو تمام زمین روشن ہوگئی اور آپ کے نور سے تمام آفاق اور اطراف جہاں جگمگا اُٹھے،، اس پر جو تبصرہ زیب قرطاس ہوا وہ درج ذیل ہے،،

نبی کریم ﷺ نے اپنے وجود مسعود کو ضمیر متکلم کیساتھ تعبیر فرمایا اور حضرت عباس نے آپ کے مختلف اصلاب اور ارحام میں منتقلی کو ضمیر خطاب سے تعبیر فرمایا ہے،، لہذا اس کلام کو آپ کی ذات اقدس اور روح مبارک کے جوہر نوری سے متعلق ہوتے ہوئے ان مراحل سے گزارنے پر محمول کرنا لازم ہے، ورنہ آباء اجداد کے نطفے اور منو یہ مادے تو ان کے ابدان کے اجزاء ہوتے ہیں اور ان مادوں اور نطفوں کو نبی کریم ﷺ اپنی ذات سے کیسے تعبیر کر سکتے تھے، اور حضرت عباس ان کو آپ کی ذات کیسے قرار دے سکتے تھے، لہذا واضح ہو گیا کہ آپ کا جسمانی جوہر اور نورانی مادہ ایک الگ حقیقت اور منفرد جوہر تھا جس سے آپ کی روح پاک کا بھی تعلق تھا اور وہ جوہر نوری یکے بعد دیگرے آباء اجداد کی پشتوں میں منتقل ہوتا رہا،، (ص: ۷۷)

اس تبصرے سے ہمارے موقف کی بھرپور تائید اور توثیق ہوتی ہے "کنت نبیاً و آدم بین الماء والطین"

فعل ناقص کنت ضمیر متکلم بعنوان ماہیت نبی مکرم ﷺ کی ذات مقدسہ سے عبارت ہے اور وہ ذات مقدسہ ایک الگ اور منفرد حقیقت ہے، جس کو حقیقت محمدیہ اور جوہر نورانی کی حیثیت حاصل ہے اور یہی محل نبوت اور موصوف نبوت ہے، روح مقدس کا رابطہ اور تعلق بھی اسی سے ہے، جب یہ تمام امور انفرادی حیثیت کے حامل ہیں تو ان سے ترکیب پانے والی ذات مقدسہ اور متصف

ہونے والا جسد اطہر بھی عالم اجساد میں منفرد حیثیت اور ممتاز مقام کے حامل ہوں گے، احکام نبوت میں دوسرے اجساد انبیاء پر قیاس نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کی ہر جہت انفرادیہ کو ملحوظ رکھنا لازمی ہوگا،، بقول تحقیقات اگر ان امور منفردہ سے صرف نظر کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ آپ کی نبوت کا آغاز اور تحقق چالیس سال کے بعد ہوا تو پھر ذات اقدس کی انفرادیت کہاں رہی؟

آپ کی حقیقت مقدسہ اور جوہر جسمانی کی انفرادیت کو قرآن حکیم نے بیان فرمایا ہے: حافظ ابن کثیر نے ابن عساکر کے حوالے سے بروایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے فرمان ''و تقلبك في الساجدين '' کی تفسیر میں نقل فرمایا کہ :''من نبی الی نبی حتی اخرجت نبیاً''

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری ذات (حقیقت محمدیہ اور جوہر جسمانی) کو نبی سے نبی کی طرف منتقل کیا جاتا رہا ہے یہاں تک کہ اللہ نے بحیثیت نبی مجھے تخلیق فرمایا۔

ہشام بن محمد الکلبی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:''کتبت للنبی ﷺ خمسمائة ام فما وجدت فیھن سفا حاولا شیئا مما کان من امر الجاھلیة ''(البدایہ والنہایہ: ج۲: ص۳۱۴)

ہشام بن محمد الکلبی نے اپنے والد سے جو روایت کی ہے اس کی روشنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مائیں پانچ سو ہیں ان میں کسی بھی قسم کی قباحت اور وصف جاہلیت نہیں پایا گیا۔

معلوم ہوا آپ کا جسمانی جوہر اور نورانی مادہ نبی سے نبی کی طرف منتقل ہوتا رہا ہے جس سے آپ کی ذات مقدسہ جو جوہر جسمانی اور مادہ نورانی تھی کو انبیاء جیسی مقدس اور برتر شخصیات کے اصلاب میں منتقل کیا جاتا رہا، اور جن امہات وجدات کے ارحام میں منتقل کیا جاتا رہا، انہیں عفت وطہارت کی تعبیر وتصویر بنایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسمانی جوہر اور مادۂ نورانی کی بدولت عالم اجسام میں نمایاں اور ممتاز ہی رہے، عالم اجساد میں جلوہ گری، ارحام واصلاب میں

منتقلی کے ادوار میں جوہر جسمانی اور مادۂ نورانی کے ساتھ آپ کی روح پاک کا رابطہ اور تعلق رہا ہے کبھی بھی یہ رابطہ اور تعلق منقطع نہیں ہوا۔

تحقیقات میں ہے الغرض آپ ﷺ کی روح مبارک بمع آپ کے جوہر جسمانی اور مادۂ نورانی کے ہزاروں سال عالم اجسام میں موجود رہی اور اس کے فیوض و برکات سے آباء اجداد اور قبائل اور علاقے مستفید ہوتے رہے،، (ص:۷۸) غور طلب امر یہ ہے کہ آپ کی روح مبارک ان ادوار میں نبوت سے متصف تھی یا نہ؟

روح مبارک تو وہی ہے جو عالم ارواح میں نبوت بالفعل سے متصف تھی، اگر روح مبارک نبوت سے متصف تھی تو ماننا پڑے گا کہ آپ کا جوہر جسمانی اور مادہ نورانی بحیثیت نبی اصلاب اور ارحام میں منتقل ہو رہا تھا اس میں کوئی اشکال اور محال نہیں کیونکہ بقول تحقیقات روح مبارک بمع آپ کے جوہر جسمانی اور مادہ نورانی کے ہزاروں سال عالم اجسام میں موجود رہی ہے اور اسی حقیقت واقعیہ کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے''من نبی الی نبی حتی اخرجت نبیا''میرا انتقال نبی سے نبی کی طرف ہوتا رہا ہے یہاں تک مجھے نبی ہی پیدا کیا گیا ہے،، یہ حدیث''تقلبك فی الساجدین'' کی تفسیر ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیدائشی نبی ہیں، اگر آپ کی ذات مقدسہ (روح مبارک جوہر جسمانی اور مادہ نورانی) نبوت سے متصف نہ ہوتی تو آپ کے آباء اجداد، قبائل اور علاقے آپ کی ذات اقدس سے ہرگز مستفید نہ ہوتے،، اور اگر یہ کہا جائے کہ عالم اجسام میں روح مبارک کی موجودگی بدوں نبوت تھی تو یہ لانسلم ہے کیونکہ نبوت کا سلب اور انفکاک محال ہے، قرآن وحدیث میں اس کا کوئی ثبوت اور دلیل موجود نہیں، تحقیقات نے تسلیم کیا ہے کہ آپ کا جسمانی جوہر اور نورانی مادہ ایک الگ حقیقت اور منفرد جوہر تھا۔(ص:۷۷)

یعنی باقی تمام اجسام جو عالم اجساد میں متحقق یا ممکن ہیں آپ کے جوہر جسمانی اور مادہ نورانی میں

مشارک ہیں نہ اس کے مماثل تو لازمی ٹھہرا کہ اس جوہر جسمانی کیلئے اسی وصف سے متصف روح مبارک بھی ہو، اسی لئے آپ کی روح مبارک کو متصف بالنبوۃ کیا گیا اور عالم ارواح میں نبوت بالفعل سے سرفراز فرما کر ارواح انبیاء اور ملائکہ کیلئے معلم اور مربی بنایا گیا، جب جوہر جسمانی اور مادہ نورانی اور روح مبارک اپنی انفرادی حقیقت اور جدگانہ حیثیت کی بناء پر شرکت غیرے کو قبول نہیں کرتے تو اعلان نبوت سے پہلے والی نبوت کو، نبوت بالقوۃ کہنا کیسے اور کیوں درست ہے ؟ بالقوۃ کی تاثیر اور حکم یہ ہے کہ ماہیت کے تمام افراد کلی متواطی کے طور پر اس وصف بالقوہ میں شریک ہوتے ہیں۔

غلام محمد بندیالوی شرقپوری نے تحریر کیا کہ کتابت انسان کا خاصہ ہے لیکن کتابت بالفعل خاصہ مفارقہ ہے اور کتابت بالقوہ خاصہ ء لازمہ ہے اور نوع انسان کے مساوی ہے لیکن کیونکہ ہر فرد انسانی کا کاتب بالقوہ ہونا ضروری ہے۔ (تحقیقات ص:۳۱)

یعنی کتابت انسان کیلئے خاصہ لازمہ ہے اور ماہیت انسانی کا وصف لازم ہے خاصہ دو قسم ہے لازمہ، اور مفارقہ، خاصہ لازمہ جیسے کتابت بالقوہ اور خاصہ مفارقہ جیسے کتابت بالفعل پھر کتابت بالقوہ کی تاثیر اور حکم یہ لکھا کہ ہر فرد انسانی کا کاتب بالقوہ ہونا ضروری ہے، یہ مفہوم اور حکم عام ہے جو ہر فرد انسانی کو شامل ہے کتابت کا علم، ہنر اور فن جانتا ہو یا نہ،، اور اگر یہ عملی طور پر کتابت کر رہا ہو تو اس کو کاتب بالفعل کہا جائے گا،، اس کا مفہوم یہ ہے کہ جس میں کتابت کا علم، ہنر اور فن کی صلاحیت اور استعداد موجود ہے مگر وہ کتابت کا فعل نہیں کر رہا وہ کاتب بالقوہ ہے،، اس نوع کے لاکھوں افراد خارج میں پائے جاتے ہیں،، جو لکھنا نہیں جانتے ، یا لکھنا تو جانتے ہیں مگر عملی طور پر کتابت نہیں کر رہے،، بندیالوی صاحب نے تقریظ کے آخر میں لکھا کہ عالم اجسام میں ظاہر ہونے پر چالیس سال تک ولایت کبری اور محبوبیت عظمیٰ کے مرتبہ پر فائز تھے اور باطنی اور روحانی قوت کے ساتھ ساتھ جسمانی طور پر بالقوہ نبی تھے،، (تحقیقات :ص:۳۸)

کتابت کی طرح نبوت بھی انسان کا خاصہ ہے کیونکہ نبی کی تعریف یوں کی گئی ہے ''انسان بعثہ الله الی الخلق لتبلیغ الاحکام ''(تحقیقات :ص:)

انسان کے علاوہ جنوں اور فرشتوں کو منصب نبوت عطا نہیں فرمایا گیا،، چالیس سال سے قبل اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے نبوت بالقوہ کا قول کیا جائے تو ہر فرد انسانی کا بالقوہ نبی ہونا ضروری ہوگا، اور پھر واجب التسلیم ہوگا ہر فرد کے وصف نبوت سے اتصاف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کوئی وجہ اختصاص نہ ہوگی۔

ثانیاً: بالقوہ میں وصف، اور خاصہ کورو بعمل لانے میں فرد مجاز اور بااختیار ہوتا ہے جبکہ وصف نبوت اختیاری نہیں بلکہ وہبی، اور تابع مشیت ایزدی ہے، تابع مفروضات اور اصطلاحات نہیں بلکہ امر توقیفی ہے جس کا تعلق صرف اور صرف ذات باری تعالیٰ سے ہے،

ثالثاً: یہی غلام محمد بندیالوی پہلے تین انبیاء کیلئے پیدائشی نبوت کا ہونا لکھ اور تسلیم کر چکے ہیں، اس کے بعد بالقوہ نبوت کا قول اس سے متصادم اور اس کے مغائر ہے۔

رابعاً: بالقوہ کا موقف، خود تحقیقات کے دعوی کے مخالف ہے،، تحقیقات کا دعوی ہے کہ آپ کا جسمانی جوہر اور نورانی مادہ ایک الگ حقیقت اور منفرد جوہر تھا۔ (ص:۷۷)

خامساً: بالقوہ کا قول کرنا اس لئے بھی غلط ہے کہ عالم اجساد میں جلوہ گری کے وقت آپ کی روح مبارک وہی تھی جو عالم ارواح میں نبوت بالفعل سے متصف ہوکر ارواح انبیاء اور ملائکہ کیلئے معلم اور مربی تھی، عالم اجسام میں جلوہ گری کے وقت روح مبارک سے وصف نبوت کو سلب نہیں کیا گیا تھا،،

تحقیقات میں ہے علامہ سلیمان جمل نے بھی دوسری جسمانی نبوت چالیس سال کی عمر میں تسلیم فرمائی اور پہلی روحانی نبوت کو بھی دائم اور باقی اور مستمر تسلیم کیا ہے اس کے سلب ہو جانے کا شائبہ بھی نہیں ظاہر ہونے دیا بلکہ روح مجرد اور روح کے بدن میں حلول اور عالم اجسام کی طرف نزول

کا فرق واضح کیا ہے کہ روح اقدس کی ارواح کیلئے نبوت الگ معاملہ ہے اور بدن اقدس سے تعلق حلولی کے بعد ابدان واجسام انسانیہ کیلئے نبی اور رسول ہونے کا معاملہ جداگانہ ہے۔ (ص:۱۴۸)

مذکورہ بالا اس اقتباس سے یہ تائید ہوئی اور ثبوت میسر ہوا کہ عالم اجسام میں ظہور پذیری کے وقت روح مبارک اس نبوت بالفعل سے متصف تھی جو عالم ارواح میں روح مقدس کو حاصل تھی وہ نبوت سلب نہیں ہوئی تھی،، جب روح وہی ہے اور نبوت بھی وہی۔ ہے تو تحقیقات کا موقف غلط ثابت ہوا کہ جب وحی عمر شریف کے چالیس سال گزرنے پر نازل ہوئی تو نبوت بھی اسی وقت سے ثابت ہوگی، نہ کہ نبوت کا ثبوت وتحقق پہلے ہوجائے اور وحی کا نزول بعد میں ہو،، (ص:۲۰۹) غور طلب بات یہ ہے کہ جب عالم اجساد میں عالم ارواح والی نبوت موجود ہے سلب نہیں ہوئی تو چالیس سال گزرنے پر جبریل علیہ السلام نئی نبوت لیکر آئے؟ جب نبوت پہلے سے دی گئی ہے تو دوبارہ عطا فرمانے کا مقصد تسلیم کرنا ہوگا کہ چالیس سال عمر شریف گزارنے پر منصب رسالت سے نوازا گیا، غار حراء مین جبرئیل علیہ السلام صحیفہ (قرآن) لیکر نازل ہوئے تھے، اس پر انشاء اللہ گفتگو کی جائے گی، سردست یہ بتانا مقصود ہے کہ غلام محمد بندیالوی شرقپوری کا قول کہ چالیس سال سے قبل آپ ﷺ بالقوہ نبی تھے، اور تحقیقات کا یہ کلیہ کہ وحی کے نزول سے نبوت ثابت ہوگی غلط اور ناقابل تسلیم ہے۔

ولادت پاک سے قبل آپ کی والدہ کو بتایا گیا کہ آپ ﷺ افضل الخلق اور اللہ کے نبی ہیں۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: ''وخواب دیدن آمنہ پیش از ولادت بود کہ درخواب آمد وگفت کہ مے دانی تو کہ حامل شدۂ بہ بہترین است وپیغمبر خدا''

(اشعۃ اللمعات: ج:۴: ص:۴۷۵)

ترجمہ: آپ کی ولادت طیبہ (ﷺ) سے پہلے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا کہ آنے والا آیا اور اس نے کہا کہ آپ کو علم ہے کہ آپ حاملہ ہوگئی ہیں اور یہ حمل افضل الخلائق اور

پیغمبر خدا کا ہے، اس عبارت سے یہ ثابت ہوا کہ بحالت حمل بدوں تعین مدت آپ ﷺ کو پیغمبر خدا (نبی) کہا گیا ہے عالم اجساد کی طرف آپ منتقل نہیں ہوئے تو نبی ہیں، اور یہ کیسے باور کیا جائے کہ عالم اجساد کی طرف منتقلی ہو اور آپ نبی نہ ہوں،، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ :"قالوا یا رسول اللہ متی وجبت لك النبوة قال و آدم بین الروح والجسد "رواہ الترمذی "صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا آپ کے لئے نبوت کب سے ثابت چلی آ رہی ہے فرمایا آدم علیہ السلام کی خلقت مکمل نہ ہوئی تھی کہ میں نبی تھا۔ یہ حدیث قابل غور ہے اس میں غور و فکر کرنے سے مسئلہ نبوت بوضوح سمجھ آ سکتا ہے وہ یوں کہ: پوچھنے والے صحابہ کرام ہیں، جو رسول اللہ ﷺ کے دعوائے نبوت کے بعد ایمان لائے ہیں، اور رسول اللہ ﷺ نے نزول وحی کے بعد دعوائے نبوت کیا، جس سے واضح ہے کہ صحابہ کرام کو علم ہے کہ آپ کب سے نبی ہیں؟ لیکن اس کے باوجود یہ سوال کرنا کہ متی وجبت لک النبوۃ یہ ثابت کرتا ہے کہ مقصد نزول وحی کے بعد والی نبوت کا آغاز معلوم کرنا نہیں بلکہ عالم ارواح والی نبوت کی ابتداء کا معلوم کرنا ہے، اور اگر آپ وحی سے پہلے نبی نہ ہوتے اور نہ چلے آ رہے ہوتے تو صاف فرما دیتے کہ نزول وحی کے وقت سے نبی ہوں، اس طرح صحابہ کا وقت نبوت سے باخبر ہونے کے باوجود سوال کرنا، اور نبی کریم ﷺ کا تخلیق آدم سے قبل نبی ہونے کا جواب ارشاد فرمانا اس بات کی قوی دلیل ہے کہ عالم اجساد کی طرف منتقلی کے وقت بھی آپ نبی تھے۔ (ﷺ)

محدث ابن جوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الوفا" مین نقل فرمایا ہے کہ :"ان امه ﷺ رأت حین دنت ولادتها اتاها آت فقال قولی اعیذه بالواحد من شر کل حاسد بعد ان رات حین به ان اتیا اتاها وقال هل شعرت انك حملت بسید هذه الامة ونبیها "(مرقات: ج ۱ ص ۳۶۲)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کا جب وقت قریب آیا تو ایک آنے والا آیا اور اس

نے کہا کہ: یہ کہو میں اس ذات مقدس کو ہر حاسد کی شر سے محفوظ رہنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتی ہوں، لیکن یہ واقعہ حمل کے بعد اور قرب ولادت کا ہے حمل کے دوران آپ کی والدہ نے خواب دیکھا کہ ایک آنے والا ان کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کو شعور ہے کہ بلاشبہ آپ اس امت کے سردار اور اس کے نبی سے حاملہ ہیں،، محدث ابن جوزی کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ بحالت حمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سید، اور نبی کا اطلاق موجود ہے کیونکہ آپ کے جوہر جسمانی جو بصورت حمل شکم مادر میں موجود تھا اور مادہ نورانی سے روح مبارک کا رابطہ اور تعلق انفرادی نوعیت اور جداگانہ کیفیت میں موجود تھا،، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور ملا علی قاری رحمہما اللہ کا کلام اس امر پر دلیل ہے کہ عالم ارواح سے عالم اجساد میں انتقال کے کسی بھی مرحلہ پر روح مبارک کا رابطہ اور تعلق جوہر جسمانی اور مادہ نورانی سے منقطع ہوا اور نہ روح مبارک سے نبوت سلب ہوئی، جب یہی روح بمع آپ کے جوہر جسمانی اور مادۂ نورانی کے ہزاروں سال عالم اجسام میں موجود رہی ،آپ کے آباء اجداد قبائل اور علاقے مستفید ہوتے رہے تو دیکھنا ہوگا کہ یہ استفادہ اور استفاضہ کس چیز کا ثمر ہے؟ ہزاروں سال تک اجسام اور اجساد کی دنیا میں فیض رسانی کا مرکز اور منبع کیا ہے؟ وہ صرف آپ کا جوہر جسمانی مادۂ نورانی اور روح مبارک۔ ہے جو وصف نبوت سے متصف ہے اور یہ نبوت خارج میں موجود اور متحقق ہے جس کے فیوض و برکات آباء اجداد قبائل اور علاقے سمیٹتے رہے اس اظہار اور اعتراف کے بعد نزول وحی سے قبل نبوت کا انکار یا نبوت بالقوہ کا اقرار ہرگز درست نہیں۔

رہا یہ کہ عالم ارواح اور عالم اجسام کے احکام جداگانہ ہیں اور بدن سے مجرد روح اور بدن میں حلول کرنے والی روح کے درمیان بون بعید اور بعد شدید ہوتا ہے روح مجرد میں لطافت محضہ اور نورانیت خالصہ ہوتی ہے۔ (تحقیقات: ۴۱)

محمد اقبال مصطفوی کو سہو ہوا ہے، مسئلہ زیر بحث عام ارواح کا نہیں بلکہ روح الارواح، روح

کائنات روح محمدی کا ہے جس کا حلول رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر، اور مادۂ نورانی میں ہے اور بقول تحقیقات مذکورہ: ص: ۷۷: ایک حقیقت منفردہ ہے یہ روح مبارک عالم ارواح میں حقیقت محمدیہ اور جوہر نورانی میں جلوہ گر تھی تینوں کا اجتماع ایک منفرد اور ایک جداگانہ حقیقت تھی، جو ہر قسم کے کمالات اور فضائل سے مرصع اور مزین تھی، اسی انفرادی عظمت اور امتیازی شرف کی بناء پر روح مبارک کو نبوت سے ممتاز فرما کر ارواح انبیاء اور ملائکہ کیلئے معلم اور مربی بنایا گیا تھا،، بقول تحقیقات عالم ارواح میں آپ ﷺ ان کے لئے نبی اور رسول تھے اور اللہ تعالیٰ کے فیوض جبریل اور اسرافیل اور دیگر ملائکہ تک بھی پہنچاتے تھے، اور بدن اقدس میں روح اطہر کے حلول وسریان کے بعد چالیس سال عمر شریف کے گزرنے کے باوجود اس تدریج کی ضرورت ہے،، اور شوق ومحبت مین اضافہ اور ترقی کی۔ (ص: ۱۴۰)

۱: تحقیقات کے مطابق آپ کا جوہر جسمانی اور نورانی مادہ ایک الگ حقیقت اور منفرد جوہر تھا، جس سے آپ کی روح پاک کا بھی تعلق تھا۔ (ص: ۷۷)

۲: آپ ﷺ کی روح مبارک بمع آپ کے جوہر جسمانی اور مادۂ نورانی کے ہزاروں سال عالم اجسام میں موجود رہی اور اس کے فیوض اور برکات سے آباء اجداد اور قبائل اور علاقے مستفید ہوتے رہے۔ (ص: ۸۷)

۳: پہلی نبوت سلب نہیں ہوئی، علامہ سلیمان جمل نے پہلی روحانی نبوت کو بھی دائم، باقی اور مستمر تسلیم کیا ہے۔ (ص: ۱۴۸)

ان مندرجہ چار عبارات کو ترتیب دینے سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وصف نبوت اور رسالت سے متصف روح مبارک آپ کی ولادت سے قبل آپ کے جوہر جسمانی اور مادۂ نورانی سے برابر اور مسلسل رابطے میں رہی اور بدن مبارک میں بھی اسی روح اقدس کا حلول اور سریان ہوا، یہ حلول وسریان قائم ودائم رہا حتی کہ عمر شریف کے چالیس سال گزر گئے، جب یہی روح مبارک عالم ارواح سے

لیکر عالم اجساد میں ہزاروں سال موجود رہی کسی لمحے سلب اور انقطاع واقع نہیں ہوا تو محمد اقبال مصطفوی نے روح مجرد عن البدن اور روح محلول فی البدن کی تفریق، اور اختلاف کا مسئلہ کہاں سے اور کیسے کھڑا کر دیا؟

مزید تحقیقات نے یہ تسلیم کیا ہے کہ روح مبار سے نبوت سلب نہیں ہوئی اسی روح مبارک کا بدن اقدس میں حلول اور سریان ہوا، چالیس سال تک اسی روح اقدس کا تصرف اور تدبر موجود ہے تو انکار نبوت چہ معنی دارد؟ اور نبوت کے وجود اور ثبوت کو نزول وحی پر موقوف اور معلق رکھنا کیسے درست ہے؟ یہ امر مسلمات اور شرعیات میں سے ہے کہ عام آدمی کے روح کا تعلق بدن سے منقطع نہیں ہوتا چہ جائیکہ روح الارواح، اور روح کائنات کا تعلق اپنے جوہر جسمانی (بدن اطہر)اور مادہ نورانی (جوہر نورانی، حقیقت محمدی) سے الگ اور منقطع ہو جائے،، حدیث مرفوع ہے جس کے راوی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں:''مامن احد یمر بقبر اخیه المسلم کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الا رد الله علیه روحه حتی یرد علیه السلام ''(ابن کثیر :ج)

ترجمہ: جوکوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی قبر کے قریب سے گزرتا ہے جس کو دنیا میں پہچانتا تھا وہ اس کو سلام کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی روح کو اس کی طرف متوجہ کرتا ہے اور وہ اس کے سلام کا جواب دیتی ہے،،

روح کے تعلق بالبدن کے بارے میں حافظ ابن قیم نے فرمایا:''الروح من سرعة الحرکة والانتقال الذی کلمح البصر مایقتضی عروجها من القبر الی السماء فی ادنیٰ لحظة ''(مرقات :ج: :ص:۲۵)

روح تیز حرکت اور تیز انتقال مکانی میں چشم زدن کی طرح ہے وہ ادنیٰ لحظہ میں قبر سے آسمان (جہاں اس کا ٹھکانہ ہے) کی طرف عروج کر جاتی ہے اور یہ اس کے مقتضیات میں سے ہے

،،یہ تعلق اس روح کا ہے جو عام بندۂ مومن کی روح ہے بدن سے نکل کر اپنے مسکن میں پہنچ چکی ہے،، نبی کریم ﷺ کی روح مقدس کا انقطاع اور اخراج تو ہے ہی نہیں تو احکام کیسے تبدیل ہوئے ؟حکم کا تعلق روح سے ہے بدن آلہء کار اور ذریعہ تعمیل ہے، بدن سے جدا ہونے کے بعد اگر حقیقت، حیثیت اور خاصیت متاثر ہوتی تو بدن گل سڑ جانے کے بعد جواب دینے اور اتنی سرعت سے حرکت اور انتقال کرنے کی قوت میں کیوں ہوتی ؟

شیء میں ظاہری تبدیلی شیء کی معنویت اور حقیقت کے تغیر کو مستلزم نہیں ہوتی، جبریل علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بشرا سویا (مرد کامل) کی صورت میں آئے، غار حراء مین نزول پر جب رسول اللہ ﷺ کو غط کیا (بھینچا) تو سدرۃ المنتہیٰ پر پائی جانے والی حقیقت ملکیہ پر نہ تھے ،،صورت بشری میں تھے، رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں غزوات میں شرکت بھی صورت بشری میں ہوئی، اسی لئے ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا:"اقول لایلزم من تشکل الملک بصورۃ الآدمی وتبدلہ عن اصل ھیئۃ الملکی سلب القوۃ عنہ ونفی الغلبۃ منہ فان الامر المعنوی لا یتغیر بتغیر الھیکل الصوری"(مرقات :ج۱ص۸۰)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ فرشتے کا انسانی صورت میں صورت ملکی سے متشکل اور مبدل ہونا، طاقت ملکی، اور غلبہ ملکی کو فرشتے سے سلب نہیں کرتا، کیونکہ شکل صوری کی تبدیلی حقیقت کو متغیر نہیں کرتی یعنی ملکی اوصاف اور ملکی لوازمات سلب ہوتے ہیں نہ متاثر،،" کنت نبیا و آدم بین الماء والطین " میں کنت سے مراد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس بصورت حقیقت محمدیہ روح مبارک ،اور جوہر نوری ہے جس سے روح متعلق ہے،، عالم ارواح میں نبوت کا محل اور موصوف یہی تین چیزیں تھیں، جن کا انفکاک، سلب، اور خود ان میں افتراق عالم ارواح میں پایا گیا نہ عالم اجساد میں ،، قابل غور امر یہ ہے کہ جب آپ عالم اجساد مین منتقل ہوئے اور حضرت آمنہ کی آغوش رحمت کو انوار نبوت سے بھرپور فرمایا تو آپ ﷺ کنت کے مصداق اور مدلول تھے یا نہ؟ اگر تھے

اور یقیناً تھے تو یہ تین امور ذات اقدس بصورت جسد اطہر، روح مبارک، اور جوہر نورانی بمع تعلق روح اقدس موجودہ فی الخارج بطریق حس پائے گئے، تو پھر انکار نبوت کس بناء پر؟

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا نعتیہ قصیدہ تحقیقات کے علاوہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ میں نقل فرمایا، یہ قصیدہ رسول اللہ ﷺ کیلئے دائمی اور پیدائشی نبوت کو ثابت کرر ہا ہے مگر درج ذیل الفاظ واضح طور پر رسول اللہ ﷺ کے پیدائشی نبی ہونے، اور آپ کی نبوت کے موجودہ فی الخارج ہونے پر دلالت کرر ہے ہیں،، وہ الفاظ یہ ہیں:

وانت لما ولدت اشرقت　　الارض وضآء ت بنورك الافق

جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو تمام زمین روشن ہوگئی، اور آپ کے نور سے دنیا کے تمام آفاق اور اطراف جگمگا اُٹھے، تحقیقات نے لکھا ہے کہ یہ نعتیہ قصیدہ غزوۂ تبوک کے موقعہ پر ایک لاکھ صحابہ کرام کی موجودگی اور رسول اللہ ﷺ کی سربراہی اور سرپرستی میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھا، سن کر رسول اللہ ﷺ نے تردید فرمائی نہ کسی صحابی نے نکتہ اعتراض اٹھایا، جس سے یہ قصیدہ حدیث تقریری بلکہ حدیث مرفوع کے حکم میں چلا گیا،، ساری زمین کا روشن ہونا، آفاق واطراف جہاں کا جگمگا اٹھنا کسی بھی فرد انسانی، اور کسی بھی نبی کی ولادت کے وقت امور عادیہ سے نہیں، بلکہ یہ خرق عادت ہے جو نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت پر ظہور پذیر ہوا، پھر بنورک الافق کے الفاظ آپ کی ماہیت نوریہ پر دلالت کرتے ہیں اور یہی حقیقت نوریہ عالم ارواح میں وصف نبوت سے متصف تھی، جب حقیقت تبدیل ہوئی اور نہ لوازمات سلب ہوئے تو قصیدہ عباس رضی اللہ عنہ کی روشنی میں آپ ﷺ کیلئے پیدائشی نبوت کا قول ناگزیر ہے۔

تحقیقات میں ہے نبی کریم ﷺ نے اپنے وجود مسعود کو ضمیر متکلم کے ساتھ تعبیر کیا اور حضرت عباس نے آپ کے مختلف اصلاب اور ارحام میں منتقلی کو ضمیر خطاب سے تعبیر فرمایا ہے لہٰذا اس کلام کو آپ کی ذات اقدس اور روح مبارک کے جوہری نوری سے متعلق ہوتے ہوئے ان

مراحل سے گزرنے پر محمول کرنا لازم ہے۔ (ص: ۷۷)

یعنی ضمیر متکلم اور ضمیر خطاب سے مراد ذات اقدس، اور روح مبارک کے حقیقت نوریہ سے تعلق کا نام ہے،، یعنی ''

انت لما ولدت اشرقت الارض وضآئت بنورك الافق

میں ضمائر خطاب سے مراد آپ کی ذات اقدس ہے جس طرح قصیدہ حضرت عباس میں ضمائر خطاب سے مراد ذات اقدس ہے جو عالم نورانیت، اور عالم اجساد میں مختلف مراحل سے منتقل ہوتی ہوئی حضرت آمنہ رضی الہ عنہا کی آغوش رحمت میں جلوہ گر ہوئی، ''کنت نبیا'' میں رسول اللہ ﷺ نے یہ ضمیر متکلم اپنی ذات مقدس کیلئے نبوت کا ثبوت اور وجود فرمایا، اور یہی ذات معہ جمیع صفات ''انت لما ولدت'' اور ''بنورك'' میں بیان ہوئی ہے، ان ضمائر۔ الفاظ، اور تحقیقات کے اعتراف کے بعد کہ ضمائر سے مراد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے کیا یہ تصور کرنا ممکن ہے کہ عالم ارواح میں آپ کی ذات مقدسہ نبی تھی مگر دنیا میں تشریف فرما ہونے پر آپ سے نبوت کو سلب کرلیا گیا تھا؟

نبوت سلب کئے جانے اور واپس لئے جانے کا تصور تو محال شرعی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''لما خلق الله آدم اهبطني الى الارض وجعلني في صلب نوح السفينة وقذف بي في النار حتى اخرجني من بين ابوى ''(تحقیقات ص:)

اس حدیث مین نبی کریم ﷺ نے اپنی ذات کریمہ کو تخلیق آدم علیہ السلام سے لیکر اپنے والدین کریمین کے ہاں ولادت باسعادت تک ضمیر متکلم سے تعبیر فرمایا ہے اصلاب وارحام کی طہارت، پاکیزگی اور عفت کو بھی بیان فرمایا ہے کیونکہ آپ نبی تھے اس لئے اصلاب اور ارحام کو ان قدسی صفات سے متصف کیا جانا ضروری تھا۔

''وتقلبك في الساجدين '' کی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی زبانی بحوالہ

البدائیہ والنہایہ پہلے ان الفاظ میں نقل ہو چکی ہے"من نبی الی نبی حتی اخرجت نبیا "ہر دو احادیث اس بات پر نص ہیں کہ کسی بھی دور اور کسی بھی مرحلہ پر ذات شریفہ سے نبوت سلب نہیں ہوئی،، بلکہ جب آپ اپنے والدین کریمین کے ہاں تشریف لائے تو اسی طرح نبی تھے ،، جس طرح عام ارواح میں نبی تھے اگر چہ یہ نبوت عملی اور فعلی نہ تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے عرباض بن ساریہ کی حدیث میں فرمایا:"ساخبرکم باول امری دعوۃ ابرھیم وبشارۃ عیسی رؤیا امی التی رأت حین وضعتنی وقد خرج لھا نورا ضاء لھا منہ قصور الشام "اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی نبوت ،اور اپنے مقام رفیع کو بیان فرمایا ہے کہ میری نبوت اور رسالت ورفعت کا دنیا میں سب سے پہلا اعلان حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے نقل فرمایا :ای باول ماظھر من بنوتی ورفعتی فی الدنیا علی لسان ابی الملۃ ابراھیم علیہ السلام " کہ سب سے پہلے میری نبوت اور رفعت کا اظہار حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان مبارک سے ہوا، حضرت عیسی علیہ السلام نے میری رسالت کی بشارت دی ،اور میری ماں نے خواب میں دیکھا کہ میری ولادت کے وقت شام کے محلات تک نور ہی نور چھایا ہوا ہے،، اگر آپ فی الحقیقت خارج میں رسول اور نبی نہ ہوتے تو آپ ان کے مبعوث فرمائے جانے کی اللہ تعالیٰ سے درخواست کیوں کرتے؟ قرآن نے وابعث فیھم رسولا کے الفاظ ذکر فرمائے ہیں، بعث کیلئے درخواست کی ہے تخلیق کیلئے نہیں عرض کیا جو آپ کی نبوت خارجیہ اور رسالات حقیقیہ کی واضح دلیل ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی مبشرًا برسول الایۃ کے الفاظ میں بشارت دی ہے، رسول اللہ ﷺ نے اپنی والدہ کے خواب کو باول امری فرما کر دلیل نبوت قرار دیا ہے تو گویا بوقت ولادت حجرۂ مبارکہ سے لے کر شام کے محلات تک نور ہی نور کا ہو جانا نبوت ہے جس کا مرکز اور منبع آپ کی ذات مقدسہ ہے جوں ہی نور نبوت سے مزین، مرصع آپ کی ذات کا تولد اور ظہور ہوا نور ہی نور

پھیل گیا جس میں آپ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا نے ملک شام کے محلات دیکھ لئے۔

اس حدیث میں ملک شام تک نور نبوت سے اجالا ہونے کا ذکر ہے مگر حضرت عباس کے قصیدہ میں پوری روئے زمین اور اس کے تمام اطراف واکناف کا روشن اور منور ہونا امور عادیہ اور اتفاقات سے نہیں بلکہ امر خارق للعادت ہو کر دلیل نبوت ہے جس کا ظہور اور صدور آپ کی ذات شریفہ سے بوقت تولد ہوا،، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو نزول وحی سے قبل نبوۃ بالقوہ کہنا غلط ہے کیونکہ بالقوۃ کا ظہور اور تحقق فی الخارج نہیں ہوتا،، اور نہ ہی اس کے وجود پر دلیل عقلی یا حسی پائی جاتی ہے اسی طرح وحی کے نزول سے قبل آپ کی نبوت کا بالکلیہ انکار بھی غلط ہے چنانچہ ابوعبد اللہ فضل اللہ التور پشتی رحمہ اللہ نے فرمایا: ’’حق تعالیٰ دراول نبوت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مدتی فرشتہ را موکل او کردہ بود تا ویرا از آنچہ ضرورت وقت او بود در طریق عبودیت آگاہ میکرد ودر حدیث بدیں لفظ آمدہ است کہ ’’فکان یعلمہ الکلمۃ او الکلمتین‘‘ ودریں زماں خوابہائے راست میدید وایں نبوت بود، بعد ازیں جبریل بوے آمد، ووی رافرمود تا اہل مکہ را بتوحید دعوت کند آنگاہ بود نبوت ورسالت‘‘ (المعتمد فی المعتقد ص۲۰) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ابتدائی دور میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک فرشتے کو مقرر فرر کھا تھا، طریقہء عبودیت (عبادت) میں آپ کی جو وقتی ضرورت ہوتی اس سے آپ کو آگاہ کرتا، حدیث پاک میں اس آگاہی کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے ’’فکان یعلمہ الکلمۃ والکلمتین‘‘ وہ آپ کو ایک کلمہ یا دو کلمہ کی تعلیم کرتا، اس زمانے میں آپ سچے خواب دیکھا کرتے تھے، یہ نبوت تھی، اس کے بعد جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور فرمایا کہ اہل مکہ کو دعوت توحید دو، یہ وقت آپ کی نبوت کا تھا، وحی کا نزول اس کے بعد ہوا وحی کے نزول پر نبی مرسل کے منصب پر فائز ہوئے،، علامہ تورپشتی رحمہ اللہ نبی اور رسول کی تعریف میں فرماتے ہیں: ’’وگویند رسول آں بود کہ فرشتہ بوحی بدو فرود آید، ونبی آنکہ آواز میشنود یا ملہم گردد یا خواب بیند‘‘ (المعتمد فی المعتقد ص۲۰)

علماء فرماتے ہیں رسول وہ ہوتا ہے جس کی طرف فرشتہ وحی لے کر آئے، اور نبی وہ ہوتا ہے جو وحی ر فرشتہ کی آواز سنے یا اس کو الہام کیا جائے یا سچے خواب دیکھے،،

ثابت ہوا نبوت کا وجود اور ثبوت نزول وحی سے معلق نہیں ،نزول وحی وجود رسالت کی دلیل ہے ، نبی کے لوازمات میں سے فرشتہ کی آواز کو سماعت کرنا، الہامات کا ہونا اور سچے خوابوں کا دیکھنا ہے ،علامہ رحمہ اللہ نے نبوت کے لوازمات میں فرمایا: ''اما آنچہ دانستن آں واجب است آنست کہ بداند کہ حق تعالیٰ پیغمبراں را بدو چیز مخصوص کردہ است یکے تعلیم و دیگر تائید، تعلیم آنست کہ ایشاں را کہ از آنچہ ندانند، از علوم الٰہی بیاموزاند، وتائید آنست کہ ایشاں را قوی گرداند، باظہار جحتہا بزیادتی قو تہا ایشاں را یاری دہد و مدد فرستد وا کنون ہر چہ از باب تعلیم است آں نبوت است ہے وہر چہ از باب تائید است آں حجت نبوت است'' (ص:۱۷) جس چیز کا (عنوان نبوت میں)جاننا واجب ہے وہ یہ ہے کہ یہ علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو دو چیزوں سے خصوصیت عطا فرمارکھی ہے، ایک تعلیم اور دوسری تائید، تعلیم یہ ہے کہ جن چیزوں مثلاً علوم الٰہیہ کا ان کو علم نہیں وہ ان کو تعلیم کیے جائیں،،

اور تائید یہ ہے کہ ان کو طاقتور بنایا جائے، طاقت کی زیادتی کیلئے معجزات دیکران کی مدد کی جاتی ہے ،تعلیم کے باب میں جو کچھ ہے وہ نبوت ہے اور جو تائید کے باب سے ہے وہ دلیل نبوت ہے۔

انبیاء کرام کی تعلیمات کے طریقوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''وآنچہ از قبیل تعلیم است حاصل شدن آں بر چند وجہ است،، اما بشنیدن سخن حق تعالیٰ چنانچہ شنیدن موسی صلوات اللہ علیہ، واما بالہام خدا،، والہام خدا ایشاں را آنست کہ علم چیزے در دل ایشاں افگند، بے آنکہ پیش از اں ایشاں را دراں استدلالی بودہ باشد یا نکس ازاں اثر یافتہ باشند، واما بر زبان فرشتہ وحی کند بہ پیغمبر، وفرشتہ باوے بگوید چنانکہ پیغمبر وے را بہ بیند وسخنش شنود چنانکہ یکے از آدمیاں را، واما فرشتہ را بفرماید، تا علم چیزے کہ او میخواہد جل وعلا در دل پیغمبر دمد وایں وحی باشد مخصوص بدل وگوش

ازاں، ہیچ نشو دانیست وجوہ تعلیم'' (ص:۱۷) جو چیزیں عنوان نبوت میں تعلیم کے قبیل سے ہیں ان کے حصول کے چند طریقے ہیں، یا نبی اللہ تعالیٰ کا کلام بلاواسطہ سماعت کریگا، جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے سماعت کیا، یا اللہ تعالیٰ الہام فرمائے گا اللہ تعالیٰ کے الہام کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کے دل میں کسی چیز کا علم ڈال دیتا ہے جو پہلے استدلال، یا تاثیر حس کی وجہ سے حاصل نہیں ہوتا، یا فرشتہ کی زبانی نبی کی طرف وحی کی جاتی ہے، فرشتہ اللہ کا پیغام اس کو سناتا ہے، نبی اس فرشتے کو بچشم خود دیکھتا بھی ہے اور اس کے کلام کو سنتا بھی ہے، جسطرح عام شخص سنتا ہے، یا اللہ تعالیٰ فرشتہ سے فرماتا ہے، جس چیز کا علم میرا نبی چاہتا ہے اس کے دل میں ڈال دے، یہ وحی کی وہ قسم ہے جو دل کے ساتھ مخصوص ہے، کان اس کو نہیں سن سکتے، یہ طریقہ ہائے تعلیم ہیں۔

پھر فرمایا وحی درخواب ہم از قسم الہام باشد اما بواسطہ ملک واما بے واسطہ'' (ص:۱۷) خواب میں وحی فرشتہ کے ذریعے ہو، یا بغیر فرشتہ کے الہام کہلاتا ہے،،

علامہ رحمہ اللہ کا کلام اس بات کی دلیل ہے کہ تعلیم جس طرح کی بھی ہو وہ نبوت ہے کیونکہ نبوت کا خاصہ لازمہ للماہیۃ ہے یہ محال شرعی ہے کہ نبوت ہو اور علم سے معریٰ ہو،، نبوت کیلئے سلسلہ، تعلیمات میں الہام بھی ہے اور بذریعہ فرشتہ وقتی ضروریات کے مطابق تعلیم دینا بھی خواص نبوت میں سے ہے، سچے خواب دیکھنا بھی لوازمات نبوت سے ہے،

علامہ رحمہ اللہ نے نبی کی تعریف میں فرمایا! جو آوازوں کو سنے، اس کو الہام کیا جائے یا وہ سچے خواب دیکھے،،

اس تعریف کے مقابل تحقیقات نے ''صفحہ نمبر ۸۸ پر نبی کی تعریف انسان بعثه الله تعالىٰ الى الخلق لتبليغ الاحكام '' جو نقل کی ہے وہ نبی کی نہیں بلکہ نبی مرسل (رسول) کی ہے جس کے بل بوتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل از نزول وحی نبوت کا انکار کرنا غلط ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نزول وحی سے قبل فرشتہ کے ذریعے تعلیم دی جاتی رہی ہے، آپ خواب بھی دیکھتے رہے، آوازوں کو بھی

سماعت فرماتے رہے،، یہ تمام امورلوازمات نبوت اور خصائص میں سے ہیں۔

بخاری شریف میں ہے:"اول ما بدء به رسول الله ﷺ الوحی الرؤیا الصالحه ثم حبب الیه الخلاء "رسول اللہ ﷺ کیلئے وحی کی ابتداء سچے خوابوں سے کی گئی، پھر آپ کیلئے گوشہ نشینی کی محبت اور رغبت پیدا کردی گئی۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا:"ثم الظاهر ان من فی قولها (من الوحی تبعیضیة لا بیانیة کما قیل ای اول ما ابتدئ به من اقسام الوحی الرؤیا الصادقة "واضح بات ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول میں،، (من الوحی) میں من تبعیضیہ ہے بیانیہ نہیں، جیسا کہ کہا گیا ہے، حدیث کا معنی یہ ہے کہ اقسام وحی سے سب سے پہلے جس سے نبوت کی ابتداء ہوئی وہ سچے خواب ہیں،، معلوم ہوا سچے خواب وحی کی اقسام میں سے ایک قسم ہے علامہ قسطلانی نے فرمایا انما ابتدء ﷺ بالرؤیا لئلا یفجاء الملك ویاتیه بالصریح النبوة بغتة فلا تحتملها القوی البشریة بدء باوائل خصال النبوة "

(ارشاد الساری، شرح مسلم للنووی)

ترجمہ: سچے خوابوں کے ساتھ آپ پر وحی کی ابتداء صرف اور صرف اس لئے کی گئی کہ اچانک فرشتہ، نبوت صریحہ کو نازل کرتا تو آپ کے قوی بشریہ اس کے متحمل نہ ہو سکتے، اس لئے خصائل نبوت کی اولیات کے ساتھ آپ کیلئے آغاز کیا گیا:

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے رؤیا صالحہ کی حکمت اور حقیقت بیان فرمائی :"لان الرؤیا الصالحة مبشرات تنبیء عن وفور انوار عالم الغیب واثار مطالع الهامات شبه به الرؤیا التی هی جزء یسیر من اجزاء النبوت وتنبیه من تنبیها تها لمشترك العقول علی ثبوت النبوة لان النبی انماسمی نبیا لانه ینبیء عن عالم الغیب الذی لا تستقل العقول بادراکه "(مرقات: ج۲)

ترجمہ: سچے خواب بشارات ہیں، جوخبر دیتے ہیں کہ عالم غیب کے انوار کثیر ہیں، اور الہامات کے مطالع (ظہور) کے آثار ہیں، (یعنی بتاتے ہیں کہ ان کے بعد الہامات کئے جارہے ہیں) عالم غیب کے انوار کثیرہ، اور مطالع الہامات کے آثار اور دلائل کو الرؤیا الصالحہ سے تشبیہ دی گئی ہے جو نبوت کے اجزاء میں سے ایک جز صغیر ہے۔

علامہ بدرالدین العینی نے فرمایا: "انما ابتداء به باول حال النبوة وتباشير الكرامة من صدق الرؤيا مع سماع الصوت وسلام الحجر والشجر عليه بالنبوة ورؤية الضوء ثم اكمل له النبوة بارسال الملك في اليقظة، وكشف له عن الحقيقة كرامة له" (عمدة القاری) رسول اللہ ﷺ کیلئے خصال نبوت کے مبادیات اور تباشیر کرامت کے ساتھ آغاز کیا گیا، یعنی آپ کی نبوت کا آغاز سچے خوابوں، غیبی آوازوں کی سماعت پتھروں اور درختوں کا یا نبی اللہ کہہ کر سلام پیش کرنے، نور اور روشنی کے مشاہدے سے کیا گیا، پھر فرشتہ کو حالت بیداری میں بھیج کر آپ کی نبوت کی تکمیل کی گئی، حقیقت سے پردے ہٹا کر آپ کو تکریم بخشی گئی،

ملا علی قاری، امام قسطلانی، امام ابن حجر عسقلانی، امام بدرالدین العینی کی مذکورہ ان تصریحات سے ثابت ہوا، کہ رویائے صالحہ نبوت کی جز ہیں، نبوت کے بنیادی اور اولین خصائل ہیں، وحی کی قسم ہے، وحی نبوت کا خاصہ ہے نزول وحی (جبریل علیہ السلام کے وحی لانے سے قبل آپ غیبی آوازوں کو سماعت فرماتے تھے، شجر و حجر آپ کو نبی مان اور نبی کہہ کر سلام پیش کرتے تھے. نور اور وسیع روشنی کا مشاہدہ فرماتے تھے،، جب یہ سب کچھ تھا اور کتب احادیث سے ثابت ہے تو پھر آپ نبی کیوں نہ تھے؟ علامہ بدرالدین العینی رحمہ اللہ کا یہ جملہ "ثم اكمل له النبوة بارسال الملك" قابل توجہ ہے تکمیل اسی لئے کی گئی کہ نبوت کا وجود اور ثبوت رسول اللہ ﷺ کیلئے نزول وحی سے قبل موجود تھا، ورنہ مکمل کرنا چہ معنی دارد؟

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: رویاء صالحہ عالم غیب کے انوار کثیرہ کی خبر دینا ہے، اور نبی وہی ہوتا ہے جو عالم غیب کی خبر دیتا ہے، لہذا رویائے صالحہ خصائل نبوت میں سے ہیں، یعنی جو نبی ہوگا رویاء صالحہ سے وہی متصف ہوگا کیونکہ رویائے صالحہ اقسام وحی میں سے ہیں وحی نبی کے علاوہ اور کسی پر نہیں ہوتی، احادیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے رویائے صالحہ ثابت ہیں لہذا نبوت بھی ثابت ہے جیسا کہ ابوعبداللہ علامہ فضل اللہ تورپشتی نے نبی کی تعریف میں فرمایا ہے۔

انبیاء سابقین کی نبوت کا آغاز بھی رویائے صادقہ سے ہوتا رہا ہے،، علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا: "مناسبة الاية للترجمة واضح من جهة ان صفة الوحي الى نبينا صلی اللہ علیہ وسلم توافق صفة الوحي الى من تقدمه من النبيين ومن جهة ان احوال الانبياء في الوحي بالرؤيا كما رواه ابو نعيم في الدلائل باسناد حسن عن علقمه بن قيس صاحب ابن مسعود رضي الله عنه قال ان اول مايؤتى به الانبياء في المنام حتى تهدء قلوبهم ثم ينزل الوحيٌ بعد ذالك " آیت کریمہ "انا اوحينا اليك " (النساء ع ۲۳) کی مناسبت ترجمہ اور عنوان کے ساتھ واضح ہے اس لحاظ سے بھی کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی کی حالت وکیفیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل تشریف لانے والے انبیاء علیہم السلام کے موافق ومطابق ہے اور اس لحاظ سے بھی کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی ابتداء وحی سچے خوابوں سے ہی ہوئی ہے جیسا کہ علقمہ ابن قیس جو کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصاحب اور شاگرد ہیں، سے ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں اسناد حسن کے ساتھ روایت نقل کی ہے کہ پہلے پہل انبیائے کرام کو خوابوں میں علوم دیئے جاتے ہیں انہیں انکشافات ہوتے ہیں حتی کہ ان کے دلوں کو سکون اور قرار حاصل ہو جاتا ہے، اور بعد ازاں ان پر بیداری میں وحی نازل کی جاتی ہے،،

توجہ طلب امر یہ ہے کہ انبیاء کرام رویائے صالحہ سے پہلے نبی ہوتے ہیں یا بعد میں یا نہ بعد میں" یہ

مسلمہ امر ہے کہ انبیاء کرام رویائے صالحہ اور نزول وحی سے قبل نبی ہوتے ہیں، اسی لئے ان پر رویائے صالحہ کی صورت میں وحی کی جاتی ہے رویائے صالحہ ان کے امر نبوت کے ثبوت اور وجود کی پہلی کڑی ہے، رویائے صالحہ کے دکھانے کا مقصد ان کے قلوب واذہان کو سکون اور طمانیت کی دولت سے مالا مال کرنا اور عالم غیب کے انوار سے روشناس کرنا، اور ضروری تعلیم دینا ہے ان تمام چیزوں سے نبی کے علاوہ کسی کو بھی مستفیض نہیں کیا جاتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: "اقام رسول اللہ ﷺ بمکۃ خمس عشرۃ سنۃ یسمع الصوت ویری الضوء سبع سنین و لا یری شیئا وثمان سنین یوحی الیہ واقام بالمدینۃ عشرا وتوفی وھو ابن خمس و ستین سنۃ"

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں پندرہ سال اس حال میں قیام پذیر رہے کہ آپ ﷺ کو غیب سے آوازیں سنائی دیتی تھیں، اور سات سال تک نور اور روشنی دکھائی دیتی رہی مگر کوئی شئی نظر نہیں آتی تھی اور آٹھ سال تک آپ پر وحی نازل ہوتی رہی، مدینہ منورہ میں آپ کی مدت اقامت دس سال ہے، پینسٹھ سال کی عمر میں آپ نے رحلت فرمائی، صاحب مشکوۃ نے اس حدیث کو متفق علیہ کہا ہے لیکن ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اتفاق نہیں کیا اور واضح کیا ہے کہ یہ حدیث بخاری میں نہیں بلکہ صرف مسلم شریف میں ہے اس حدیث میں اقامت مکہ کے پندرہ سال بتائے گئے ہیں جن میں سات سال کا عرصہ بغیر وحی کے گزرا، صرف غیبی آوازوں کو سماعت فرماتے، نور اور روشنی کا مشاہدہ فرماتے،، یہ دورانیہ بھی نبوت کا ہے، اس دوران بھی آپ نبی ہیں، علامہ بدرالدین العینی کا قول پہلے گزر چکا ہے کہ یہ خصائل نبوت ہیں،، یسمع الصوت کے تحت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: "ای صوت جبریل، آپ جبریل علیہ السلام کی آواز کو سماعت فرماتے مگر وہ نظر نہ آتے تھے،

امام طیبی نے فرمایا "یعنی انہ ﷺ کان یری من امارات النبوۃ سبع سنین" (مرقات

: ج:۱۱:ص:۱۰۳)یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں اقامت کے دوران سات سال،نور وضیاء،

اور آواز جبریل کی صورت میں علامات نبوت کا مشاہدہ فرماتے رہے،،

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی نہ ہوتے تو نبوت کی علامات آپ پر کیوں ظاہر کی جاتیں؟

امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا:''ان اللہ فطر محمدا صلی اللہ علیہ وسلم علی التوحید و بغض الاوثان الیہ ووھب لہ اول اسباب النبوۃ وھی الرؤیا''(فتح الباری)

بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو توحید اور بتوں کی عداوت پر پیدا فرمایا،اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسباب نبوت سے پہلا سبب یعنی رؤیا صالحہ عطا فرمایا،،یعنی توحید باری تعالیٰ اور بتوں سے بغض اور عداوت آپ کی فطری تخلیقی،خصلت ہے اس خصلت فطری اور حقیقت سرشتی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نبوت کا پہلا سبب اور پہلا نشان سچے خوابوں کی صورت میں عطا فرمایا،اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت فطری اور تخلیقی ہے،نزول وحی کے بعد آپ کو نبوت نہیں بلکہ رسالت عطا فرمائی گئی ہے جو آپ کی بعثت ہے ثبوت نہیں،،

باب المبعث و بدء الوحی فصل اول میں یہ حدیث موجود ہے جس کے راوی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔

''قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاربعین سنۃ فمکث بمکۃ ثلاث عشرۃ سنۃ ،یوحی الیہ الحدیث متفق علیہ '' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال عمر شریف کے مکمل ہونے پر مبعوث فرمایا گیا ہے آپ تیرہ سال تک مکہ مکرمہ میں رہے آپ کی طرف وحی کی جاتی تھی۔اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری نے فرمایا:''بصیغۃ المجھول ای جعل مبعوثا الی الخلق بالرسالۃ'' بعث مجہول کا صیغہ ہے معنی حدیث یہ ہے کہ آپ کو منصب رسالت عطا فرما کر مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا گیا،معلوم ہوا چالیس سال عمر مبارک کے مکمل ہونے پر جو وحی کی گئی وہ وحی ء رسالت ہے،وحی ء نبوت نہیں،نبوت تو آپ کی

فطری اور تخلیقی ہے۔

علامہ امام قاضی عیاض رحمہ اللہ نے نقل فرمایا:" (ومن ذالك)ای مما يدل على نبوته ورسالته (ماظهر من الايات)ای خوارق العادات (عند مولده)ای قرب ولادته ﷺ (وما حكته)ای آمنه بنت وهب انها اتيت فقيل لها قد حملت بسيدهذه الامة فاذا خرج فقولي اعيذه بواحد من شر كل حاسد (وكونه رافعاراسه)ای للدعاء (عند ما وضعته شاخصا ببصره الى السماء)كما رواه البهيقي عن الزهرى مرسلا(وما رأته)ای امه (من النور الذی خرج معه عند ولا دته)حتى رويت قصور بصرى كما رواه احمد والبهيقي عن العرباض وابی امامة ،(وما رأته اذذاك) ای وقت ولادته (ام عثمان بن ابی العاص)ای الثقفي (من تدلى النجوم)ای تزولها ودنوها تبركا بحضرته (وظهورالتور)ای الذی سطع منه باشعته (عند ولا دته حتى ماتنظر)ای ام عثمان (الا النور)وفي رواية الا النور كما رواه البهيقي والطبرانی عن ابنها عنها "ترجمہ: آپ کی نبوت اور رسالت پر دلائل میں سے وہ خوارق عادات بھی ہیں، جن کا ظہور قرب ولادت باسعادت کے وقت ہوا، ان میں سے ایک وہ روایت ہے جس کو آمنہ بنت وہب نے روایت کیا ہے کہ آنے والا آیا اور اس نے کہا کہ آپ اس امت کے سردار سے حاملہ ہیں، جب دنیا میں آئے تو یہ کہنا کہ ہر حاسد کے شر سے میں اس کو اللہ وحدہ کی پناہ میں دیتی ہوں اور جو آپ کی ولادت باسعادت کے وقت حاضر تھے انہوں نے عجیب قسم کے واقعات بیان کیے ہیں، کہ ولادت باسعادت جب ہو چکی تو آپ اپنا سر مبارک اوپر اٹھائے ٹکٹکی باندھ کر آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے، جیسا کہ امام بیہقی نے امام زہری سے حدیث مرسل روایت کی ہے،، آپ کی والدہ ماجدہ نے ولادت کے وقت دیکھا کہ آپ کے ہمراہ ایک ایسا نور نکلا ہے جس کی روشنی میں بصریٰ کے محلات دیکھ لئے، جیسا کہ امام

احمد اور محدث بیہقی نے عرباض بن ساریہ اور ابوامامہ سے روایت کیا ہے حضرت عثمان بن ابی العاص کی والدہ نے بوقت ولادت دیکھا کہ ستارے قریب آگئے ہیں یعنی آپ کے دربار اقدس سے حصول تبرک کیلئے قریب ہو گئے ہیں اور ایک ایسا نور چمکا جس کی چمک سے ام عثمان کو ہر طرف نور ہی نور دکھائی دینے لگا، ایک روایت میں ہے کہ اس نور نے ہر شئی کو منور کر دیا ہے جیسا کہ محدث بیہقی اور طبرانی نے حضرت عثمان سے ان کی والدہ کی زبانی روایت کیا ہے،

''و قول الشفاء ام عبد الرحمن بن عوف لما سقط ﷺ علی یدی و استهل قائلا یقول رحمك الله و اضاء لی مابین المشرق و المغرب حتی نظرت الی قصور الروم ،ای بارض الشام ''(شفا ء شریف :ج:ص)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی والدہ محترمہ حضرت شفاء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب آپ میرے ہاتھوں پر تشریف لائے آپ ﷺ نے باآواز بلند چھینک ماری اور فرمایا الحمد للہ (شرح میں ہے) تو میں نے سنا کہنے والے کو اس نے کہا رحمک اللہ،، میرے لئے مشرق سے لے کر مغرب تک تمام زمین روشن ہوگئی ، یہاں تک کہ میں نے ملک شام میں واقع روم کے محلات دیکھ لئے قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے ان تمام واقعات کو خوارق عادات تحریر فرمایا ہے جس سے یہ امر بہ دلائل اور خوارق عاذات سے ثابت اور مبرہن ہے کہ آپ ﷺ پیدائشی ،فطری اور تخلیقی طور پر نبی تھے،، پیدا ہوتے ہی دعا کیلئے سر اقدس کا رفع اور آسمان کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا آپ کی والدہ محترمہ کا آپ ﷺ کے ہمراہ نکلنے والے نور کی روشنی میں شام کے محلات کو دیکھ لینا ،اور حضرت عثمان بن العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کا ہر طرف نور ہی نور دیکھنا اور ہر شئی کا منور ہونا امور عادیہ سے نہیں بلکہ خوارق عادات ہیں جو آپکی نبوت کیلئے دلائل حسیہ ہیں جن کا انکار اور جن سے مفر ممکن نہیں ،مزید یہ کہ حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کا قول آپ کے پیدائشی نبی ہونے پر دلیل قطعی ہے کیونکہ بلند آواز سے چھینک آنے کے بعد الحمد للہ کہنا نبی کے علاوہ کسی بھی

شخص کیلئے ممکن ہے نہ روا'

عیسیٰ علیہ السلام نے گہوارۂ بچپن میں کلام کیا اور عبدیت اور نبوت کا اعلان فرمایا مگر رسول اللہ ﷺ نے دنیا میں آتے ہی اللہ کی حمد بیان کی، خوارق عادات کی صورت میں موجود، اور ثابت شدہ ان دلائل کی موجودگی میں نزول وحی سے قبل آپ کو نبی نہ ماننا یا نبوت بالقوہ کا قول کرنا غلط ہے،،

غلام محمد بندیالوی کے ساتھ علامہ کا لقب ہے، علامہ علوم عقلیہ ونقلیہ مین مہارت رکھنے والے عالم کو کہا جاتا ہے ساتھ ہی بندیالوی لکھ کر یہ تاثر دیا کہ وہ منطق میں بھی علامہ ہیں، مگر رسول اللہ ﷺ کیلئے نزول وحی سے قبل نبوہ بالقوہ کے قول کے ذریعے رسول اللہ ﷺ سے پیدائشی ،فطری اور تخلیقی نبوت کا انکار کیا ہے،، کیونکہ بالقوہ ،بالفعل کے مقابل ہے بالفعل وہ جو موجود فی الخارج حسی طور پر ہو، کتابت بالفعل اسی وقت ہوگی جب کہ وصف کتابت عملی اور حسی طور پر موجود ہو ،بالقوہ میں صلاحیت اور استعداد ہے جو امر باطن ہے حسی طور پر خارج میں موجود نہیں، خارج میں لائے جانے کے امکانات ہیں جن میں ایک ماہیت کے کثیر التعداد افراد کی شرکت متحقق ہے بلکہ اس ماہیت کے ہر فرد کا اس استعداد سے متصف ہونا اور اس کا حامل ہونا ضروری قانونی تقاضا ہے،، غلام محمد بندیالوی شرقپوری خود لکھتے ہیں کیونکہ ہر فرد انسانی کا بالقوہ کاتب ہونا ضروری ہے(تحقیقات :۳۱)

رسول اللہ ﷺ کی نبوت کو بالقوہ ماننا تحقق فی الخارج اور فطری نبوت کے انکار کو مستلزم ہے کیونکہ بالقوہ ہونیکی صورت میں تحقق فی الخارج ہوگا نہ شرکت افراد انسانیت سے مانع ہوگی ،جبکہ آپ ﷺ کی نبوت متحققہ فی الخارج ہے اور اس پر آثار و دلائل کا معتد بہ ذخیرہ موجود ہے۔

حافظ، امام بیہقی نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی تخریج کی ہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کے دین میں میرے داخل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ میں نے آپ کے نبی ہونیکی ایک علامت دیکھی تھی :" رأيتك فـــي

المهد تناغي القمر وتشير اليه باصبعك فحيث اشرت اليه مال قال ،انی کنت احدثه ويحدثنی ويلهينی عن البکاء واسمع وجبته حين يسجد تحت العرش ،،ثم قال تفرد به الليثی وهو مجهول ''(البدايه والنهايه :ج :ص:)

میں نے آپ کو پنگھوڑے میں چاند سے باتیں کرتے ہوئے دیکھا تھا اور اس کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے بھی ،پس آپ جس طرف اشارہ کرتے چاند ادھر کو ہو جاتا ،،آپ ﷺ نے فرمایا: میں چاند سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھ سے،،باتوں کے ذریعے رونے سے روکتا تھا جب چاند عرش عظیم کے نیچے سجدہ کرتا تو اس کے سجدہ کرنے کی آواز کو میں سنتا تھا ،اگر چہ محدث بیہقی نے اللیثی راوی کو مجہول کہا تاہم فضائل میں یہ روایت مقبول اور قابل عمل ہے،،

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ نے اس روایت پر اعتماد کرتے ہوئے ان الفاظ میں اس کا ترجمہ فرمایا ہے:

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

اس روایت میں ''امارۃ لنبوتك '' کے الفاظ آپ کی پیدائشی ،فطری اور خارجی نبوت کی دلیل ہیں ،چاند کی طرف اشارہ فرمانا ،چاند کا ادھر ہی ہو جانا ،چاند سے باتیں کرنا ،چاند کا آپ سے باتیں کرنا اور رونے نہ دینا ،چاند کا عرش عظیم کے نیچے سجدہ کرنا اس کی آواز کا سماعت فرمانا دلائل نبوت ہیں ،خوارق عادات ہیں کیونکہ مہد طفولیت مین ان امور کا صدور اور وجود امور عادیہ سے نہین بلکہ خوارق عادات سے ہے ،جو آپ کی نبوت پر سورج کی روشنی سے بھی زیادہ روشن دلائل ہین ،اسی روایت سے ملتی جلتی روایت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نے بھی تحریر کی ہے ،کہ حضرت عباس نے پوچھا یا رسول اللہ (ﷺ) چاند آپ کے ساتھ کیا معاملہ کرتا تھا اور آپ ان دنوں چہل روزہ تھے آپ نے فرمایا مادر مشفقہ نے میرا ہاتھ مضبوط باندھ دیا تھا اس کی اذیت سے مجھے رونا آتا تھا اور چاند منع کرتا تھا ،حضرت عباس نے عرض کیا آپ ان دنوں چہل روزہ تھے یہ

حال کیوکر معلوم ہوا فرمایا لوح محفوظ پر قلم چلتا تھا اور میں سنتا تھا، حالانکہ شکم مادر میں تھا، بلفظہ۔
(مجموعۃ الفتاوی: ج:۲:ص:۹۷، مطبوعہ یوسفی واقع لکھنو)

معلوم ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس روزہ تھے اور آپ چاند سے باتیں کرتے تھے، اور چاند آپ کو باتوں میں مصروف اور مشغول کر کے رونے سے روکتا تھا اور جدھر انگلی مبارک سے اشارہ فرماتے تعمیل حکم کرتے ہوئے چاند ادھر ہی ہو جاتا، چاند کے سجدے کی آواز سماعت فرماتے، غور طلب امر یہ ہے نبوت کے علاوہ عام انسان کیلئے یہ افعال اور یہ اوصاف ممکن ہیں ہرگز نہیں قرآن حکیم نے گفتگو کی حد تک حضرت عیسی علیہ السلام کی مثال بیان فرمائی ہے حضرت یوسف اور حضرت جریج کی پاکدامنی اور صفائی پر بچوں کی گفتگو کا ثبوت ملتا ہے یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی پر بچے کا بولنا خرق عادت ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے نبی ہونے اور حضرت جریج کی صفائی اور بے گناہی پر بچے کا بول اٹھنا خرق عادت ہے جو حضرت جریج کے ولی ہونیکی دلیل ہے مگر رسول اللہ کے افعال اور اوصاف بلند پایہ اور بے مثال ہیں ان کی تاثیر اور جائے انتہاء آسمان ہے،، چاند کا واقعہ تو عالم دنیا کا ہے، مگر لوح محفوظ پر قلم کے چلنے کی آواز اور فرشتوں کے عرش عظیم کے نیچے تسبیح پڑھنے کی آواز کے معاملات کا تعلق تو شکم مادر (رضی اللہ عنہا) سے ہے، یہ فوق الفطرت قوت اور خصائص صرف اور صرف نبی کو دیئے جاتے ہین،، اور نبی ہی ان خوارق عادات کے صدور اور وقوع کا مرکز اور منبع ہوتا ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بقاء اور اس کا استمرار نزول وحی سے قبل نہ ہوتا تو یہ خوارق عادات ہرگز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر نہ ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز ان کی علت اور وجہ ثبوت وظہور نہ ہوتے،،

انبیاء کرام وحی سے قبل بھی نبی ہوتے ہیں

امام شہاب الدین ابن حجر ہیثمی مکی رحمہ اللہ نے قصیدہ ہمزیہ کے اس شعر کی توضیح اور تشریح کرتے ہوئے فرمایا:

فاستبانت خدیجة انه　　　كنز حاولته و الكيمياء

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے معلوم کرلیا کہ یہی وہ مخفی کنز اور کیمیاء ہیں جس کے حاصل کرنے کا انہوں نے ارادہ کر رکھا تھا

"اشار بذكر ماوقع لخديجة الى سبب ذالك وهو قصة ابتداء بعثته صلی اللہ علیہ وسلم وحاصلها انه صلی اللہ علیہ وسلم لما بلغ الاربعين سنة قيل و كسرا بعثه الله تعالىٰ يوم الا ثنين كما في خبر مسلم في سبع عشر من رمضان وقيل لثمان من ربيع الاول وقيل كان في رجب رحمة اللعالمين ورسولا الىٰ كآفة الخلق اجمعين كما قال صلی اللہ علیہ وسلم ارسلت الخلق كآفة"

ترجمہ: اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کیلئے سبب بنا، وہ یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف چالیس سال ہوگئی اور بقول بعض چالیس سال سے قدرے زائد ہوگئی تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا، یہ بعثت بروز سوموار سترہ رمضان اور بقول بعض آٹھ ربیع الاول کو ہوئی، اور بقول بعض ماہ رجب میں ہوئی، اور یہ بعثت بحیثیت رسول کافۃ الخلق اور رحمۃ للعالمین کے ہوئی جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا مجھے ساری مخلوق کیلئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔،

علامہ رحمہ اللہ کے کلام سے واضح ہوا کہ عمر شریف کے چالیس سال مکمل ہونے پر آپ کی بعثت ہوئی ہے اور بحیثیت نبی نہیں ہوئی بلکہ بحیثیت رسول کائنات اور بحیثیت رحمۃ اللعالمین ہوئی ہے اور اس بعثت خاصہ کی حقیقت اور مفہوم وعنوان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تائید اور توثیق

حاصل ہے،،

علامہ موصوف کے نزدیک آپ وقت ولادت سے نبی تھے تو اب مجاہدہ اور ریاضت، خلوت وعزلت کے ذریعے اس کے طلب کرنے کا تو ہم ہی کیسے ہوسکتا تھا اور اس کے ازالہ کی ضرورت کیا ہوسکتی تھی کیونکہ حاصل شدہ چیز کا دوبارہ حاصل کرنا ہر عقل مند کے نزدیک محال اور ناممکن ہے اور تحصیل حاصل قطعا جائز اور روا نہیں ہے،، (تحقیقات:ص:۲۱۲)

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی فرماتے ہیں''وصح عن الشعبی انه قال انزلت علیه النبوة وهو ابن اربعین سنة فقرن بنوته اسرافیل ثلاث سنین وکان یعلمه الکلمة والشیء ولم ینزل علیه القرآن علی لسانه فلما مضت ثلاث سنین قرن بنوته جبریل علیه السلام بالقرآن علی لسانه عشرین سنة''

ترجمہ: حضرت امام شعبی سے مروی ہے کہ چالیس سال عمر شریف کے مکمل ہونے پر آپ پر نبوت نازل کی گئی، آپ کی نبوت کے ابتدائی تین سالوں میں حضرت اسرافیل علیہ السلام امور نبوت میں آپ کے ساتھی اور مصاحب رہے جو آپ کو ایک کلمہ یا اس سے زائد ضروری چیز کی آپ کو تعلیم دیتے تھے، لیکن ان کی زبانی آپ ﷺ پر قرآن کا نزول نہیں ہوا، تین سال گزرنے کے بعد آپ کی نبوت کے مصاحب جبریل علیہ السلام بنے اور ان کی زبانی بیس سال کے عرصہ قرآن پاک کا نزول ہوا، علامہ رحمہ اللہ کے کلام سے ثابت ہوا کہ نزول وحی سے قبل بھی آپ نبی تھے، کیونکہ بقول امام شعبی نزول نبوت کے بعد تین سال تک امور نبوت کی تعلیم میں حضرت اسرافیل علیہ السلام مامور رہے جو ایک کلمہ یا اس سے زیادہ کی صورت میں تعلیم دیتے رہے ،قرآن حکیم نازل نہیں ہوا، ایسی صورت میں نبوت تو ہے مگر تبلیغ موجود ہے نہ فرض، اگر نبی کیلئے تبلیغ فرض ہو تو یہ دورانیہ نبوت کا نہ ہوگا جبکہ یہ دورانیہ نبوت کا ہے، بقول امام شعبی اسرافیل علیہ السلام کی تعلیم نزول نبوت کے بعد شروع ہوئی جس کا دورانیہ تین سال ہے،،

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''و نبی بمذہب ایشاں لازم نیست کہ داعی و مبلغ باشد بلکہ اگر وحی کردہ شد بسوئے وے درخاصہ نفسی وے بس است کما تقرر فی موضعہ'' (اشعۃ اللمعات :ج:۳:ص:۶۳۶)

ترجمہ: محدثین کے نزدیک یعنی ان کے مذہب میں نبی کیلئے داعی اور مبلغ ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اگر اس کی طرف وحی کی جائے صرف اس کی اصلاح نفس کیلئے (جیسا کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو اعلان نبوت سے پہلے تین سال تک مقرر فرمایا گیا) تو یہ بھی اس کے نبی ہونے کیلئے کافی دلیل ہے۔

علامہ فضل اللہ التوریشتی نے فرمایا: ''حق تعالیٰ دراول نبوت پیغمبر ﷺ مدتے فرشتہ را موکل او کردہ بود تا او یرا از آنچہ ضرورت وقت او بود در طریق عبودیت آگاہ میکرد در حدیث بدیں لفظ آمدہ است کہ ''فکان یعلمہ الکلمۃ او الکلمتین'' ودریں زمان خوابہائے راست میدید وایں نبوت بود،، (المعتمد فی المعتقد :ص ع ۸۴)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی ابتدائی نبوت میں ایک معین مدت تک فرشتے کو مامور فرما رکھا تھا جو آپ کو طریق عبودیت (اصلاح نفس) میں وقتی ضروریات سے آگاہ کرتا، اور یہ طریقہ آگاہی و تعلیم حدیث پاک میں ان الفاظ سے بیان ہوا ہے ،یعلمہ الکلمۃ و الکلمتین اور اسی زمانہ تعلیم میں آپ ﷺ سچے خواب بھی دیکھتے رہے تھے، اسرافیل علیہ السلام کا شخصی تعلیم کیلئے مامور فرمایا جانا اور سچے خوابوں کا دیکھنا نبوت اور آپ کا نبی ہونا ہی تو ہے۔

آگے فرمایا بعد ازیں جبریل بوے آمد وے را فرمود تا اہل مکہ را بتوحید دعوت کند آنگاہ بود نبوت و رسالت''

ترجمہ: شخصی اصلاح اور تعلیم کے بعد جبریل علیہ السلام کو آپ کی طرف بھیجا گیا کہ اہل مکہ کو دعوت توحید دیں یہ وقت (نزول جبریل) کے بعد رسالت کا ہے اور پہلے نبوت کا تھا۔

مندرجہ بالا تصریحات سے ثابت اور واضح ہوا کہ تحقیقات نے، ص:۸۸، پر نبی کی تعریف: انسان بعثہ اللہ الی الخلق لتبلیغ الاحکام جو کی ہے یہ نبی کی نہیں بلکہ رسول کی ہے اور اس کی دو وجہیں ہیں:

۱: تبلیغ احکام کیلئے سابق نبی یا رسول کی کتاب اور شریعت کا وجود ضروری ہے۔

۲: بذریعہ وحی اس کتاب کے احکامات کی اتباع اور تبلیغ کرنے کا حکم دیا گیا ہو۔

رسول اللہ ﷺ ماقبل کسی شریعت اور کسی نبی کے متبع، پیروکار نہ تھے،، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''وظاہر آنست کہ از جانب حق نور رشد وہدایت در دل مے تافتہ بود کہ بداں مقرب ومرضی درگاہ بعمل مے آید بے اتباع شریعتے'' (اشعۃ اللمعات: ج:۳: ص:۵۰۶)

ترجمہ: ظاہر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رشد وہدایت کا ایک نور آپ کے قلب اطہر میں تاباں تھا جس کی بدولت آپ ﷺ ایسی عبادت کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ احدیت میں قریب کرنے والی اور پسندیدہ تھی، آپ کسی بھی شریعت کے پیروکار نہ تھے۔

۳: جب یہ ثابت ہوا کہ نزول قرآن جبریل علیہ السلام کی زبانی ہوا، اسرافیل علیہ السلام نے اپنی زبانی آپ پر قرآن نازل نہیں فرمایا تو تبلیغ الاحکام کا حکم اور ذمہ داری زمانہ اسرافیل سے نہیں بلکہ زمانہ جبریل علیہ السلام سے ہے، اور یہ زمانہ رسالت کا ہے نبوت کا نہیں،، لہذا نبوت کیلئے نزول وحی کو لازم قرار دینا غلط ہے بلکہ نبوت کیلئے کسی بھی فرشتے کا اصلاح نفس کیلئے آنا، مصاحب ہونا ہی ہونے کیلئے کافی ہے جیسا کہ شیخ محقق کا فرمان'' (اشعۃ اللمعات: ج:۳: ص:۶۱۳، سے پہلے نقل ہو چکا ہے۔

مزید یہ کہ علامہ فضل اللہ التورپشتی نے آمد جبریل کے زمانے کو رسالت کہا ہے،،

۴: لتبلیغ الاحکام کا حکم نبوت عملی سے ہے یعنی حسی طور پر نزول وحی اور اثرات وحی کا وجود متحقق ہو، تبلیغ کا حکم دیا گیا ہو متعلقہ نبی نے دعوی نبوت بھی کر دیا ہو، حجت نبوت (معجزات) سے بھی مزین فرمایا گیا ہو۔

غارحراء میں نزول قرآن سے قبل آپ ﷺ لتبلیغ الاحکام کے مکلّف نہ تھے۔

ملاعلی قاری علیہ الرحمہ نے نبوت اور رسالت کے درمیان فرق واضح کرتے ہوئے فرمایا:"وھو البعثة المجردة الحاصلة بالوحی فقط ،وتسمی النبوة اومنضمة الی تبلیغ الغیر وتسمی الرسالة "شرح شفاء :ج ص:)

نبوت اور رسالت بعثت (منتخب کرنے ،بھیجنے) کا نام ہے،اگر بعثت بدوں تبلیغ غیر بذریعہ وحی ہوتو نبوت ہےاوراگر بعثت بذریعہ وحی تبلیغ غیر کیلئے ہوتو رسالت ہے،چالیس سال کی تکمیل پر غارحراء میں جبریل علیہ السلام جووحی بصورت نزول قرآن لیکر آئے ،دعوت توحیداور تبلیغ احکام کیلئے تھی ،لہٰذا یہ وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ءرسالت ہے،،

اس وحی سے نبوت کوثابت کرنااوراس وقت سے آپ کی نبوت کاتعین کرناغلط ہے،،☆ تامّل حق التامل ☆

نبوت کاآغاز،اورقانون خداوندی

امام ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں:

"علی ھذا فابتداء النبوة بالرؤیا وقع شھر مولدہ وھو ربیع الاول بعد اکمالہ اربعین سنة وابتداء وحی الیقظة وقع فی شھر رمضان "(جلداوّل :ص:)

ترجمہ :اس بناء پرآپ ﷺ کی نبوت کی ابتداءعمر شریف کے چالیس سال پورے ہونے کے بعد سچے خوابوں کے ذریعے ولادت پاک والے مہینے ربیع الاول میں ہوئی ،اور بیداری والی وحی کی ابتداءرمضان المبارک سے ہوئی،

مزیدفرمایا:"ان اول احوال النبیین فی الوحی الرؤیا کما رواہ ابونعیم فی الدلائل باسنادحسن عن علقمة بن قیس صاحب ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان اول

مایؤتی به الانبیاء فی المنام حتی تھدأ قلوبھم ینزل الوحی بعد فی الیقظۃ“

(جلد اول ،ص:۴)

ترجمہ: بلا شبہ انبیاء کی وحی کی ابتداء خوابوں کے ساتھ ہوتی ہے جیسا کہ حضرت علقمہ بن قیس جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصاحب ہیں سے مروی ہے کہ پہلے پہل انبیاء علیہم السلام کو وحی حالت نیند میں کی جاتی ہے تا کہ ان کے دل مطمئن اور پرسکون ہو جائیں پھر حالت بیداری میں وحی کا نزول ہوتا ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے نبوت کا ایک اصول اور کلیہ بیان کیا ہے کہ نبوت کی پہلی شرط یہ ہے کہ اس کو وحی خفی کی جائے یعنی بحالت خواب اس پر وحی کی جائے اور یہ شرط لازم اس لئے ہے کہ آنے والے معاملات نبوت کیلئے ان کے قلوب واذہان سکون وطمانیت حاصل کرلیں ،خوف وہراس، کی کیفیت پیدا نہ ہو، اور دوسری شرط نبوت یہ ہے کہ بیداری کی حالت میں وحی کی جائے ،اگر عالم رویاء میں وحی ہو تو وہ بھی اسی طرح وحی ہے جس طرح حالت بیداری میں کی جانے والی وحی ،وحی ہے فرق صرف نینداور بیداری کا ہے جب اس نوع اور ان اقسام کی وحی خاصہ نبوت ہے تو رویائے صالحہ والا زمانہ نبوت ہے جس پر وحی کے آثار اور انوار موجود ہیں ، جب یہ بھی زمانہ نبوت ہے تو یہ کہنا کہ نبوت کیلئے نزول وحی کا ہونا ضروری ہے اور نبوت کا تحقق اور ثبوت بھی نزول سے ہوگا غلط ثابت ہوا، نزول وحی کا دور تو بعد کی بات ہے۔

رویاء صالحہ نبوت کی خبر ہے :”رویاء الصالحۃ جزء من ستۃ واربعین جزء من النبوۃ “(متفق علیہ)

سچے خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہیں ، جب رویائے صالحہ جز ونبوت ہیں تو جس دور میں ان کا تحقق اور ثبوت ہوگا وہ دور، نبوت کا دور ہوگا ،لیکن یہ دور وحی منامی کا ہے وحی ء بیداری کا نہیں ،لیکن تحقیقات :ص:۸۸، پر نقل شدہ تعریف انسان بعثہ اللہ تعالیٰ الی

الخلق لتبلیغ الاحکام اس پر صادق نہیں آرہی۔

تحقیقات میں ہے: تمام محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ رویائے صالحہ صادقہ کا سلسلہ آپ کو چالیس سال کی عمر شریف کے قریب پیش آیا اور چھ ماہ تک یہ سلسلہ جاری رہا، اور اس دوران غار حراء میں خلوت اختیار فرمائی۔ (ص: ۱۹۰)

محدثین کا مذہب دربارۂ نبوت

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نقل فرماتے ہیں: ''مذہب محدثان آنست کہ آنحضرت ﷺ در مدت شش ماہ بمرتبہء نبوت مخصوص بود و مکلف بود بہ تہذیب نفس شریف خود خاصۃ پس ازاں مامور گشت بدعوت وابلاغ کہ نزد ایشاں معنی رسالت است و نبی بمذہب ایشاں لازم نیست کہ داعی ومبلغ باشد بلکہ اگر وحی کردہ شود بسوئے وے بر خاصہ نفسی وے بس است کما تقرر فی موضعہ'' (اشعۃ اللمعات: ج: ۳: ص: ۶۳۶)۔

محدثین کا مذہب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ چھ ماہ تک مرتبہء نبوت تک محدود اور مخصوص تھے، اور صرف اپنے نفس کی تہذیب اور ترتیب کے مکلف تھے بعد ازاں آپ دعوت خلق اور تبلیغ پر مومور ہوئے جو کہ محدثین کے نزدیک منصب رسالت ہے اور ان کے مذہب میں نبی کیلئے داعی اور مبلغ ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اس کی طرف اگر صرف اصلاح نفس کیلئے وحی کی جائے تو یہ بھی اس کے نبی ہونے کیلئے کافی ہے۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کے کلام سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

ا: محدثین کے نزدیک رسول اللہ ﷺ چھ ماہ تک نبوت مخصوصہ محدودہ کے مرتبہ پر فائز تھے اس دوران آپ صرف اپنے نفس کی اصلاح اور تربیت کے مکلف تھے، یعنی یہ نبوت فقط آپ کی ذات تک محدود تھی یہ وہی عرصہ ہے جو رویائے صادقہ اور غار حراء میں خلوت نشینی کا ہے۔

۲: یہ وحی خفی کا دور ہے محدثین کے نزدیک یہ دور نبوت ہے باوجودیکہ حالت بیداری میں وحی کا

نزول نہیں ہوا،

۳: چھ ماہ کے بعد جو وحی کا نزول ہے یہ وحی ءنبوت نہیں بلکہ وحی ءرسالت ہے کیونکہ اس وحی کے نزول پر آپ ﷺ کو دعوت و تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے،،

۴: محدثین کے مذہب پر تحقیقات کی نقل کردہ نبوت کی تعریف :ص:۸۸: نبی کی نہیں بلکہ رسول کی ہے جبکہ موضوع رسالت زیر بحث ہی نہیں،

۵: مزید یہ کہ شیخ محقق رحمہ اللہ کا مذہب دربارۂ نبوت وہی ہے جو محدثین کا ہے۔

۶: محدثین کے نزدیک نبوت کیلئے حالت بیداری میں وحی کا آنا ضروری نہیں ،وحی ءمنامی بھی ثبوت نبوت کیلئے کافی اور شافی ہے۔

۷: اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ جن علمائے عظام نے چالیس سال کی تکمیل پر وحی کے آنے کا نقل فرمایا ہے ان کی مراد نبوت والی وحی نہیں بلکہ رسالت کی وحی ہے۔

حضرت برہ بنت ابی تجراۃ سے مروی ہے کہ ''ان رسول الله ﷺ حين اراد الله كرامته وابتداءه بالنبوة (الى) فلا يمر بحجر ولا شجر الا قال السلام عليك يا رسول الله ''(بحوالہ تحقیقات :ص:۱۹۷)

جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بزرگی عطا فرمانے ،اور نبوت کا آغاز فرمانے کا ارادہ فرمایا تو آپ جس پتھر اور جس درخت کے پاس سے گزرتے وہ عرض کرتا'' السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ ''توجہ طلب امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بزرگی اور سیادت عطا فرمانے اور نبوت کا آغاز فرمانے کا ارادہ فرمایا ہے، بالفعل اور عملی طور پر نبی نہیں بنائے گئے نبوت دیئے جانے سے قبل شجر حجر آپ کو یا رسول اللہ کہہ کر کیوں سلام کرتے تھے، شجر و حجر کا سلام کرنا بولنا معجزہ ہے اور معجزہ ادعاءِ نبوت کے بعد ہوتا ہے اگر خرق عادت ادعائے نبوت سے پہلے ہو تو ارہاص ہے،، حضرت برہ بنت ابی تجراۃ ،نبوت دیئے جانے کی بات کر رہی ہیں اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ یہ ارہاص ہے اور ارہاص نبوت

ہے تو شجر و حجر آپ کو یا رسول اللہ کیوں کہہ رہے ہیں؟

شجر و حجر کے خارق عادت کلام کو دیکھا جائے تو یہ ارہاص نبوت نہیں بلکہ ارہاص رسالت ہے،، ماننا پڑیگا شجر و حجر کا خارق عادت کلام معجزہ بھی ہوسکتا ہے کیونکہ نزول وحی الرسالت سے قبل آپ نبی ہیں جیسا کہ چند سطور پہلے محدثین کا کلام اور مذہب نقل ہو چکا ہے۔

نبی ہونے کے ناطے یہ معجزہ ہے چونکہ عنقریب آپ کو نبوت جلی یعنی نبوت دعوت و تبلیغ کا منصب عطا ہونے والا ہے جو در حقیقت رسالت ہے اس لحاظ سے یہ رسالت کیلئے ارہاص بھی ہوسکتا ہے

نبوت اور رسالت میں فرق

نبوت ورسالت کے بارے میں ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا:''هو البعثة المجردة الحاصلة بالوحی فقط وتسمى النبوة او منضمة الى تبليغ الغير وتسمى الرسالة وهى فى حد ذاتها شىء واحد ''(شرح شفاء :ج۱ص۴۰:)

اگر بعثت صرف وحی کی حد تک ہو تو نبوت ہے اور اگر بعثت دوسروں کی تبلیغ کیلئے ہو تو رسالت ہے حقیقت میں یہ ایک ہی چیز ہے لہٰذا حضرت برابنت ابی تجرات رضی اللہ عنہا کے قول میں النبوۃ سے مراد رسالت بھی ہوسکتی ہے۔

چالیس سال کی عمر مکمل ہونے پر آپ رسول بنے، مفسرین کے اقوال

حضرت علامہ ملا جیون رحمہ اللہ نے فرمایا:''فلما بعث محمد ﷺ بالرسالة وكان ابن اربعين سنة دعاه (ابابكر)فامن به ''(تفسیرات احمدیه :ص۳۴۴)

جب محمد ﷺ رسالت کے ساتھ مبعوث ہوئے تو آپ چالیس سال کے تھے تو آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دعوت اسلام دی تو وہ آپ پر ایمان لائے۔

شیخ احمد صادی مالکی رحمہ اللہ نے فرمایا :''فلما بلغ رسول الله ﷺ اربعين سنة واكرمه

الله تعالیٰ بالنبوۃ واختصہ برسالتہ امن بہ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ وصدقہ "(الصاوی علی الجلالین :ج:۴)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کی عمر کو پہنچے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی نبوت سے نوازا اور رسالت سے نوازا، اور مشرف فرمایا، ابوبکر صدیق آپ پر ایمان لائے ،، اور آپ کی تصدیق فرمائی،،

ابومنصور ماتریدی رحمہ اللہ نے فرمایا:"فھو یخرج علی وجھین احدھما وما کنت ترجوا وان کنت مطیعا ای خاضعا ان یلقی الیك الکتاب وینزل علیك وتصیر رسولا" الخ" (تاویلات اہل سنت:ص:۲۰۶، بحوالہ تحقیقات) اس آیہ کریمہ کے دو مطلب ہیں، اول یہ کہ اگرچہ آپ اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرماں بردار تھے متواضع اور منکسر مزاج تھے لیکن آپ کو یہ امید نہیں تھی کہ آپ پر کتاب کا القاء اور نزول ہوگا، اور تم رسول بن جاؤ گے۔

ابوالعالیہ کی تفسیر میں ہے:"ماکنت تدری قبل الوحی ان تقرء القرآن ولا کیف تدعوا الخلق الی الایمان "ترجمہ: آپ نزول وحی سے قبل قرآن مجید کی قرأت اور تلاوت نہیں جانتے تھے اور نہ یہ کہ لوگوں کو ایمان کی طرف دعوت کس طرح دینی ہے۔

(تحقیقات:۱۶۷)

ان مفسرین کے اقوال سے معلوم ہوا کہ، جبریل علیہ السلام غار حراء میں جو وحی لائے تھے وہ وحی ء رسالت تھی نہ کہ وحی ء نبوت کیونکہ وہ وحی حالت بیداری میں تھی اور برائے دعوت وتبلیغ کے علاوہ وحی بالقرآن تھی، یہ رسالت ہے نبوت نہیں۔

متکلمین کے نزدیک نبوت اور رسالت

ملا علی قاری علیہ الرحمہ کے نزدیک نبوت بعثت کا نام ہے اگر بعثت بذریعہ وحی جلی کے ہو اور تبلیغ

ودعوت کیلئے ہوتو رسالت ہے، نبوت نہیں ،جن علمائے امت نے چالیس سال کے اختتام پر وحی کے نزول سے نبوت تحریر کی ہے ملا علی قاری رحمہ اللہ کے بقول اس نبوت سے مراد بعثت ہے.، محدثین کے مذہب پر وحی برائے اصلاح اور تربیت نفس نبوت کیلئے کافی ہے دعوت وتبلیغ شرط نہیں ،ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا:"الاشھر فی الفرق بینھما من المنقول بان النبی اعم من الرسول اذا لرسول من امر بالتبلیغ ،والنبی من اوحی الیہ اعم من ان یؤمر بالتبلیغ ام لا ،قال القاضی عیاض والصحیح الذی علیہ الجمھور ان کل رسول نبی من غیر عکس وھو اقرب من نقل غیرہ الاجماع علیہ لنقل غیر واحد الخلاف فیہ فقیل النبی مختص بمن لایؤمر وقیل ھما مترادفان واختارہ ابن الھمام "شرح فقہ اکبرؒ":مطبع سعیدی کراچی)

نبی اور رسول کے درمیان جو مشہور ترین فرق نقل کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ نبی رسول سے عام ہے کیونکہ رسول وہ ہوتا ہے جو تبلیغ پر مامور ہو،اور نبی وہ جس پر صرف وحی کی جائے تبلیغ کا حکم دیا گیا ہو یا نہ؟ یہ قاضی عیاض کا قول ہے لیکن صحیح فرق وہی ہے جو جمہور کا قول ہے وہ یہ کہ ہر رسول نبی ہے اور ہر نبی رسول نہیں ، باقی تمام منقولات سے یہ صحت کے زیادہ قریب ہے کیونکہ یہ قول جمہور ہے کہ نبی مختص ہے جس کو تبلیغ کا حکم نہ دیا گیا ہو۔ایک قول یہ بھی ہے کہ نبوت اور رسالت ہم معنی ہیں، محقق ابن الھمام کا یہی مختار ہے،جن روایات اور اقوال میں چالیس سال کے بعد نبوت دیئے جانے کا ذکر ہے اس سے مراد رسالت ہے کیونکہ جبریل آمین رسالت لائے تھے جیسا کہ امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے، جب سورۃ اقراء نازل ہوئی تو آپ ﷺ کو فضیلت رسالت حاصل ہوئی۔ (مطلع القمرین:۱۲۳)

تحقیقات کے آخری بیرونی ٹائٹل پر یہ کہا گیا ہے کہ یہاں رسالت سے مراد نبوت ہے اس تاویل کی چنداں ضرورت نہ تھی کیونکہ عبارت صریحاً معنی رسالت پر دلالت کر رہی ہے ظاہری معنی سے

تبدیلی کیلئے مجبوری اور قرینہ صارفہ کا ہونا ضروری ہے لیکن اس کا مفہوم یہ ہوا کہ نبوت اور رسالت ہم معنی ہیں، جب ہم معنی ہوئے تو جہاں، جہاں یہ آیا ہے کہ چالیس سال کی تکمیل پر آپ کو نبوت دی گئی اس سے مراد رسالت ہے کیونکہ یہ وہ نبوت ہے جو ماموره بدعوت وتبلیغ ہے نبوت اور رسالت مرادف الفاظ ہیں، ترادف معنوی کی بنیاد پر روایات واقوال میں آنے والا لفظ نبوت کا معنی رسالت ہوگا، کیونکہ وحی، جبریل قرآن حکیم ہے،، اور یہ نبوت مقرون بہ دعوت وتبلیغ اور مقرون بہ کلام الٰہی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بعثت اگر فقط بذریعہ وحی ہو تو نبوت ہے اور اگر بذریعہ وحی، برائے دعوت وتبلیغ ہو تو رسالت ہے اور یہی مذہب جمہور ہے،، شرح مقاصد میں ہے:"والرسول نبی معه کتاب "رسول وہ نبی ہے جو صاحب کتاب ہو، والنبی غیر الرسول من لا کتاب معه ،، نبی وہ ہے جو صاحب کتاب نہ ہو علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے فرمایا:"من یکون معه کتاب او شــــرع" جو صاحب کتاب یا صاحب شریعت ہو وہ رسول ہے علامہ چلپی نے فرمایا :"والاقرب ماقیل ان الرسول هو الذی انزل علیه الکتاب "رسول وہ ہے جس پر کتاب نازل کی گئی ہو،"اوامر بحکم لم یکن قبله " یا ایسے حکم کی تبلیغ کا حکم دیا گیا ہو جس کا وجود پہلے سے نہ ہو، وان لم ینزل علیه کتاب "اگر چہ اس پر کتاب نازل نہ کی گئی ہو "والنبی اعم "اور نبی اعم ہے،"وقیل من انزل علیه جبریل" جس پر جبریل نازل ہو "وامر ہ بالتبلیغ "اور اسکو تبلیغ کا حکم دیا گیا ہو،"والنبی غیر الرسول من سمع صوتا اوقیل له فی المنام انك نبی فبلغ النبوۃ واعطی المعجزۃ "نبی رسول نہیں کیونکہ جو غیبی آوازیں سنے یا نیند میں اس کو کہا جائیکہ تو نبی ہے وہ نبی ہوتا ہے اور اس کو معجزہ بھی دیا جاتا ہے۔

شرح عقائد نسفیہ میں ہے کہ رسالت :"هو سفارۃ العبد بین الله سبحانه وبین ذوی الالباب " بندے کی سفارت کاری کا نام ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اہل عقول کے درمیان ہوتی

ہے،،یعنی رسول اللہ تعالیٰ کے احکام بندوں تک پہنچاتا ہے جو اہل عقل ہوں اس سے بھی معلوم ہوا کہ رسول بندوں تک احکامات باری تعالیٰ ذوالعقول تک پہنچانے (یعنی تبلیغ ودعوت دینے کا پابند اور مکلّف ہے جبکہ نبی کیلئے دعوت وتبلیغ شرط نہیں غار حراء میں جبریل نے پہلے پہل سورۂ اقراء نازل کی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے دلیل رسالت ہے دلیل نبوت نہیں کیونکہ نبوت تو پہلے موجود ہے اور اس پر یہ قانون موجود ہے کہ ہر رسول نبی ہے گویا نزول سورۂ اقراء کے وقت آپ منصب رسالت پر فائز ہوئے نہ کہ منصب نبوت پر،،

متکلمین کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدائشی نبی ہیں

ملاعلی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا:''قال الامام فخر الدین الرازی رحمہ اللہ بالحق ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم قبل الرسالة ما کان علی شرع نبی من الانبیاء وھو المختار عند المحققین من الحنفیة. لانہ لم یکن امة نبی قط لکنہ کان فی مقام النبوة قبل الرسالة وکان یعمل بما ھو الحق الذی ظھر علیہ فی مقام نبوتہ بالوحی الخفی ولکشوف الصادقة من شریعة ابراھیم وغیرھا کذا نقلہ القونوی فی شرح عمدة النسفی وفیہ دلالة علی ان نبوتہ لم تکن منحصرة فیما بعد الاربعین کما قال جماعة بل اشارة الی انہ من یوم ولادتہ متصف بنعت بنوتہ بل یدل حدیث کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد علی انہ متصف نوصف النبوة فی عالم الارواح قبل خلق الاشباح وھذا وصف خاص لہ لانہ محمول علی خلقہ النبوة واستعدادہ للرسالة کمایفھم من کلام الامام حجة الاسلام فانہ حینئذ لایتمیز عن غیرہ ''(شرح فقہ اکبرؒ :مطبع سعیدی کراچی)ترجمہ:

امام فخرالدین رازی رحمہ اللہ نے فرمایا حق بات یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسالت سے قبل کسی نبی کی شریعت پر نہ تھے، محققین حنفیہ کے نزدیک یہی مذہب مختار ہے اس لئے کہ آپ کبھی بھی کسی نبی

کے امتی نہیں تھے، لیکن آپ ﷺ رسالت سے قبل مقام نبوت میں تھے مقام نبوت پر فائز ہونے کی وجہ سے وحی اور انکشافات صادقہ کے ذریعے جو حق بات شریعت ابراہیمی سے آپ کے سامنے ظاہر ہوتی اس پر عمل فرماتے، شرح عمدۃ النسفی میں امام قونوی نے یہی نقل فرمایا ہے،، اور اس میں یہ دلیل موجود ہے کہ آپ کی نبوت چالیس سال کے بعد میں منحصر نہیں جیسا کہ ایک جماعت کا قول ہے بلکہ اس میں اشارہ ہے کہ آپ ﷺ یوم ولادت سے ہی وصف نبوت سے متصف ہیں بلکہ حدیث کنت نبیا و آدم بین الماء والطین دلالت کرتی ہے آپ عالم ارواح سے ہی وصف نبوت کے ساتھ متصف چلے آ رہے ہیں، جبکہ اجساد موجود نہ تھے، اور عالم ارواح سے نزول وحی تک وصف نبوت سے متصف چلے آنا یہ آپ کا ہی خاصہ ہے اس حدیث کا یہ معنی نہیں کہ آپ کو نبی بنایا جائیگا اور رسالت کی استعداد بھی آپ کی حقیقت مقدسہ میں ودیعت رکھی گئی ہے جیسا کہ حجۃ الاسلام امام غزالی کا خیال ہے اس معنی میں دوسرے انبیاء سے آپ کیلئے امتیاز اور خصوصیت کیا باقی رہی؟

ملا علی قاری امام فخر الدین الرازی اور امام قونوی کے کلام سے واضح اور ثابت ہوا کہ اپ پیدائشی نبی ہیں بوقت ولادت بھی آپ وصف نبوت سے متصف تھے اور یہ وہی نبوت تھی جو عالم ارواح سے لے کر، چالیس سال کے اختتام تک مسلسل چلی آ رہی تھی، غار حراء میں آپ ﷺ جو عبادت فرماتے تھے وہ شریعت ابراہیمی کے وہ امور تھے جو وحی کے ذریعے اور انکشافات کی صورت میں آپ پر ظاہر کئے جاتے تھے۔

علامہ ابوشکور محمد بن عبد السعید سالمی کشی فرماتے ہیں: اس لئے کہ نبوت جیسا کہ ہم نے بیان کیا انبیاء سے نزول وحی سے قبل ثابت ہوتی ہے تو بعد الوفات نبوت زائل نہیں ہوتی،، (تمہید ابوشکور سالمی: ۱۸۳، مطبوعہ فرید بکسٹال لاہور)

نبی کی تعریف میں فرمایا: نبی وہ ہے جو انباء کا مدعی ہو اظہار معجزہ کے ساتھ۔ یا رسول اللہ ﷺ کے

خبر دینے، یا وحی یا الہام یا رویائے صالحہ یا تفہیم احکام وغیرہ کے ساتھ اور وہ قطعاً اور یقیناً حکم کرتا ہے کہ یہ نبی ہے،، (التمہید: ۱۷۹، مطبوعہ، ایضاً)

معلوم ہوا نزول سورۃ اقراء سے قبل آپ نبی تھے، اسی لئے آپ رویائے صالحہ دیکھتے اور غار حراء میں خلوت نشین ہوتے رہے۔

مزید فرمایا: اہل سنت و جماعت فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام قبل وحی انبیاء ہوتے ہیں، معصوم اور واجب العصمت اور رسول قبل وحی رسول اور نبی ہوتا ہے، اور مامون ہوتا ہے اور ایسے ہی بعد وفات، دلیل اس کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا قول ہے، عیسیٰ علیہ السلام کی خبر دی اور تصدیق فرمائی، جب کہ وہ مہد پرورش میں تھے: "قال انی عبد اللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیا" (مریم ۳۰)

عیسیٰ نے کہا میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے،، معلوم ہے کہ بچوں کو وحی نہیں ہوتی، اور کتاب نہیں ملتی مگر نبی اور رسول کو یہ نص قطعی ہے بغیر تاویل وتعریض کے اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ (ص: ۱۶۶)

نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آپ کس وقت نبی تھے؟ فرمایا میں اس وقت نبی تھا کہ آدم علیہ السلام آب وگل میں تھے، اس کے معنی یہ ہیں کہ انبیاء کیلئے عصمت قبل وحی موجبات ضروریہ سے ہے، آگے اسی پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جب نبی قبل وحی واجب العصمۃ ہوئے تو ثابت ہوا کہ وہ نبی تھے،، (ص: ۱۶۷) یعنی یہ ضروری ہے کہ نبی وحی سے قبل بھی معصوم ہو، اور یہ معصومیت اس لئے ضروری ہے کہ نبی وحی سے قبل بھی نبی ہوتا ہے۔

حضرت امام فخر الدین الرازی نے فرمایا: "اقول ھذا مشکل بعیسی علیہ السلام فان اللہ جعلہ نبیامن اول عمرہ الا انہ یجب ان یقال الا غلب انہ ما جاءہ الوحی الا

بعد اربعین ،وھکذا کان الامر فی حق رسولنا ﷺ "

(تفسیر کبیر: ج: ص)

چالیس سال کی عمر سے پہلے نبی کے مبعوث نہ ہونے پر متکلمین کا قول قابل تسلیم نہیں ،اس پر اشکال ہے بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں ہی نبی بنایا تھا ،مگر یہ کہنا لازم ہے کہ غالبًا ان کے پاس وحی چالیس سال کے بعد آئی تھی ، ہمارے رسول کریم ﷺ کے حق میں معاملہ بھی اسی طرح ہے۔

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ ﷺ بھی بچپن سے نبی تھے ،مگر وحی چالیس کے بعد آئی تھی ،امام رحمہ اللہ فرماتے ہیں ،بچپن نبوت کیلئے رکاوٹ نہیں بلکہ کمیٔ عقل اور کمیٔ فہم مانع ہے اس پر سوالات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: "**کون الصبی ناقصاً لیس لذاته بل لامر یرجع الی قصر جسمه ،ونقصان فهمه**،بچپن بذاتہٖ نبوت کیلئے باعث نقص نہیں ،باعث نقص ،جسم کا چھوٹا ہونا اور فہم کا ناقص ہونا ہے۔

یعنی صغرسنی میں ہونیکی وجہ سے تو جسم چھوٹا تھا ،مگر فہم وذکاء کامل اور اکمل تھے،،

قاضی عضد ین عبدالرحمٰن یحییٰ رحمہ اللہ نے مقاصد میں نقل فرمایا :"**وقد قال القاضی ان عیسیٰ کان نبیا فی صباه لقوله وجعلنی نبیا** " قاضی نے کہا بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بچپن میں نبی تھے ،کیونکہ ان کی نبوت پر جعلنی نبیا کا فرمان موجود ہے۔سید سند شریف جرجانی نے فرمایا **ولا یتمنع من القادر المختار ان یخلق فی الطفل ماھو شرط النبوة من کمال العقل وغیره** "ترجمہ: اللہ تعالیٰ جو قادر اور مختار ہے سے یہ ممنوع نہیں کہ بچے میں کمال عقل وغیرہ جو شرائط نبوت ہیں وہ پیدا کردے،، آگے فرمایا: "**ومن البین ان ثبوت النبوة فی مدة طویلة بلا دعوة وکلام مما لا یقول به عاقل**" دعویٰ نبوت اور کلام کرنے کے بغیر ،طویل مدت تک نبوت کے قائم رہنے کا کوئی عاقل قائل نہیں ،علامہ جرجانی نے

اس عبارت سے ان لوگوں کو رد کیا ہے جنہوں نے کہا ہے کہ اس کلمہ کے بعد شرائط نبوت پورا ہونے تک نہ آپ نے کلام کیا اور نہ دعوائے نبوت اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ نزول وحی سے قبل بھی نبی نبی اور رسول رسول ہی ہوتا ہے،، اسی لئے تو قبل از وحی نبوت کیلئے عصمت کو واجب قرار دیا گیا ہے جیسا کہ التمہید کے حوالے سے پہلے نقل ہو چکا ہے،، علامہ سید محمود احمد آلوسی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا:"قیل اکملہ اللہ تعالی استنباء طفلاً وروی ذالک عن الحسن "ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حالت بچپن میں عیسیٰ علیہ السلام کو عقل کامل عطا فرمائی جو شرط نبوت ہے اور بچپن میں ہی آپ کو نبی بنایا یہ قول حضرت حسن بصری سے مروی ہے،، ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کی تخریج کی ہے کہ "ان عیسی علیہ السلام درس الانجیل واحکمہ فی بطن امہ وذالک قولہ آتانی الکتاب "ترجمہ: بے شک عیسیٰ علیہ السلام نے شکم مادر میں انجیل کو پڑھا اور حفظ کرلیا تھا آپ کے قول آتانی الکتاب سے اشارہ اسی طرف ہے، امام رازی، قاضی عضد ین اور حضرت حسن البصری کے اقوال سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بچپن سے نبی تھے،،

مواقف میں حضرت عیسی علیہ السلام کے قول کو "کنت نبیا و آدم بین الماء والطین" کے ساتھ تشبیہ دیکر ہر دو اقوال کو تعبیر مستقبل قرار دیا گیا ہے لیکن علامہ سیالکوٹی نے اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا:"ان سیاق الحدیث یشعر باختصاصہ علیہ السلام بھذہ الفضیلۃ من بین الانبیاء صلوات اللہ علیھم "ترجمہ: سیاق حدیث بتاتا ہے کہ تخلیق آدم سے قبل آپ کا نبی ہونا ایک ایسی فضیلت ہے جو آپ کا ہی خاصہ ہے، یہ خصوصیت آپ کے علاوہ اور کسی بھی نبی کو عطا نہیں کی گئی،، حضرت عیسی علیہ السلام کے کلام کرنے سے یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو طفولیت کے زمانہ میں نبی اور کلام کو معجزہ قرار دیا جائے تو لازم آئے گا اظہار معجزہ قبل النبوت ہو کیونکہ آپ علیہ السلام نے چالیس سال کے بعد نبوت کا دعوی کیا ہے امام رازی نے

اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:"ان تقديم المعجز على زمان البعثة جائز عند نا وذالك هو المسمى بالارهاص"(کبیر ج۸زیر آیت الم نشرح)

زمانہ بعثت سے قبل امر معجز کا اظہار اہل سنت و جماعت کے نزدیک جائز ہے اور اس کا نام ارہاص ہے۔

ارہاص بھی دلیل نبوت ہے ارہاص اور معجزہ کا فرق زمانہ نبوت سے متعلق ہے اگر امر خارق للعادت نبوت کے ادعاء اور ظہور سے پہلے ہو تو ارہاص ہے اور اگر ادعائے نبوت کے بعد ہو تو معجزہ دونوں اس بات کی دلیل ہیں کہ متعلقہ شخص نبی ہے اس سے بھی ثابت ہوا کہ صاحب معجزہ اظہار معجزہ اور وحی کے نزول سے قبل نبی ہے، اگر چہ ارہاصات کا ظہور اور وجود ولی کیلئے جائز اور ممکن ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ ولی کسی نبی کے زمانہ نبوت میں پایا جائے، یا وہ ولی اس نبی کا متبع ہو، لیکن انبیاء تو کسی کے تابع نبوت نہیں ہوتے، البتہ پہلے نبی کے نائب اور اس کی شریعت کیلئے مبلغ ہو سکتے ہیں۔

ادعائے نبوت سے قبل معجزات کے ظہور میں اہل سنت و جماعت اور معتزلہ وغیرہ کا اختلاف ہے

اہل سنت و جماعت کے نزدیک دعوی نبوت سے قبل معجزہ کا ظہور جائز ہے، مگر معتزلہ کے نزدیک دعوی نبوت سے قبل معجزات کا وجود اور ظہور نا جائز ہے،، امام فخر الدین الرازی رحمہ اللہ نے فرمایا :"ولا شك ان هذه الواقعة كانت دالة على قدرة الصانع وعلمه وحكمته ،وكانت دالة على شرف محمد ﷺ وذالك لان مذهبنا انه يجوز تقديم المعجزات على زمان البعثه تاسيسًا لنبوتهم وارهاصًالها ،ولذاقالوا كانت الغمامة تظله ،وعند المعتزلة ان ذالك لايجوز"(کبیر ج۸زیر آیت الم ترکیف

فعل ربك باصحاب الفيل)

ترجمہ: بے شک اصحاب فیل کا یہ واقعہ صانع کائنات کی قدرت اس کے علم اور اس کی حکمت کی ایک رفیع الشان دلیل ہے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے شرف عظیم کی دلیل ساطع ہے اور یہ اس لئے ہے کہ ہمارے مذہب اہل سنت و جماعت میں زمانہ بعثت سے قبل معجزات کا پیشگی ظہور جائز ہے ان کی نبوت کی بنیاد اور ثبوت کیلئے،، اسی لئے علمائے امت نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اعلان نبوت سے قبل بادل آپ پر سایہ کیا کرتا تھا، اور معتزلہ کے نزدیک ادعائے نبوت سے قبل معجزات کا ظہور اور صدور نا جائز ہے مندرجہ بالا اس بحث سے ثابت ہوا کہ ادعائے نبوت سے قبل بھی انبیاء کرام نبی ہوتے ہیں، ان سے متعلقہ امور خارقہ للعادت کا ظہور او روجود نبی ہونے کے دلائل ہوتے ہیں، یہ تو دیگر انبیاء کا حال ہے۔ سید محمود احمد آلوسی رحمہ اللہ نے ''الم نشرح لك صدرك کے تحت نقل فرمایا: ''ان اباهريرة قال يا رسول الله ما اول مارائت من امر النبوة فاستوى رسول الله ﷺ وقال انى لفى الصحراء ابن عشرين سنة واشهر اذبكلام فوق رأسى واذا رجل يقول للرجل أهو هو فاستقبلانى بوجوه لم ارها بخلق قط وارواح لم اجدها من خلق قط وثياب لم اجدها على احد قط فاقبلا الى يمشيان واذادينا اخذ كل واحدمنهما بعضدى لا اجد لاخذهما مسا فقال احدهما لصاحبه افلق صدره فهوى احدهما الى صدرى ففلقه فيما ارى بلادم ولا وجع ،الخ''(روح المعانی ،جز ۳۰) بے شک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ و آپ نے سب سے پہلے اپنے نبی ہونے کی سب سے پہلی نشانی کیا دیکھی تھی ؟ رسول اللہ ﷺ سیدھے ہو کر تشریف فرما ہوئے ،اور ارشاد فرمایا، بے شک میری عمر بیس سال اور کچھ ماہ تھی اچانک مجھے اپنے سر کے اوپر سے ایک کلام سنائی دی (میں نے دیکھا) ایک شخص دوسرے شخص سے کہہ رہا تھا کہ کیا

یہ وہی ہیں؟ وہ میری طرف متوجہ ہوئے، ایسی مخلوق میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی، اور مخلوق میں ایسی ارواح کو بھی کبھی نہ پایا تھا، اور جو کپڑے وہ پہنے ہوئے تھے میں نے کسی کو بھی پہنے ہوئے نہ دیکھا تھا، وہ چلتے ہوئے میرے پاس آئے یہاں تک کہ وہ میرے قریب ہوئے تو دونوں نے میرا ایک، ایک بازو پکڑ لیا، لیکن ان کے پکڑنے کا مجھے احساس تک نہ ہوا، ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ان کا سینہ چاک کرو، وہ میرے سینے کی طرف جھکا پس اس نے میرا شق صدر کیا لیکن میں نے دیکھا کہ میرا خون نہیں نکلا، اور نہ ہی درد ہوا،،

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزول وحی سے قبل، بلکہ پیدائشی نبی ہونے پر دلیل قطعی ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابتدائے نبوت، اور علامت نبوت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے اپنی عمر شریف بھی بتائی، اور نبی ہونے کی جو دلیل دیکھی وہ بھی ارشاد فرمائی، دیکھنا یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کو یہ علم نہ تھا کہ آپ کب سے نبی ہیں یقیناً تھا کہ چالیس سال کی عمر کی تکمیل پر وحی کا نزول ہوا ہے پھر پوچھنے کا کیا مقصد تھا؟ لیکن اس کے باجود ابو ہریرہ کا سوال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا عقیدہ تھا کہ آپ کی نبوت چالیس سال کے اختتام میں منحصر نہیں اسی طرح صحابہ کا یہ عرض کرنا کہ متی وجبت لک النبوۃ بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ صحابہ وحی کے نزول سے قبل بھی آپ کو نبی مانتے تھے ورنہ سوال نہ کرتے۔

امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے جو روایت علامہ سید محمود احمد آلوسی رحمہ اللہ نے شرح قصیدہ ہمزیہ سے نقل کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: ''انی لفی صحراۃ واسعۃ ابن عشر حجج الحدیث'' کہ وسیع صحراء میں تھا اور میری عمر دس برس تھی،، علامہ آلوسی نے فرمایا: ''فیکون الشق علیہ قبل البلوغ'' اس روایت کی بناء پر شق صدر بلوغت سے پہلے ہوا ہے۔

مسلم شریف کی حدیث ہے حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ :ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتاہ جبریل وھو یلعب مع الغلمان فاخذہ فصرعہ فشق عن قلبہ فاستخرج منہ علقۃ

فقال هذا حظ الشيطان منك ثم غسله في طست ذهب بماء زمزم ثم لائمه واعاد في مكانه وجاء الغلمان يسعون الى امه يعني ظرءه فقال ان محمدا قد قتل فاستقبلوه وهو منتقع اللون قال انس فكنت ارى اثر المخيط في صدره" (رواه مسلم)

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے جبکہ آپ ﷺ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے جبریل علیہ السلام نے آپ کو پکڑا اور زمین پر لٹایا، اور آپ کے قلب اطہر کو شق کیا اور اس سے جما ہوا خون نکالا اور کہا کہ یہ شیطان کا حصہ تھا، پھر قلب اطہر کو سنہری تھال میں رکھ کر زمزم کے پانی سے دھویا اور دل کو اپنی جگہ رکھ کر زخم سی دیا لڑکے دوڑتے ہوئے ان کی رضاعی والدہ حلیمہ کے پاس آئے جبکہ آپ کا رنگ متغیر تھا اور کہا کہ بے شک محمد ﷺ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اس پر ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: "لان تصور حیاته بعد شق البطن ومعالجاته من خوارق العادة وعلامة النبوة" (مرقات: ج ۱۱ ص ۱۱۱)

شکم مبارک کے شق کئے جانے کے بعد آپ کی زندگی کا تصور (زندہ رہنا) اور علاج کیا جانا معجزہ ہے اور آپ کے نبی ہونے کی دلیل اور علامت ہے۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: "بدانکہ شق صدر شریف چہار بار واقع شدہ نخست در صغر سن نزد حلیمہ، دوم در دہ سالگی، سوم در نزد بعثت، چہارم در شب اسراء در وقتیکہ جبریل در طلب وے آمد ﷺ" (اشعۃ اللمعات: ج: ۴: ص: ۵۱۷)

ترجمہ: جان لو کہ رسول اللہ ﷺ کا صدر شریف چار دفعہ شق کیا گیا ہے، سب سے پہلے زمانہء بچپن میں حضرت حلیمہ سعدیہ کے ہاں تشریف فرما ہونے کے وقت دوسری بار دس سال کی عمر میں، تیسری بار نزول وحی کے وقت، چوتھی بار شب اسراء میں جس وقت کہ جبریل علیہ السلام نے آپ کو تلاش کیا، معلوم ہوا اوپر مسلم شریف کی حدیث میں سب سے پہلے شق صدر ہونے کا واقعہ بیان

ہوا ہے، جس کی تفسیر شیخ محقق اور ملا علی قاری نے بیان فرمائی ہے بہر حال یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ بچپن یعنی ولادت کے روز سے ہی وصف نبوت سے متصف تھے، جیسا کہ شرح فقہ اکبر کا حوالہ پہلے بھی نقل ہو چکا ہے رسول اللہ ﷺ نے بعثت سے قبل اپنا نبی ہونا خود بیان فرمایا: حضرت جابر بن سمرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "انی لاعرف حجرا بمکة کان یسلم علی قبل ان ابعث" رواہ مسلم :: بے شک البتہ مکہ میں اس پتھر کو اب بھی جانتا پہچانتا ہوں جو میری بعثت سے پہلے مجھے سلام دیتا تھا یعنی جو مجھ پر سلام بھیجتا تھا۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے یسلم علی کی تفسیر میں فرمایا: "ای ویقول السلام علیك یا نبی الله "کما ورد فی روایة" (مرقات ج ص) یعنی وہ پتھر کہتا: اے اللہ کے نبی آپ پر سلام ہو۔

یہ ایک نبوی شہادت ہے جس کا انکار محال شرعی ہے اس میں غور کرنے سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ یہ واقعہ ایک آدھ دفعہ کا نہیں بلکہ یہ پتھر کا معمول تھا جب آپ ﷺ کا اس کے پاس سے گزر ہوتا تو وہ السلام علیک یا نبی اللہ کہتا، اس کی دلیل کان یسلم علی ماضی استمراری ہے،،

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: "یمکن ان یکون الحجر المتکلم المعروف بزقاق الحضر بین المسجد وبین بیت خدیجة رضی الله عنها" ترجمہ: ممکن ہے یہ معروف کلام کرنے والا پتھر مسجد الحرام اور حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے گھر کے درمیان گلی کا کوئی پتھر ہو،،

ملا علی قاری نے یہ بھی نقل فرمایا ہے: "وقیل انه الحجر الاسود کذا فی البعض حواشی الشفاء" کہ شفاء شریف کے حواشی میں ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ یہ حجر اسود تھا جو قبل از بعثت آپ کو السلام علیک یا نبی اللہ کہا کرتا تھا،، اگر آپ بعثت سے قبل نبی نہ ہوتے تو حجر اسود مسجد حرام، اور بیت حضرت خدیجہ کے درمیان آنے والی گلی کا اور کوئی پتھر آپ کو یا نبی اللہ کیوں کہتا؟ حجر اسود یا کوئی اور پتھر، غیب کا علم نہیں رکھتا کہ یہ آئندہ نبی ہوں گے، اگر آئندہ نبی ہوتے تو قبل از

نبوت نبی اللہ کہنے کا مقصد؟

پتھر کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے نبی ہونے کی پہچان اور شناخت عطا فرمائی اس نے نبی اللہ کہا اور اپنا معمول بنالیا، اگر پتھر میں نبوت کی شناخت اور پہچان نہ تھی بلکہ آپ کی تشریف آوری پر اس میں اللہ تعالیٰ یہ صلاحیت پیدا کر دیتا کہ وہ نبی مان کر آپ کی خدمت اقدس میں سلام پیش کرے تو یہ خرق عادت ہے اور آپ کا معجزہ ہے جو آپ کے نبی ہونیکی واضح دلیل ہے۔

شیخ محقق ابن حجر ہیتمی مکی رحمہ اللہ کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا ''ایں متوارث آمدہ از اہل مکہ خلفا عن سلف'' یہ سلسلہ خلفاً عن سلف جاری رہا۔

صاحب مشکوۃ نے شق صدر، پتھر کے سلام کرنے کے واقعات باب علامات النبوت میں ذکر کئے ہیں شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اس کی توضیح اور تفسیر میں فرمایا ہے علامت '' دراصل نشان کہ برسر راہ نہند ومراد اینجا نشانہا ئے ست کہ دلالت کند بر پیغمبری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از صفات واخلاق وفضائل وشمائل وافعال واحوال آنحضرت کہ عاقل متفرس کہ دراں نظر کند استدلال بر نبوت، وآنچہ در کتب سابقہ سماویہ از صفات واحوال وے صلی اللہ علیہ وسلم نوشتہ شدہ نیز ایں قبیل است، وشک نیست کہ معجزات ہمہ علامات نبوت است، ومعلوم نشد کہ مولف دو باب عقد کرد یکے در علامات نبوت دیگر در معجزات بچہ وجہ است وجہ فرق نہادن میان علامت ومعجزہ با آنکہ در ہر دو باب خوارق ذکر کردہ وجہت موجبہ برائے آں ظاہر نمے شوذ''

ترجمہ: علامت اصل میں اس نشان یا نشانی کو کہا جاتا ہے جو سر راہ رکھا یا رکھی جاتی ہے یعنی یہ بتانے کیلئے کہ راستہ یہاں سے شروع ہوتا ہے یا راستہ یہ ہے، اور یہاں یعنی اس باب میں علامات سے مراد وہ نشانات (واقعات) ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرتے ہیں (کہ آپ قبل از بعثت نبی ہیں)

یہ علامات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات، اخلاق، فضائل، شمائل، افعال اور احوال ہیں کہ جو عقل مند، غو

کرنے والا ان میں نظر وفکر کرے گا وہ ان امور سے آپ کی نبوت پر استدلال کریگا، سابقہ کتب سماویہ میں جو آپ کی صفات اور حالات ذکر ہوئے ہیں وہ بھی اسی قبیل سے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام معجزات علامات نبوت ہیں، معلوم نہیں کہ مولف نے ''دو باب ایک علامات نبوت اور دوسرا معجزات نبوت میں الگ الگ کیوں کر دیئے ہیں،، باوجود یکہ دونوں ابواب میں خوارق عادات کا ذکر ہے الگ الگ ذکر کرنیکی کوئی وجہ خاص معلوم نہیں ہوسکی۔

شیخ محقق کی اس کلام سے واضح ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی صفات، اخلاق، فضائل، شمائل افعال اور احوال سب آپ کے نبی ہونے کے دلائل ہیں کیونکہ یہ سب خوارق عادات ہیں، شق صدر ہو یا پتھروں کا سلام کرنا خوارق عادات ہیں جو آپ ﷺ کے نبی ہونے کے دلائل ہیں شیخ محقق رحمہ اللہ نے فرمایا جب عقل مند اور حق شناس ان میں غور کرے گا تو وہ بلا تامل کہے گا کہ آپ ﷺ نزول وحی سے قبل بھی نبی تھے۔ درج ذیل حدیث اس موقف کی تائید مزید ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ :''اقام رسول اللہ ﷺ بمكة خمس عشر سنة يسمع الصوت يا محمد ويرى الضوء سبع سنين ولا يرى شيئا وثمان سنين يوحى اليه واقام بالمدينة عشرا وتوفى وهو ابن خمس وستين سنة متفق عليه ''مشكوة باب المبعث وبدء الوحى '' رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں پندرہ سال قیام پذیر رہے اس حال میں آپ آواز سنتے تھے کہ کہنے والا یا محمد (ﷺ) کہہ کر پکار رہا ہے روشنی دیکھتے تھے سات سال تک (یہ سلسلہ جاری رہا) مگر آواز دینے والا اور روشنی دینے والا کوئی بھی نظر نہ آتا تھا، آٹھ سال تک اس حال میں رہے کہ آپ پر وحی آتی رہی مدینہ منورہ میں دس سال قیام فرمایا اور پینسٹھ سال کی عمر میں رحلت فرمائی،، لیکن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی یہ حدیث بھی متفق علیہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں تیرہ برس رہے یہ تعارض ہے باوجود یکہ راوی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: تیرہ برس قیام والی

روایت کو ترجیح حاصل ہے اور وہی ارجع ہے کیونکہ اکثر روایات تیرہ برس کے قیام پر ملتی ہیں۔

ان تیرہ برس کی اقامت میں آپ غیبی آواز سنتے، اور روشنی دیکھتے رہے لیکن یہ تیرہ برس تو بعثت کے ہین نزول وحی کے بعد کے ہیں، یہ آوازیں اور روشنی آپ نے نزول وحی سے قبل سنی اور دیکھی ہیں۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ایں حدیث دلالت دارد بر آنکہ شنیدن آواز و دیدن روشنائی بعد از نبوت بود در مدت اقامت مکہ کہ پانزدہ سال بود، واز کتب سیر واحادیث دیگر معلوم میشود کہ ایں حال پیش از ظہور نبوت بود'' (اشعۃ اللمعات، ج:۴: ص:۵۰۵)

ترجمہ:۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آواز کا سننا اور روشنی کا دیکھنا ظہور نبوت کے بعد تھا، کیونکہ ظہور نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں عرصہء اقامت پندرہ برس بیان ہوا ہے، لیکن سیرت کی کتابوں اور دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حال ظہور نبوت سے پہلے کا ہے،، ظہور نبوت سے قبل آوازوں کا سننا رویائے صالحہ کا دیکھنا نبوت ہے جیسا کہ ہم پہلے ابوعبداللہ فضل اللہ التور پشتی، اور فاضل اجل علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی، ملا علی قاری رحمہم اللہ کے اقوال معہا حوالہ جات پہلے نقل کر آئے ہیں، اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ظہور نبوت سے قبل بھی نبی تھے (صلى الله عليه وآله وسلم)

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شق صدر شریف چار مرتبہ ہوا ہے:

۱: حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں جبکہ آپ کی عمر شریف چار سال تھی۔

۲: دوسری دفعہ جب کہ آپ کی عمر شریف دس برس یا بیس برس تھی (روح المعانی سے اختلاف روایات پہلے نقل ہو چکا ہے)۔

۳: تیسری دفعہ بعثت کے وقت۔

۴: چوتھی دفعہ شب معراج۔

لیکن غوث کبیر قطب وقت شیخ عبدالعزیز دباغ مغربی فرماتے ہیں کہ شق صدر شریف تین مرتبہ ہوا ہے، فرمایا: "اولها عند حليمه واستخرج منه حظ الشيطان وهو ما تقتضيه الذات المادية من مخالفة الامر واتباع الهوى ، وثانيا عند عشر سنين ونزع منه اصل الخواطر الردية وثالثا عند النبوت "(بحواله جواهر البحار ج ۴)

پہلی بار شق صدر حلیمہ سعدیہ کے ہاں ہوا، شیطانی وساوس کو قبول کرنے والا مادہ جو دم غلیظ کی صورت میں تھا، اور تمام معاصی اور مفاسد کی جڑ بننے والا تھا اس کو نکال کر باہر کیا، اور دوسری مرتبہ دس سال کی عمر میں ہوا تا کہ ردی، اور فاسد خیالات کا مرکز بننے والے مادہ کو ہی جڑ سے نکال دیا جائے اور تیسری دفعہ نبوت کے وقت: گویا منجانب اللہ آپ کے جوہر جسمانی کی تربیت ،طہارت اور نگرانی کی گئی تا کہ آپ کی ذات مقدسہ کو فکری اور عملی طور پر طہارت و معصومیت کے آخری درجہ پر فائز کیا جائے جو لوازمات نبوت میں سے ہے۔

یہی غوث کبیر فرماتے ہیں: "ان المعرفة حصلت للنبی ﷺ حين كان الحبيب مع الحبيب ولا ثالث معهما فهو ﷺ اول المخلوقات فهناك سقيت روحه الكريمة من الانوار القدسية والمعارف الربانية ما صارت به اصلا لكل ملتمس ومارة لكل مقتبس فلما دخلت روحه الكريمة فى ذاته الطاهرة ،سكنت فيها سكون الرضا والمحبة والقبول فجعلت تمدها باسرارها وتمنحها من معارفها فصارت تترقى فى المعارج والمعارف شيئا فشيئا من لدن صغره ﷺ الى ان بلغ اربعين سنة فزال الستر حينئذ الى بين الذات والروح وانمحى الحجاب بينهما بالكلية وحصلت له المشاهدة التى لا تطاق حتى صاريشاهد كمشاهدة العيان ان الحق سبحانه هو المحرك لجميع المخلوقات وانه المنقل لهم من حيزالى حيزوالمخلوقات بمنزلة الظروف واوانى الفخار لا تملك لنفسها ضرا

و لا نفعا فارسله الله تعالیٰ[1]"

(الابریز شریف، جواهر البحار، جلد دوم ص [illegible]، تحقیقات ص [illegible])

ترجمہ: بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معرفت اس وقت سے حاصل ہے جبکہ حبیب، حبیب کے ساتھ موجود تھا اور کوئی تیسری ذات موجود نہ تھی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول مخلوق ہیں پس اس وقت وہاں پر آپ کی روح مقدسہ کو انوار قدسیہ اور معارف ربانیہ سے اس قدر سیراب کیا گیا کہ آپ ان انوار و معارف کی بدولت ہر طلبگار کے لئے اصل اور اساس اور ہر اکتساب فیض کرنے والے کیلئے مادہ

اور بنیاد بن گئے پھر جب آپ کی روح مکرمہ آپ کی ذات طاہرہ میں داخل ہوئی تو اس نے اس میں رضا و رغبت اور محبت و الفت کے ساتھ سکونت اختیار کر لی اور روح مقدس اس ذات اقدس کو اپنے اسرار و رموز اور معارف سے سرفراز کرنے لگی، پس آپ کی ذات مقدسہ اور جسم مبارک کو معارج اور معارف میں لحہ بہ لحہ ترقی ہونے لگی۔ بچپن سے لے کر چالیس سال کی عمر تک یہ معارف اور معارج ترقی پذیر رہے یہاں تک کہ اس مرحلہ پر (چالیس سال مکمل ہونے پر) روح مقدس اور جسم اقدس کا درمیانی پردہ مکمل طور پر زائل ہو گیا اور درمیانی حجاب بالکل اٹھ گیا۔

اور جسمانی طور پر آپ کو وہ مشاہدہ حاصل ہو گیا جسم میں جسکی پہلے استطاعت اور طاقت نہ تھی، حتی کہ آپ کو قوت مشاہدہ حاصل ہو گئی اور آپ حقیقت کو اس طرح دیکھنے لگے جسطرح جسمانی آنکھوں سے اشیاء کو دیکھا جاتا ہے آپ کے مشاہدے کا حال یہ تھا کہ آپ مشاہدہ کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ ہی ساری مخلوقات کا محرک ہے اور اسے ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف منتقل کرتا ہے، اور ساری مخلوق بھٹی میں پکے ہوئے برتنوں کی طرح ہے اور اپنی ذوات کے لحاظ سے کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں، اور تخلیق کائنات سے قبل ہی اللہ تعالیٰ نے توحید کے علوم

ومعارف اور مشاہدہ سے سرفراز فرمایا،علوم ومعارف اور مشاہدہ میں اسقدر اعلیٰ مقام عطا فرمایا کہ ساری مخلوق معرفت ومشاہدہ میں آپ کی محتاج اور مرہون ہوگئی، جب یہی روح آپ ﷺ کے بدن اقدس میں داخل ہوئی،تو جسم مبارک کے درمیان جسد اطہر کی کثافت اور جسم اقدس سے پیدا شدہ حجاب بالکل ختم ہوگیا یعنی توحید کے علوم ومعارف سے منور اور درجہء لطافت اور نورانیت میں چلا گیا۔

اور کائنات کی ہرشی اپنے حیز اصالت میں بھٹی میں پکے ہوئے برتنوں کی طرح غیر موثر دکھائی دینے لگی یہ مشاہدہ کائنات تھا جو آپ کو روح اور جسم کے معارف اور معارج کے کمالات سے حاصل ہوا،غور طلب امر یہ ہے کہ ابتدائے خلقت میں ہی روح کو معارف اور معارج کی بلند اقدار سے کیوں سیراب فرمایا گیا،وہ صرف اس لئے کہ آپ کی روح کو نور نبوت سے سجایا گیا تھا جس کے تحت معارف اور معارج کی سرفرازی نبوت کی ضروریات میں سے تھی،،اور یہی روح جب آپ کے جسم اطہر میں داخل ہوئی تو اس نے ذات مقدسہ کو اپنے اسرار ورموز اور معارف خاصہ سے نوازنا شروع کردیا،جس کی وجہ سے جسم اطہر میں معارف ومعارج روز افزوں ترقی کرنے لگے حتیٰ کہ روح مبارک اور جسم اقدس کے درمیان کوئی حجاب اور کوئی پردہ باقی نہ رہا معارف اور معارج کے فیضان اور ارزانی میں روح کا کردار ابتدائے تخلیق بدن سے ہے یہ معارف ومعارج توحید کے علوم ومعارف سے وابستہ ہیں،ثابت ہوا عالم اجسام میں جلوہ گری کے وقت سے ہی آپ پر بذریعہ روح اطہر لوازمات نبوت کی برسات شروع ہوگئی تھی،لوازمات نبوت کا وجود اور ثبوت وجود نبوت کو مستلزم ہے بقول غوث اگر ان معارج اور معارف کا دورانیہ بدن میں سریان روح سے لے کر نزول وحی تک ہے تو ماننا پڑیگا کہ جب آپ اپنی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کے شکم میں بطور جسم اور بحیثیت بدن موجود تھے اور روح نے داخل ہوکر معارف اور معارج کا فیضان شروع کیا تھا آپ ﷺ اس وقت سے نبی ہیں،جس سے ظاہر ہے کہ چالیس

سال کے اختتام پر آپ کو نبوت نہیں دی گئی بلکہ مشاہدہ حق اور مشاہدہ کائنات دیا گیا جس کا نام رسالت ہے چالیس سال کی عمر کے اختتام پر معارف اور معارج کی تکمیل ہوئی، روح اور جسم کے درمیان مغائرت جاتی رہی یہ مرتبہ نبوت کا ہے مشاہدہ حق اور مشاہدہ خلق کا مرتبہ رسالت کا ہے جو آپ کو چالیس سال کے بعد عطا فرمایا گیا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں چار سال کی عمر میں صدر مبارک کا شق کیا جانا بھی افاضہ روح اور استفاضہ جسم کی ایک کڑی ہے اور علوم و معارف اور عطائے معارج کی ارزانی کا ایک پہلو اور ایک حصہ ہے چونکہ روح اقدس ذات اقدس میں سریان کے وقت سے ہی معارف اور معارج کی فیض رسان ہے اس لئے صدر مبارک اور قلب مبارک کا شق کیا جانا بھی ضروری تھا تاکہ ایک تو معارف و معارج کا وجود ترقی پذیر ہو، اور دوسرا یہ کہ توجہ الی اللہ کے اکمال و اتمام کیلئے شیطان کا عمل دخل روک دیا جائے،، تحقیقات نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر کیا کہ پہلی دفعہ حلیمہ سعدیہ کے ہاں شق صدر ہوا اور شیطانی وساوس کو قبول کر سکنے والا مادہ ہی آپ کے دل سے نکال باہر کیا گیا، جو کہ خاکی مادہ کا مقتضی اور ممکنہ اثر اور نتیجہ ہوا کرتا ہے،، یعنی امر خداوندی کی مخالفت کرنا اور خواہشات نفسانیہ کی اتباع کرنا،، (ص:۱۲۲)

یعنی شق صدر کی حکمت اور غرض شیطانی وساوس کا خاتمہ، امر خداوندی کی مخالفت سے بچنا ہے ،نفسانی خواہشات کی پیروی شیطانی وساوس کی موجودگی، اور نشأت اور حکم خداوندی کی مخالفت شان نبوت کے منافی ہیں، کیونکہ نبی معصیت کار نہیں ہوتا بلکہ ہر قسم کی معصیت ظاہری ہو یا باطنی سے معصوم ہوتا ہے نبی کا ہر قسم کے گناہ سے محفوظ اور معصوم ہونا نبوت کے واجبات میں سے ہے حدیث میں فرمایا گیا: ''فاستخرج منه علقة (دما غليظا) فقال هذا حظ الشيطان منك ''یعنی شق صدر حلیمہ سعدیہ کے ہاں ہوا اس کا مقصد آپ کو شیطان کے کارہائے خبیثہ سے محفوظ رکھنا تھا، جس کو عملی طور پر چار سال کی عمر میں کر دیا گیا، چار سال کی عمر میں اتباع شیطان

کیا ہوسکتی ہے؟ مگر چونکہ شیطانی وساوس ہوں یا شیطانی کردار عصمت کے مغائر اور مبائن ہے اس عمر میں آپ کو حظ الشیطن سے پاک کیا جانا آپ کی عصمت کیلئے تھا، اور آپ کی عصمت اس عمر میں کیوں ضروری ہے اس لئے کہ آپ نبی ہیں فی الحقیقت شق صدر کا واقعہ آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے،، اور اس شق صدر میں قلب اطہر کا اپنی جگہ سے ہٹا کر، نکال کر سنہری تھال میں رکھنا چیر کر علقہ کو باہر پھینکنا، دل اقدس کو اپنی جگہ رکھنا زخم کو سی دینا، آب زم زم سے دھونا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچشم خود پورے آپریشن کو ملاحظہ فرمانا اور بقید حیات رہنا یہ آپ کے نبی ہونیکی دوسری دلیل ہے جیسا کہ ملا علی قاری کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے، یہی وجہ ہے کہ صاحب مشکوۃ نے شق صدر کا واقعہ علامات نبوت میں ذکر کیا ہے اور شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے خرق عادت کہہ کر دلیل نبوت قرار دیا ہے، غوث کبیر کے کلام سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تین دفعہ شق صدر کا واقعہ آپ کی ذات مقدسہ اور جسم اقدس میں لحہ بہ لحہ معارف اور معارج کے ترقی پذیر ہونے اور ارتقاء کی وجہ سے تھا، جو چالیس سال تک جاری رہا،، یعنی روح اقدس جسمانی اور کثافتی حجابات اٹھنے اور کلیتاً زائل ہونے تک معارف اور معارج کا فیضان کرتی رہی اور ذات شریفہ عالم وجود سے لے کر چالیس سال کی عمر تک ان معارف ومعارج کو سمیٹتی رہی کیونکہ روح اقدس کی طرح وہ بھی وصف نبوت سے متصف تھی۔

شیخ احمد بن محمد بن ناصر سلاوی رحمہ اللہ نے فرمایا:" **فقد علم اتصاف حقيقته صلی اللہ علیہ وسلم بالاوصاف الشريفة المفاضة عليه من الحضرة الالهية من اول الامر قبل خلق كل شيء وانما تاخر اتصافه بالاوصاف الوجودية العينية لجسده لما وجد في الدنيا** "(جواهر البحار جلد چهارم ط، تحقیقات ص)

ترجمہ: معلوم ہوگیا کہ آپ کی حقیقت مقدسہ کا اوصاف شریفہ کما لیہ کے ساتھ موصوف اور متصف ہونا جو آپ پر بارگاہ الوہیت کی طرف سے فیضان کئے گئے تھے اول امر سے ہی ہے جبکہ

کوئی شی ءتخلیق نہیں کی گئی تھی ،اگر التواء اور تاخیر پائی گئی تھی تو صرف اور صرف دنیا میں موجود ہونے پر آپ کے جسد اطہر کے اوصاف وجودیہ خارجیہ محسوسہ کے ساتھ اتصاف میں،،

شیخ سلاوی رحمہ اللہ کے کلام سے واضح اور ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شی کی تخلیق سے پہلے آپ کو اوصاف شریفہ کمالیہ سے متصف اور موصوف فرما دیا تھا،اوصاف کمالیہ نبوت اور رسالت ہیں اور یہی بقیہ تمام اوصاف شریفہ کمالیہ کا مرکز اور منبع ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر شی کی تخلیق سے قبل آپ کو نبوت کا کمال اور شرف اور رسالت کا منصب اور لوازمات سے متصف اور موصوف فرما دیا تھا لیکن التواء اور تاخیر آپ کے جسد اطہر کے موخر ہونے کی وجہ سے ہوئی ،اس کلام سے دو باتیں ثابت اور معلوم ہوئیں :

۱: آپ کو اوّل الامر سے ہی ساری کائنات کی تخلیق سے قبل نبی اور رسول کے منصب سے نوازا گیا اس لئے آپ ﷺ ساری کائنات کے نبی ہیں ،اور ساری مخلوق پر آپ کی رسالت کا دائرہ محیط ہے انبیاء کرام ہوں یا ملائکہ آپ سب کے نبی اور رسول ہیں اور یہ صرف اور صرف آپ کی ہی شان ہے لیکن عالم اجساد میں آپ کی جلوہ گری آخر میں ہوئی کیونکہ آپ اول الامر مین نبوت اور وجود عنصری کے لحاظ سے خاتم النبیین ہیں لہٰذا وجود اور ظہور کے لحاظ سے اپ سب سے اول ہونے کے باوجود موخر ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے ''ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین ''اور احادیث اسراء مین یہ حدیث قدسی موجود ہے ''جعلتك اول النبیین خلقا و آخرھم بعثا'' اول الامر سے ہی آپ مخلوق اول اور نبی اول اور بعثت میں سب سے آخر مقدر ہو چکے تھے اس لئے آپ کے وجود اقدس کے ظہور پر آپ کو خاتم النبیین بنایا گیا اور اول الامر سے مقدر شدہ اوصاف شریفہ کو خارجی اور حسی طور پر وجود میں لایا گیا۔علامہ سلاوی رحمہ اللہ کے قول کا آخری حصہ ''وانما تاخر اتصافہ بالاوصاف الوجودیہ العینیۃ لجسدہ لما وجد فی الدنیا'' قابل توجہ ہے یعنی آپ کے جسد اطہر کو نبوت کے اوصاف عینیہ وجودیہ اوصاف محسوسہ

خارجیہ سے اس وقت متصف کیا گیا جس وقت آپ دنیا میں موجود پائے گئے، اس سے ثابت ہوا آپ وقت موجود گی (وقت پیدائش) سے ہی وصف نبوت سے متصف اور نبی ہیں،، اور اگر بالفرض "لما وجد فی الدنیا" سے مراد چالیس سال کی تکمیل لی جائے جو کامل العقل، کامل الفہم ہونیکی بناء پر شرط نبوت ہے تو معنی یہ ہوگا جب دنیا میں یہ شرط پائی گئی تو آپ کو نبوت کے اوصاف وجودیہ عینیہ یعنی اوصاف خارجیہ محسوسہ سے متصف کیا گیا یہ مفہوم بھی آپ کے بچپن سے نبی ہونے کی نفی اور نقیض نہیں کیونکہ یہ تاخر ہے یعنی بالفعل نبوت کو موخر کیا گیا ہے سلب یا انقطاع واقع نہیں ہوا کیونکہ تاخر اوّل کی نقیض ہے سلب اور انقطاع کی نہیں تاخر وجود نبوت کو ستلزم ہے اور اس تاخر کی علت سب انبیاء کے آخرین وجود حسی کے ساتھ آپ کی جلوہ گری ہے ،، لہٰذا علامہ سلاوی کا یہ قول بھی آپ کی پیدائشی نبوت کی نفی نہیں کرتا،، علامہ نے یہ وضاحت کی ہے کہ آپ اول الامر سے ہی اوصاف شریفہ مفاضہ من حضرت اللہ سے متصف ہیں ان اوصاف کے اتصاف اور وجود میں اول الخلق ہیں لیکن دنیا میں آپ کی تشریف آوری کے وقت تک ان اوصاف سے حسی اور خارجی طور پر اتصاف کو موخر کیا گیا تاخر اتصاف حسی خارجی میں ہے کیونکہ وجود اقدس خارج میں موخر ہے اتصاف حسی خارجی کی تاخیر اصل وصف (نبوت اور رسالت) کے سلب اور عدم کو ستلزم نہیں،،

تحقیقات نے شیخ جلیل نور الدین علی بن زین الدین الشہیر بابن الجزار کا ارشاد نقل کیا:

"والمراد انہ کا ن نبیا بالفعل فانہ تعالیٰ لما اطلع علی عالم الارواح فی عالم الذر وقال لھم الست بربکم فاول من قال بلی محمد ﷺ فوھبہ مواھب شریفة تلیق بذاتہ وارسل روحہ الی ارواح الانبیاء فامنوا بھا "الخ۔ (ص ۳۶)

ترجمہ: اس حدیث کا معنی مرادی یہ ہے کہ آپ ﷺ عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عالم ذر اونسمات آدم پر عالم ارواح میں تجلی فرمائی اور ان سے دریافت کیا کیا میں تمہارا رب

نہیں ہوں تو سب سے پہلے جس نے بلی (ہاں کیوں نہیں) کہا وہ محمد ﷺ تھے تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت ان کو عظیم اور بزرگ تحفے اور ہدایا عطا فرمادیئے جو ان کی ذات والا، صفات کے شایان شان تھے،، آپ کی روح کو انبیاء علیہم السلام کی ارواح کیلئے نبی اور رسول بنادیا تو وہ سب اپ پر ایمان لے آئے،،

شیخ جلیل کے کلام سے درج ذیل امور ثابت ہوئے:

۱: آپ عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے، یعنی عملی طور پر آپ کی نبوت، موجود، بحیثیت مربی اور معلم کام کررہی تھی، ملائکہ اور انبیائے کرام کی ارواح فیضیاب ہورہی تھیں اور یہ بھی منقول ہے کہ: "كان ذالك النور يسبح وتسبح الملائكة بتسبيحه" آپ کا نور اقدس اللہ تعالیٰ کے تسبیح وتقدیس میں مصروف اور مشغول ہوتا تھا اور ملائکہ اس کی تسبیح کے ساتھ اس کی اقتداء اور اتباع میں تسبیح کہتے تھے،،

۲: سب سے پہلے "بلیٰ" کہنے والے محمد ﷺ تھے محمد صرف روح کا نام نہیں، بلکہ حقیقت مع الروح کا نام ہے۔

۳: فوهبه مواهب شريفة تليق بذاته" کا جملہ آپ کی ذات شریفہ پر دلالت کررہا ہے جو ذات ان بلند پایہ صفات سے متصف تھی جو اس ذات کے شایان شان تھیں،،

۴: ثم ارسل روحه الى ارواح الانبياء فامنوا بها" کا جملہ آپ کی روح مقدسہ کے وصف نبوت سے متصف ہونے پر دلالت کررہا ہے،، یہ سارا کلام اس بات پر شاہد ہے کہ آپ عالم ارواح میں روح اور ذات (حقیقت محمدیہ) دونوں کے لحاظ سے بالفعل نبی تھے، جس کا اظہار آپ ﷺ نے "كنت نبيا الحدث" میں فرمایا،، شیخ رحمہ اللہ نے بحث کو سمیٹتے ہوئے اپنا مقصد اور مدعا بیان فرمایا: "وثبت ذالك بانه لو قيل انه كان نبيا فى علم الله تعالىٰ وآدم بين الماء والطين لم يكن فى التنصيص على قوله كنت نبيا الحديث فائدة

اذهم مستون معه في ذالك فتعين تقريره على ماذكرنا " (بحواله، تحقیقات ط ۶۹)

اس حدیث کو آپ کے نبی بالفعل ہونے پر محمول کرنے کا سبب یہ ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے علم میں نبی تھے جبکہ آدم علیہ السلام پانی اور کیچڑ کے درمیان تھے تو آپ کے اس وقت میں نبی ہونے کی تخصیص اور تصریح کا کوئی عظیم فائدہ نہیں ہوسکتا کیونکہ سبھی انبیاء علیہم السلام علم الٰہی میں نبی ہونے کے اعتبار سے آپ کے ساتھ مساوی اور برابر تھے لہٰذا اس حدیث کی یہی تشریح اور تفسیر متعین ہوگئی جو ہم نے ذکر کی ہے،،وہ یہی ہے کہ آپ ﷺ عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے اور آپ کی ذات معلّٰی اوصاف شریفہ علیاء کی جامع تھی ،،امام کبیر عارف شہیر قطب عالم سیدابوالعباس التیجانی رحمہ اللہ نے فرمایا:''الحقيقة المحمدية لم تزل مشحونة من جميع هذه المعارف والعلوم والاسرارمن اول الكون من حيث انه اول موجود اوجده قبل وجود كل شي وفطره على هذه العلوم والمعارف والا سرار ولم يزل مشحونة بهاالي ان كان زمن وجود جسده الكريم ﷺ فضرب الحجاب بينهما وبين علمه بها الى ان كان زمن النبوة رفع الحجاب واعلمه على ما اودعه في حقيقة المحمدية (الى)حتى اذا بلغ مرتبة النبوة رفع الحجاب بين علمه وبين ماكان مودعا في حقيقة المحمدية من العلوم والمعارف والاسرار ويدل على هذالذى ذكرنا قوله ﷺ كنت نبيا وآدم بين الماء والطين وحيث كان ذالك نبيا يستحيل ان يجهل الرسالة والنبوة والكتاب ومطالبات الجميع ومايؤل اليه كل منها وما يراد من جميعها ،فالحديث شاهد على ماذكرنا''(جواهر البحار :ج۱،ص ۱۲۲ بحواله تحقیقات ص ۶۹)

ترجمہ: حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام ابتدائے تخلیق سے ہی تمام معارف ،علوم واسرار سے بھرپور اور معمور تھی کیونکہ موجودات میں وہ پہلی چیز تھی ۔جس کو اللہ تعالیٰ نے ہر شئی اور ساری

مخلوق سے پہلے پیدا فرمایا،، اور اس کو انہی علوم و معارف اور اسرار پر بطور فطرت مطلع فرمایا، اور ان علوم و معارف سے ہمیشہ ہمیشہ وہ حقیقت مقدسہ معمور رہی یہاں تک کہ اس کے جسد اطہر موجود ہونے کا زمانہ آ پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے ان علوم و معارف ان کے عرفان و ادراک کے اور آپ کے درمیان پردہ قائم کر دیا،، یہاں تک کہ زمانہ نبوت آن پہنچا تو اس حجاب کو اٹھا دیا گیا، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان علوم و معارف اور اسرار پر مطلع فرمایا جو آپ کی حقیقت اور روح اقدس میں ودیعت فرمائے تھے، اور جب آپ کی نبوت (عملی نبوت) کا زمانہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے علم، ادراک اور آپ کی حقیقت میں ودیعت کیے ہوئے علوم و معارف اور اسرار کا درمیانی حجاب اٹھا دیا اور ہمارے اس قول کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے "کنت نبیا آدم بین الماء والطین " میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام پانی اور کیچڑ کے درمیان تھے کیونکہ جب اس وقت میں نبی تھے تو یہ محال ہے کہ نبی ہونے کے باوجود رسالت، نبوت اور کتاب سے بے خبر ہوں، ان کے مطالب اور تقاضوں سے آگاہ نہ ہوں، اور نہ ہی ان کے نتائج اور مقاصد سے بے خبر ہوں لہٰذا یہ حدیث ہمارے دعوے کی اہم دلیل اور ہمارے اس قول پر شاہد صادق ہے،، امام عارف کبیر التیجانی رحمہ اللہ کی تقریر سے ثابت اور واضح ہوا کہ حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والتسلیم اول الموجودات اور اول الکائنات ہے جس کو اول الامر سے ہی علوم و معارف اور اسرار سے نوازا گیا تھا، اور ایک فطرت کے طور پر اس حقیقت محمدیہ میں ودیعت رکھے گئے تھے ہر دور اور ہر زمانہ میں یہ حقیقت محمدیہ ان علم و معارف اور اسرار سے متصف رہی کسی لمحے بھی ان علوم و معارف اور اسرار کا اس حقیقت مقدسہ سے سلب اور انفکاک نہیں ہوا۔

اور جب آپ کے ظہور قدسی کا دور آیا تو آپ کے علم ادراک، اور ان علوم و معارف و اسرار کے درمیان حجاب ڈال دیا گیا اور جب آپ کی نبوت کا وقت آیا تو یہ حجاب زائل اور پردہ ہٹا دیا گیا، اور جب آپ اس وقت جبکہ آدم علیہ السلام پانی اور کیچڑ کے درمیان تھے، تو اس وقت

آپ اپنی نبوت رسالت ان کے مطالب اور تقاضوں سے باخبر اور آگاہ تھے نتائج اور عواقب سے باخبر تھے،، اس وقت میں آپ ﷺ سے ان چیزوں کی نفی کرنا محال شرعی ہے کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ نبی تو ہوں مگر ان امور کا آپ کو علم نہ ہو،،

عارف التیجانی رحمہ اللہ نے اوّل الامر سے لیکر ظہور نبوت تک آپ ﷺ کیلئے یہ علوم و معارف اور اسرار بدوں تعطل، بدوں سلب وانفکاک، ثابت کیے ہیں یہ امور ماہیت نبوت کے لوازمات ہیں ،اسی لئے تو عارف مذکور رحمہ اللہ نے آپ کی نبوت ،رسالت ان کے مطالب وتقاضوں کا علم کنت نبیا الحدیث کے تحت عالم ارواح میں بھی ثابت کیا ہے زمانہ بچپن سے لے کر چالیس سال کی عمر شریف کے اختتام تک آپ کے علم ادراک اور ان علوم و معارف و اسرار کے درمیان صرف حجاب ہے سلب وانقطاع نہیں اتصاف اور لزوم بدستور موجود ہے یہ حجاب کیوں ہے؟ اس لئے کہ نبوت عملی شرعی کیلئے چالیس سال کا مکمل ہونا قانون خداوندی ہے چالیس سال سے قبل عقل وفہم توحید باری تعالیٰ کے علوم و معارف اور اسرار کے متحمل نبوت و رسالت کے مطالب ونتائج سے باخبر ہونیکی صلاحیت واستعداد نہیں رکھتے،،

عارف التیجانی رحمہ اللہ نے صاف فرمایا ہے کہ عالم ارواح میں آپ کو اپنی نبوت ،رسالت ،مطالب اور نتائج کا علم اس لئے تھا کہ وہاں صرف اور صرف حقیقت محمدیہ نوریہ تھی بشری لبادہ نہ تھا توحید باری تعالیٰ کے علوم و معارف اور اسرار روح اقدس اور ذات شریفہ پر پوری طرف منکشف تھے، عالم دنیا میں تشریف آوری پر حقیقت محمدیہ نوریہ اور روح طاہرہ مطہرہ کو جسد اطہر میں ڈھالا گیا، علوم و معارف اور اسرار کے ادراک اور متحمل نہ ہونیکی وجہ سے قوت ادراک اور استعداد تحمل کی تکمیل تک ذات شریفہ کے ادراک اور ان علوم و معارف اور اسرار کے مابین حجاب ڈال دیا گیا ابتدائے ولادت سے لے کر چالیس سال مکمل ہونے تک حقیقت محمدیہ نوریہ اسی نبوت اور اس کے لوازمات سے بہ تسلسل متصف ہے جس کا اعلان آپ ﷺ نے کنت نبیا وآدم بین الماء

والطین میں فرمایا ہے،،

ابتدائے ولادت سے لیکر وحی کے نزول تک نبوت کے انکار کی کوئی وجہ ہی نہیں علوم ومعارف اور اسرار کی موجودگی لوازمات نبوت کی موجودگی ہے لوازمات نبوت کی موجودگی وجود نبوت کو مستلزم ہے اگر یہ علوم ومعارف اور اسرار، نبوت اور حقیقت شریفہ کولازم نہ ہوتے تو حقیقت محمدیہ میں ان کو ودیعت نہ رکھا جاتا،،

یہ عارف شہیر ابولاعباس التیجانی رحمہ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم ادراک اور علوم معارف اور اسرار کے درمیان حجاب ڈالنے کی وجہ اور حکمت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :''ان منع اللہ لہ من الرسلۃ والنبوۃ قبل بلوغہ اربعین سنۃ ان النبوۃ والرسالۃ لاتکون الا عن تجلی الھی ولو وضع اقل قلیل منہ علی جمیع مافی کورۃ العالم لذابت کلھا لثقل اعباءہ وسطوۃ سلطانہ فلا تقدر الانبیاء علی تحمل اعباءہ والثبوت لسطوۃ سلطانہ الا بعد بلوغھم اربعین سنۃ ولما قبل بلوغ الاربعین سنۃ فلا قدرۃ لاحد علی تحمل اعباء ذالک التجلی لما فطرت علیہ الشریفۃ من شدۃ الضعف حتی اذا بلغ الانسان اربعین سنۃ وکان فی علم اللہ نبیا اورسولا افاض علی روحہ قوۃ الھیۃ مایقدربہ علی تحمل اعباء ذالک التجلی فلھذا السر لم ینباء احد الا بعد اربعین سنۃ ،وھذا ھو المانع لہ من النبوۃ قبل ذالک صلی اللہ علیہ وسلم ولغیرہ من النبیین علیھم السلام''

ترجمہ :اللہ تعالیٰ نے چالیس سال کی عمر تک پہنچنے سے پہلے آپ کو نبوت اور رسالت سے دور رکھا کیونکہ نبوت اور رسالت اللہ تعالیٰ کی خاص تجلی کے بعد حاصل ہوتی ہے جس کا اقل قلیل حصہ بھی اگر دنیا اور جو کچھ اس میں ہے پر رکھا جائے تو وہ اس کے بوجھ اور غلبہ رعب کی وجہ سے پگھل جائے یہی وجہ ہے کہ پیغمبران کرام بھی نبوت کا بار گراں اور اس کے رعب وغلبہ کے متحمل ہونے

اوراس کے آگے ثابت قدم رہنے کی ہمت اور طاقت چالیس سال کی عمر سے پہلے نہیں رکھتے اور چالیس سال کی عمر تک رسائی سے پہلے کسی میں بھی اس تجلی کے برداشت کرنے کی سکت اور استطاعت نہیں ہوسکتی کیونکہ بشریت میں فطری اور پیدائشی طور پر شدید ضعف اور ناتوانی پائی جاتی ہے حتی کہ جب انسان چالیس سال کی عمر کو پہنچ جائے اور علم الٰہی مین اس کا نبی اور رسول ہونا مقدر ہو چکا ہوتو اللہ تعالیٰ اس کی روح پر قوت الٰہیہ میں سے افاضہ فرماتا ہے جس کی بدولت وہ اس تجلی کے بارگراں کو برداشت کرنے پر قادر ہو جاتا ہے، یہی وجہ اور سبب خاص ہے جس کے تحت ہر پیغمبر کو منصب نبوت چالیس سال کے بعد ہی عطا کیا گیا،،اور آپ کیلئے بھی اور دوسرے انبیاء کیلئے بھی چالیس سال سے قبل اس عظیم منصب پر فائز ہونے سے یہی امر مانع ہے،،

عارف التیجانی رحمہ اللہ کے تبصرہ سے واضح ہوا کہ نبوت اور رسالت اللہ تعالیٰ کی تجلی خاص کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

اس کا اقل قلیل دنیا و مافیھا کو پگھلانے کی طاقت رکھتا ہے ابتدائے ولادت سے نبوت اور رسالت نہ دینے کی وجہ بھی یہی ہے کہ عمر کا یہ ابتدائی دور تجلی کے رعب، غلبہ اور ثقل برداشت کرنیکی طاقت نہیں رکھتا،،

چالیس سال مکمل ہونے پر تجلی کے برداشت کی ہمت اور استعداد پیدا ہو جاتی ہے اور پھر تقدیرات الٰہی کے مطابق نبی اور رسول ہونے والے شخص کو اس منصب عظیم پر فائز کر دیا جاتا ہے سوال یہ ہے کہ عارف التیجانی کا یہ کلیہ ''کہ نبوت اور رسالت اللہ تعالیٰ کی خاص تجلی کے بعد حاصل ہوتی ہے تو کنت نبیا و آدم بین الماء والطین کے وقت نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ اور روح مطہرہ کو جو منصب نبوۃ بالفعل حاصل تھا وہ بھی اللہ تعالیٰ کی تجلی خاص کے بعد حاصل ہوا تھا؟ اگر تجلی خاص کے بعد حاصل ہوا تھا تو ابتدائے ولادت سے لے کر ظہور نبوت تک وہی روح اور وہی ذات مقدسہ ہے جو عالم ارواح میں وصف نبوت سے متصف تھی اگر عالم ارواح میں قوت

الٰہیہ موہوبہ من حضرت اللہ تجلی خاص کی برداشت اور تحمل کیلئے تھی تو جسم اطہر میں بھی وہی روح اور وہی حقیقۃ مقدسہ ہے یہاں برداشت وتحمل کی قوت کیوں نہیں باوجودیکہ روح اقدس اور حقیقت شریفہ انہی اوصاف شریفہ علیا سے متصف ہیں جو اول الامر سے ان کو ودیعت کئے گئے ہیں اور اگر عالم ارواح والی نبوت اللہ تعالیٰ کی تجلی خاص کے بغیر حاصل ہوئی ہے تو عالم دنیا میں بطور شرط کے اس کی پابندی کیوں ہے؟

مکان تبدیل ہوا ہے مکین تو تبدیل نہیں ہوا، تاکہ تغیر ذات و ماہیت کا تغیر حکم کو مستلزم ہو،،

اور اگر عالم ارواح والی نبوت اللہ تعالیٰ کی تجلی خاص کے بعد حاصل ہوئی ہے تو دنیا میں نبوت کے حصول و وجود میں اس کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ روح مقدسہ اور ذات شریفہ پہلے تجلی خاص سے محظوظ ہو چکے ہیں۔

عارف التیجانی کی توجیہ اور علت مانعہ کی تشریح سے ثابت ہوا کہ صغرسنی تجلی خاص کی متحمل نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کا اقل قلیل دنیا و مافیھا کو پگھلا کر رکھ دیتا ہے تو دیکھنا یہ ہے چالیس سال کی عمر میں اس تجلی خاص کو برداشت کرنے کی استطاعت واستعداد کہاں سے آئی نبوت تو تجلی خاص کے بعد حاصل ہوگی، جسد کے ذریعے تو آ نہیں سکتی کیونکہ جسد تو دنیا و مافیھا کا ایک فرد ہے جب دنیا ومافیھا تجلی خاص کے اقل قلیل کو برداشت نہیں کر سکتی تو دنیا و مافیہا کا ایک فرد اس کو بھرپور انداز میں کیسے برداشت کر سکتا ہے؟ اگر یہ قوت برداشت اور استعداد تحمل روح کے راستے جسم کو اس قابل بناتی ہے تو پھر دیکھنا یہ ہے کہ روح تو وہی ہے جو عالم ارواح سے چلی آرہی ہے، تو صغرسنی میں تحمل اور برداشت کی اہلیت کیوں نہیں؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدسہ اور ذات علیا (حقیقت محمدیہ) کا معاملہ تو امتیازی اور انفرادی حیثیت کا حامل ہے جس کو دیگر انبیاء کرام کی حالت اور نبوت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا،،

الشیخ عبدالوہاب بن احمد بن علی الشعرانی فرماتے ہیں :"ھذا ھو اول موجود فی العالم ثم

انہ تعالی تجلی بنورہ الی ذالک الھباء و العالم کلہ فیہ بالقوۃ فقبل منہ کل شی فی ذالک الھباء علی حسب قربہ من النور کقبول ذوایات البیت نور السراج فعلی حسب قربہ من ذالک النور یشتد ضوءہ وقبولہ ولم یکن احد اقرب الیہ من حقیقۃ محمد ﷺ فکان اقرب قبولا من جمیع ما فی ذالک الھباء فکان ﷺ مبدء ظہور العالم و اول موجود''(الیواقیت الجواھر ص ۱۸)

رسول اللہ ﷺ ہی کائنات میں موجود اول ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے غبارہ نما اس کرہ جس میں ساری مخلوق بالقوہ موجود تھی کی طرف اپنے نور کی تجلی فرمائی ہر شی نے اس نور سے قربت کی بنیاد پر اس نور کو قبول کیا (یعنی استفادہ کیا) جس طرح گھر کے کونے چراغ کی روشنی سے مستفید ہوتے ہیں جو جو قریب تھا اس کی قربت پر نور کی روشنی سے زیادہ روشن ہوا مگر حقیقت محمد یہ علیہا التحیۃ والثناء سے اس نور کی تجلی کے زیادہ قریب اور کوئی نہ تھا اسی لئے آپ کی قبولیت (نور سے فیض یاب ہونا) کرہ میں موجود ساری کائنات سے زیادہ تھی، اسی لئے آپ ﷺ ساری کائنات کے ظہور کا مبداء اور اول موجود فی الکائنات ہیں، معلوم ہوا نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ اور حقیقت محمد یہ علی صاحبہا الصلوۃ والتسلیم سب سے پہلے اللہ کے نور کی تجلی سے مستفید اور محظوظ ہوئی جبکہ بقیہ انبیاء کرام اس نور کی تجلی سے اپنے مقام اور اپنے مرتبہ کے لحاظ سے محظوظ ہوئے لیکن سب سے زیادہ اقرب اور سب سے زیادہ مستفید و محظوظ ہونے والی آپ کی ذات مقدسہ تھی، اقرب ہوتے ہوئے آپ کی ذات طاہرہ مطہرہ اگر پگھلنے سے محفوظ رہی تو وہی ذات بوقت ظہور قدسی یا اس کے بعد کیسے متاثر ہوسکتی تھی، یہی ذات معہ الجسم دنا فتدلی فکان قاب قوسینا و ادنٰی کے انوار ذاتیہ حقیقیہ کے غیر متناہی سلسلہ میں نہیں پگھلی بجسم نہیں ہوئی چالیس سال تک پروان چڑھنے والے روح اور جسم کو کیسے متاثر کرسکتی تھی ماننا پڑیگا یہ کلیہ رسول اللہ ﷺ کیلئے نہیں بلکہ دیگر انبیاء کیلئے ہے،،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے انوار ہر دور میں موجود اور درخشاں رہے

عارف شعرانی رحمہ اللہ نے فرمایا: "ان مستمد جميع الانبياء والمرسلين من روح محمد صلى الله عليه وسلم اذهو قطب القطاب ،فهو ممد لجميع الناس اولا و آخرا فهو ممد كل نبى وولى سابق على ظهوره حال كونه فى الغيب وممد ايضا لكل ولى لا حق به فيوصله بذالك الامداد الى مرتبة كماله فى حال كونه موجودا فى عالم الشهادة وفى حال كونه منتقلا الى الغيب الذى هو البرزخ والدار الاخرة فان انوار رسالته صلى الله عليه وسلم غير منقطعة عن العالم من المتقدمين والمتاخرين "

(اليواقيت الجواهر ،ص ع،لہ)

ترجمہ: بے شک تمام انبیاء اور مرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس سے استمداد کرتے رہے ہیں ،، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قطب الاقطاب ہیں (مرکز کائنات ہیں) پس آپ ہی تمام متقدم اور متاخر انسانیت کے مددگار ہیں آپ ہی ہر نبی اور ہر ولی کے مددگار ہیں آپ سے قبل ظاہر ہو چکا ہو یا عالم غیب میں ہو، اور آپ ہی بعد میں آنے والے ولی کے مددگار ہیں پس آپ اپنی اس امداد کے ذریعے ولایت کے مرتبہء کمال تک پہنچاتے ہیں وہ عالم شہادۃ (دنیا) میں ہو یا عالم غیب یعنی برزخ اور دار آخرت میں چلا گیا ہو، پس بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے انوار جہان سے بالکل منقطع نہیں ہیں،، خواہ یہ جہاں متقدمین کا ہو یا متاخرین کا،،

معلوم ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اول الامر سے لے کر عالم آخرت تک دائم مستمر اور باقی ہے کیونکہ اس رسالت کے انوار ظہور قدسی سے قبل بھی متقدمین انبیاء اور رسولوں کیلئے موجود ہو کر معاون اور مددگار رہے اور ظہور قدسی کے بعد عالم دنیا عالم برزخ اور دار آخرت میں بھی تابندہ اور مددگار ہیں ،اول الامر سے لے کر دار آخرت تک انوار رسالت کی بقاء، دوام، استمرار اور امداد کا تسلسل آپ کی نبوت اور رسالت کے ساتھ تسلسل، دوام اور استمرار کو مستلزم ہے لہٰذا نبوت کا انحصار

چالیس سال کی تکمیل پر غیر منطقی اور غیر معقولی ہے،،

امام شعرانی نے انبیاء سابقین کی امداد فرمانے پر بطور دلیل نقل فرمایا:"من الدلیل علی ذالك قوله تعالی اولئك الذین هدی الله فبهدهم اقتده "(الانعام ع ۴)ای ان هداهم هو هداك الذی سری الیهم منك فی الباطن فاذا اهتدیت بهداهم فانما ذالك اهتداء بهداك اذ اوّلیة لك باطنا والاخرة لك ظاهرا ولو ان المراد بهداهم غیر ما قررناه تعالی له ﷺ فبهم اقتده"(الیواقیت الجواهر ع ۲)

ترجمہ: انبیاء سابقین کی مدد فرمانے پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پاک ہے یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت عطا فرمائی ہے آپ بھی ان کی راہ پر چلیں،، یعنی بے شک ان کی ہدایت وہی ہے جو عالم باطن میں آپ سے ان کو فیضان کیا گیا ہے،، پس اب آپ ان کے راستے پر چلیں گےتو بے شک یہ وہی راستہ ہوگا جو آپ کی بدولت ان کو دکھایا گیا تھا، کیونکہ باطن میں سب سے اول تو آپ ہی ہیں، اگر چہ ظاہری طور پر آخر ہیں پس فبهداهم مذکورہ بالا کلام سے معلوم ہوا کہ اول الکائنات، اول الموجودات رسول اللہ ﷺ کی ذات کریمہ ہے اور آپ ہی آخر بھی ہیں، اول الخلق، اول الموجودات، اور قطب الاقطاب ہونیکی وجہ سے سبیل ہدایت میں آپ ان کے مد ہیں ظہور قدسی سے قبل بھی آپ راہ ہدایت میں ان کے رہبر، معاون اور مددگار رہے ہیں۔

یہی عارف شعرانی ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں، سوال یہ ہے کہ" هل اعطی احد النبوة وآدم بین الماء والطین غیر محمد ﷺ " کیا رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور کو بھی نبوت دی گئی تھی جب کہ آدم علیہ السلام پانی اور کیچڑ کے درمیان تھے،، جواب ارشاد فرمایا:"لم یبلغنا احدا اعطی ذالك انما کانوا انبیاء ایام رسالتهم المحسوسة "اس کے متعلق ہمیں کوئی خبر، یا اطلاع نہیں ہوئی کہ آپ کے علاوہ کوئی اور بھی نبی تھا،، دیگر انبیائے کرام اپنے اپنے زمانے میں نبی ہوئے ہیں،،

پھر ایک سوال نقل فرمایا: ”فلم قال کنت نبیا و آدم الماء والطین ولم یقل کنت انسانا او کنت موجودا“ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں فرمایا ”کنت نبیا و آدم الماء والطین“ یہ کیوں نہیں فرمایا کنت انسانا یا کنت موجودا“ جواب ارشاد فرمایا: ”انما خص النبوة بالذکر دون غیرھا اشارة الی انه اعطی النبوة قبل جمیع الانبیاء فان النبوة لاتکون الابمعرفة الشرع المقدر علیه من عند الله تعالی“ (الیواقیت الجواھر ج۲)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنت نبیا میں اپنی نبوت کا ذکر فرمایا اور کسی وصف مثلا رسالت وغیرہ کا ذکر نہیں فرمایا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کو نبوت سب سے پہلے عطا کی گئی کیونکہ نبوت شریعت کی معرفت کے بغیر نہیں ہوتی جو شریعت اس نبوت کیلئے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقدر کی جا چکی ہے۔،،

یعنی جو شریعت اللہ تعالیٰ کے علم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مخصوص اور مقدر کی جا چکی تھی پہلے اس کی معرفت حاصل ہوئی اور اس کی بدولت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نبی ہونے کا اعلان فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق خاص ہیں

امام شعرانی ایک سوال نقل فرماتے ہیں، جس کی عبارت یہ ہے: ”فما معنی قولھم انه صلی اللہ علیہ وسلم اول خلق الله ھل المراد به خلق مخصوص؟ او المراد به الخلق علی الاطلاق“

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اول الخلق ہونے سے مراد کیا ہے؟ خلق مخصوص یا خلق مطلق؟

جواب ارشاد فرمایا: ”کماقاله الشیخ فی الباب السادس ان المرادبه خلق مخصوص وذالك ان اول ماخلق الله الھباء واول ماظھر فیه حقیقة محمد صلی اللہ علیہ وسلم قبل سائر الحقائق وایضاح ذالك ان الله تبارك وتعالی لما اراد بدء ظھور العالم علی

حد ما سبق فی علمه انفعل العالم عن تلك الارادة المقدسة بضرب من تجليات التنزيه الی الحقيقة الكلية فحدث الهباء وهو بمنزلة النباء الجص ليفتتح فيه من الا شكال والصور ما شاء وهذا هو ماأول موجود فی العالم ثم انه تجلی بنوره الی ذالك الهباء والعالم كله فيه بالقوة فقبل منه كل شی فی ذالك الهباء علی حسب قربه من النور كقبول زوايا البيت نور السراج فعلی حسب قربه من ذالك النور يشتد ضوئه وقبوله ،ولم يكن احد اقرب اليه من حقيقة محمد ﷺ فكان اقرب قبولا من جميع مافی ذالك الهباء وكان ﷺ مبدء ظهور العالم واول موجود"(اليواقيت الجواهر ج ۲) ترجمہ: شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ نے "الفتوحات" کے چھٹے باب میں فرمایا ہے کہ:"اول ماخلق" سے مراد خلق مخصوص ہے اور یہ اس لئے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے الھباء نورانی ذرات کی شکل میں ایک مادے کو سب سے پہلے اور تمام حقائق عالم (حقائق کائنات) سے پہلے اپیدا فرمایا اور اس میں سب سے پہلے حقیقت محمدیہ ظہور پذیر ہوئی اس کی توضیح یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں تقدیرات عالم کے مطابق عالم کے ظہور کی ابتداء کرنے کا ارادہ فرمایا تو عالم کو اپنی تجلی تنزیہ (بے کیف) کے ذریعے حقیقت کلیہ (تمام حقائق) کے تعارف کیلئے عالم کو آگاہ فرمایا، پس اس تجلی تنزیہہ سے الھباء نورانی ذرات کی شکل میں ایک مخلوق ظاہر ہوئی جو ایک شیشے کے مکان کی طرح صاف ،شفاف تھی ،اور اس کی تخلیق کا مقصد یہ تھا کہ اس میں اشیائے عالم کی اشکال اور صور منعکس ہوں ،عالم میں موجود ہونے والی یہ پہلی چیز تھی ،اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس ھباء کی طرف تجلی فرمائی جبکہ سارا عالم اس ھباء میں بالقوہ موجود تھا ،اس ھباء میں موجود کائنات کی ہر شی نے اس نور سے قرب کے مطابق ضیاء اور نورانیت کو قبول کیا جس طرح مکان میں جلائے گئے چراغ سے قرب مکانیت کے لحاظ سے گوشہ ہائے بیت قبول کرتے اور منور ہوتے ہیں اس ھباء میں نور کی اس تجلی

کے اقرب حقیقت محمدیہ کے علاوہ اور کوئی شی نہ تھی، اس لئے سب سے زیادہ حقیقت محمدیہ نے اس سے استفادہ کیا، اسی لئے آپ ﷺ ظہور عالم کے مبداء اور اول الموجودات قرار پائے،، امام شعرانی رحمہ اللہ نے حدیث کنت نبیا و آدم بین الماء والطین کے تحت فرمایا: ''فکل نبی تقدم فی زمن ظهوره فهو نائب عنه فی بعثة بتلك الشريعة ويويد ذالك قوله ﷺ فی حديث وضع الله تعالى يده بين ثدى اى كما يليق بجلاله فعلمت علم الاولين والاخرين اذالمراد بالاولين هم الانبياء الذين تقدموه فی الظهور عند غيبة جسمه الشريف وايضاح ذالك انه ﷺ اعطى العلم مرتين ،مرة قبل خلق آدم عليه السلام ومرة قبل ظهور رسالته ﷺ كما انزل القرآن عليه اولا من غير جبريل ثم انزل عليه به جبريل مرة اخرى ولذالك قال تعالى له ولا تعجل بالقرآن من قبل ان يقضى اليك وحيه ''(طٰہٰ) اى لا تعجل بتلاوة ما عندك منه قبل ان تسمعه من جبريل بل اسمعه من جبريل وانت منصت اليه كانك ما سمعته قط '' (اليواقيت الجواهر)

ترجمہ: آپ کے زمانہ ظہور سے قبل ہر نبی اس شریعت میں جس کیلئے اسکو مبعوث کیا گیا تھا آپ کا نائب تھا اس بات کی تائید آپ کے اس قول سے ہوتی ہے جو حدیث کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ اپنی جلالت شان کے لائق میرے سینے پر رکھا مجھے اولین اور آخرین کے علوم کا علم ہو گیا،، میں واقع ہوا ہے کیونکہ اولین سے مراد وہ انبیائے کرام ہیں جو آپ کے جسم شریف کے ظہور سے قبل آپ کی غیوبت میں پہلے ہو گزرے ہیں اس کی توضیح یہ ہے کہ آپ ﷺ کو دو مرتبہ علم سے نوازا گیا ایک مرتبہ تخلیق آدم سے قبل اور ایک مرتبہ آپ کی رسالت کے ظہور سے قبل (ﷺ) پہلے جبریل علیہ السلام کی وساطت کے بغیر آپ پر قرآن کو اتارا گیا پھر دوسری مرتبہ بواسطہ جبریل اتارا گیا اور اسی لئے ارشاد باری تعالیٰ ہوا، وحی مکمل ہونے سے پہلے آپ قرآن کی تلاوت میں

عجلت سے کام نہ لیں یعنی جو قرآن آپ کے پاس پہلے سے موجود ہے اس کو جبریل سے سننے سے قبل اس کی تلاوت میں جلدی نہ کریں بلکہ جبریل کی زبانی اس کو سنیں اور خود چپ رہیں، گویا کہ اس سے قبل آپ نے کبھی سماعت ہی نہیں کیا۔

عارف شعرانی رحمہ اللہ کے کلام سے واضح اور ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اول الموجودات اور اول الخلق ہیں آپ کی ذات مقدسہ (حقیقت محمدیہ) ظہور کائنات کیلئے مبداء مصدر اور وجہ تخلیق ہے اول الامر سے آپ نور کی تجلی سے محظوظ اور مستفید ہوتے آرہے ہیں ساری کائنات سے اقرب الی اللہ آپ ہی کی ذات مقدسہ ہے،، تخلیق آدم سے قبل آپ کو علوم قرآن دیئے گئے تعلیمات قرآن سے بھرپور انداز میں سرفراز فرمایا گیا۔

تمام انبیاء آپ کی شریعت کے مبلغ تھے

ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش جتنے انبیائے کرام اور رسول دعوت وتبلیغ کیلئے مبعوث فرمائے گئے وہ آپ کے قائم مقام اور نائب ہوکر آپ کی شریعت کی تبلیغ فرماتے رہے یعنی آپ کے ظہور سے قبل جس قدر بھی شرائع اور احکام نازل ہوئے وہ درحقیقت آپ کی ہی شریعت اور آپ کی شریعت کے ہی احکامات تھے جن کو انبیاء اور رسول اللہ کے حکم سے دنیا میں پہنچاتے اور سناتے رہے جس طرح انبیاء کا سلسلہ طویل ہے اسی طرح آپ کی رسالت کا دائرہ کار تمام ادوار اور تمام زمانوں پر محیط ہے یعنی ہر نبی اور ہر رسول کے زمانہ نبوت اور رسالت پر آپ کی رسالت کی چھاپ ہے اور گویا ہر نبی اور ہر رسول نے آپ کی عدم موجودگی کے باوجود آپ کی شریعت کی تبلیغ کی اور آپ کی نبوت کا اعلان فرمایا۔

آپ کی نبوت دائمہ اور مستمرہ ہے

امام شعرانی رحمہ اللہ نے فرمایا: "فان انوار رسالته ﷺ غیر منقطعة عن العالم من المتقدمین و المتاخرین "(ص ع بام) ترجمہ: آپ ﷺ کی رسالت کے انوار دنیا میں دائم اور مستمر رہے اور تمام اگلے پچھلے آپ کے انوار رسالت سے مستفید اور مستفیض ہوتے رہے ،، متقدمین آپ کے جسد انور کے ظہور سے قبل آپ کی ذات اور رسالت سے اکتساب فیض کرتے رہے اور متاخرین ظہور قدسی کے بعد آپ کے وجود مسعود حقیقت محمدیہ نبوت اور رسالت سے صبح قیامت تک مستفید ہوتے رہیں گے اول الامر سے لیکر صبح قیامت تک متقدمین اور متاخرین کا آپ کی رسالت کے انوار سے تسلسل دوام اور استمرار کے ساتھ فیضیاب ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ اس جہاں میں کسی وقت بھی آپ کی نبوت اور رسالت کا تعطل ہوا ہے نہ انقطاع بلکہ اول الامر سے ان کی معاون اور مددگار رہی ہے بلکہ ساری انسانیت آپ ﷺ سے مدد یافتہ ہے جیسا کہ عارف شعرانی نے فرمایا: "فهو ممد لجميع الناس اولا و آخرا فهو ممد لكل نبى وولى سابق على ظهوره حال كونه فى الغيب " آپ اپنے ظہور قدسی سے قبل آنے والی انسانیت انبیاء اولیاء اور ظہور قدسی کے بعد آنے والی انسانی مخلوق کیلئے حین حیات اور بعد از وفات کے بھی معاون اور مددگار ہیں بلکہ دنیا سے انتقال کر جانے کے بعد برزخ اور دار آخرت میں بھی آپ کی امدادی کاروائی اور کرم فرمائی کا سلسلہ جاری ہے جب آپ کے انوار رسالت اور فیضان نبوت سارے جہاں میں ہر لمحہ موجود اور عالم کا ہر ذرہ ان انوار سے اکتساب فیض کر رہا ہے تو ماننا پڑیگا کہ آپ کی نبوت اور رسالت دائمی اور علی سبیل الاستمرار ہے کسی لمحہ میں بھی آپ کی نبوت اور رسالت کا سلب اور انقطاع نہیں ہوا، خواہ ابتدائی عمر ہو یا چالیس سال عمر شریف کے مکمل ہو چکے ہوں ،، اور اگر نبوت کا حصول و جود اور حکم چالیس سال کے بعد

تسلیم کیا جائے جیسا کہ تحقیقات نے چار صد سے زائد صفحات پر اس موقف کو پھیلا دیا ہے تو کسی ایک وقت میں بھی نبوت کا سلب ہونا کیا جانا اور رسالت کے منصب سے معزول اور سبکدوش کیا جانا امر ضروری کے طور پر ثابت کرنا لازمی ہوگا جبکہ کوئی ضعیف روایت بھی اخبار و آثار سیرت اور تاریخ کی کتب میں نہیں ملتی، بلکہ کسی بھی نبی یا رسول کے بارے میں ایسی خبر نہیں پائی گئی کہ اس سے نبوت کا سلب یا انقطاع ہوا ہے،، رسول اللہ ﷺ کی نبوت اور رسالت کا معاملہ تو ایک مخصوص نوعیت کا حامل ہے جس کو قیاس وقیافوں کے ضابطوں میں نہیں لایا جا سکتا،،

امام الشیخ سلیمان الجمل نے فرمایا :''انہ نبی فی عالم الارواح والنور وارسل الیھا بالفعل ودعاھا ودلھا ثم نبیء وارسل ثانیا فی عالم الاجساد بعد بلوغہ اربعین سنۃ من عمرہ فامتاز عن الانبیاء و الرسل بانہ نبیء مرتین وارسل مرتین الاولی فی عالم الارواح للارواح وثانیۃ فی علم الاجساد للاجساد فقد دعا ﷺ ودلل علی اللہ تعالی فی کل من الحالتین کما تقدم والاشارۃ الی ذالک بقولہ تعالی وما ارسلنک الا کآفۃ للناس ،والانبیاء والرسل وجمیع اممھم و جمیع المتقدمین ولمتاخرین داخلون فی کآفۃ الناس وکان ھو داعیا بالا صالۃ وجمیع الانبیاء والرسل یدعون الخلق الی الحق عن تبعیتہ وکانوا خلفاء ہ ونوابہ فی الدعوۃ ''(جواھر البحار جلدثانی :بحوالہ تحقیقات ملخصاً)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کو عالم ارواح اور عالم ذر میں بالفعل نبی اور رسول بنایا گیا اور آپ نے ان کو دعوت دی اور ان کی راہ نمائی فرمائی پھر آپ کو دوبارہ نبی اور رسول بنایا گیا عالم اجساد میں چالیس سال کی عمر شریف کو پہنچنے کے بعد تو آپ کو دوسرے انبیاء و رسل علیہم السلام سے اس طرح امتیاز اور انفرادیت حاصل ہوگئی کہ آپ کو دو مرتبہ نبی بنایا گیا اور دو مرتبہ رسول بنایا گیا، پہلی دفعہ عالم ارواح میں ارواح کیلئے اور دوسری دفعہ عالم اجساد میں اجسام کیلئے تو آنحضرت ﷺ داعی

ہیں کیونکہ آپ نے دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی، اور راہنمائی فرمائی اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان (وما ارسلنك الا كآفة للناس بشيرا ونذيرا) میں اسی عموم کی طرف اشارہ ہے انبیاء و رسل علیہم السلام اور ان کی تمام امتیں اور تمام متقدمین اور متاخرین کافۃ الناس مین داخل ہیں نبی مکرم ﷺ اپنے دونوں ادوار میں اصل اور مستقل نبی اور رسول ہونے کے لحاظ سے دعوت دینے والے تھے، دوسرے انبیاء و رسل علیہم السلام حق کی طرف مخلوق کو دعوت دیتے تھے تو آپ کے نائب اور خلیفہ ہونیکی حیثیت سے اور آپ کی اتباع میں اسی لئے الداعی کا لقب صرف اور صرف آپ کے ہی شایان شان ہے،،

امام شعرانی رحمہ اللہ نے فرمایا: "وقال الشيخ في الباب السابع والثلاثين وثلثمائة في حديث لو كان موسى حيا ما وسعه الا ان يتبعني ـ اعلم انه ﷺ نبي الانبياء للعهد الذي اخذ على الانبياء بسيادته عليهم ونبوته في قوله تعالى (واذاخذنا ميثاق النبيين لما اتيتكم من كتاب وحكمة) (آل عمران ۳) الايه فعمت رسالته وشريعته كل الناس فلم يخص نبي بشيء الا ان كان ذالك الشيء لمحمد ﷺ بالا صالة انتهى، فكل نبي تقدم على زمن ظهوره فهو نائب له ﷺ في بعثته بتلك الشريعة ذكره الشيخ تقي الدين السبكي نقله عنه الجلال السيوطي في اول الخصائص" (اليواقيت الجواهر ۲)

ترجمہ: شیخ محی الدین ابن عربی نے "فتوحات" کے باب نمبری: ۳۳۷، میں زیر حدیث لو كان موسى حياما وسعه الا ان يتبعني" فرمایا معلوم ہونا چاہیے کہ بے شک آپ ﷺ تمام انبیاء کے نبی ہیں اس عہد کی بناء پر جو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے ان کی سرداری اور نبوت پر لیا تھا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ میں فرمایا گیا ہے اور جب ہم نے انبیاء سے یہ عہد لیا البتہ ضرور میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں گا، الآیہ اس عہد اور فرمان خداوندی کی روشنی میں آپ کی رسالت اور

شریعت سب لوگوں کیلئے ہے کسی نبی کو بطور خاص جو شیء بھی دی گئی تھی مگر وہ شیء رسول اللہ ﷺ کو بھی اصالتاً دی گئی ہے یعنی اصل میں وہ شیء آپ کو پہلے دی گئی ہے اور بعد میں آپ کی وساطت سے کسی نبی کو دی گئی ہے پس ہر نبی جو آپ کے ظہور قدسی سے پہلے مبعوث ہوا ہے جو شریعت وہ لے کر آیا اس کی تبلیغ واشاعت میں وہ آپ کا نائب اور خلیفہ ہے شیخ تقی الدین السبکی رحمہ اللہ نے اس کو ذکر فرمایا ہے اور ان سے امام جلا الدین السیوطی رحمہ اللہ نے الخصائص الکبری کے اوائل میں نقل فرمایا ہے۔

امام شعرانی نے فرمایا: "وقال فی الباب العاشر من الفتوحات "فی قوله ﷺ انا سید ولد آدم ولا فخر ،انما کان ﷺ سید ولد آدم لان جمیع الانبیاء علیهم الصلوة والسلام نواب له ﷺ من لدن آدم الی آخر الرسل وهو عیسی علیه الصلوة والسلام کما ابان عن ذالك حدیث "لو کان موسی وعیسی حیین ما وسعهما الا اتباعی ،وصدق رسول الله ﷺ فی ذالك فانه لو کان موجودا بجسمه من لدن آدم الی زمان وجوده لکان جمیع نبی آدم تحت شریعته حساً،وهذا لم یبعث نبی الی الناس عامة الا هو خاصة ،فجمیع شرائع الانبیاء هی بالحقیقة شرعه ﷺ "(الیواقیت والجواهر ۲)

ترجمہ: شیخ محی الدین بن عربی رحمہ اللہ نے "الفتوحات" کے دسویں باب انا سید ولد آدم کہ میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں کے تحت فرمایا کہ یہ اس لئے فرمایا کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام آدم علیہ السلام سے لے کر آخری رسول یعنی عیسیٰ علیہ السلام تک آپ کے نائبین ہیں جیسا کہ اس مضمون کو رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں خود بیان فرمایا ہے اگر موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام آج زندہ ہوتے تو میری اتباع کے بغیر ان کیلئے کوئی چارہ کار نہ ہوتا، اور اس مضمون کی رسول اللہ ﷺ نے خود تصدیق فرمائی ہے کہ اگر آدم علیہ السلام سے لے کر میرے موجود رہنے

تک تمام اولاد آدم جسمانی حیات کے ساتھ زندہ رہتی تو تمام اولاد آدم حسی طور پر آپ کی شریعت کے تابع اور متبع ہوتی ،اس کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی بھی نبی عامۃ الخلق کی طرف مبعوث نہیں ہوا بلکہ مخصوص لوگوں کی راہ نمائی کیلئے بھیجا گیا پس تمام انبیاء کرام کی شریعتیں درحقیقت آپ ﷺ کی ہی شریعت تھی،،

ان علماء اعلام اور عرفائے عظام کی تصریحات اس بات پر گواہ ہیں کہ کسی زمانے اور کسی دور میں بھی آپ کی نبوت اور رسالت کا تعطل اور انقطاع نہیں ہوا،تمام انبیاء مختلف ادوار مختلف علاقوں اور مختلف قوموں اور لوگوں کی طرف مبعوث کیے گئے انبیاورسل کو تبلیغ کیلئے مختلف شریعتیں دی گئیں جنہوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ دعوت وتبلیغ کیلئے وقف کیا،مگر تمام شریعتیں آپ کی ہی شریعت تھی یہ تمام شریعتیں آپ کی شریعت کی تعبیرات ،تفاسیر اور موضوعات تھیں ،انبیائے کرام آپ ﷺ کے نائب اور جانشین بن کر ان شرائع اور احکام کی تبلیغ کرتے رہے بلکہ رسول اللہ ﷺ نے نامزد کرتے ہوئے فرمایا اگر میرے زمانے میں موسیٰ اور عیسی علیہما السلام زندہ موجود ہوتے تو وہ اپنی نبوت اور رسالت کا پرچار واظہار نہ کرتے بلکہ مجھ پر ایمان لاتے ،رسول نبی اور صاحب کتاب ہونے کے باوجود اپنی شریعت اور اپنی رسالت کی تشہیر وتبلیغ وغیرہ ان کیلئے جائز نہ ہوتا بلکہ انہیں بھی میری رسالت پر ایمان لانا پڑتا کیونکہ اصل رسالت میری ہی رسالت اور اصل شریعت میری ہی شریعت ہے اگر جسمانی طور پر آدم علیہ السلام کے دور سے لے کر میرے دور تک انسانیت قائم اور موجود رہتی تو سب میری رسالت کے تصدیق کنندہ ،اور اسی پر ایمان لانے والے ہوتے اور میرے ہی جھنڈے کے نیچے جمع ہوتے یعنی سب مخلوق میری فرمانبردار میری پیروکار اور میری امت ہوتی جب یہ ثابت اور متحقق ہے کہ باب نبوت اور عنوان رسالت میں اصل نبوت اور رسالت آپ کی نبوت اور رسالت ہی ہے اور تمام انبیاء ورسل آپ کے نائب ہوکر اپنے اپنے دور میں مبعوث ہوئے ،اور ان کی شریعتیں دراصل آپ کی شریعت تھی اور آپ کی

نبوت ورسالت کے انوار سے بدوں قید زمانہ پوری انسانیت اور ساری مخلوق روشن ومنور ہوتی رہی تو یہ کہنا غلط ہوگا کہ آپ کی نبوت چالیس سال عمر شریف کے مکمل ہونے پر دی گئی اور پھر حدیث انا سید ولد آدم کا کیا جواب ہوگا؟ اوراخذ میثاق پرمبنی آیات بینات کا محمل کیا ہوگا؟ امام شیخ سلیمان جمل رحمہ اللہ نے آپ کی بعثت عالم اجسام کیلئے تحریر فرمائی عالم اجسام کا دائرہ وجود آدم علیہ السلام سے لیکر صبح قیامت تک موجود ہونے والے اجسام کو شامل اور محیط ہے،اور آپ کی دعوت وتبلیغ کومتقدمین اور متاخرین کیلئے ثابت کیا ہے،،شیخ تاج الدین شیخ محی الدین ابن عربی ،شیخ عارف باللہ شعرانی ،امام جلال الدین السیوطی رحمہم اللہ کی تصریحات اس پرنقل ہو چکی ہیں جو اس بات کی دلیل ہیں کہ آپ کی نبوت اور رسالت دائمی ،ابدی اور استمراری ہے کسی لمحہ اس کا سلب ،انفکاک اور تعطل نہیں ہوا خواہ انبیائے سابقین کے ادوار مقدسہ ہوں یا آپ کا دور ولادت

''

چالیس سال کی عمر شریف کی تکمیل پر عطائے نبوت کا قول کرنے سے پہلے نبوت کا سلب یا تعطل ضروریات موضوع سے ہے،جس کا ثابت کرنا محالات شرعیہ میں سے ہے، پہلے نقل ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو بار آپ کوتعلیم قرآن سے مشرف فرمایا ہےایک بار آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلےاوردوسری بارظہوررسالت کے بعد :''ولا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیہ''آیہء مقدسہ ظہوررسالت کے بعد نازل ہوئی جس میں آپ کوفرمایا گیا جوقرآن پہلے سے آپ کے پاس ہےاس کے بل بوتے آپ تلاوت میں جلدی نہ کریں، بلکہ جبریل سے سنیں اور چپ رہیں،اوراس طرح ہو جائیں کہ گویااس سے قبل آپ نے قرآن سنا ہی نہیں اگرآپ اول الامر سے نبی نہ ہوتے تو آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل آپ کوقرآن کا علم کیوں دیا جاتا؟ جب انسانیت کا ہر دور آپ کی نبوت سے فیضیاب اورانوار رسالت سے منور ہےتو بلاشبہ آپ کی نبوت ورسالت موجود ہے جب نبوت ورسالت موجود ہےتو ہر دور نور قرآن سے روشن اور منور ہےنور

قرآن اور وجود قرآن کا یہ سلسلہ "ولا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیہ" تک قائم، دائم ہے جب یہ سلسلہ قائم اور دائم ہے تو کیوں؟ وہ صرف اس لئے کہ آپ کی نبوت اور رسالت کا وجود اور تحقق اول الامر سے لیکر دوبارہ نزول قرآن تک موجود ہے اگر آپ نزول وحی سے قبل نبی اور رسول نہ ہوتے تو یہ علم قرآن نزول قرآن تک کیوں اور کیسے باقی رہتا؟ واضح ہوا کہ نزول قرآن سے پہلے بھی آپ ﷺ پر وحی کا نزول ہوتا رہا ہے،،

العرف الشذی ابواب المناقب میں مولانا علامہ سید محمد انور شاہ الکشمیری نے حدیث متی وجبت لک النبوۃ کی توضیح میں فرمایا:"ای کان النبی ﷺ نبیا وجرت علیہ احکام النبوۃ من ذالک الحین بخلاف الانبیاء السابقین فان الاحکام جرت علیھم بعد البعثۃ کما قال مولانا الجامی انہ علیہ السلام کان نبیا قبل نشأۃ العنصریہ" (ترمذی شریف)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نبی تھے اس وقت سے آپ ﷺ پر نبوت کے احکام جاری تھے بخلاف دیگر انبیاء کرام کے کہ ان پر بعثت کے بعد احکام نبوت کا اجراء ہوا ہے جیسا کہ مولانا جامی رحمہ اللہ نے فرمایا بے شک رسول اللہ ﷺ جسم عنصری کے ظہور سے پہلے نبی تھے تنبیہ چالیس سال کی عمر مبارک کی تکمیل سے پہلے اگر آپ نبی نہ تھے تو آپ پر نبوت کے احکام کیوں جاری ہوتے رہے؟ کیا غیر نبی پر بھی نبوت کے احکام جاری ہوتے ہیں؟ اگر غیر نبی پر جاری ہونا جائز اور ممکن ہوتا تو دیگر انبیائے کرام پر بعثت کے بعد کیوں جاری ہوئے؟ بعثت سے پہلے کیوں نہ جاری ہوئے؟ واضح اور ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت اور دیگر انبیائے کرام کی نبوت میں فرق ہے،،

تحقیقات میں بحوالہ جواہر البحار: ج:۳:ص:۸۷، پر ہے:"وھو ﷺ مطبوع علی الحق والخیر واخلاق الکرام الموافقۃ لما جاء ت بہ شریعتہ بالھام اللہ لہ من حین نشاء صغیرا" ترجمہ: نبی کریم ﷺ کی تخلیق ہی حق وصواب اور خیر ورشد پر ہوئی اور ان اخلاق

کریمہ پر جو آپ کی شریعت میں وارد ہونے والے احکام کے موافق تھے، بسبب اللہ تعالیٰ کے الہامات کے جو صغر سنی سے ہی آپ کو ہونے لگے تھے۔ (ص: ۲۳۲)

معلوم ہوا آپ تخلیقی اور پیدائشی طور پر حق وصواب اور خیر ورشد پر تھے اور اخلاق کریمہ آپ کی فطرت اور سرشت کا آئینہ دار اور آپ کی شریعت کی تعلیمات کے مطابق اور موافق تھے، جن تعلیمات کو بذریعہ وحی نازل کر کے ان کی تبلیغ کا حکم دیا جانا تھا، آپ ﷺ ان خوبیوں کے مالک اور ان خصائل اور فضائل کے جامع کیوں تھے؟ اس لئے کہ بچپن سے ہی اللہ تعالیٰ کے الہامات کا سلسلہ آپ پر شروع ہو گیا تھا۔ الہامات وحی ہیں اور وحی انبیاء کرام کو ہوتی ہے آپ ﷺ پر صغر سنی میں الہامات کا ہونا آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔

نبی اور رسول کی تعریف اور آپ کا پیدائشی نبی ہونا

علامہ ابو عبد اللہ فضل اللہ التورپشتی نے فرمایا: ''وگویند رسول آں بود کہ فرشتہ بوحی بدو فرود آید و نبی آنکہ آوز میشنود یا ملہم گردد'' (المعتمد فی المعتقد: ۹۲) ترجمہ: علماء کہتے ہیں کہ رسول وہ ہوتا ہے جس پر فرشتہ وحی لائے اور نبی وہ ہوتا ہے جو آواز سنے یا اس پر الہام ہوتا ہو، علامہ تورپشتی کی بیان فرمودہ نبی اور رسول کی تعریف سے معلوم ہوا کہ جس پر الہام ہوتا ہو وہ نبی ہے رسول اللہ ﷺ پر صغر سنی سے ہی الہامات ہونے لگے تھے لہٰذا آپ بچپن سے ہی نبی تھے اگر نبی نہ ہوتے تو بچپن میں ہی الہامات کا سلسلہ کیوں ہوتا؟

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ''لانه لم يكن امة نبی قط لكنه كان فی مقام النبوة قبل الرسالة وكان يعمل بما هو الحق الذی ظهر عليه فی مقام نبوته بالوحی الخفی والكشوف الصادقة من شريعة ابراهيم وغيرها'' (شرح فقه اکبر: ۶۲)

ترجمہ: آپ ﷺ بالکل کسی نبی کے امتی نہیں رہے لیکن رسالت سے قبل آپ مقام نبوت میں

تھے

مقام نبوت میں جو وحی آپ پر آتی اس میں جو حق بات آپ کے سامنے ظاہر ہوتی آپ اس پر عمل پیرا ہوتے اور وہ حق بات کشف صادق یا شریعت ابراہیمی وغیرہ سے ہوتی،،،

ملا علی قاری کے کلام سے واضح ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نزول وحی سے قبل نبی تھے مقام نبوت میں تھے آپ پر وحی ہوتی تھی اور اللہ تعالیٰ اس وحی کے ذریعے آپ کی تعلیم و تربیت اور اصلاح ذات فرماتا رہا ہے چالیس سال عمر شریف کے جب مکمل ہوئے تو وحی کا نزول ہوا یہ وحی بالرسالت تھی وحی ء نبوت نہ تھی تو گویا چالیس سال کے بعد آپ کو نبوت نہیں بلکہ رسالت دی گئی ہے، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس کی وضاحت: "وفیہ دلالة علی ان نبوتہ لم تکن منحصرة فیما بعد الاربعین کما قال جماعة بل اشارة الی انہ من یوم ولادتہ متصف بنعت نبوتہ بل یدل حدیث کنت نبیاو آدم بین الروح والجسد علی انہ متصف بوصف النبوة فی عالم الارواح قبل الاشباح" سے فرماتے ہوئے نقل کیا۔ (شرح فقہ اکبر: ۷۲، مطبوعہ سعیدی کراچی)

اس میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ آپ کی نبوت چالیس سال کے بعد میں منحصر نہیں (یعنی چالیس سال کے بعد آپ کو نبوت نہیں ملی) جیسا کہ ایک جماعت کا کہنا ہے بل اس میں اشارہ ہے کہ آپ ﷺ وقت پیدائش سے ہی وصف نبوت سے متصف (یعنی نبی ہیں) ہیں بلکہ آپ کے یوم پیدائش (پیدائشی نبی) سے نبی ہونے پر حدیث کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد ایک واضح دلیل ہے کہ آپ تو عالم ارواح میں تخلیق اجسام سے پہلے بھی نبی تھے ملا علی قاری رحمہ اللہ کے نزدیک آپ ﷺ کو نبوت چالیس سال کے بعد نہیں ملی بلکہ آپ عالم اجسام سے قبل عالم ارواح سے ہی نبی چلے آرہے ہیں اور آپ کی نبوت آپ کے ظہور سے قبل بھی ہر دور میں موجود رہی ہے ہر نبی اور ہر رسول کا دور آپ کی نبوت کے فیوض و برکات اور انوار رسالت سے مستفید

ہوتا رہا ہے اس کی تائید امام عارف باللہ عبدالوہاب الشعرانی کے کلام سے بھی ہوتی ہے

"فان انوار رسالته ﷺ غیر منقطعة عن العالم من المتقدمین والمتاخرین"

(الیواقیت الجواہر ج ۲)

ترجمہ: بلاشبہ آپ ﷺ کی رسالت کے انوار عالم (کائنات) سے بالکل منقطع نہیں ہوئے خواہ متقدمین کا دور ہو یا متاخرین کا،، پھر فرمایا: "اذھو قطب القطاب" (ص ایضا) کیونکہ آپ ﷺ مرکز عالم ہیں، یہ امر آفتاب نصف النہار سے بھی زیادہ روشن ہو گیا کہ آپ ﷺ مرکز کائنات اور روح کائنات ہیں کائنات کیلئے آپ کی ذات مقدسہ مبداء اور بنیاد اول ہے کائنات کی رنگینیاں اور رعنائیاں آپ کی ذات مقدسہ سے وابستہ ہیں کائنات کا وجود دوام اور بقا کے دوائر آپ کے گرد ہی گھومتے ہیں، اس لئے تمام عوالم کا آپ کے انوار رسالت سے بہرہ ور ہونا، اور آپ کے انوار رسالت کا بدوں تعطل، بدوں سلب وانفکاک ان پر برسنا ایک لازمی اور فطری تقاضا ہے،،

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے محدثین کا مذہب نقل فرمایا: "مذہب محدثان آنست کہ آنحضرت ﷺ در مدت شش ماہ بمرتبہء نبوت مخصوص بود و مکلف بود بتہذیب نفس شریف خود خاصۃ پس ازاں مامور گشت بدعوت وابلاغ کہ نزد ایشاں معنی رسالت است،، و نبی بمذہب ایشاں لازم نیست کہ داعی و مبلغ باشد بلکہ اگر وحی کردہ بسوئے وے در خاصہ نفسی وے بس است کما تقرر فی موضعہ" (اشعۃ اللمعات: ج: ۳: ص: ۶۲۳)

محدثین کا مذہب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ چھ ماہ تک نبوت کے مخصوص مرتبہ پر فائز رہے صرف اپنے نفس شریفہ کی تہذیب واصلاح کے مکلف تھے اس کے بعد آپ کو دعوت توحید اور تبلیغ احکام کا حکم دیا گیا، محدثین اس کو رسالت کہتے ہیں، نبی کیلئے محدثین کے مذہب میں دعوت توحید دینا اور احکام کی تبلیغ کرنا لازم نہیں،، اگر اس کی طرف اس کے نفس کی تہذیب اور اصلاح کیلئے وحی کی

جائے تو بھی اس کے نبی ہونے کیلئے دلیل کافی ہے،،

شیخ محقق رحمہ اللہ کے نزدیک نبوت اور رسالت

شیخ محقق کی عبارت سے ثابت ہوا کہ نزول وحی جو چالیس سال کے بعد ہوا وہ نبوت نہیں وہ رسالت ہے کیونکہ وہ دعوت وتبلیغ کے ساتھ مشروط ہے اور نزول وحی سے قبل آپ نبی تھے تہذیب نفس اور اصلاح ذات کیلئے آپ پر وحی کا نزول ہوتا یا الہامات ہوتے رہے ہیں عارف باللہ امام عبدالوہاب الشعرانی نے نبی اور رسول کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا:"ان النبی اذا القی الیه الروح شیئا اقتصر به ذالك النبی علی نفسه خاصة ویحرم علیه ان یبلغ اذاالقی غیره ،ثم ان قیل له بلغ ما انزل الیك اما لطائفة مخصوصه کسائرالانبیاء واما عامة ولم یکن ذالك الا لمحمد ﷺ سمی بهذالوجه رسولا"(الیواقیت الجواهر ،ص: ۷۵)

ترجمہ: بے شک جب نبی پر روح الامین کسی شی کا القاء کریں اگر وہ نبی کی ذات تک محدود اور مقصور ہو اور کسی کو تبلیغ کرنیکی اجازت نہ ہو تو وہ نبی ہے اور اگر اس شی کی تبلیغ کا حکم دیا جائے تو وہ شی مخصوص ہے یا عام؟ اگر مخصوص ہو تو انبیائے سابقین کی نبوت ہے اور اگر عام ہو اور محمد رسول اللہ ﷺ کیلئے مختص ہو یہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت ہے،، امام شعرانی کی کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر وحی کے ذریعے کسی شیء کو نازل کیا گیا جس کا عمل اور اثر نبی کی ذات کیلئے محدود اور محصور ہے تو یہ بھی نبوت ہے اور اگر وہ شیء جس کا بذریعہ وحی القاء کیا گیا وہ شیء نبی کی ذات تک محدود نہیں اس کے القاء اور نزول کا مقصد اس نبی کی ذاتی اصلاح اور تہذیب نہیں بلکہ تبلیغ ہے تو اگر شی ملقی الیہ خاص ہو تو یہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ دوسرے انبیاء کی نبوت ہے اور شی ملقی عام ہے یہ رسالت ہے اور نبی کریم ﷺ کی رسالت ہے لیکن تہذیب نفس اور اصلاح ذات کیلئے کی جانے والی وحی

وحیٔ نبوت ہے اور وہ شخص نبی ہے،،

علامہ تورپستی نے نقل فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ دراول نبوت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مدتے فرشتہ تا موکل او کردہ بود تا وے را از آنچہ ضرورت وقت او بود در طریق عبودیت آگاہ میکرد، ودر حدیث بدیں لفظ آمدہ آست کہ فکان الکلمۃ او الکلمتین"(المعتمد فی المعتقد ع ۷)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی نبوت کے مرحلہ پر ایک فرشتہ کو مقرر کر رکھا تھا جو ایک مدت تک آپ کو عبودیت کی راہ میں وقتی ضروریات سے آگاہ کرتا تھا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کلمہ یا دو کلمے سکھاتا تھا،،

نبی کیلئے دعوت وارشاد اور تبلیغ شرط نہیں

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: بعضے گفتہ اند نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقدم است بررسالت وے، و بر مذہب محدثین در نبوت تبلیغ و انداز شرط نیست ونزول وحی برائے نفس کافی است چنانچہ سورۂ اقراء برائے تعلیم و تکمیل وے نازل شد وآں نبوت است بعد ازاں نازل شد سورۂ یاایھا المدثر برائے تبلیغ و انداز وایں رسالت است" (مدارج النبوت: ج:۲:ص:۳۵)

ترجمہ: بعض محقق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت آپ کی رسالت پر مقدم ہے محدثین کے مذہب پر نبوت میں دعوت و انذار اور تبلیغ احکام شرط نہیں نبی کیلئے نزول وحی تہذیب نفس اور اصلاح کیلئے کافی ہے چنانچہ سورۂ اقراء تعلیم و تکمیل نفس کیلئے نازل ہوئی ہے اور یہ دلیل نبوت ہے اور اس کے بعد سورۂ یاایھا المدثر نازل ہوئی ہے جو دعوت و انذار اور تبلیغ احکام پر مبنی ہے اور یہ رسالت ہے یہ اقتباس ماقبل مذکورات کے منافی اور مناقض نہیں ہے بعض محققین کا یہ مذہب تحریر ہوا ہے جو مرجوح اور از قبیل شاذ ہے،،

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا:" نکتہ اول دریں جا ایں کہ عادت تربیت در نبی

آدم تدریج را تقاضا میکند پس اگر اول وہلہ آنحضرت ﷺ را بوحی قرآن مشرف مے ساختند تحمل آں را طاقت نمے آوردند، ناچار اول درخواب کہ حالت غفلت ازیں عالم است القائے علوم جزئیہ شروع فرمودند، تا مراو را عادت تلقی علوم از عالم غیب پیدا شود" (تحقیقات: ۱۲۸) ترجمہ: یہاں ایک نکتہ ہے وہ یہ ہے کہ بنی آدم کی تربیت میں اصول یہ ہے کہ وہ تربیت تدریجاً ہو، یعنی یک لخت مقصود کی انتہا تک نہ پہنچایا جائے بلکہ درجہ بدرجہ ترقی دیکر منزل معہود تک لے جایا جائے اگر پہلے ہی مرحلہ پر آپ کو وحی ء قرآن سے مشرف فرمایا جاتا تو آپ کو اس کے برداشت کرنیکی طاقت نہ ہوتی، اس ضرورت کے تحت آپ پر وحی منامی کا نزول ہوا، جو عالم دنیا سے لاتعلقی کا مقام ہے، اس وحی ء منامی کے ذریعے آپ کو نبوت کے جزوی علوم دیئے جانے لگے تاکہ ان علوم کی تلقی سے آپ کو عالم غیب کے علوم کے حصول کی عادت پڑ جائے،،

نزول وحی سے قبل آپ کی نبوت خارج میں موجود تھی

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی نزول قرآن سے قبل وحی منامی کے ذریعے علوم نبوت دیئے جانے کی تصریح فرمائی ہے، اس سے قبل علامہ قونوی ملا علی قاری، علامہ سلیمان الجمل ،شیخ نورالدین المعروف ابن جزار، محی الدین ابن عربی علامہ تورپستی، شیخ محقق شاہ عبد الحق دہلوی ،قاضی عیاض، علامہ انور شاہ کشمیری، اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی وغیرہ رحمہم اللہ علیہم کی تصریحات گزر چکی ہیں جن سے ثابت اور واضح ہوا کہ نزول وحی (نزول قرآن سے) پہلے آپ پر وحی نازل ہوتی تھی، جو آپ پر احکام نبوت، اور نفس مقدسہ کی اصلاح اور تہذیب کیلئے ہوتی تھی اور عالم دنیا کا کوئی خطہ ظہور قدسی سے قبل اور بعد ایسا نہیں جس پر آپ کے انوار رسالت کی برسات نہ ہوئی ہو جب یہ تمام حقائق ہیں، ثبوت و صداقت سے مزین ہیں تو غلام محمد بندیالوی

نے کیسے کہہ دیا ہے کہ نزول وحی سے قبل آپ بالقوہ نبی تھے، بالقوہ کی تعریف جوان کے بدست تحقیقات :ص:۱۳۱، پر مرقوم ہے اس کی روشنی میں رویائے صادقہ ،الہامات، وحی خفی کی آمد، آواز کا سننا نور کا دیکھنا، تعلیم نفس کیلئے فرشتہ کا مامور فرمایا جانا بوقت ظہور قدسی کائنات کا نور کی گھٹاؤں میں ڈوب جانا، چاند سے باتیں کرنا انگلی کے اشارے پر چاند کا ادھر ہی جھک جانا، شکم مادر میں لوح پر قلم کے چلنے کی آواز کو سننا، ستاروں کا حجرۂ آمنہ کے قریب آجانا کسی اورانسان کیلئے کیوں نہ ہوا؟ جبکہ بالقوہ کی عموم معنویت اور لازمیت ہر فرد انسانی کو محیط ہے ماننا پڑیگا کہ نزول قرآن ،نزول وحی سے قبل آپ نبی تھے، یعنی آپ کی نبوت کا تحقق اور ثبوت خارج میں موجود تھا جسکی بناء پر نزول قرآن سے قبل بھی بصورت علامات نبوت اور معجزات کا ظہور ہوتا رہا ہے اسی لئے علماء نے خوارق عادات کو نبوت کی علامات اور معجزات کے عنوان میں ذکر کیا ہے،، جو دلائل اور ثبوتہائے نبوت ہیں،، اگر چہ عملی اور تشریعی طور پر بالفعل نبی نہ تھے،، مذکورہ بالا واقعات وحالات چونکہ حسی اور خارجی طور پر پائے گئے ہیں، اسی لئے علمائے محدثین نے ان واقعات کو معجزات نبوت اور علامات نبوت کے عنوانات کو معنوی طور پر یکسانیت اور وحدت مفہوم سے تعبیر فرمایا ہے،، اس کیلئے دیکھئیے اشعۃ اللمعات جلد چہارم :ص:۵۱۶)

فرمایا: ''وشک نیست کہ معجزات ہمہ علامات نبوت است ،ومعلوم نشد کہ مولف کہ دو باب عقد کرد یکے در علامات نبوت ودیگر در معجزات چہ وجہ است وجہ فرق نہادن میان علامت ومعجزہ، باآنکہ در ہر دو باب خوارق ذکر کردہ وجہتی موجہ برائے آن ظاہر نمے شود'' ترجمہ: اور کوئی شک نہیں کہ معجزات سارے کے سارے نبوت کی علامات ہیں،، اور یہ معلوم نہیں کہ مولف'' صاحب مشکوۃ'' نے ان کو دوالگ الگ ابواب میں کیوں ذکر کیا ہے، باوجودیکہ ہر دوابواب میں خوارق عادات کو ذکر کیا ہے الگ الگ ذکر کرنے کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی،، سوال یہ ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی نبوت ثابت اور موجود فی الخارج نہ ہوتی تو ان خوارق عادات کا ظہور، وجود اور ثبوت

خارجی نہ ہوتا۔

غلام محمد بندیالوی شرقپوری کی منطق کہ آپ بالقوہ نبی تھے کا تحقیقات سے ایک اور جواب

غلام محمد بندیالوی شرقپوری نے کہا کہ: واقعی سید عالم ﷺ عالم ارواح میں نبی ﷺ تھے اور عالم اجساد میں ظاہر ہونے پر چالیس سال تک ولایت کبری اور محبوبیت عظمی کے مرتبہ پر فائز تھے اور باطنی اور روحانی نبوت کے ساتھ ساتھ جسمانی طور پر بالقوہ نبی تھے،، (تحقیقات: ۳۸،۳۷)

اولاً: یہ موقف، تحقیقات کے خلاف ہے کیونکہ تحقیقات نے علی الاطلاق نبوت کو چالیس سال کی تکمیل میں محدود اور محصور کیا ہے اور اسی پر مواد نقل کیا ہے،،

ثانیاً: ولایت کبری اور محبوبیت کا قول بھی محل نظر ہے بلکہ آپ ﷺ نبی تھے، علامہ ابوشکور محمد بن عبد السعید سالمی رحمہ اللہ نے فرمایا! نبی اظہار نبوت اور وحی سے قبل ولی ہوتا ہے یعنی لوگوں کے روبرو وہ ولی ہوتا ہے اگر چہ اللہ کے نزدیک تو اس وقت بھی نبی ہی ہوتا ہے اور قبل ظہور نبوت اظہار کرامت جائز ہے، جیسے ہمارے نبی مکرم علیہم اجمعین کیلئے جائز ہے کہ ظہور نبوت وقبل وحی لوگوں کے نزدیک ولی اور خدا کے نزدیک نبی تھے،،

علامہ عبدالسعید سالمی کا یہ کلام واضح دلیل ہے کہ ظہور نبوت اور نزول وحی سے قبل نبی لوگوں کے نزدیک ولی ہے مگر اللہ کے ہاں پھر بھی نبی ہی ہے اللہ کے ہاں کیوں نبی ہے؟ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تخلیق اور فطرت نبوت پر رکھی ہے۔

علامہ کے اس کلام سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبوت کا محل روح ہے، جسم اس کے اظہار اور کردار کا آئینہ اور آلہ کار ہے اوصاف نبوت سے روح متصف ہوتی ہے روح ہی بار نبوت کی متحمل ہوتی ہے: علامہ شیخ احمد بن محمد بن ناصر سلاوی نے فرمایا: ''فقد علم اتصاف حقیقته ﷺ بالا

وصاف الشریفة المفاضة علیه من الحضرة الالھیة من اول الامر قبل کل شی وانما تاخر اتصافه بالاوصاف الوجودیه العینیة لجسده لما وجد فی الدنیا"(جواھر البحار :ج ۲ ،بحواله تحقیقات :ص ۲۳)

ترجمہ :تو معلوم ہوا کہ آپ کی حقیقت مقدسہ کا اوصاف شریفہ کمالیہ کے ساتھ موصوف اور متصف ہونا جو آپ پر بارگاہ الوہیت کی طرف سے فیضان کئے گئے تھے اول الامر سے ہی ہے جب کہ کوئی شی تخلیق نہیں کی گئی تھی تاخیر صرف اور صرف یہ تھی کہ جب آپ دنیا میں وجود اطہر کے ساتھ موجود ہوں تو ان اوصاف وجودیہ خارجیہ کے ساتھ آپ کی ذات اقدس کو موصوف اور متصف کر دیا جائے،، یہ عبارت صریحاً اس بات پر دلالت کر رہی ہے اللہ تعالیٰ نے ہر شی کی تخلیق سے پہلے وہ تمام اوصاف وفضائل کمالات ومعجزات عطا فرمائے جو آپ کے شایان شان تھے ،،اور آپ کی حقیقت وذات کو ان سے موصوف اور متصف فرمایا لیکن یہ اوصاف وکمالات اپنے وجود حسی ،عینی کے ساتھ اس وقت ظاہر ہوئے جب آپ اپنے جسد اطہر کے ساتھ دنیا میں جلوہ گر ہوئے ،یعنی ان اوصاف کا حسی اور خارجی وجود آپ کے ظہور قدسی اور دنیا میں جلوہ گری تک موخر رہا جب آپ دنیا میں ظہور پذیر ہوئے تو آپ ان اوصاف سے حسی اور خارجی طور پر موصوف اور متصف کر دیئے گئے۔

ہر شی سے پہلے آپ کا جوہر نوری تخلیق ہوا

ہر شی سے پہلے آپ کے جوہر نوری کو پیدا فرمایا گیا جیسا کہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ" کہ اے جابر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا ،یہ نور حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں ڈھالا گیا اور وصف نبوت سے موصوف اور متصف گردانا گیا اور یہ اتصاف اول الامر سے ہے اسی لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین "لیکن

یہ نبوت عالم ارواح میں ارواح انبیاء اور ملائکہ کی تربیت اور تعلیم تک محدود اور محصور تھی،،

یہ نبوت سلب ہوئی نہ منقطع بلکہ آپ ﷺ کی دنیا میں آمد اور جلوہ گری تک اس کا حسی خارجی اور عینی وجود موخر کر دیا گیا ہے جب آپ ﷺ کا ظہور اور وجود حسی طور پر پایا گیا تو نبوت بھی حسی اور خارجی طور پر پائی گئی ،،"وانما تاخر اتصافہ بالاوصاف الوجودیہ العینیۃ ،اوصاف وجودیہ عینیہ (خارجیہ محسوسہ) کیا ہیں؟ اوصاف نبوت کمالات رسالت یہ اوصاف اول الامر سے ہی آپ ﷺ کو بارگاہ الوہیت سے فیضان ہو چکے ہیں ،ان سے آپ کا روحانی اتصاف بہ تسلسل چلا آرہا ہے، عالم دنیا ان اوصاف کے انوار اور فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوتی رہی ہے لیکن عالم دنیا میں ان امور (نبوت ورسالت کے اوصاف وکمالات) کا وجود حسی خارجی کب متحقق ہوگا؟ "لجسده لما وجد في الدنيا" جب آپ کا جسد انور دنیا میں پایا جائے گا کیونکہ نبوت اور رسالت اور اوصاف شریفہ کا تعلق آپ کے جسد اطہر کے ساتھ ہے،، جب جسد اطہر کا تعلق ان اوصاف کمالیہ کے ساتھ ہو رہا ہے اور جسم اطہر کے ظہور اور وجود پر ان کا تحقق عینی خارجی پایا گیا ہے تو پھر یہ نبوت بالقوہ کیسی؟ یہ تو نبوت متحقق فی الخارج بجمیع اوصافہا ہے اور واذ ثبت الشی ثبت بجمیع لوازمھا'' کی تعبیر وتشریح ہے اگر آپ کا ظہور قدسی ان اوصاف شریفہ (نبوت، رسالت اور ان کے لوازمات) سے متصف اور موصوف نہ ہوتا تو خوارق عادات کا ظہور کیوں ہوتا؟ جو نبوت کیلئے علامات اور معجزات ہیں،،

پیدائشی نبی ہونے کا اعتراف پھر انکار کیوں؟

غلام محمد بندیالوی شرقپوری نے یہ تحریر کیا کہ لیکن سوائے حضرات عیسیٰ علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام یا نبی کریم ﷺ کے دوسرے ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش پیغمبر کے حق میں پیدائشی نبوت کا قول

اسلاف میں سے کسی نے نہیں کیا،،

معلوم ہوا غلام محمد بندیالوی کا عقیدہ (موقف) رسول اللہ ﷺ کے پیدائشی نبی ہونے پر بھی ہے پیدائشی نبوت کے حوالے سے انہوں نے تین انبیاء کو نامزد بھی کیا، سوال یہ ہے کہ اگر نبوت سے متصف اور موصوف ہو کر دنیا میں جلوہ گر ہوئے ہیں تو ان کے ممدوح نے ایک ضخیم مواد اس بات پر کہ نبوت چالیس سال کی تکمیل کے بعد دی گئی وحی کے نزول سے ہی نبوت کا ثبوت اور وجود متحقق ہوتا ہے،، کیوں جمع کیا؟

اگر تحقیقات کے مندرجات ''کہ نبوت چالیس سال کے بعد ملتی ہے'' درست ہیں تو ان کے پیدائشی نبی ہونے کا موقف کیا حیثیت اور کون سا محمل ختیار کرے گا؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدائشی نبی ہونے پر یہ دلیل دی گئی ہے کہ: رہا معاملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چالیس سال کی عمر سے پہلے نبی بن جانے کا تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ محض بشر نہ تھے وہ نصف، نصف تھے آدھے بشر تھے اور آدھے روحانی تھے کیونکہ وہ حضرت جبریل امین علیہ السلام کے ان کے امی جان حضرت مریم میں تین نفخ اور پھونک سے پیدا ہوئے تھے تو ان میں بشریت والا ضعف (روح الامین کے نفخ کی آمیزش سے) قوت اور توانائی میں بدل گیا اور دوسرے انبیاء علیہم السلام پر قوت برداشت اور استعداد تحمل میں زائد ہو گئے۔

تحقیقات کی یہ تقریر اور عیسیٰ علیہ السلام کیلئے استعداد نبوت کیلئے کی گئی یہ توجیہ مان لیتے ہیں کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام آدھے بشر اور آدھے روحانی تھے کیونکہ وہ جبریل امین کے نفخ اور پھونک سے پیدا ہوئے تھے، اور اسی وجہ سے ان میں تحمل اور ضبط موجود تھا لیکن جو ذات اول الامر سے ہی تمام اوصاف شریفہ کمالیہ کی جامع چلی آرہی ہے عالم ارواح میں عملی اور بالفعل نبوت سے متصف ہے انبیاء اور ملائکہ کیلئے مربی اور معلم ہے ان ارواح انبیاء میں جناب عیسیٰ علیہ السلام کی روح موجود نہ تھی؟ آپ کی ذات مقدسہ ''کنت نبیا الحدیث پر فائز ہو کر روح عیسیٰ علیہ السلام کیلئے معلم

اور مربی نہ تھی؟ اور ملائکہ میں جبریل آمین رسول اللہ ﷺ کے زیر تعلیم اور زیر تربیت نہ تھے جبریل آمین بذات خود رسول اللہ ﷺ کی ذات ارفع و اعلیٰ سے اکتساب فیض نہیں کر رہے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کی روح مقدسہ تعلیمات نبویہ سے مستفیض نہیں ہو رہی تھی؟ تعلیم و تعلم اور تربیت کیلئے فریقین کا ہم مجلس اور آمنے سامنے ہونا ضروری ہے، جب تربیت و تعلیم کا سلسلہ عالم ارواح میں موجود ایک دوسرے کی رؤیت اور ہم مجلس ہونا بھی متحقق ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ انوار جبریل، انوار نبوت پر غالب آجائیں؟

ثانیاً: عیسیٰ علیہ السلام آدھے روحانی ہیں رسول اللہ ﷺ روحانی نہیں (جبریل کے نفخ اور پھونک کا نتیجہ نہیں) بلکہ نور ہیں آپ کی حقیقت نوری ہے آپ نے خود ارشاد فرمایا: "اول ما خلق الله نوری" ارشاد باری تعالیٰ "قد جائکم من الله نو و کتاب مبین بھی آپ کے بارے میں نازل ہوا ہے آپ کی حقیقت حقیہ پر آپ کا یہ ارشاد بھی موجود ہے لی مع الله وقت لا یسعنی فیه ملك مقرب ای جبریل او نبی مرسل ای نفسه الانفس "(شرح فقہ اکبر:)

یہ کیسے قابل تسلیم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بچپن سے اس لئے نبی اور رسول تھے کہ وہ آدھے روحانی اور آدھے بشر تھے تعجب ہے کہ جو نفخ جبریل ہو وہ تو نبی اور رسول ہے اور جو ذات مجسمہ نور ہو، تمام نوریوں کا مبداء اور تمام نوریوں کی بے تاج بادشاہ معلم اور مربی ہو وہ نبی اور رسول نہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت کا اظہار "انی عبداللہ الایہ سے شروع فرمایا۔ یعنی اپنی عبدیت سے اظہار نبوت اور رسالت فرمایا جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی نبوت اپنی رسالت کا اظہار تحمید باری تعالیٰ (الحمد للہ) سے فرمایا، قاضی عیاض رحمہ اللہ نے آپ کے پیدائشی نبی ہونے پر دلائل نقل فرماتے ہوئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا یہ قول نقل فرمایا: "لما سقط رسول الله ﷺ علی یدی و استهل سمعت قائلا یقول رحمك

اللہ "ترجمہ: دنیا میں ظہور قدسی کے بعد جب آپ ﷺ میرے ہاتھوں میں آئے تو یہ کہتے ہوئے سنا اس پر ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: "ای رفع صوتہ بان عطس وقال الحمد للہ "(شفاء شریف :ج:اول :ص ترجمہ: آپ کو چھینک آئی تو آپ نے بلند آواز سے کہا الحمد للہ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے جواب میں کہنے والے نے رحمک اللہ کہا۔

اگر جناب عیسیٰ علیہ السلام آدھے روحانی اور آدھے بشر ہو کر اور انی عبد اللہ فرما کر نبی اور رسول ہیں تو جو ذات نور الانوار منبع روحانیت مبداء کائنات معلم ملائکہ اور ارواح انبیاء کے لئے مربی ہو وہ الحمد للہ اونچی آواز سے کہنے کے باوجود نبی نہیں، یا للعجب

آپ ﷺ نزول وحی سے پہلے بالقوہ نبی نہیں تھے

حضرت امام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ نے الحافظ ابو الفضل بن حجر کے حوالے سے لکھا کہ امام ابن حجر رحمہ اللہ نے شرح بخاری میں سیر الواقدی سے نقل فرمایا: " ان النبی ﷺ تکلم اوائل ما ولد وذکر ابن سبع فی الخصائص ان مهده کان یتحرك بتحریك الملائکه ،وان اول کلام تکلم به ان قال ،اللہ اکبر کبیرا ،والحمد للہ کثیرا" (الخصائص الکبری :ج:ص:)

ترجمہ: پیدائش کے بعد آپ نے سب سے پہلے کلام فرمایا، محدث ابن سبع نے الخصائص میں نقل فرمایا ہے کہ آپ کے پنگھوڑے کو فرشتے جھولاتے تھے، اور سب سے پہلے جو آپ نے کلام فرمایا وہ اللہ اکبر کبیرا اور الحمد للہ کثیرا ہے،،

چاند سے ہم کلامی اور اشارے سے جھکنے والی روایت البدائیہ والنہایہ کے حوالے سے پہلے گزر چکی ہے اس میں ایک راوی احمد بن ابراہیم الجیلی ہے وہ مجہول ہے اس نے تفرد سے کام لیا ہے

امام جلال الدین السیوطی نے فرمایا:''وقال الصابونی: ھذا حدیث غریب الاسناد، والمتن فی المعجزات حسن'' (الخصائص: ایضاً)

ترجمہ: محدث صابونی نے فرمایا کہ چاند سے ہمکلامی اور اشارہ پر جھکنے والی روایت کے اسناد غریب ہیں لیکن چونکہ اس میں نبی کریم ﷺ کے معجزات کا ذکر ہے اس لئے اس کا متن حسن ہے ''

مندرجہ بالا روایات میں رسول اللہ ﷺ کے معجزات کا ذکر ہے باب معجزات میں ان کے متون حسن ہیں سند غریب اور ضعیف ہی کیوں نہ ہو،، جب محدثین نے ان روایات کو معجزات کے ضمن میں درج فرمایا، اور ان مذکورہ بالا امور کو معجزات کہا، متن کو بھی معجزات کی قوت اور حیثیت سے حسن کا درجہ دیا تو ماننا پڑیگا کہ یہ روایات متن کے لحاظ سے حسن ہیں ،، اور یہ امور معجزات ہین ،معجزات اسی لئے ہیں بحیثیت نبی ان امور کا آپ ﷺ سے ظہور اور صدور ہوا ہے یہ معجزات حسی اور خارجی طور پر پائے گئے ان کا تحقق خارجی ،یقینی ہوا، لہٰذا جس نبوت کے یہ معجزات ہیں وہ نبوت موجود، متحقق فی الخارج ہوئی اس نبوت کو ،نبوت بالقوہ کہنا غلط ہے جیسا کہ غلام محمد بندیالوی شرقپوری نے تحقیقات کے :ص: ۳۷، ۳۸، پر کہا ہے۔

غلام محمد بندیالوی کا قول امام سالمی کی نظر میں مردود ہے

موصوف نے لکھا: دریافت طلب امر یہ ہے کہ سارے انبیاء علیہم السلام تو بالا جماع آغاز ولادت سے نبی نہیں بلکہ چالیس سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد اس منصب پر فائز ہوئے تو اس دلیل کی رو سے ان کو بھی روز ولادت سے نبی ماننا لازم ہوگا، اور اس امر کا لازم بھی واضح ہے اور اس کے بطلان پر بھی اجماع ہے لہٰذا کوئی صاحب عقل و دانش اس طرز استدلال کو کیونکر اپنا سکتا ہے،،

(تحقیقات: ۳۴)

بالکل درست ہے جو کلیہ موصوف نے تحریر کیا ہے کہ سارے انبیاء علیہم السلام بالا جماع آغاز ولادت سے نبی نہیں،،اس کو کوئی صاحب عقل ودانش تسلیم نہیں کرتا امام اہل سنت علامہ ابوشکور محمد بن عبدالسعید سالمی کشی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس لئے کہ نبوت جیسا کہ ہم نے بیان کیا، انبیاء سے نزول وحی سے قبل ثابت ہوتی ہے تو بعدالوفات نبوت زائل نہیں ہوتی۔(التمہید :۱۸۳)

مزید فرمایا: اس لئے کہ نبی اظہار نبوت اور وحی سے قبل ولی ہوتا ہے یعنی لوگوں کے روبرو وہ ولی ہوتا ہے اگر چہ اللہ کے نزدیک وہ اس وقت بھی نبی ہوتا ہے،،مثال دیتے ہوئے فرمایا: جیسے ہمارے نبی مکرم حضور پرنور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ وغیرھم صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین ظہور نبوت وقبل وحی لوگوں کے نزدیک ولی اور خدا کے نزدیک نبی تھے،،(التمہید :۱۸۰)

مزید فرمایا: اہل سنت وجماعت فرماتے ہیں: کہ انبیائے کرام علیہم السلام قبل وحی انبیاء ہوتے ہیں ،اور معصوم واجب العصمۃ اور رسول قبل وحی رسول اور نبی ہوتا ہے اور مامون ہوتا ہے، دلیل اس کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا قول ہے عیسیٰ علیہ السلام کی خبر دی اور تصدیق فرمائی، جب کہ وہ مہد پرورش میں تھے :" قال انی عبد اللہ اتانی الکتاب و جعلنی نبیا"(مریم :التمہید:ح)

امام سالمی نے دلیل نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ: اور معلوم ہے کہ بچوں کو وحی نہیں ہوتی،،اور کتاب نہیں ملتی، مگر نبی اور رسول کو یہ نص قطعی ہے بغیر تاویل وتعریض کے اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے،،

امام رحمہ اللہ نے دلیل قطعی سے ثابت فرمایا کہ نبی وحی سے قبل بھی نبی ہوتا ہے اور معصوم عن الخطاء ہوتا ہے امام سالمی رحمہ اللہ نے حسی دلیل دیتے ہوئے فرمایا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت اور رسالت کا اعلان فرمایا تو مہد پرورش میں تھے اگر چالیس سال عمر کی تکمیل کو بطور شرط لازم لیا جائے تو تین خرابیاں لازم آتی ہیں، (۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہوں نہ رسول جبکہ

امام نے آپ کے قول اور شہادت قرآن کو نص قطعی فرما کر انکار کو کفر قرار دیا ہے، (۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول بے محل اور غیر مطابق للواقع قرار پاتا ہے کہ نبی اور رسول واقع میں نہیں کیونکہ شرط نبوت چالیس سال کی عمر کا ہونا نہیں پایا جا رہا جبکہ نبی کا کلام محل اور واقع کے مطابق ہوتا ہے، (۳) کلام کا مطابق للواقع نہ ہونا کذب ہے جو گناہ کبیرہ ہے، اللہ کا نبی جس طرح نزول وحی کے بعد معصوم عن الخطاء ہے اسی طرح نزول وحی اور دعوی نبوت سے قبل بھی معصوم عن الخطاء ہے اور بطور وجوب اس کیلئے عصمت کا ثبوت لازم ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام معجزہ ہے

علی سبیل الفرض اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ یہ اخبار مافی المستقبل ہے یعنی زمانہ مستقبل میں جس امر کا تحقق لازمی اور ضروری ہے لفظ ماضی کے ساتھ اس کو تعبیر کیا گیا ہے یہ دلیل نبوت نہیں، جیسا کہ شرح مواقف میں ہے: "واما قوله وجعلني نبيا فهو كقول النبي عليه الصلوة والسلام كنت نبيا وآدم بين الماء والطين في انه تعبير عن المتحقق فيما يستقبل بلفظ الماضي "

ترجمہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان بالفاظ قرآن کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنایا ہے یہ اسی طرح ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم (علیہ السلام) پانی اور کیچڑ کے درمیان تھے،، علامہ جرجانی رحمہ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مشابہ قرار دیکر مشبہ اور مشبہ بہ کی صورت پیدا کی ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ وجہ شبہ کیا ہے؟

حضرت عیسیٰ کے قول کا تعلق اس امر سے ہے جس کا حتمی اور یقینی ہونا مستقبل میں ہے اور حضرت محمد رسول اللہ کے فرمان کا تعلق عالم امر یعنی اول الامر سے ہے جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں یہ امر اتفاقی اور اجماعی ہے اختلاف معنوی واقعی نفس الامری کے اعتبار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان کو رسول اللہ ﷺ کے ارشاد پاک کے ساتھ تشبیہ دینا محل نظر ہے۔

سید سند شریف جرجانی اور علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی

پھر رسول اللہ ﷺ کا فرمان ذی شان آپ کی عظمت بیکراں اور فضیلت مجردہ کا اظہار ہے جس پر تمام محدثین اور مفسرین کا اجماع ہے جن کے مقابل متکلمین کے اقوال بحکم مرجوح ہیں، رسول اللہ ﷺ کے ارشاد عالی کو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان کے مشابہ قرار دینے سے آپ کی شان یکتائی اور فضیلت منفردہ کی نفی اور انکار لازم آتا ہے اسی لئے علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمہ اللہ نے فرمایا و نبینا علیہ السلام کان فی نشاته الروحانية نبيا للارواح و متوسطا في تعيين حصص كما لا تهم الروحانية التي بحسبها يظهر كمالاتهم الجسمانية كما يروى عنه عليه السلام، اول ما خلق الله نورى "(شرح مواقف ج، حاشیہ)

ترجمہ: ہمارے نبی کریم ﷺ اپنی روحانی حالت اور نوری کیفیت میں تمام ارواح کیلئے نبی تھے (عالم ارواح میں نبی تھے) اور ارواح کے روحانی حالات اور حصص کے تعین میں آپ ہی واسطہ تھے جو کمالات عالم اجسام میں ان سے ظاہر ہوئے، جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد پاک ہے، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

اخبار بالغیب معجزہ ہے

پھر اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان کو تعبیر مستقبل بلفظ ماضی قرار دیا جائے تو یہ اخبار عن الغیب ہے،، علامہ جرجانی نے توضیح کرتے ہوئے نقل فرمایا: "و اما ان یکون تاخرہ بزمان

متطاول مثل ان یقول معجزتی ان یحصل کذا بعد شھر فحصل فاتفقوا علی انہ معجز، دال علی ثبوت النبوۃ لکن اختلفوا فی وجہ دلالتہ فقیل اخبارہ عن الغیب، فیکون المعجز علی ھذا القول للدعوی لکن تخلف علمنا یکونہ معجزا''(شرح مواقف ط ج)

اگر اس امر کا ظہور اور وجود طویل مدت تک موخر ہو مثلاً مدعی نبوت یہ کہے کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ ایک ماہ کے بعد یہ امر ایسے ہو جائے گا ایک ماہ گزرنے پر وہ امر اسی طرح ہوا جس طرح اس نے کہا تھا تو اس پر متکلمین کا اتفاق ہے وہ معجزہ ہے جو اس شخص (مدعی نبوت) کی نبوت پر دلالت کر رہا ہے لیکن اس کے وجہ دلیل ہونے میں متکلمین کا اختلاف ہے کہ یہ امر جو مہینہ گزرنے پر اسی طرح واقع ہوا ہے یہ کس پہلو اور کس وجہ سے دلیل نبوت ہے ایک قول یہ ہے کہ اس میں غیب کی خبر دی گئی ہے اور یہ قول اخبار عن الغیب کی وجہ سے دلیل نبوت ہے اور چونکہ یہ قول دعوی کے بعد ہے اس لئے دلیل نبوت ہے ہمیں اس کے معجزہ ہونے کا علم بعد میں ہوا ہے،،

پھر شرح المواقف میں فرمایا گیا:''والحق ان المتاخر ھو علمنا بکونہ معجزا یعنی ان المختار ھو القول الاول لان اخبارہ کان اخبارا بالغیب فی نفس الامر فیکون معجزا مقارنا للدعوی''(ص ط ج)

ترجمہ: حق بات یہ ہے کہ اس کے معجزہ ہونے کا علم ہمیں تاخیر سے ہوا ہے مختار قول اول ہی ہے اس لئے کہ مدعی نبوت کی اخبار بالغیب نفس الامر مین غیب کی خبر ہے پس یہ خبر بالغیب اس مدعی نبوت کا معجزہ ہے جو دعوی کے مقارن اور متصل ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ''انی عبد اللہ الایہ'' اگر اخبار مافی المستقبل کے طور پر لیا جائے تو بھی معجزہ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں دلیل نبوت ہے اور مقارن اور ملاصق للدعوی ہے اسی لئے علامہ امام ابوشکور عبدالسعید السالمی کشی رحمہ اللہ نے فرمایا: نبی وحی اور اظہار نبوت سے پہلے بھی نبی ہے اور واجب العصمۃ

ہے۔(جزاہ اللہ احسن الجزاء)

وحی سے قبل نبی واجب العصمۃ ہوتا ہے

علامہ امام ابوشکور عبدالسعید السالمی کشی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جو جھوٹ بولنے میں مشہور ہو اس کا سچ بھی جھوٹ ہوتا ہے اور باوجود شبہ واقع ہونے کے اس دعوی نبوت میں اور ایسے شخص پر وحی نازل کرنا جائز نہیں جو کاذب ہو اور دعوی میں شبہ ظاہر ہو، اور اس لئے کہ اگر وحی سے قبل جھوٹا دعوی نبوت کرے اور پھر بعد وحی وہ سچا دعوی نبوت کرے تو پھر پہلے کی طرح یہ بھی قبول نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ اگر وہ ایسے گناہوں سے معصوم نہ ہو جو سقوط عدالت کا موجب ہیں تو وہ فاسق ہوگا اور فاسق اہل شہادت سے نہیں کیونکہ شبہ اس میں گھر کر گئی ہے متمکن ہو گیا ہے، وجہ یہ ہے جب اس میں اتنی دیانت بھی نہیں کہ فسق سے باز رہے اور منع کرے تو بسا اوقات وہ جھوٹ اور کذب سے بھی احتراز نہیں کرے گا اس لئے ہم نے کہا حکمت کے خلاف ہے کہ جھوٹے اور فاسق شخص پر وحی نازل کی جائے تو نہ صرف جواز بلکہ واجب ہے کہ وہ وحی سے پہلے معصوم ہو، اس لئے کہ جو چیز جواز میں ہے تو اس میں نبی، غیر نبی امت سب مساوی ہیں کہ جائز ہے کہ وہ معصوم ہو، اور جائز ہے کہ معصوم نہ ہو تو عصمت انبیاء بطریق وجوب ثابت ہوگئی نہ کہ بطریق جواز تو جب نبی قبل وحی واجب العصمت ہوئے تو ثابت ہوا کہ وہ نبی تھے اس لئے غیر کا (جو نبی نہ ہو) معصوم ہونا واجب نہیں، تو جب یہ ثابت ہو گیا کہ انبیاء کے حق میں عصمت واجب ہے تو ضروری ہوا کہ معصوم ہوں،، (التمہید ابوشکور سالمی ۱۶۰ مطبوعہ فرید بکسٹال لاہور)

علامہ امام ابوشکور عبدالسعید السالمی کشی رحمہ اللہ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء وحی کے نزول سے قبل بھی معصوم ہوتے ہیں، اور ان کا معصوم ہونا واجبات میں سے ہے، اور یہ اس لئے ہے کہ

نبی نزول وحی سے قبل بھی نبی ہوتا ہے اگر نبی نہ ہوتو واجب العصمۃ بھی نہ ہو،، اہل سنت و جماعت کا یہی مذہب ہے فرقہ کرامیہ کا مذہب ہے کہ نبی قبل وحی نبی نہیں ہوتا مگر معصوم ہوتا ہے اس لئے کہ وہ ولی ہوتا ہے ،فرقہ کرامیہ کی شاخ متقشفہ کا یہی عقیدہ ہے ،،(التمہید ابوشکور سالمی:

۱۶۶) غلام محمد بندیالوی شرقپوری رقم طراز ہیں :اور اللہ تعالیٰ نے جن ہستیوں کو اس اعلیٰ ترین منصب پر فائز کرنا ہوتا ہے روز ازل سے ہی ان کو اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے تحت طاہر ومطہر اور بے داغ سیرت وکردار کا مالک بنادیتا ہے تاکہ اعلان نبوت کے بعد کسی بد باطن کو ان کے دامن عظمت پر ایسی گرد اڑانے کا موقعہ ہی نہ ملے،

بندیالوی صاحب کی تحریر سے ثابت اور واضح ہوا کہ ان کا عقیدہ ہے کہ روز ازل سے ہی اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کی ذوات مقدسہ کو طہارت پاکیزگی اور بے داغ سیرت وکردار کے نمونے بنا کر بھیجتا ہے اور وہ نمونہ بن کر کیوں آتے ہیں ،اس لئے کہ وہ نبی ہیں ،جیسا کہ امام عبدالشکور سالمی نے یہ عقیدہ اہل سنت قرار دیا ہے ،عصمت وطہارت کو ضروری اور واجب کیوں قرار دیا گیا کیونکہ یہ نبوت کی علامت اور اس کی تعبیر اور تشریح ہے اگر یہ شخص نبی نہ ہوتا تو اس کی سیرت وکردار کو، طاہر اور مطہر اور بے داغ کیوں بنایا جاتا جبکہ دیگر افراد انسانی اس اعزاز اور اس انعام سے محروم ہیں ،ثابت ہوا عصمت دلیل نبوت ہے اور ماہیت نبوت کو لازم ہے یعنی جو نبی ہوگا وہی معصوم ہوگا اس کیلئے عصمت واجب ہوگی انبیائے کرام جب روز اول سے ہی معصوم چلے آرہے ہیں ،اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے تحت ان کو معصوم بنایا اور معصوم پیدا کیا ہے تو پھر یہ کہنا کہ سارے انبیاء علیہم السلام تو بالاجماع آغاز ولادت سے نبی نہیں چہ معنی دارد؟ (تحقیقات:۳۴) بندیالوی شرقپوری کے اپنے کلام سے یہ ضمن ، باطل ٹھہرا،،

غلام محمد بندیالوی کے نزدیک نزول وحی سے قبل آپ ﷺ ولی ہیں

بندیالوی شرقپوری نے ضمن نمبر۲، میں یہ تحریر کیا ہے کہ اگر اس دورانیہ میں (وحی کے نزول سے پہلے) ولی تسلیم نہ کیا جائے بلکہ عام مومنین کی سطح پر رکھا جائے بلکہ بقول بعض ان کو عام انسانوں کی سطح پر رکھا جائے جن میں کفر اور ضلالت کا نعوذ باللہ تحقق ہو سکے تو اس وقت کیا آپ کا استدلال عام اور اکمل ہو جائے گا یعنی استدلال کی تکمیل اسی صورت ممکن ہے جب نزول وحی سے قبل انبیاء کو ولی تسلیم کیا جائے، معلوم ہونا چاہیے کہ یہ قول غلط ہے اور خود ان کی اپنی تحریر: ص: ۳۵، کے مغائر ہے کیونکہ نبی تو روز اول سے ہی طاہر، مطہر بے داغ سیرت و کردار کا مالک چلا آ رہا ہے معصوم عن الصغائر والکبائر ہے جبکہ ولی کیلئے ایسی کوئی ضمانت اور ذمہ داری نہیں لی گئی، غوث کبیر عارف کامل سیدی عبدالعزیز دباغ رحمہ اللہ نے فرمایا: "ثم ذكر الفرق بين النبوة و الولاية بان نور النبوة اصلي ذاتي حقيقي مخلوق مع الذات في اصل نشاتها ولذا كان النبي معصوما في كل احواله ونور الولاية بخلاف ذالك "(جواهر البحار ج: ص:) پھر آپ رضی اللہ عنہ نے نبوت اور ولایت کے درمیان فرق کا ذکر فرمایا کہ نبوت کا نور اصلی ذاتی حقیقی ہے اور یہ نور نبی کی ذات کے ساتھ ہی تخلیق کیا گیا ہے جبکہ نور ولایت کی حقیقت اس کے خلاف ہے یعنی نور ولایت ذاتی حقیقی اور اصلی نہیں بلکہ نبی کی متابعت کا اثر اور ثمر ہے معلوم ہوا نبی ابتدائے تخلیق سے نبی ہے جو اپنی ذات کے ساتھ نور ذاتی حقیقی اور اصلی کو لے کر پیدا ہوا ہے، اس کا نور کسی کی اتباع اقتداء کا مرہون منت نہیں بلکہ فیضان خداوندی ہے،، نبوت اور ولایت اپنی اپنی ماہیات کے لحاظ سے بھی باہم مغائر ہیں،، اسی وجہ سے نبی اپنے تمام احوال ومعاملات میں معصوم ہوتا ہے جبکہ ولی معصوم نہیں ہوتا،،

اسی لئے عصمت کو نبوت کا لازم قرار دیا گیا ہے،، جب یہ ثابت اور محقق ہو گیا کہ عصمت نبوت کو لازم ہے جو نبی ہو گا وہ معصوم ہو گا ایسا نہیں جو معصوم ہے وہ نبی ہے بلکہ جو نبی ہے وہی معصوم ہے دوسرا کوئی فرد انسانی معصوم نہیں،،

نزول وحی سے قبل رسول اللہ ﷺ کی عصمت پر امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے ایک ہی مفہوم کے دو واقعات نقل فرمائے ہیں: "(العشرون) روی عن علی علیہ السلام عن النبی ﷺ انه قال ماهممت بشیء مما کان اهل الجاهلية يعملون به غير مرتين كل ذالك يحول الله بيني وبين ماارید من ذالك ثم ما هممت بعد هما بسوء حتى اکرمنی الله برسالته" (کبیر :ج ط)

ترجمہ: آیہ مقدسہ کی بیسویں توجیہ یہ ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے کبھی بھی ان کاموں میں سے کسی ایک کام کا ارادہ نہیں کیا تھا جو اہل جاہلیت کیا کرتے تھے سوائے دو دفعہ کے، اور ہر دفعہ اللہ تعالیٰ میرے اور ان افعال کے درمیان حائل ہو گیا جن کا میں ارادہ رکھتا تھا اس کے بعد میں نے کبھی کسی غیر مناسب امر کا ارادہ نہیں کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی رسالت کے ساتھ نوازا،، ہوا یوں کہ آپ ﷺ مکہ مکرمہ کے بالائی حصہ پر بکریاں چرا رہے تھے مکہ تشریف لائے وہاں ایک شادی کی تقریب تھی، وہاں دف اور مزامیر یعنی میوزک بج رہا تھا آپ ﷺ سننے کیلئے بیٹھے پس بیٹھنا ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کانوں کو گانے بجانے کی آواز سننے سے عاری کر دیا اور پورے جسم پر نیند مسلط کر دی جو سورج نکلنے تک رہی سورج کی حرارت نے آپ ﷺ کو بیدار کیا، یہ عصمت من جانب اللہ تھی، جیسا کہ آپ نے اس کی وضاحت يحول الله بيني وبين ماارید من ذالك کے الفاظ سے فرمائی ہے سوائے آپ کے شادی کی تقریب میں شامل کسی شخص کی قوت سماعت سلب ہوئی اور نہ ہی نیند مسلط ہوئی ،، اللہ تعالیٰ نے شادی کی تقریب میں پائے جانے والے امور جاہلیت سے آپ کو بچایا یہ عصمت ہے جو آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے اگر آپ نبی نہ ہوتے تو نہ اس وقت بچایا جاتا اور نہ بعد کے دور حیات میں اس واقعہ کے دیکھنے اور پڑھنے کے بعد یہ کہنا کہ آپ ﷺ کو چالیس سال کے بعد نبوت دی گئی ہے، قابل تسلیم نہیں بلکہ آپ ﷺ نے خود اس کی وضاحت فرما دی ہے کہ نزول

وحی کے بعد مجھے رسالت دی گئی ہے نبوت نہیں۔

نزول وحی سے قبل نبی ہونے کے دلائل

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ نے فرمایا: "وقد یستدل ارباب البصائر علی نبوتہ بوجھین احدھما ماتواتو احوالہ قبل النبوۃ وحال الدعوۃ الخ ،ووثوقہ بعصمۃ اللہ تعالی فی جمیع الاحوال " (شرح عقائد ؒ

ارباب بصیرت نے آپ کے نبی ہونے پر دو وجہ سے استدلال فرمایا ہے (۱) اعلان نبوت سے پہلے جو بطریق تواتر آپ کے حالات تھے ،اور اعلان نبوت کے بعد دعوت وتبلیغ کا حال دیکھ کر (۲) آپ کی عصمت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام حالات ومعاملات میں معصوم ہی رکھا ہے یعنی آپ کے نبی ہونے پر اعلان نبوت سے پہلے کے حالات اور گناہان صغیرہ اور کبیرہ سے اللہ تعالیٰ کا آپ کو بچائے رکھنا (معصوم ہونا) آپ کے نبی ہونے کے دلائل ہیں،، اس سے بھی ثابت ہوا کہ آپ کے نبی ہونے کی دلیل عصمت بھی ہے جو روز اول (ازل) سے ہی آپ کو حاصل ہے ،غلام محمد بندیالوی شرقپوری نے تحقیقات :ص: ۳۴،۳۵،ضمن (۲) کے تحت تحریر کیا ہے،، اس سے بھی ثابت ہوا کہ آپ ﷺ روز ازل سے نبی چلے آرہے ہیں، چالیس سال کی عمر شریف سے پہلے آپ کی ذات شریفہ سے نبوت کی نفی اور سلب غلط ہے۔

شیخ تقی الدین السبکی نے فرمایا: "وبھذا بان لنا معنی حدیثین کان خفیا عنا احدھما قولہ ﷺ بعثت الی الناس کافۃ کنا نظن انہ من زمانہ الی یوم القیامۃ"

ترجمہ: آپ پر تمام اولین اور آخرین کے ایمان لانے ان دو احادیث کا معنی ہمارے لئے مخفی تھا وہ ظاہر ہوا، پہلی حدیث جس کا معنی پہلے مخفی تھا اور اب ظاہر ہوا ہے وہ بعثت الی الناس کافۃ ہے ہمارا گمان یہ تھا کہ یہ آپ کے زمانہ پاک سے لے کر قیامت تک آنے والی ساری انسانیت کیلئے ہے

اب ظاہر ہوا کہ آپ کی بعثت شریفہ تمام اوّلین اور آخرین کیلئے ہے اور دوسری حدیث جس کا مفہوم مخفی تھا وہ کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین تھی، ہمارا گمان یہ تھا کہ یہ علم کے ساتھ ہے یعنی علم کی حد تک ہے کہ میں نبی ہوں گا، بعد میں ظاہر ہوا نبوت کا معاملہ علم پر امر زائد ہے یعنی فی الواقع آپ اس وقت نبی تھے۔

اس پر عرفائے امت کے اقوال اور دلائل

شیخ ابوعثمان فرغانی رحمہ اللہ نے فرمایا: " ولم یکن داعیاحقیقتامن الابتداء الی الانتهاء الاهذه الحقیقة الاحمدیة التی هی اصل جمیع الانبیاء وهم کالا جزاء والتفاصیل لحقیقته فکان دعوتهم من حیث جزئیتهم عن خلافة من کلهم لبعض اجزائه وکانت دعوته دعوت الکل لجمیع اجزائه الی کلیته ،والاشارة الی ذالك قوله تعالی وما ارسلناك الا کافة للناس والانبیاء والرسل وجمیع اممهم وجمیع المتقدمین والمتاخرین داخلون فی کافة للناس وکان هو ﷺ داعیابالاصالة ،وجمیع الانبیاء والرسل علیهم السلام یدعون الخلق الی الحق عن تبعیته ﷺ وکانوا خلفاء ه ونوابه فی الدعوة وفی البردة :

کل ای آتی الرسل الکرام　　فانما اتصلت من نور ه بهم

فانه شمس فضل هم کواکبها　　یظهرن انوارها للناس فی الظلم

"ترجمہ: ابتداء سے لیکر انتہا تک داعی حقیقی، حقیقت احمد یہ ہے جو تمام انبیاء کرام کی اصل ہے اور انبیاء کرام اس حقیقت کے اجزاء اور تفاصیل (حصے) ہیں انبیاء کرام کی دعوت اجزاء ہونے کے لحاظ سے بعض اجزاء کی دعوت ہے جبکہ آپ ﷺ کی دعوت سب انبیاء کی دعوت ہے کیونکہ یہ دعوت کل ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان "وما ارسلنك الا کافة للناس" میں اسی طرف اشارہ

فرمایا گیا ہے تمام انبیائے کرام اور رسل عظام اور ان کی ساری امتیں تمام متقدمین اور تمام متاخرین کافة للناس میں داخل ہیں اسی لئے رسول اللہ ﷺ اصالتا داعی الی اللہ ہیں اور دیگر تمام انبیاء اور رسولوں نے رسول اللہ ﷺ کے تابع ہو کر مخلوق کو دعوت الی اللہ دی ہے، وہ دعوت الی اللہ دینے میں رسول اللہ ﷺ کے نائبین اور خلفاء ہیں، قصیدہ بردہ شریف میں ہے رسل کرام جتنے بھی معجزات لائے ہیں وہ سب آپ کے نور کی کرنیں ہیں، بے شک آپ ﷺ بزرگی کے آفتاب ہیں، انبیاء کرام اس کے ستارے ہیں، جو اندھیروں میں وہ لوگوں پر روشنی بکھیرتے ہیں،،

شیخ ابو عثمان فرغانی رحمہ اللہ کا عقیدہ یہ ہے کہ اصل داعی الی اللہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے دیگر انبیاء اور رسل، ان کی تمام امتیں کافة للناس میں داخل ہیں، بلکہ پوری انسانیت متقدم ہو یا متاخر آپ سب کیلئے رسول بن کر تشریف لائے ہیں، دیگر انبیاء کرام بے شک آپ سے متقدم ہیں ان کی بعثت اور تبلیغ کا زمانہ مقدم ہے مگر ان کی دعوت و تبلیغ اصالتا اور حقیقتاً نہیں بلکہ ان ادوار میں بھی داعی حقیقی اور اصلی آپ ﷺ ہیں، دیگر انبیائے کرام نے جو دعوت الی اللہ دی ہے وہ آپ کے تابع، نائبین اور خلفاء ہو کر دی ہے امام تاج الدین السبکی رحمہ اللہ نے فرمایا، کہ پہلے ہم پر بھی آپ کے ساری انسانیت متقدمین ہوں یا متاخرین کیلئے رسول ہونے کا نکتہ مخفی تھا ہم یہی سمجھے تھے کہ آپ ﷺ اپنے زمانہ بعثت سے لے کر قیامت تک مخلوق کیلئے رسول ہیں، انبیاء، رسولوں اور ان کی امتوں کیلئے داعی الی اللہ اصلی اور حقیقی ہونے کا ثبوت اب معلوم ہوا جب وما ارسلنک الا کافة للناس پر غور و تفکر کیا تو حدیث پاک بعثت الی الناس کافة کا مفہوم واضح ہوا، کہ آپ ﷺ کی رسالت عامہ ہے جو روز ازل سے لے کر قیام قیامت تک ہر فرد انسانی کو شامل اور ہر دور پر محیط ہے اس توضیح، تفصیل اور نص قرآنی کی موجودگی میں یہ کہنا غلط ہوگا کہ نزول وحی سے آپ کی نبوت کا ثبوت ہے اور عمر شریف کے چالیس سال مکمل ہونے پر آپ کو نبوت کا

منصب عطا فرمایا گیا ہے،،

شیخ نور الدین علی بن زین الدین ابی المواھب الشھیر بابن الجزار رحمہ اللہ نے فرمایا:"وھو ﷺ مطبوع علی الحق والخیر واخلاق الکرام الموافقة لما جآءت به شریعته بالھام اللہ له من حین نشأ صغیرا "(جواھر البحار جلد: ص)

ترجمہ: آپ ﷺ کی تخلیق ہی حق وصواب اور خیر ورشد پر ہو، اور اخلاق کریمہ پر ہوئی ہے جو آپ کی شریعت میں وارد ہونے والے احکام کے موافق تھے ان کی وجہ اللہ تعالیٰ کے الہام تھے جو بچپن سے ہی آپ کو ہونے لگے تھے،،

شیخ ابن الجزار رحمہ اللہ کے کلام سے واضح اور ثابت ہوا کہ نزول وحی سے پہلے شریعت ابراہیمی پر آپ کا عبادت کرنا مسلمات میں سے نہیں اور نہ ہی متفق علیہ ہے بلکہ اقرب الی الحق والصواب یہی ہے کہ سکوت کیا جائے کیونکہ آپ کی تخلیق حق وصواب، خیر ورشد پر ہوئی ہے یہ امور آپ کی حقیقت شریفہ اور ذات مقدسہ کے لوازمات ہیں، آپ ان امور کے ملزوم اور ان صفات علیا سے موصوف اور متصف ہو کر تولد ہوئے ہیں ان امور کو معرض وجود میں لانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے بچپن میں ہی ان کے الہامات شروع کر دیئے تھے، اور جو اخلاق کریمہ آپ کی ذات کے شایان شان تھے ان کو آپ کی فطرت بنایا گیا جو نزول قرآن پر آپ کی شریعت کے احکام کہلائے، مذکورہ ان امور پر آپ کا تخلیق کیا جانا آپ کی شریعت کے احکام پر نزول قرآن سے پہلے آپ کے اخلاق کریمہ کو استوار کیا جانا، بچپن سے ہی الہامات کا ہونا ثابت کرتا ہے کہ تبلیغ وتہذیب کا یہ اہتمام اس لئے ہوا کہ آپ پیدائشی نبی ہیں۔

ورنہ آپ کے اخلاق کریمہ کو نزول قرآن سے پہلے قرآنی احکامات پر استوار کیا جاتا نہ صغر سنی میں ہی آپ کو الہامات ہوتے (ﷺ) الہام ایک گونہ وحی ہے اور وحی انبیاء کے بغیر کسی کو نہیں ہوتی

سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا:"واعلم ان اتصاف حقیقته ﷺ بالاوصاف الشریفة المفاضة علیه من الحضرة الالهیة حاصل له من ذالك الوقت ،ای حیث کان نبیا اوحین اخذ المیثاق ﷺ "(جواھر البحار:ج۱،ص۱۰۱)

ترجمہ: تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ آپ ﷺ کی حقیقت مقدسہ آج بھی ان ہی صفات سے متصف ہے جو اللہ تعالیٰ کے دربار الوہیت سے کنت نبیا و آدم بین الماء والطین یا اذاخذ اللہ میثاق النبیین کے وقت عطا فرمائے گئے تھے،،عالم ارواح اور میثاق انبیاء علیہم السلام کے وقت آپ وصف نبوت اور رسالت سے متصف تھے یہی اوصاف نبوت اور رسالت ظہور نبوت سے قبل اور ظہور نبوت کے بعد، بلکہ برزخ قیامت اور ابد الاباد تک آپ کو حاصل ہیں جو کسی دور، کسی زمانے اور کسی وقت بھی آپ سے سلب ہوئے نہ منقطع،،

علامہ موصوف آگے فرماتے ہیں:"وحاصل ماذکرہ فی المواھب وغیرہ انه ﷺ نبی الانبیاء مرسل الی الجمیع مع بقائهم ولهذا ظهر فی الاخرة جمیع الانبیاء تحت لوائه وفی الدنیا کذالك لیلة الاسراء صلی بهم اماماً،ولو اتفق مجیئه فی زمن آدم ونوح وابرهیم وموسیٰ وعیسیٰ صلوات الله وسلامه علیهم لوجب علیهم ولا ممهم الایمان به ونصرته ﷺ وبذالك اخذ الله علیهم المیثاق "(جواھر البحار:ج۱،ص۱۰۱)

ترجمہ: مواہب اللدنیہ وغیرہ میں جو کچھ مذکور ہے وہ یہی ہے کہ آپ ﷺ نبیوں کے بھی نبی ہیں، ہر نبی اپنی نبوت پر قائم دائم ہے لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ کو ان کی طرف بھی نبی بنا کر بھیجا گیا ہے،اور اس کا ظہور قیامت کے دن بھی ہوگا کہ تمام انبیاء کرام آپ کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے،اور دنیا میں اس کا ظہور ہو چکا ہے کیونکہ شب معراج آپ سب کے امام تھے اور امام ہو کر آپ نے تمام انبیاء اور رسل کو نماز پڑھائی تھی ،اگر حضرت آدم ،حضرت نوح حضرت ابراہیم

،حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ صلوات اللہ علیہم اجمعین کے ادوار بعثت میں آپ کی تشریف آوری کا اتفاق ہوتا تو تمام انبیاء اور ان کی امتوں کو آپ پر ایمان لانا واجب ہو جاتا اور دعوت وتبلیغ میں آپ کی مدد کرنا انبیاء اور مرسلین پر لازم اور ضروری ہوتا اسی عنوان کی تکمیل اور تعبیر میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام سے عہد لیا تھا، اس تقریر سے واضح ہوا کہ آپ ﷺ ہر نبی اور ہر رسول کے نبی ہیں، اور آپ کی بعثت اور ارسال جس طرح دیگر افراد انسانی کیلئے ہے اسی طرح انبیاء کرام کیلئے بھی ہے انبیاء اپنے اپنے مخصوص زمانے میں مبعوث ہو کر دعوت الی اللہ اور تبلیغ احکام کا فریضہ سر انجام دیتے رہے، مگر انبیاء کرام کا سلسلہ دعوت وتبلیغ حقیقی، اصلی نہیں بلکہ اس پر رسول اللہ ﷺ کی رسالت عامہ اصلیہ حقیقیہ کی چھاپ ہے ہر نبی ہر رسول اپنے اپنے زمانے اور اپنے اپنے دائرہ کار میں آپ ﷺ کا نائب اور خلیفہ ہے انبیاء اور رسولوں کے ادوار حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک پھیلے ہوئے ہیں تو ثابت ہوا کہ آپ کی نبوت عالم ارواح، اور عالم اجساد میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک موجود متحقق فی الخارج رہی ہے،،

عارف باللہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ نے فرمایا:"ولهذا لم يبعث الى الناس عامة الا هو ﷺ خاصة فهو الملك والسيد وكل رسول سواء بعث الى قوم مخصوص فلم تعن رسالة احد من الرسل سوى رسالته ﷺ فمن زمن آدم عليه السلام الى زمن بعثت محمد ﷺ الى يوم القيامة ملكه وتقدمه في الاخرة على جميع الرسل وسيادته منصوص عليه في الصحيح، فروحانيته ﷺ موجودة مع روحانية كل نبي ورسول وكان الامداد يأتي اليهم من تلك الروح الطاهره فيما يظهرون به من الشرائع في زمن وجودهم رسلا"

(جواهر البحار: ج۱ ص۱۱۴)

ترجمہ :اسی لئے انسانیت کی طرف آپ کے بغیر کسی کو بھی رسالت عامہ دیکر مبعوث نہیں کیا گیا اور یہ صرف اور صرف آپ کا ہی خاصہ ہے پس آپ ہی پوری انسانیت کے بادشاہ اور سردار ہیں رسول اللہ ﷺ کے بغیر کسی بھی رسول کو رسالت عامہ کے ساتھ مبعوث نہیں فرمایا گیا بلکہ اس کو مخصوص قوم کیلئے رسول بنایا گیا پس حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہء پاک سے لے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بعثت اور قیامت تک آپ ﷺ کی بادشاہت ہے حدیث صحیح سے یوم آخرت میں تمام رسولوں سے آپ کی افضلیت اور سرداری پر نص موجود ہے پس آپ ﷺ کی روحانیت ہر نبی اور ہر رسول کی روحانیت کے ساتھ موجود رہی ،اور آپ ﷺ کی روح طاہرہ سے بھر پور امداد پہنچتی رہی ہر رسول اور ہر نبی اپنے زمانہ بعثت میں شرعی اور عملی اعتبار سے اس کا اظہار کرتا رہا،،

جب آپ رسالت عامہ لیکر مبعوث ہوئے جس کا دائرہ کار ،اور مبداء فیض آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر صبح قیامت تک ہے اور تمام اولاد آدم پر آپ کی سیادت مسلمہ اور منصوصہ ہے آپ کی روح اطہر ہر نبی اور ہر رسول کی مددگار اور ہر لمحہ ساتھی رہی انبیاء اور رسول روح اقدس کی امداد اور فیضان کا اظہار علمی اور تشریحی انداز میں کرتے رہے تو یہ کہنا کہ آپ کو نبی چالیس سال کے بعد بنایا گیا غلط نہیں تو اور کیا ہے؟ اسی طرح غلام محمد بندیالوی شرقپوری کا آپ کو بالقوہ نبی کہنا ان شواہد کی موجودگی میں کیسے درست ہے؟

سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عالم اجساد میں حسی طور پر آپ کی ذات اور جسد چونکہ انبیائے سابقین کے دور میں موجود نہ تھا اس لئے آپ کی شریعت کو مبعوث نبی کی طرف منسوب کیا گیا "لکن لما لم یتقدم فی عالم الحس وجود عینہ ﷺ اولاً نسب کل شرع الی من بعث وھو فی الحقیقۃ شرع محمد ﷺ وان کان مفقود العین عند بعث لایعلم کما ھو مفقود العین الان "(جواہر البحار ج۲ ص۴)

لیکن چونکہ عالم حس (دنیا) میں آپ کا وجود عینی پہلے موجود نہ تھا اس لئے ہر نوع شریعت کو نبی مبعوث کی طرف اولاً منسوب کیا گیا، حالانکہ در حقیقت وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت تھی ،اگرچہ نبی مبعوث کے نزدیک بھی آپ کا حقیقی وجود مفقود تھا جس طرح اس وقت آپ کا وجود عینی مفقود ہے سید احمد عابدین رحمہ اللہ کے مذکورہ اس کلام سے واضح ہوا کہ تمام شرائع در حقیقت شرع محمد ﷺ تھیں لیکن چونکہ آپ عالم محسوسات میں وجود عینی کے ساتھ موجود نہ تھے، اسلئے آپ ﷺ کی شریعت کو ہر دور کے نبی مبعوث کی طرف منسوب کیا گیا۔

ثانیاً: یہ بھی معلوم ہوا کہ شریعت کا تعلق نبوت کے ساتھ ہے یہ تعلق اصالتاً ہو یا بالا تباع ،،

ثالثاً: یہ بھی معلوم ہوا کہ نبوت کا محل جسم عینی خارجی نہیں بلکہ روح اور ماہیت (حقیقت) ہے نبوت کا اتصاف ان ہی دو چیزوں سے ہوتا ہے۔ جسم عینی خارجی کا قول آیہ کریمہ ''وما ارسلنک الا کافۃ للناس'' کے حکم اور مدلول اور علماء وعرفاء کی تصریحات کے خلاف ہوگا جبکہ امت کے اعاظم علماء وعرفاء کا اتفاق ہے کہ کافۃ الناس میں تمام انبیاء تمام رسول اور ان کی امتیں بلکہ متقدمین اور متاخرین کا ہر ہر فرد کافۃ للناس کا مدلول اور منطوق ہے،،

رابعاً: اگر نبوت اور رسالت کا محل اور موصوف جسم عینی خارجی کو قرار دیا جائے تو رسول اللہ ﷺ کی شریعت اور نبوت کی نفی اور انکار لازم آئیگا یہ محال شرعی ہے کیونکہ یہ نصوص قطعیہ کے خلاف ہے کیونکہ آپ کے دنیا سے اوجھل ہونے کے بعد بھی صبح قیامت تک آپ کی شریعت مطہرہ باقی ہے اور رسالت عامہ متحقق اور جاری وساری ہے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ نبوت اور شریعت کا محل جسم عنصری نہیں بلکہ روح اور ماہیت ہے رسول اللہ ﷺ کی روح مقدسہ اور حقیقت نورانی انبیاء سابقین اور رسل متقدمین کے ادوار میں وصف نبوت سے متصف رہ کر عالم انسانیت کیلئے فیض رساں ،اور منبع فیوض وبرکات رہی ہے، رسول اللہ ﷺ جب عالم اجساد، عالم محسوسات میں جلوہ گر ہوئے تو جسد اطہر میں اسی روح اطہر نے سریان فرمایا جو روز ازل سے نبوت اور رسالت سے

سرفراز چلی آ رہی تھی، چالیس سال سے پہلے اسی روح اطہر کو منصب نبوت اور مقام رسالت سے معزول کرنے سے قبل نبوت کی تنسیخ یا سلب کو ثابت کرنا لازمی ہوگا، جبکہ نبوت کی منسوخی اور سلب ہونا محالات شرعیہ میں سے ہے۔

امام عبدالسعید ابوشکور سالمی رحمہ اللہ نے فرمایا: اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ نبوت کسی ذنب (گناہ) کی وجہ سے زائل نہیں ہوسکتی اور کسی نبی کا نبوت سے معزول ہونا جائز نہیں، اشعریہ کہتے ہیں کہ نبوت موت سے زائل نہیں ہوتی، آگے فرمایا اگر نبوت موت سے زائل ہو جاتی تو محمد رسول اللہ کہنا صحیح نہ ہوتا یعنی محمد اللہ کے رسول ہیں، بلکہ یوں کہنا چاہیے تھا کہ کان محمد رسول اللہ محمد اللہ کے رسول تھے، اور اس پر ہمارا (اہل سنت کا) اجماع ہے کہ یہ کہنا درست اور صحیح ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں،، (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ)

پھر فرمایا: اسی طرح انبیاء کرام وفات کے بعد انبیاء ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "كل امن بالله وملئكته وكتبه ورسوله لا نفرق بين احد من رسله "(البقرۃ) اور مومن بھی سب ایمان لائے اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر (یہ کہتے ہوئے کہ ہم ایمان لانے میں) فرق نہیں کرتے کسی کے درمیان اس کے رسولوں میں سے آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو موت کے بعد رسول ہی فرمایا ہے وفات کے بعد بھی وہ رسول ہی ہیں، حیات (زندگی، موت) میں رسول ہونے میں کچھ فرق نہیں ہوتا تو جو کچھ ہم نے کہا وہ صحیح ہے،، (التمہید: ص: ۱۸۳، ۱۸۴، مطبوعہ فرید بکسٹال لاہور)

ثابت ہوا جس طرح بعد از وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ثابت اور موجود ہے اور اس پر ایمان لانا عین ایمان ہے اسی طرح آپ کی رسالت عامہ روز ازل سے لے کر دار آخرت تک حاوی اور محیط ہے پر ایمان لانا واجبات شرعیہ میں سے ہے اور نصوص قطعیہ بعثت الى الخلق كافة، وما ارسلنك الا كافة للناس کا مفہوم و مدلول اور تقاضائے حکم بھی یہی ہے جب

رسالت عامہ کے حکم اور مدلول میں چالیس سال عمر شریف کے قبل کا عرصہ اور مدت شامل ہے تو اس عرصہ میں نبوت کی نفی اور انکار کس بناء پر اور کیوں؟

غلام محمد بندیالوی شرقپوری کی تضاد بیانی

غلام محمد بندیالوی شرقپوری نے تحریر کیا کہ: بعضے عرفاء اور بعضے علماء ظاہر وہاں آپ کے بالفعل نبی ہونے کے قائل جبکہ بعض اکابرین کے نزدیک صرف آپ کے نبی ﷺ بنانے کی تشہیر اور اعلان مقصود تھے یا مستقبل میں آپ کے نبی بنائے جانے کے تحقق اور یقینی وقوع کے پیش نظر صیغہء ماضی کے ساتھ اس کو تعبیر کر دیا گیا،، (تحقیقات: ۳۳)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ غلام محمد بندیالوی شرقپوری، عالم ارواح والی نبوت میں بھی تذبذب کا شکار ہیں، بلکہ ان کی اغلب رائے یہ ہے کہ آپ ﷺ اس وقت نبی نہیں تھے، چہ جائیکہ چالیس سال سے قبل مرتبہ ءنبوت پر فائز ہوں، لیکن اس بات پر تعجب ہے کہ ایک طرف رسول اللہ ﷺ کے پیدائشی نبی ہونے کا تحریر کرتے ہیں، (ص: ۳۳) اور دوسری طرف عالم ارواح میں بالفعل نبی نہ ہونے کا تحریر کرتے ہیں، اور بعض اکابرین کا مذہب بیان کرتے ہیں، پھر پیدائشی ہونے کا عقیدہ، عقیدہ اسلاف تحریر کرتے ہیں، اور عالم ارواح میں بالفعل نبی نہ ہونے کا عقیدہ، بعض اکابرین کا بتاتے ہیں، مگر ان میں سے کسی ایک کا بھی بحوالہ عقیدہ تحریر نہیں کیا،

جبکہ تحقیقات میں غوث کبیر شیخ عبدالعزیز الدباغ رحمہ اللہ کا عقیدہ بالفعل نبوت میں: ص: ۱۶۱،
الشیخ العلامہ الجمل کا عقیدہ: ص: ۱۴۶، الشیخ سید احمد عابدین کا عقیدہ: ص: ۱۶۹،
غوث کبیر، شیخ احمد بن محمد بن ناصر سلاوی کا عقیدہ: ص: ۱۵۰،،
شیخ نورالدین علی بن زین الدین الشبیر بابن الجزار کا عقیدہ: ۱۵۲، ۱۵۳ (تبصرہ، ۱۵۳)
قطب عالم، سید ابوالعباس التیجانی کا عقیدہ: ۱۵۴،، پر مذکور اور موجود ہے (رحمہم اللہ تعالیٰ)

علامہ شہاب الدین الخفاجی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ولیس المعنی انہ کان نبیا فی علم اللہ تعالی کما قیل لانہ لا یختص بہ بل ان اللہ خلق روحہ قبل سائر الارواح وخلع علیھا خلعۃ التشریف بالنبوۃ ای ثبت لھا ذالک الوصف دون غیرھا فی عالم الارواح اعلاما للملاء الاعلی بہ واذا کانت النبوۃ صفۃ روحہ علم انہ ﷺ بعد موتہ نبی رسول ولا یضر انقطاع الاحکام والوحی ''(جواھر البحار ج۱ص۳)

ترجمہ: کنت نبیا وآدم بین الماء والطین کا یہ معنی نہیں کہ آپ ﷺ علم الٰہی میں نبی تھے جیسا کہ کہا گیا ہے کیونکہ اس معنی کے اعتبار سے آپ کی کوئی خصوصیت نہیں رہتی ، بلکہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے آپ کی روح اقدس کو تمام ارواح سے پہلے پیدا فرمایا اور نبوت دے کر خلعت شرف وتکریم سے نوازا یعنی عالم ارواح میں یہ وصف نبوت آپ کی روح کے علاوہ کسی کو عطا ہوا اور نہ ثابت ہے ملاء اعلٰی (فرشتوں) کو بتانے کیلئے آپکو یہ وصف نبوت دیا گیا جب نبوت آپ کی روح اقدس کی صفت ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ بعد از وفات بھی نبی ہیں آپ جس طرح عالم ارواح میں نبی تھے،،

علامہ شہاب الدین الخفاجی رحمہ اللہ کے کلام سے واضح ہوا کہ کنت نبیا کا معنی یہ نہیں کہ آپ کا نبی ہونا علم الٰہی میں مقدر ہو چکا تھا اور تحقق مانی المستقبل کو آپ ﷺ نے بصیغہ ماضی تعبیر فرمایا ہے بلکہ معنی یہ ہے کہ تمام ارواح سے قبل اللہ تعالٰی نے آپ کی روح اقدس کو پیدا فرمایا اور وصف نبوت سے سرفراز فرمایا اور بطور خاص آپ کی روح اطہر کو وصف نبوت سے موصوف اور متصف فرمایا، آپ کی روح اقدس کے علاوہ کسی نبی اور کسی رسول کی روح کو یہ خاصہ اور یہ اعزاز نہیں بخشا گیا،،

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ کا فرمان فرشتوں اور دیگر نوری مخلوق کے سامنے اعلان کی حد تک

نہ تھا، بلکہ فرشتوں کے سامنے اس امر کو واضح کرنا تھا، کہ روح محمدی، منصب نبوت پر فائز ہے، اور یہ روح تمام ارواح اور ملائکہ کے لیے معلم اور مربی ہے، لہذا غلام محمد بندیالوی شرقپوری کا کنت نبیا کے عنوان، مدلول، اور معنی حقیقی میں شک وارتیاب اور اختلاف پیدا کرنا قطعی غلط ہے۔ علامہ خفاجی رحمہ اللہ کی تقریر بلیغ سے یہ بھی ثابت اور واضح ہوا کہ نبوت صفت ہے اور اسکی موصوف روح اقدس ہے، اسی لیے سب ارواح سے پہلے آپ ﷺ کی روح طیبہ، طاہرہ کو پیدا فرمایا گیا، اور اس کو صفت نبوت سے مشرف فرمایا گیا، آپ ﷺ کی روح انور، عالم ارواح، عالم اجساد، اور عالم برزخ میں وہی ہے، جو ہر دور، ہر زمانے، اور ہر عالم میں وصف نبوت سے متصف رہی، کسی دور، کسی زمانے، اور کسی عالم میں ایک لمحہ کے لیے نبوت سے معزول ہوئی نہ محروم تو ماننا پڑیگا کہ، آپ کی نبوت عالم ارواح، عالم اجسا اور چالیس سال کی عمر شریف سے پہلے بھی موجود ہے، اور چالیس سال کی عمر کے بعد، بلکہ بعد از وفات بھی موجود ہے، جیسا کہ علامہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب یہ امر پایہء تحقیق کو پہنچ گیا کہ نبوت روح کی صفت ہے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا آپ ﷺ بعد از وفات بھی نبی ہیں، عبارت یہ ہے: "علم انه صلى الله عليه وسلم بعد موته نبي رسول" بعد از وفات نبی اسی لیے ہیں کہ آپ کی روح اطہر وہی ہے جو عالم ارواح سے انوار نبوت سے مزین چلی آرہی ہے اگر بعد از وفات روح وہی ہے، اور وصف نبوت سے متصف ہے تو حیات طیبہ قبل از وحی ہو یا بعد از وحی مقام نبوت سے کیوں محروم اور کیوں عاری ہے؟

عالم ارواح والی نبوت غیر موثر ہے؟

تحقیقات نے عالم ارواح والی نبوت کو عالم اجسام میں غیر موثر، اور نا قابل اصلاح قرار دیتے ہوئے تحریر کیا کہ: ظاہر ہے کسی ہستی کو منصب نبوت اور رسالت پر فائز کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہی ہے ان کی تعلیم و تربیت کے طفیل اس علاقہ والوں کی عقائد و اعمال اور اخلاق و خصائل

کے لحاظ سے اصلاح ہو،فسادات اور خرابیاں دور ہوں،،اور خیرات وحسنات اپنائی جائیں ،دینوی اوراخروی فوائد،فوز وفلاح،کامیابی وکامرانی کی راہ ہموار ہو سکے اگراس نبی کو نہ کوئی دیکھ سکے اور نہ اس کی سیرت اور سنت سامنے آ سکے،نہ اسکی تعلیم وتربیت کے اصول وضوابط کا پتہ چل سکےتو اسکی نبوت کا فائدہ وفیضان کیا ہوا؟ (ص۔142)

اوّلاً۔تو ان تمام امور کا تعلق،نبوت عملی تشریعی اورادعائی سے ہے،جس کا وجود،ثبوت اور بالفعل تحقق نزول وحی پر موقوف ہے دوسرے لفظوں میں یہ رسالت ہے،کیونکہ نبوت کیلئے دعوت وتبلیغ شرط نہیں،جیسا کہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اشعۃ اللمعات،جلد،۳،ص: ۲۳۶،پر محدثین کا مذہب نقل فرمایا ہے،،

ثانیاً: دعوت الی اللہ اور تبلیغ احکام رسول کیلئے ضروری ہے کیونکہ وہ کتاب جدید اور حکامات جدید د کا مبلغ اور پیروکار ہے جبکہ نبی اپنے پیش رو نبی اور رسول کی شریعت کا مبلغ بھی ہوتا ہے لہذا تحقیقات کا یہ اقتباس ہمارے موقف کے معارض ہے نہ نقیض،،

نبی کا قوم میں موجود ہونا ضروری ہے؟

اسی طرح تحقیقات کا یہ کلیہ کہ لا محالہ اس امر کا اعتقاد واذعان لازم ہے کہ قوم کا نبی قوم میں موجو ہونا ضروری ہے،ص:۱۴۲،غلط ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ دنیا سے اوجھل ہونے کے بعد قیامت تک مسلمانوں اور دنیا میں موجود نہیں ہوں گے نہ ہو سکتے ہیں باوجود اس کے آپ کی نبوت آپ کی بعثت سے لےکر دار آخرت تک پھیلی ہوئی ہے ثابت ہے اور امر محقق ہے جس کا انکار اور جس سے اعراض کرنا کفر صریح ہے،،

ثالثاً تحقیقات کا مذکورہ اقتباس جو چالیس سال سے قبل والی نبوت کی نفی اور انکار پر رقم ہوا ہے ،تحقیقات کے اپنے موقف کے خلاف ہے ملاحظہ ہو وہ موقف:

الغرض آپ ﷺ کی روح مبارک بمعہ آپ کے جوہر جسمانی اور مادۂ نورانی کے ہزاروں سال عالم اجسام میں موجود رہی اور اس کے فیوض و برکات سے آباء اجداد قبائل اور علاقے مستفید ہوتے رہے، (ص: ۸۷)

جب آپ کی روح اقدس جو وصف نبوت سے متصف اور موصوف ہے آپ کے جوہر جسمانی اور مادۂ نورانی کے ہمراہ ہزاروں سال عالم اجساد میں موجود رہی، اور اس روح اقدس کے فیوض و برکات سے رسول اللہ ﷺ کے آباء و اجداد قبائل اور علاقے مستفید ہوتے رہے، یہ فیضان نبوت ہے، کیونکہ روح اقدس جوہر جسمانی مادۂ نورانی کی ہیت ترکیبی اور ان کا اتصال معنوی مفہوم نبوت سے عبارت ہے ورنہ فیوض و برکات کا فیضان کیوں اور کس طرح؟

رابعاً: پہلے نقل ہو چکا ہے کہ داعی اصلی حقیقی آپ کی ذات ستودہ صفات ہے انبیاء کرام اور رسل عظام نے بے شک اپنے اپنے دور میں اپنی اپنی شریعت کی دعوت دی اور تبلیغ کی ہے مگر در حقیقت ہر نبی اور ہر رسول نے آپ کی شریعت کی ہی تبلیغ کی ہے۔

علامہ شہاب الدین الخفاجی رحمہ اللہ نے فرمایا: "فانه ﷺ النبی المطلق، وسائر الانبیاء علیهم الصلوة والسلام خلفائه والشرائع شریعته ظهرت علی لسان کل نبی بقوة استعداد اهل زمانه فهو ﷺ ابو الانبیاء و آخرهم"

(جواهر البحار ج ص)

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ النبی المطلق ہیں یعنی آپ کی نبوت کسی دور، اور کسی زمانے، اور کسی مدت کیلئے مختص محصور، محدود اور مقصور نہیں، آپ کی نبوت تمام ادوار، تمام زمانیات اور مکانیات میں موجود جاری اور ساری رہی ہے، دیگر تمام انبیاء آپ کے خلفاء اور نائبین ہیں، اور تمام شرائع آپ کی ہی شریعت ہے جس کا ظہور اہل زمان کی استعداد اور قابلیت کے مطابق ہر نبی کی زبان سے ہوا، اگرچہ آپ سب کے آخر تشریف لائے مگر آپ ﷺ ابو الانبیاء ہیں، لہذا

تحقیقات کا اس بات کو کہ قوم کا نبی قوم میں موجود ہونا ضروری ہے غلط ثابت ہوا۔

بالفرض اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ چالیس سال سے قبل آپ ﷺ پر الہامات ہوئے، نہ وحی ہوئی تو بھی آپ ﷺ کی نبوت کے منافی نہیں، اور نہ ہی بطور دلیل اس کو نفی نبوت پر پیش کیا جا سکتا ہے،،

علامہ خفاجی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ولا یضر انقطاع الاحکام والوحی وقد اکمل دینہ کما تقدم ''(جواھر البحار ۱۵۹ ص ج۳)

احکام نبوت دعوت وتبلیغ کا انقطاع اور وحی کا نہ آنا بعد از وفات آپ کی نبوت اور رسالت کیلئے مضر نہیں کیونکہ آپ کا دین اسلام مکمل ہو چکا ہے علامہ رحمہ اللہ کا یہ قول اس بات کی دلیل ہے کہ احکام نبوت کا انقطاع اور وحی کا نہ آنا نبوت کے منافی نہیں اگر یہ امور نفی نبوت کی دلیل اور اساس ہوتے تو بعد از وفات رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی بقا ہوتی، اور نہ دوام اور استمرار ہوتا۔

آپ ﷺ کا جوہر نوری اور حقیقت احمدیہ

سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا: ''واعلم انہ لما تعلقت ارادۃ الحق بایجاد الخلق ابرز الحقیقۃ الاحمدیۃ من کون الحضرۃ الاحدیۃ فمیزہ بمیم الامکان وجعلہ رحمۃ للعالمین وشرف بہ نوع الانسان بل جمیع العلمین ،ثم انبجست منہ عیون الارواح ثم بدا فی عالم الاجساد والاشباح کما قال علیہ الصلوۃ والسلام انا من نور اللہ والمومنون من فیض نوری فھو الغایۃ الجلیلۃ من ترتب الکائنات کما قال تعالی فی الحدیث القدسی لولاک ما خلقت الافلاک فیکفیہ ﷺ بھذا شرفا وفضلا ،وانما خلق اللہ الخلق وبعث الانبیاء والرسل لیکون مقدمۃ لظھورہ ﷺ ،فی عالم الملک والشھادۃ فارواحھم واجسادھم تابعۃ لروحہ الشریفۃ وجسمہ اللطیف فیہ تم وکمل سعدھم ''((جواھر البحار

لاص لا ھ

ترجمہ: جان لو کہ جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ مخلوق کی تخلیق سے متعلق ہوا تو حقیقت احمدیہ کو دربار الوہیت سے ظاہر فرمایا گیا اور درجہ امکان میں تمیز بخشی گئی اور اس حقیقت احمدیہ کو عالمین کیلئے رحمت بنایا گیا، اور نوع انسانی کو اسکی بدولت شرف ملا، بلکہ تمام عالمین اس کی وجہ سے مشرف ہوئے، پھر ارواح کی ذوات کو ظاہر کیا گیا، عالم اجساد، عالم اجسام میں جس جس کو ظاہر کرنا تھا، اس کا ظہور ہوا، جیسا کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا، میری حقیقت اللہ کے نور سے ہے اور بقیہ تمام مومنین میرے نور کا فیضان ہے ترتیب کائنات میں یہ انتہائی بڑائی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا ہے، اگر اے رسول آپ کو پیدا نہ کیا جاتا تو یہ آسمانی مخلوق نہ ہوتی، رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے اشرف المخلوقات اور افضل الخلق ہونے کیلئے یہ حدیث قدسی ہی کافی ہے آپ کو ظاہر کرنے کی خاطر ساری مخلوق کو پیدا اور انبیاء اور رسولوں کو مبعوث فرمایا گیا تاکہ وہ آپ کے ظہور کیلئے مقدمہ ثابت ہوں، عالم ملکوت اور عالم شہادت میں پس انبیاء اور رسولوں کی ارواح آپ کی روح شریفہ کے تابع اور ان کے اجساد مبارکہ آپ کے جسم لطیف کے تابع ہوکر اپنی سعادتوں کا اتمام اور مکمل کر سکیں،،

اس کلام کا خلاصہ یہ ہے، انبیاء کرام، رسل عظام اور دیگر کائنات کی اصل آپ کا جوہر نوری ہے جس کا مبداء فیض اللہ تعالیٰ کا نور ہے انبیاء کرام کے روحانی کمالات اور جسمانی فضائل آپ کی روح اور جسم لطیف سے مستفید ہوئے،،

آپ کا فرمان ہے: "ان الله خلق نوری قبل ان یخلق آدم علیه السلام باربعة عشر الف عام کما رواه ابن القطان" (جواهر البحار: ج لاص ھ) ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چودہ ہزار برس پہلے پیدا فرمایا،،

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر ارشاد فرمایا: "ان الله تعالیٰ قد خلق قبل

الاشياء نور نبيك من نوره "ترجمہ: تمام اشیاء سے پہلے بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

مولد ابن حجر رحمہ اللہ جسکی شرح میں امام داؤدی نے اپنے شیخ ابن عقیلہ کی زبانی فرمایا: "لما كان سبحانه كنز الايعرف فاحب اى يعرف اوجد نور امن نور وجهه الكريم وسماه النور العظيم، والنور المحمدى والسر الاوحدى اوجد منه الكائنات"

(جواهر البحار: ج ۱ص ۷۹)

اللہ تعالیٰ ایک غیر معروف خزانہ تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے تعارف کو پسند فرمایا، اپنی ذات کریم کے نور سے ایک نور کو وجود بخشا، اور اس کا نام نور عظیم، نور محمدی اور سر اوحدی رکھا اور اس نور سے کائنات کو پیدا فرمایا۔

عارف کامل سید عبد الغنی نابلسی نے فرمایا: "ان النور نور ان النور الحق وهو الغيب المطلق وهو النور القديم المنزه عن الكيفية وهو المشار اليه بقوله تعالى مثل نوره اى نور محمدى ﷺ كمشكاة الايه، لانه اول ماخلق الله من نوره ثم خلق منه كل شيء كما تقدم الى ان قال، فهو ﷺ كل شي من حيث الحقيقة وغيره من حيث الصورة كما انه نور الحق من حيث الحقيقة وغيره من حيث الصورة اذالعالم بجميع اجزائه موجود من العدم لتجلى الله تعالى له ويتجدد له الوجود كل لمحة بالتجلى وهو نور محمد ﷺ لان الله تعالى وهب هذا النور الاعظم له ﷺ فارسله رحمة للعالمين فلا يوجد الا بواسطة نوره ﷺ ثم قبض من هذا النور الاعظم الذى هو تجلى الله تعالى فى العالم انوار جميع الانبياء والمرسلين عليهم الصلوة والسلام، الخ"

(جواهر البحار: ج ۱ص ۷۹ تا ۸۰)

ترجمہ: بے شک دو نور ہیں، ایک نور حق (اللہ تعالیٰ کا نور) یہ غیب مطلق ہے یہ نور قدیم ہے جو کیفیت سے پاک ہے اس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان سے اشارہ فرمایا، اللہ نور السموت والارض، اللہ زمینوں اور آسمانوں کا نور ہے اور دوسرا نور اس جہاں کا تیج جو تبدیل ہوتا رہتا ہے اور یہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان کے ذریعے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے مثل نورہ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی مثال مشکاۃ جیسی ہے کیونکہ یہی وہ نور ہے جس کو اللہ نے سب سے پہلے اپنے نور سے پیدا فرمایا، پھر اس نور سے ہر شئی پیدا فرمائی،، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حقیقت کے اعتبار سے کائنات کا عین ہیں اور صورت مبارکہ کے لحاظ سے غیر ہیں اس لئے کہ جہاں اپنے تمام اجزاء کے ساتھ عدم سے وجود میں اس وقت آیا جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کیلئے تجلی فرمائی، اور اس تجلی کی بدولت وجود کائنات ہر لحہ تبدیل ہونے لگا، وہ تجلی نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نور اعظم (تجلی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ فرمایا۔ اور اسی نور اعظم (تجلی) کو عالمین کیلئے رحمت بنا کر بھیجا، پس ہر شئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے معرض وجود میں آئی ہے، پھر اس نور اعظم جو جہاں میں اللہ کی تجلی تھی تمام انبیاء اور رسولوں کے انوار اس سے قبض فرمائے،، (صلوات اللہ علیہم)

علامہ محقق شیخ احمد بن محمد بن سلاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''روی ان اللہ تعالی لما خلق نور نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم واخرج منہ انوار الانبیاء وکملہ بافاضۃ الکمالات والنبوۃ فامرہ ان ینظر الی انوار الانبیاء الذین اخرجوا من نورہ فغشیھم من نورہ ما انطقھم اللہ بہ وقالوا یا ربنا من ھذا الذی غشینا نورہ فقال اللہ تعالی ھذا نور محمد بن عبد اللہ ان انتم امنتم بہ جعلتکم نبیا قالوا آمنا بہ وبنبوتہ فقال اللہ تعالی لھم اشھد علیکم قالوا نعم فذالک قولہ تعالی واذا اخذ اللہ میثاق النبیین ،الایہ''(جواھر البحار ج ::ص ؟)

ترجمہ: روایت کیا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی محمد ﷺ کا نور پیدا فرمایا اور اس نور سے انبیاء کرام کے نور کو تخریج فرمایا نبوت اور کمالات کے فیضان کی ان پر تکمیل فرمائی تو اللہ نے نبی کریم ﷺ کے نور کو حکم دیا کہ وہ انبیاء کے انوار کو ملاحظہ کرے، جو اس کے نور سے نکالے گئے ہیں، نور محمدی انبیاء کے انوار پر چھا گیا، اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے انوار کو قوت گویائی عطا فرمائی تو انہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب یہ ذات کون ہے جس کا نور ہم پر چھا گیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ محمد بن عبداللہ کا نور ہے اگر تم اس پر ایمان لائے تو میں تمہیں نبی بناؤنگا، اس پر وہ بول اٹھے ہم اس کی ذات اور اس کی نبوت پر ایمان لائے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس پر تمہارا گواہ ہوں، انہوں نے کہا ہاں یہی وہ میثاق ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے واذ اخذ اللہ میثاق النبیین آیہء کریمہ میں فرمایا ہے،،

مذکورہ ان علماء عرفاء اور محققین کی تصریحات اور تحقیقات سے واضح ہوا کہ: رسول اللہ کا نور، نور اعظم ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا نور تجلی الٰہی ہے اور تمام انوار کا منبع اور مرکز ہے خواہ وہ انوار انبیاء کے ہوں، ملائکہ کے ہوں یا اولیاء اور مومنین کے، کائنات کی ہر روشنی نور محمدی سے پیدا ہوئی، کائنات کا وجود اور انتظام آپ کے نور کی بدولت ہے حقیقت اور نورانیت کے لحاظ سے آپ خود کائنات کا عین ہیں لیکن صورت طیبہ طاہرہ کے لحاظ سے کائنات کی کسی شیء کے مماثل، اور کسی شی کے عین نہین بلکہ انفرادی شان اور امتیازی مقام کے حامل ہیں دنیا میں ہر قسم کی جدت اور تبدیلی آپ کی ذات علیا کیلئے ہے انبیاء اور رسول آپ کی شریعت کے مبلغ، اور آپ کے نائبین اور خلفاء کی حیثیت سے جلوہ گر ہوکر کام کرتے رہے، انبیاء اور رسل کا آپ کے ظہور قدسی سے پہلے مبعوث ہونا، آپ کی تشریف آوری کیلئے مقدمہ اور اعلان تھا، یہ وجہ تھی کہ ہر نبی نے اپنے دور نبوت میں آپ کے اوصاف وکمالات، تعارف اور نبوت کا اعلان فرمایا، ظہور قدسی سے قبل کے حالات وواقعات جو عالم ارواح تک پھیلے ہوئے ہیں یہ آپ کی نبوت کے دلائل اور احوال ہیں،،

امام قسطلانی رضی اللہ عنہ نے المواہب اللدنیہ کے مقصد رابع میں فرمایا:"اعلم ان دلائل نبوة نبیا محمد علیہ کثیرة والاخبار بظهور معجزاته شهیرة فمن دلائل النبوة موجود فی التوراة والانجیل ،وسائر کتب الله المنزلة من ذکره ونعته وخروجه علیہ بارض العرب وما خرج بین یدی ایام مولده ومبعثه من الامور العجیبة الغریبة ،الخ"(جواهر البحار ج:ص:)

معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے نبی محمد ﷺ کی نبوت کے دلائل کثیر تعداد میں ہیں، آپ کے معجزات کے اظہار میں وارد احادیث مشہور ہیں ،تورات ،انجیل اور بقیہ آسمانی کتب میں آپ کے تذکرے،اوصاف کا بیان ،زمین عرب میں ظہور قدسی اور آپ کی ولادت کے ایام میں عجیب وغریب امور کا ظہور اور صدور سب آپ کی نبوت کے دلائل ہیں۔

غور طلب امر یہ ہے کہ آپ پیدائشی نبی نہ ہوتے چالیس سال سے قبل اور بوقت ولادت وصف نبوت سے متصف نہ ہوتے تو تورات اور انجیل میں آپ کے تذکرے اوصاف وکمالات کی تفصیل ایام ولادت اور بوقت ولادت امور عجیبہ،غریبہ کا صدور اور ظہور کیوں ہوتا؟

اور اگر آپ ﷺ فی الواقع نبی نہ ہوتے تو امام قسطلانی جیسا محقق محدث ان امور عجیبہ غریبہ ،تورات ،انجیل اور دیگر کتب ،منزلہ من الہ میں مذکور تذکروں ،اور اوصاف کو نبوت کے دلائل کیوں کہتا؟ انشاء اللہ اس پر بقیہ بحث بعد میں کی جائے گی سر دست آپ کے مادۂ نورانی کا اجمال پیش کرنا مقصود تھا جس کا تذکرہ تحقیقات کے ص: ۷۸، پر کیا گیا ہے،تحقیقات نے اس صفحہ پر جوہر جسمانی کا تذکرہ بھی کیا ہے اس لئے مناسب سمجھا گیا ہے کہ رسول اللہ علیہ کے جوہر جسمانی (جسد اطہر) کا تذکرہ بھی کر دیا جائے،، چنانچہ سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا:"لما اراد الله تعالى ان يخلق محمدا علیہ امر جبريل ان ياتيه بالطينة التی هی قلب الارض فهبط فی ملائكة الفردوس وملائكة الرفيع الاعلى فقبضها من

محل قبره المكرم اى واصلها من محل الكعبة المشرفة موجها الطوفان الى هناك وفي المواهب وشرحها وروح البيان قيل لما خاطب الله تعالى السموت والارض بقوله ائتيا طوعا اوكرها قالتا اتينا طائعين كان المجيب من الارض موضع الكعبة الشريفة ومن السماء ماحاذا ها الذى هو البيت المعمور ،ولذا جعل الله تعالى لها حرمة على ،سائر الارض حتى كانت كعبة الاسلام وقبلة الانام ،وقال السهيلى لم يحببه الاالارض الحرم اى من الارض وقال ابن عباس رضى الله عنهما اصل طينة رسول الله ﷺ من سرة الارض بمكة قال السهروردى فى العوارف هذا يشعر بانه مااجاب من الارض الادرة المصطفٰى وهى تلك الطينة ومن موضع الكعبة دحيت الارض فرسول الله ﷺ هو الاصل فى التكوين روحا وجسدا والكائنات تبع له،وقيل لذالك سمى اميا لان مكة ام القرى ،،اور درته ام الكلية "ترجمه: جب اللہ تعالٰی نے محمد رسول اللہ ﷺ کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو جبریل کو حکم فرمایا کہ مٹی لاؤ جو روئے زمین کا دل ہو جبریل آمین ملائکہ فردوس اور ملائکہ رفیع اعلیٰ کی جمعیت کے ہمراہ زمین پر اترے،تو آپ کی قبر مکرم کی جگہ، سے مٹی قبض کی اصل میں مٹی کعبہ مشرفہ کی جگہ کی تھی، جو طوفان نوح علیہ السلام میں کعبہ سے بہہ کر آپ کی قبر انور کی جگہ پر پہنچی تھی ،،مواہب اللدنیہ اس کی شرح اور تفسیر روح البیان میں ہے کہ جب اللہ تعالٰی نے آسمانوں اور زمین کو ائتیا طوعاً او کرھا سے مخاطب فرمایا،اور انہوں نے اتینا طائعین کہہ کر جواب دیا پوری زمین کی طرف سے کعبہ شریفہ والی جگہ نے اور آسمان سے کعبہ شریفہ کے محاذاۃ میں واقع بیت المعمور نے جواب دیا اسی وجہ سے اللہ تعالٰی نے کعبہ مشرفہ کو اسلام کا کعبہ اور ساری مخلوق کا قبلہ بنا کر ساری روئے زمین پر حرمت بخشی ہے۔

امام سہیلی نے فرمایا: حرم پاک کے علاوہ زمین کے کسی حصے نے جواب نہیں دیا ،ابن عباس رضی

امام قسطلانی رضی اللہ عنہ نے المواہب اللدنیہ کے مقصد رابع میں فرمایا: "اعلم ان دلائل نبوۃ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کثیرۃ والاخبار بظہور معجزاتہ شہیرۃ فمن دلائل النبوۃ موجود فی التوراۃ والانجیل ،وسائر کتب اللہ المنزلۃ من ذکرہ ونعتہ وخروجہ صلی اللہ علیہ وسلم بارض العرب وما خرج بین یدی ایام مولدہ ومبعثہ من الامور العجیبۃ الغریبۃ ،الخ" (جواہر البحار ج: ص:)

معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل کثیر تعداد میں ہیں، آپ کے معجزات کے اظہار میں وارد احادیث مشہور ہیں ،تورات ،انجیل اور بقیہ آسمانی کتب میں آپ کے تذکرے ،اوصاف کا بیان ،زمین عرب میں ظہور قدسی اور آپ کی ولادت کے ایام میں عجیب وغریب امور کا ظہور اور صدور سب آپ کی نبوت کے دلائل ہیں۔

غور طلب امر یہ ہے کہ آپ پیدائشی نبی نہ ہوتے چالیس سال سے قبل اور بوقت ولادت وصف نبوت سے متصف نہ ہوتے تو تورات اور انجیل میں آپ کے تذکرے اوصاف وکمالات کی تفصیل ایام ولادت اور بوقت ولادت امور عجیبہ غریبہ کا صدور اور ظہور کیوں ہوتا؟

اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فی الواقع نبی نہ ہوتے تو امام قسطلانی جیسا محقق محدث ان امور عجیبہ غریبہ ،تورات ،انجیل اور دیگر کتب ،منزلہ من اللہ میں مذکور تذکروں ،اور اوصاف کو نبوت کے دلائل کیوں کہتا؟ انشاء اللہ اس پر بقیہ بحث بعد میں کی جائے گی سر دست آپ کے مادۂ نورانی کا اجمال پیش کرنا مقصود تھا جس کا تذکرہ تحقیقات کے ص: ۷۸، پر کیا گیا ہے، تحقیقات نے اس صفحہ پر جوہر جسمانی کا تذکرہ بھی کیا ہے اس لئے مناسب سمجھا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوہر جسمانی (جسد اطہر) کا تذکرہ بھی کر دیا جائے،، چنانچہ سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا: "لما اراد اللہ تعالی ان یخلق محمدا صلی اللہ علیہ وسلم امر جبریل ان یاتیہ بالطینۃ التی ھی قلب الارض فھبط فی ملائکۃ الفردوس وملائکۃ الرفیع الاعلی فقبضھا من

محل قبره المكرم ای واصلها من محل الكعبة المشرفة موجها الطوفان الی هناك وفی المواهب وشرحها وروح البيان قيل لما خاطب الله تعالى السموت والارض بقوله ائتيا طوعا او كرها قالتا اتينا طائعين كان المجيب من الارض موضع الكعبة الشريفة ومن السماء ماحاذا ها الذی هو البيت المعمور ،ولذا جعل الله تعالى لها حرمة علی ،سائر الارض حتی كانت كعبة الاسلام وقبلة الانام ،وقال السهيلی لم يجبه الاالارض الحرم ای من الارض وقال ابن عباس رضی الله عنهما اصل طينة رسول اللهﷺ من سرة الارض بمكة قال السهروردی فی العوارف هذا يشعر بانه ماا جاب من الارض الادرة المصطفٰی وهی تلك الطينة ومن موضع الكعبة دحيت الارض فرسول اللهﷺ هو الاصل فی التكوين روحا وجسدا والكائنات تبع له،وقيل لذالك سمی اميا لان مكة ام القری ،،اور درته ام الكلية "ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو جبریل کو حکم فرمایا کہ مٹی لاؤ جو روئے زمین کا دل ہو جبریل آمین ملائکہ فردوس اور ملائکہ رفیع اعلیٰ کی جمعیت کے ہمراہ زمین پر اترے ،تو آپ کی قبر مکرم کی جگہ ،سے مٹی قبض کی اصل میں مٹی کعبہ مشرفہ کی جگہ کی تھی ، جو طوفان نوح علیہ السلام میں کعبہ سے بہہ کر آپ کی قبر انور کی جگہ پر پہنچی تھی ،،مواہب اللد نیہ اس کی شرح اور تفسیر روح البیان میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو ائتیا طوعا او کرھا سے مخاطب فرمایا ،اور انہوں نے اتینا طائعین کہہ کر جواب دیا پوری زمین کی طرف سے کعبہ شریفہ والی جگہ نے اور آسمان سے کعبہ شریفہ کے محاذات میں واقع بیت المعمور نے جواب دیا اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کعبہ مشرفہ کو اسلام کا کعبہ اور ساری مخلوق کا قبلہ بنا کر ساری روئے زمین پر حرمت بخشی ہے۔

امام سہیلی نے فرمایا: حرم پاک کے علاوہ زمین کے کسی حصے نے جواب نہیں دیا ،ابن عباس رضی

اللہ عنہما نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کے جسد اطہر کی مٹی روئے زمین کی ناف مکہ مکرمہ سے لی گئی،

شیخ الشیوخ سہروردی رحمہ اللہ نے عوارف میں فرمایا ان تمام روایات سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ مصطفیٰ ﷺ کی درۃ (طینت، طاہرہ، منورہ) کے علاوہ زمین کے کسی حصے نے جواب نہیں دیا تھا اور یہ وہی مٹی تھی جو زمین کے بچھانے کے وقت کعبہ مکرمہ کی جگہ پر تھی پس رسول اللہ ﷺ تکوین میں روح اطہر اور جسد مقدس کے لحاظ سے اصل ہیں اور بقیہ کائنات آپ کے تابع ہے۔

علامہ سید احمد عابدین رحمہ اللہ ایک سوال نقل کرتے ہیں: "فان قلت ورد فی الخبر الصحیح تربة کل شخص من مدفنه فکان مقتضی ان یکون مدفنه علیه الصلوۃ والسلام بمکة حیث کانت تربته منها"

ترجمہ: اگر یہ کہا جائے (سوال کیا جائے) کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ ہر شخص کے بدن اور جسم کی مٹی وہاں سے لی گئی ہے جہاں اس نے دفن ہونا ہے یہ تو حدیث تقاضا کرتی ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی دفن گاہ مکہ ہونا چاہیے تھی کیونکہ آپ کی طینت طیبہ طاہرہ منورہ وہاں سے لی گئی تھی،،

جواب دیتے ہوئے فرمایا، شیخ سہروردی رحمہ اللہ نے عوارف المعارف میں نقل فرمایا ہے کہ ان الماء لما تموج رمی ذالك العنصر الشریف والزبدة اللطیف والجوهر المنیف الی النواحی فوقعت جوهرة النبی ﷺ الی ما یحاذی تربته بالمدینة فکان ﷺ مکیا مدنیا".

طوفان نوح علیہ السلام کا پانی جب موجزن ہوا ٹھاٹھیں مارنے لگا تو اس عنصر شریف، اور زبدہ لطیف اور جوہر منیف کو اطراف میں بہا دیا، یہاں تک کہ یہ جوہر (طینت مقدسہ) منیف مدینہ منورہ آپ کی قبر مکرم والی جگہ پر پہنچ گیا، پس آپ مکی اور مدنی ہیں،، سید احمد عابدین، علامہ اسماعیل حقی، شیخ سہروردی رحمہم اللہ کی تصریحات وتوضیحات سے ثابت ہوا کہ آپ کی روح اطہر

جوہر جسمانی اور جوہر نورانی کو ساری کائنات سے پہلے پیدا کیا اور سب سے پہلے آپ کی روح مقدسہ کو شرف نبوت سے مشرف فرمایا گیا اسی لئے آپ نے فرمایا: ''کنت نبیا وآدم بین الماء والطین'' تعجب اس بات پر ہے کہ امت کے جلیل القدر علماء اور عظیم المرتبت عرفاء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالم ارواح والی نبوت پر متفق ہیں مگر غلام محمد بندیالوی شرقپوری اس نبوت کو شک اور اختلاف کی نظر سے دیکھتے ہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طینت طیبہ طاہرہ کے متعلق امام ابن جوزی نے اتنا اضافہ فرمایا ہے جب جبریل علیہ السلام کو مٹی لانے کا حکم ہوا تو وہ رسول اللہ کی قبر انور کی جگہ سے قبضہ البیضاء (انتہائی سفید رنگ کی مٹی) لائے اس کو ماء تسنیم سے گوندھا گیا،، اور جنت کی نہروں مین اتارا گیا، آسمانوں مین پھیرا گیا، فرشتوں نے آدم علیہ السلام سے قبل نبی کی حیثیت سے آپ کو پہچانا،،

حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں نور محمدی چمکنے لگا پھر یہ نور :''لم یزل ینتقل من طاھر الی طاھر الی ان ولدتہ آمنۃ من عبد اللہ ابن عبد المطلب''(مرقات :ج۱ص۷:)

ترجمہ: طاہرہ اصلاب سے طاہرہ مطہرہ ارحام مین منتقل ہوتا رہا،، یہاں تک کہ یہ نور حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب سے آمنہ کی طرف منتقل ہو کر تولد ہوا،،

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا:''والاول الحقیقی ھو النور المحمدی علی مابینتہ فی المورد للمولد ''مرقات :ج۱ص۷

ترجمہ: اول حقیقی وہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے میں نے ''المورد للمولد ''میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے۔

عالم ارواح میں پیدا ہوتے ہی نبی نہیں تھے؟

تحقیقات نے عنوان قائم کیا عالم ارواح میں پیدا ہوتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منصب نبوت پر فائز

تھے؟

اس کے تحت تحریر کیا کہ محبوب کریم علیہ السلام کی حقیقت اور روح مقدسہ اور جوہر نورانی کو اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر شی سے پہلے پیدا فرمایا تھا جیسا کہ حدیث جابر میں اس کی تصریح موجود ہے،، آگے چل کر تحریر کیا کہ گویا آدم علیہ السلام کے روح اور جسم کی تخلیق اور آپ کے جوہر نوری اور حقیقت محمد یہ کی تخلیق کے درمیان ہزاروں سال بلکہ لاکھوں سال کا فاصلہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اس وقت نبوت سے بہرہ ور کیا جا چکا تھا جبکہ آدم علیہ السلام پانی اور کیچڑ کے درمیان تھے، روح اور جسد کے درمیان تھے اس قدر طویل عرصہ اور دراز زمانہ میں آپ کا نبی نہ بنایا جانا کیا یہ آپ کی کسر شان اور آپ کی توہین اور تحقیر اساءت و بے ادبی ہے؟

آگے لکھا لہٰذا کوئی شخص بقائی ہوش وحواس اور بقائے عقل وفہم یہاں بے ادبی و گستاخی یا تحقیر وتوہین کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ (تحقیقات: ص:۷۸ تا ۷۹) تحقیقات کے اس اقتباس سے ثابت ہوا کہ:

ا: حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں نور نبیک سے مراد رسول اللہ کا جوہر نورانی، روح مقدسہ اور حقیقت ہے۔

۲: آپ کی روحانی نبوت اور تخلیق آدم علیہ السلام کے درمیان ہزاروں بلکہ لاکھوں سال کا فاصلہ ہے۔

۳: یہ عرصہ نبوت سے خالی ہے آپ اس دوران نبی نہیں تھے۔

توضیحاً کہا جاتا ہے کہ نور نبیک سے مراد حقیقت احمد یہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی ہے اور تمام انوار میں یہی نور اعظم ہے جیسا کہ سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "انا من نور الله والمومنين من فيض نوری" (جواہر البحار: ج:۳:ص:۳۷۴) میں اللہ کے نور سے ہوں، اور مومنین میرے نور کا فیض ہیں۔

علامہ عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ نے مثل نورہ کے تحت فرمایا: "ای نـــور مـــحـــمـــدی ﷺ ،کمشکاۃ " کی تفسیر میں فرمایا: "لانہ اول ماخلق اللہ من نورہ ثم خلق منہ کل شیء "پھر فرمایا "انہ نور الحق من حیث الحقیقۃ " پھر فرمایا: "اذالعالم بجمیع اجزائہ موجود من العدم لتجلی اللہ تعالی لہ ویتجددلہ الوجود کل لمحۃ بالتجلی وھو نور محمد ﷺ "یعنی آپ اللہ کی تجلی ہیں، آپ کی تخلیق اور ظہور اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوا۔ یہ تجلی نور اعظم ہے جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمایا: "لان الـلـه تـعـالـی وهـب هذالنور الاعظم لہ ﷺ ثم خلق منہ کل شیء " ہرشی آپ ﷺ کے نور سے پیدا کی گئی ،اس نور اعظم کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا، "فـارسـلـه رحـمـة لـلـعـالـمـين فلايوجد الا بواسطۃ نورہ ﷺ ،ثم قبض من ھذا النور الاعظم الذی ھو تجلی اللہ تعالی فی العالم انورا جمیع الانبیاء والمرسلین علیھم الصلوۃ والسلام "

(جواھر البحار :ج ۱ ،ص ۳)

ترجمہ: عالم میں ہرشی آپ کے نور کی وساطت سے پیدا ہوئی پھر یہ نور اعظم جو اللہ کی جہاں میں تجلی ہے اس سے انبیاء اور مرسلین کے انوار کو قبض کیا گیا۔

علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی اور علامہ سید احمد عابدین کے کلام سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ اللہ کے نور کی تجلی ہیں، آپ نور اعظم ہیں، کائنات کی ہرشی آپ کے نور سے تخلیق کی گئی ،اور تخلیق کائنات سے پہلے آپ کو رحمۃ للعالمین بنایا گیا آپ کے واسطہ سے کائنات کو وجود ملا، جب آپ کی حقیقت اللہ کا نور ہے جب آپ کی حقیقت باعث تخلیق کائنات ہے جب آپ کی حقیقت رحمۃ للعالمین کے عالی وصف سے متصف ہے جب آپ کا نور، انوار انبیاء اور مرسلین کے انوار کیلئے مبداء فیض ہے تو ماننا پڑیگا کہ آپ کی حقیقت اور ذات رحمۃ للعالمین اور کائنات کیلئے مبداء فیض اسی لئے ہے کہ آپ ﷺ اس وقت وصف نبوت سے بھی متصف تھے۔

علامہ شہاب الدین الخفاجی نے فرمایا: "بل ان اللہ خلق روحه قبل سائر الارواح وخلع علیها خلعة التشریف بالنبوۃ ای ثبت لها ذالك الوصف دون غیرها فی العالم الارواح اعلاما للملاء الاعلی، به واذا کانت النبوۃ صفة روحه علم انه ﷺ بعد موته نبی رسول" (جواھر البحار: ج ۲، ص ۳۲)

ترجمہ: بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح سے قبل آپ ﷺ کی روح کو پیدا فرمایا اور وصف نبوت کی خلعت شریفہ پہنائی یعنی آپ کی روح مقدسہ کیلئے عالم ارواح میں نبوت ثابت تھی، اور ملاء اعلیٰ کو علم تھا اور جب یہ بات ثابت ہوئی کہ نبوت آپ کی روح مبارکہ کی صفت ہے تو اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آپ ﷺ بعد از وفات بھی نبی اور رسول ہیں۔

علامہ خفاجی کے قول سے یہ امر متحقق ہو گیا کہ نبوت آپ کی روح مطہرہ کی صفت ہے اور آپ کی روح مبارکہ سب سے پہلے پیدا ہوئی، اور بروایت حضرت جابر اور بقول تحقیقات آپ کی حقیقت اور روح مقدسہ اور جوہر نورانی کو کائنات کی ہر شیء سے پہلے پیدا فرمایا تھا، تو ثابت ہوا کہ روح مبارکہ کو نبوت بھی اسی وقت عطا کی گئی تھی جب آپ کی حقیقت اور جوہر نورانی کو پیدا کیا گیا تھا، تو نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے تو اس وقت آپ کی ذات (حقیقت روح مبارکہ اور جوہر نورانی) نبوت سے متصف تھی،، اور جب کائنات کی ہر شی آپ ﷺ کے نور سے پیدا ہوئی تو لامحالہ روح آدم اور جسد آدم علیہ السلام بھی اسی نور سے تخلیق ہوئے، جو نور، روح مقدس کی معیت اور تحلیل میں وصف نبوت سے متصف تھا، لہٰذا تخلیق آدم کا زمانہ، رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا زمانہ ہے۔

ثانیاً جب یہ امر مسلمہ ہے کہ آپ ﷺ کی روح مبارکہ اور حقیقت اصلیہ، عالم ارواح میں ارواح اور ملائکہ کیلئے معلم اور مربی تھی اور آدم علیہ السلام کی روح وہاں موجود تھی آپ کی روح مبارکہ اور حقیقت اصلیہ اس کیلئے بھی معلم اور مربی تھی جسم کا معاملہ تو بعد کا ہے، اور وجود آدم معہ الروح تو

شیء من الاشیاء ہے، یہ اسی نور کا حصہ ہے جو وصف نبوت سے متصف ہے کیونکہ حدیث جابر میں نور سے مراد آپ ﷺ کی حقیقت روح اقدس اور جوہر نورانی لیا گیا ہے۔

ثالثاً: تحقیقات کے بقول اگر کنت نبیا الحدیث اور آدم علیہ السلام کی روح اور جسم کی تخلیق کے درمیان ہزروں، لاکھوں، سال کا فاصلہ ہے یا آپ کے جوہر نوری اور حقیقت محمدیہ کی تخلیق کے درمیان ہزاروں سال بلکہ لاکھوں سال کا فاصلہ ہے اور اس قدر طویل عرصہ میں آپ کو نبی نہیں بنا یا گیا تو اس کا صاف مفہوم یہ ہے کہ ان ہزاروں اور لاکھوں سالوں میں آپ کی ذات (حقیقت احمد یہ جوہر نورانی اور روح مقدسہ) وصف نبوت سے معزول اور محروم تھی،، اور یہ محتاج ثبوت ہے جبکہ کسی اضعف ترین اثر وخبر سے اس کی تائید ہوتی ہے نہ توثیق،،

رابعاً: یہ قول عقید و اسلاف کے خلاف ہے عارف کامل سید عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''لانہ اول ماخلق اللہ من نورہ، ثم خلق منہ کل شیء فارسلہ رحمۃللعالمین ،فلا یوجد الا بواسطۃ نورہ ﷺ ھو تجلی اللہ تعالی فی العالم ،انوار جمیع الانبیاء والمرسلین قبض من ھذا النور الاعظم ''

جب آپ کا نور، اللہ تعالیٰ کے نور سے ہے، جب آپ کا نور، نور اعظم ،اور اللہ کی تجلی ہے اور یہ نور اول المخلوقات ہو کر رحمۃ للعالمین ہے، کائنات کی ہر شی اس سے پیدا ہوئی ہے، انبیاء اور مرسلین کے انوار نبوت اسی نور کا فیضان ہے کائنات کا ہر ذرہ، ہر فرد اسی نور کی بدولت معرض وجود میں آیا، کائنات کا نظام اسی نور کی وجہ سے رواں دواں ہے تو دیکھنا ہوگا کہ اس نور کی حقیقت اور کیفیت کیا ہے؟ حقیقت تجلی الٰہی ہے، کیفیت ،نبوت ،رحمۃ للعالمین ،انبیاء و مرسلین کے انوار نبوت کا مبدا فیض ہے، کائنات کا ہر فرد، ہر ذرے کا وجود اسی تجلی سے ہے، جب یہ سب سچ ہے اور یقیناً ہے تو ماننا پڑے گا کہ آدم علیہ السلام جو نبی ہیں ان کا نور نبوت بھی رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا فیضان ہے اور فرد کائنات ہونے کے لحاظ سے بھی آپ کا وجود رسول اللہ ﷺ کا فیضان

کرم ہے۔

غرضیکہ عالم ارواح ہو یا عالم اجساد آپ کا نور اور آپ کی نبوت ہر جگہ کارفرما ہے، اس سے انکار ، اور اس کی نفی کی کوئی گنجائش نہیں ،،

خامسا: بقول تحقیقات کنت نبیا ،حقیقت ، روح مقدسہ اور جوہر نورانی سے عبارت ہے سوال یہ ہے روح آدم اور جسم آدم کی تخلیق کے وقت ، جوہر نورانی اور روح مبارکہ، ہیئت ترکیبی میں موجود تھے یا نہ؟ اگر موجود نہ تھے تو یہ محال عقلی اور محال شرعی ہے، محال عقلی اس طرح ہے کہ افادہ اور استفادہ کے قانون کی نفی لازم ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ وہ براہ راست کسی پر فیضان اور نوازشات نہیں فرماتا ، بلکہ ذریعہ اور واسطہ کے ذریعے انعام فرماتا ہے۔

علامہ بیضاوی اور علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کے فرامین

علامہ بیضاوی رحمہ اللہ نے فرمایا :" وكذالك كل نبى استخلفهم فى عمارة الارض وسياسة الناس وتكميل نفوسهم وتنفيذ امره بغيرواسطة ولذالك لم يستنبى ملكا"(بیضاوی زیر آیت انی جاعل فی الارض خلیفة)

۔ ۔ ـــــہ اسی طرح زمینی تعمیرات وآبادیات اور انسانی سیاست ان کے نفوس کی تکمیل وتطہیر اور ان میں احکام خداوندی کے نفاذ کیلئے اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو منصب خلافت عطا فرمایا ، اللہ تعالیٰ کو اپنا نائب بنانے کی کوئی حاجت نہیں ، نہ ب اس لئے بنائے گئے کہ انسان جن کیلئے ان کو خلیفہ بنایا وہ اللہ تعالیٰ کے فیضان کو قبول کرنے اور اس کا حکم بغیر واسطہ کے لینے سے قاصر ہیں اسی لئے کسی فرشتے کو منصب نبوت عطا نہیں کیا گیا۔

علامہ بیضاوی رحمہ اللہ کے اس کلام سے واضح ہوا کہ مخلوق اپنے عجز اور ضعف شدید کے باعث

براہ راست اللہ تعالیٰ سے فیضیاب ہونے کی صلاحیت اور استعداد نہیں رکھتی بلکہ قبول فیض واسطہ اور ذریعہ پر موقوف ہے دنیا میں انبیاء اور رسولوں کو مبعوث فرمانے کی حکمت بھی یہی ہے،، یہ واسطہ کیسا ہونا چاہیے؟ علامہ عبدالحکیم السیالکوٹی رحمہ اللہ نے فرمایا: "لما انہ فی غایۃ الکدورۃ والظلمۃ الجسمانیۃ وذاتہ تعالی فی غایۃ التقدس والمناسبۃ شرط فی قبول الفیض علی ماجرت العادۃ الالھیۃ فلا بدمن متوسط ذاجھتین التجرد والتعلق لیستفیض من جھۃ ویفیض باخری "(حاشیہ بیضاوی ج۱ص۴)

ترجمہ: کیونکہ مخلوق انسانی جسمانی لحاظ سے انتہائی کثافت اور ظلمت میں ہے اور ذات باری تعالیٰ انتہائی تقدس اور طہارت سے متصف ہے، عادت الٰہیہ کے مطابق استفاضہ اور افاضہ کیلئے مفیض اور مستفیض کے درمیان مناسبت شرط لازم ہے مفیض سے مناسبت رکھنے کی وجہ سے فیض قبول کرے گا، اور مستفیض سے مناسبت رکھنے کی وجہ سے فیض پہنچائے گا۔

تخلیق آدم فیضان خداوندی ہے

آدم علیہ السلام کی تخلیق اللہ تعالیٰ کا فیضان ہے اور اس تخلیق کے دو عنصر ہیں، روح اور جسد یہ دونوں مخلوق ہیں، ان کو تخلیق کا فیضان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور نبوت کی وساطت سے حاصل ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ کاملہ اور سلطان اعظم ہیں

امام سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا! کہ امام ابن حجر رحمہ اللہ نے جو"لما بلغ صلی اللہ علیہ وسلم اربعین سنۃ ارسلہ اللہ رحمۃ للعالمین "فرمایا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ" ای ارسلہ رحمۃ مطلقۃ تامۃ کاملۃ عامہ شاملۃ جامعۃ محیطۃ بجمیع العالمین ذوی العقول وغیرھم من عالم الارواح والاجساد "(جواھر البحار ج۱ص۴)

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ مطلقہ، تامہ، کاملہ، عامہ، شاملہ، جامعہ اور تمام عالمین کیلئے محیط بنا کر بھیجا گیا ہے خواہ ذوی العقول ہوں یا غیر ذوی العقول، عالم ارواح ہو یا عالم اجسام،، آدم علیہ السلام کا تعلق تخلیق کے اعتبار سے عالم ارواح اور عالم اجساد دونوں سے ہے، لہٰذا رحمۃ للعالمین ہونے کے حوالے سے آپ کی نبوت اور رسالت کا فیضان تخلیق کے مرحلہ پر آدم علیہ السلام کو حاصل ہے ،، حضرت امام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا! امام سبکی فرمایا کرتے تھے: ''ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبیاء فھو کالسلطان الاعظم وجمیع الانبیاء کامراء العساکر ولو ادر کہ جمیع الانبیاء لوجب علیھم اتباعہ اذھو صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث الی جمیع الخلق من لدن آدم الی قیام الساعۃ ''(جواھر البحار :ج۲ :ص۷۳)

ترجمہ: بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے بھی نبی ہیں آپ سلطان اعظم اور بقیہ انبیاء امراء لشکر ہیں اگر انبیائے کرام آپ کے زمانے میں آپ سے ملاقی ہوتے تو آپ کی اتباع ان پر واجب ہوتی ، کیونکہ آپ کی بعثت شریفہ آدم علیہ السلام سے لے کر قیام قیامت تک ہونے والی سب مخلوق کی طرف ہوئی ہے،، جب آپ کی بعثت بشمول حضرت آدم علیہ السلام قیام قیامت تک ساری مخلوق کیلئے ہے تو کیا آدم علیہ السلام کی تخلیق کا زمانہ آپ کی نبوت سے خالی ہے؟ آدم علیہ السلام کی تخلیق دو حال سے خالی نہیں، ایک عام فرد مخلوق کی طرح ہوئی ہے یا بحیثیت نبی خلیفہ؟ اگر عام فرد مخلوق کی طرح ہو تو پھر بھی آپ کی بعثت اور نبوت ان کو شامل ہے،،

اور اگر بحیثیت خلیفہ نبی ہوئی ہے تو پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ان کو شامل ہے کیونکہ آپ نبیوں کے بھی نبی ہیں، نبوت کا تعلق روح سے ہے روح آدم روز میثاق آپ کو نبی تسلیم کر کے ایمان لا چکی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بصیغہء ماضی اپنی نبوت کا اعلان فرمادیا ہے، جناب آدم علیہ السلام کی روح مبارکہ اور جسد پاک کی ہیئت ترکیبی اور کیفیت تخلیقی کو بھی بعد از ملاحظہ بیان فرمادیا ہے تو یہ کیسے تسلیم کیا جائے کہ آپ کی روحانی نبوت اور تخلیق آدم علیہ السلام کے درمیان ہزاروں بلکہ

لاکھوں سال کا فاصلہ حائل اور کارفرما ہے۔

عالم ارواح سے لے کر دار آخرت تک آپ نبی اور رسول ہیں

شیخ ابومحمد عبدالجلیل القصری رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ان النبی ﷺ عقدت له النبوة قبل کل شیء وانه دعاالخلیقة عند خلق الارواح وبدء الانوار الی اللہ تعالی کما دعا هم آخرا فی خلقه جسده آخر الزمان ''(الجواهر البحار ج: ص:)

ترجمہ: '' بے شک نبی کریم ﷺ کو ہر شیء سے پہلے نبوت دی گئی ارواح کی تخلیق کے وقت آپ نے روحانی مخلوق کو دعوت دی ،، اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انوار کے ظہور کی ابتداء فرمائی ،، جس طرح آپ نے آخر زمانے میں جسد عنصری کے تخلیق ہونے پر مخلوق کو دعوت دی ہے معلوم ہوا ارواح کی تخلیق پر آپ نے ارواح کو بھی دعوت توحید دی ، یہ اس لئے کہ آپ کو ہر شیء کی تخلیق سے پہلے نبی بنایا گیا تھا، آدم علیہ السلام کی تخلیق جسمانی کا مرحلہ آیا تو یہ روح اس وقت بھی موجود تھی اور نبی کریم ﷺ کی ذات بحیثیت نبی موجود تھی ،،

امام سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا: ''هو المراد بقوله ﷺ ان اللہ خلق نوری قبل ان یخلق آدم علیه السلام باربعة عشر الف عام کما رواه ابن القطان''

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی مراد یہی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چودہ ہزار برس پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا، رسول اللہ ﷺ کا فرمان اس بات پر نص ہے کہ آپ کے نور، (حقیقت ، روح مقدسہ، اور جوہر نورانی) کی تخلیق اور تخلیق آدم علیہ السلام کے درمیان فاصلہ چودہ ہزار سال کا ہے تحقیقات کا اس فاصلہ کو لاکھوں سال میں بتانا تحریر کرنا غلط ہے دیکھئے: ص: ۹۷،، نیز تحقیقات کا یہ کہنا کہ عالم ارواح کے بعد سے لے کر تخلیق آدم علیہ السلام کے دورانیہ میں آپ کا نبی نہ بنایا جانا آپ کی کسر شان ہے نہ بے ادبی توضیحاً کہا جائے گا کہ تحقیقات کا یہ قول بھی خلاف حقائق اور خلاف روایات اور مخالف تصریحات ہونیکی وجہ سے غلط

ہے''

کیونکہ یہ قول نصوص قطعیہ کے مغائر ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وما ارسلنک الا رحمة للعالمین''

آپ کی رحمت کاملہ، عامہ، شاملہ تمام عالمین کو شامل ہے آپ کے نور مقدس جو اول الخلق اور اللہ تعالیٰ کی تجلی ہے کو کائنات کیلئے رحمۃ بنا کر بھیجا گیا، جس لمحہ آپ نور اور تجلی الٰہی ہیں اسی لمحے آپ رحمۃ للعالمین اور نبی ہیں،، اور عالمین میں آدم علیہ السلام بھی داخل اور شامل ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ''بعثت الی الخلق کافة ''جس کا مدلول اطلاق اور مصداق زمانہ آدم علیہ السلام سے لے کر قیام قیامت تک ہے آدم علیہ السلام کا کوئی بھی زمانہ ہو حدیث پاک کا مفہوم اس کو شامل اور اس پر محیط ہے جب آدم علیہ السلام کا تخلیقی مرحلہ اور کائناتی مقام روح اور جسم کے درمیان تھا اس وقت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آدم کا نام دیا اور آدم ہی کہا ہے اور الی الخلق کافۃ میں آدم علیہ السلام داخل ہیں،،

ارشاد باری تعالیٰ نے ''وما ارسلنک الا کافة للناس ''یعنی ہم نے آپ کو پوری انسانیت کیلئے رسول بنا کر بھیجا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ انسانیت جب سے ہے اور جب تک ہے اس لمحہ سے لے کر فناء ہونے تک آپ کی رسالت موجود ہے انسانیت کا وجود وجود آدم علیہ السلام سے ہے لہٰذا وجود آدم علیہ السلام کا زمانہ جو بھی ہو وہ آپ کی نبوت اور رسالت کا زمانہ ہے۔

امام ربانی عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''فان انوار رسالته صلی اللہ علیہ وسلم غیر منقطعة عن العالم من المتقدمین والمتاخرین ''الیواقیت والجواهر ج ۲ ص ۱۰'' بے شک آپ کی رسالت کے انوار دنیا سے کبھی منقطع نہیں ہوئے متقدمین کی دنیا ہو یا متاخرین کی،، تو گویا آپ کی رسالت جہاں کی ابتداء سے لے کر آخر تک بلکہ دار آخرت تک موجود اور متحقق فی الخارج ہے جناب آدم علیہ السلام کی تکمیل و تخلیق کا تحقق عالم اجساد سے ہے تمام اجساد آپ کی رسالت کے

فیضان سے ہی معرض وجود میں آئے، علامہ الشیخ سلیمان الجمل رحمہ اللہ نے فرمایا: ''فھو الرسول المطلق لکافۃ الخلق من الاولین والاخرین فرسالتہ عامۃ ودعوتہ تامۃ ورحمۃ شاملۃ وکل من تقدم من الانبیاء والرسل قبلہ فعلی سبیل النیابۃ عنہ فھو الرسول علی الاطلاق فاتجہ اختصاصہ ﷺ باسمی النبی والرسول''

(جواھر البحار ج:ص:)

ترجمہ: آپ ﷺ رسول مطلق ہیں ساری مخلوق کیلئے خواہ اولین ہوں یا آخرین آپ کی رسالت عامہ ہے اور آپ کی دعوت مکمل اور تام ہے آپ کی رحمت ساری مخلوق کے شامل حال ہے آپ سے قبل جتنے رسول اور نبی آئے وہ آپ کے نائب تھے، آپ علی الاطلاق رسول ہیں، اسی لئے آپ کو یاایھا النبی اور یاایھا الرسول کے الفاظ سے پکارا اور متوجہ کیا گیا ہے۔

لہٰذا وجود آدم علیہ السلام کی تخلیق و تکمیل کو آپ کے زمانہ رسالت سے خارج کرنا عقل و نقل کے خلاف ہے۔

سادساً رسول اللہ ﷺ نے تخلیق آدم سے قبل اپنی نبوت کا زمانہ چودہ ہزار برس بتایا ہے و آدم بین الروح والجسد کے موقعہ اور مقام سے اپنی نبوت کی نفی نہیں فرمائی بلکہ اثبات فرمایا ہے اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ عالم ارواح کے بعد چودہ ہزار برس تک آپ کو نبی نہیں بنایا گیا تو دو چیزوں کو زیر غور لانا پڑیگا۔ (۱) وہ کون سے عوامل تھے جن کی وجہ سے یہ ہزاروں برس کا دورانیہ آپ کی نبوت سے محروم رہا،،

(۲) کیا ایسا ممکن ہے کہ نبوت زائل ہو یا منسوخ کی جائے پہلے تفصیل سے گزر چکا ہے کہ علمائے امت اور عرفائے ملت آپ ﷺ کی نبوت منسوخ یا منقطع ہونے کے قائل نہیں، بحمد اللہ ہم نے ان علماء اور عرفاء کی محدود فہرست تحقیقات سے بھی پیش کی ہے اور کثیر التعداد علماء اور عرفاء جو اس عقیدہ پر گزرے اور اپنی جلیل القدر تصانیف چھوڑی ہیں، علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی

رحمہ اللہ نے جواہر البحار کی چاروں جلدوں میں ان کا تذکرہ معہ عبارات مقدسہ احاطہ کیا ہے اگر تحقیقات اپنے اوراق کا مطالعہ کرتی تو شاید اس دورانیہ میں نفی نبوت کے تحریر کرنیکی نوبت نہ آتی ،اس سلسلہ میں تحقیقات کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے،،

علامہ سلیمان جمل نے دوسری جسمانی نبوت چالیس سال کی عمر میں تسلیم فرمائی اور پہلی روحانی نبوت کو بھی دائم باقی اور مستمر تسلیم کیا ہے اس کے سلب ہوجانے کا شائبہ بھی نہیں ظاہر ہونے دیا'' (ص: ۱۴۸) دیگر علماء اور عرفاء کے اقوال شریفہ بھی ہیں ،مگر ہم نے علامہ سلیمان جمل رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ اقتباس اس لئے نقل کیا ہے کہ یہ تحقیقات کی اپنی قلمی اس کے صفحہ پر موجود ہے اگر تخلیق آدم علیہ السلام کے وقت آپ نبی نہ بنائے گئے تھے تو جسمانی نبوت تک روحانی نبوت کی بقاء دوام اور استمرار کہاں سے آیا؟

اور غلام محمد بندیالوی شرقپوری کے بقول کنت نبیا اعلان اور تحقق فی المستقبل کی حد تک تھا تو عالم ارواح سے لیکر جسمانی نبوت کے طویل تر عرصہ اور غیر محدود بالفعل مدت تک یہ تسلسل کیوں اور کہاں سے آیا؟

نزول وحی سے قبل ولادت سے نبی نہ ہونے کی تائید میں تحقیقات :ص: ۸۰، پر ہے :انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ سے بالواسطہ اور بلا واسطہ فیوض اور فوائد حاصل کرتے ہیں ،اور پھر اس کے بندوں تک پہنچاتے ہیں ،اور ان پر اپنا منصب ظاہر کرنا بھی فرض ہوتا ہے اور اس پر معجزہ کے ذریعے مہر تصدیق ثبت کرنا بھی لازم اور ضروری ہوتا ہے اس پر امام نیشاپوری کا تفسیری حوالہ بھی تحریر کیا ہے :''ذهب المحققون الى ان على الولى يجب اخفاء ولايته ويجب على النبى اظهار نبوته'' اہل تحقیق علماء اعلام اور مقتدایان انام کا مذہب یہ ہے کہ ولی پر اپنی ولایت کا چھپانا واجب اور لازم ہے اور نبی پر اپنی نبوت کا اظہار کرنا لازم اور ضروری ہوتا ہے،

کیا نبوت کا اظہار ضروری ہے؟

نتیجہ چالیس سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان کیا نہ اظہار فرمایا اگر نبی ہوتے تو اظہار اور اعلان فرماتے،،

اقول یہ درست ہے کہ نبی کیلئے اعلان اور اظہار نبوت ضروری ہے اور بطور ثبوت اور دلیل معجزہ دکھانا بھی ضروری ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب نبی دعوت توحید اور تبلیغ احکام کیلئے مامور ہو، امام ابوشکور عبدالسعید السالمی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ نبوت کا ثبوت اور صحیح ہونا معجزہ کے ذریعے معلوم ہوتا ہے اور معجزہ کی تعریف ہے جو دلیل کے مطالبے یا نبوت کے دعوی کے بعد ایسے خلاف عادت کام کو ظاہر کرنا جو کسی بھی طرح باطل نہ ہو، اور لوگ کوشش کے باوجود اس کی مثال لانے سے عاجز رہیں، اور لوگ ایسے کام میں مہارت اور دسترس بھی رکھتے ہوں اور امت جس معجزہ کی درخواست کرے وہ اسی وقت اس کے سامنے کردیا جائے'' (التمہید : ۱۷۰)

معجزہ کیا ہے؟ یعنی اگر کوئی آدمی دعوائے نبوت کرے تو بطور ثبوت اس سے دلیل طلب کی جائے اور وہ مدعی نبوت مامور من اللہ ہوگا اس پر دعوت وتبلیغ فرض ہوگی اور اظہار نبوت لازم اور ضروری ہوگا،،

مواقف اور شرح مواقف میں ہے" واما فی العرف فهو عند اهل الحق من الاشاعرة وغيرهم من المليين من قال له الله تعالى ممن اصطفاه من عباده ارسلتك الى قوم كذا اوالى الناس جميعااو بلغهم عنى ونحوه "(ص ۳۴۹) متکلمین کے عرف میں یعنی اہل حق اشاعرہ وغیرہ اہل ملل کے نزدیک نبی وہ شخص ہے جسکو اللہ تعالی اپنے بندوں میں سے منتخب کر کے یہ کہے کہ میں نے تجھے فلاں قوم یا سب لوگوں کی طرف رسول بنایا ہے یا اللہ تعالی اس منتخب بندے سے فرمائے کہ میرے بندوں کو میری طرف سے یہ احکام پہنچاؤ،

مواقف اور شرح مواقف میں معجزہ کی تعریف یوں کی گئی ہے:" وهى بحسب الاصطلاح عندنا عبارة عن ماقصد به اظهار صدق من ادعى انه رسول الله " اہل سنت

و جماعت کی اصطلاح میں معجزہ اس امر خارق للعادۃ کا نام ہے جو رسالت کا دعوی کرنے والا (کہ وہ اللہ کا رسول ہے) اپنے صدق پر ظاہر کرے،،

معجزہ کی شرائط کو بیان کرتے ہوئے قاضی عضد الدین عبدالرحمٰن ایجی نے فرمایا:"ان یکون فعل اللہ اویقوم مقامہ" پہلی شرط یہ ہے وہ اللہ کا فعل ہو یعنی اس کی طرف سے ہو یا اس کے قائم مقام ہو، دوسری شرط یہ ہے وہ خارق للعادۃ ہو، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تصدیق نبوت ہے تیسری شرط یہ ہے انسان اس کے معارضہ سے عاجز ہوں، چوتھی شرط یہ ہے اس معجزہ کا اظہار مدعی نبوت کے ہاتھ سے ہو،، پانچویں شرط یہ ہے کہ دعوی کے موافق ہو، مغائر نہ ہو، چھٹی شرط معجزہ اس کے دعوی کی تکذیب نہ کرتا ہو،، اور ساتویں شرط یکون متقدما علی الدعوی مقارنا لھا'' کہ معجزے کا اظہار دعوی نبوت سے پہلے نہ ہو اس سے مقارن ہو یعنی دعوے اور معجزہ کا زمانہ ایک ہو،، خلاصہ یہ ہے کہ نبی پر نبوت کا اظہار اور معجزہ کا صدور و وقوع اس وقت لازم اور ضروری ہے جب مدعی نبوت مامور من اللہ ہو اور اس پر دعوت و تبلیغ لازم اور واجب ہو،،

اور جو نبی وصف نبوت سے متصف ہو، وجود خارجی رکھتا ہو مگر دعوت و تبلیغ اس پر واجب نہ ہو اس کے لئے اظہار نبوت ضروری ہے اور نہ معجزہ جیسا کہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات: ج:۳:ص:۶۳۶،، پر نقل فرمایا ہے:اور محدثین کے نزدیک دعوت و تبلیغ کیلئے مامور فرمایا جانے والا شخص رسول ہے نبی نہیں،، (ایضاً)

نبی اور رسول باہم مغائر ہیں

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا:"وھو ظاھر فی التغایر وعلیہ الجمھور فی الفرق بینھما،ان النبی انسان بعثہ اللہ ولو لم یؤمر بالتبلیغ" نبی اور رسول کا معنوی تغایر بالکل ظاہر ہے اور جمہور کا موقف بھی ان کے تغایر معنوی پر ہے بے شک نبی وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ مبعوث فرمائے اگر چہ تبلیغ کا حکم نہ دیا گیا ہو،، اور رسول کون ہے؟ من امر بہ:رسول وہ

انسان ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوا اور اس کو تبلیغ کا حکم دیا گیا ہو، پھر فرمایا" **فکل رسول نبی ولا عکس** "(مرقات: ج:ص:۵۷)

ملا علی قاری رحمہ اللہ کی بیان فرمودہ تعریفات سے ثابت ہوا کہ نبی کیلئے بعثت ضروری ہے نبوت کا اظہار ضروری نہیں، اظہار تب ضروری ہوتا جب دعوت و تبلیغ پر ماموراوران کا مکلف ہوتا،،

علامہ سعد الدین التفتازانی رحمہ اللہ نے فرمایا:" **والرسول انسان بعثه الله تعالیٰ الی الخلق لتبلیغ الاحکام وقد یشترط فیه الکتاب** "(شرح عقائد:۱۷) ترجمہ: رسول وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ مبعوث فرمائے کہ وہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے احکامات پہنچائے اور اس کیلئے صاحب کتاب ہونا بھی شرط ہے،، معلوم ہوا جو مبعوث الی الخلق، صاحب کتاب اور تبلیغ احکام کیلئے مامور ہو وہ رسول ہے یعنی یہ امور ماہیت رسالت کو لازم ہیں ان امور کے بغیر رسالت کا مفہوم اور حکم متحقق نہ ہوگا،،

نبی کی تعریف میں فرمایا:" **بخلاف النبی فانه اعم** (شرح عقائد: ایضاً) نبی کی تعریف حکم اس کے خلاف اور اس سے اعم ہے یعنی مبعوث الی الخلق ہونا تبلیغ احکام کرنا، صاحب کتاب ہونا ماہیت نبوت کے لوازمات نہیں ہیں۔

علامہ رحمہ اللہ نے فرمایا:" **هی سفارة العبد بین الله وبین ذوی الالباب من خلیقة لیزیل بها عللهم فیما قصرت عنه عقولهم من مصالح الدنیا والاخره** "(شرح عقائد:۱۳۳) ترجمہ: اللہ اور اللہ کی مخلوق میں صاحبان عقل و دانش کے درمیان سفارت کاری پیغام رسانی (کا نام رسالت ہے تاکہ اس پیغام رسانی کے ذریعے وہ علل (خرابیاں) دور اور زائل ہوں جن کی وجہ سے دنیا و آخرت کے فوائد حاصل ہوں جن کے ادراک سے عقول انسانی قاصر ہیں، یعنی احکامات خداوندی کو انسانوں تک پہنچانا، تاکہ تعمیرات و کردار سے وہ دنیا اور آخرت کی فوز و فلاح حاصل کریں، جن کی حقیقت اور ادراک سے عقول انسانیہ قاصر ہیں کا نام

رسالت ہے،،

علامہ ابوعبداللہ فضل اللہ التورپشتی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''آنکہ نبوت از برائے بزرگی وشرف بوے دادہ باشدتا بآنچہ ازحق بوے میرسد بخاصہ خود براں عمل کندوے نبی باشد نہ رسول'' (المعتمد فی المعتقد: ٦٦)

وہرکراحق نبوت دادوامرے بوے آمدکہ پیغام من بخلق رساں ویشاں رابمن خواں وے نبی مرسل باشدپس ہرکہ نبی باشدرسول نباشد، وہرکہ رسول است البتہ نبی باشد'' (ایضاً) ترجمہ: ہروہ شخص جس کواللہ تعالیٰ نے نبوت دی ہو،،

اور یہ حکم دیا ہوکہ میرا پیغام مخلوق کوپہنچاؤ اور میری توحید کی دعوت دووہ نبی مرسل ہے'' پھر فرمایا: ''ہرکہ نبی باشدرسول نہ باشد، وہرکہ رسول است البتہ نبی باشد'' (ایضاً) ترجمہ: جونبی ہے وہ رسول نہیں البتہ رسول نبی ضرورہوتا ہے۔

علامہ الشیخ سلیمان الجمل رحمہ اللہ نے فرمایا: ''النبی انسان خصه الله بسماع وحیه بملك او دونه'' (جواہرالبحار: ۲: ص: ۳۶۴)

اللہ بذریعہ فرشتہ یابغیرفرشتہ وحی سننے کیلئے مختص فرمائے ،یعنی جس پر بذریعہ فرشتہ یابغیرفرشتہ وحی نازل ہو۔

پھرفرمایا: ''بل النبوة عند المحققين ايحاء الله لرجل بحكم شرعي ليعمل به'' (ایضاً) محققین کے نزدیک نبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی شخص کوحکم شرعی کی وحی کی جائے کہ اس پرعمل کیا جائے۔

پھرنقل فرمایا: ''ان الرسول هوا لنبي المامور بتبليغ ما اوحي اليه ،فهوا لا خص من مطلق النبي ،لزيادته عليه بالا مربالتبليغ ۔'' (جواہرالجار جلدثانی۔ص۔۳۶۴)

ترجمہ: رسول وہ نبی ہے جس کوان احکامات کی تبلیغ کاحکم دیا ہے جواس پروحی کیے گئے ہیں، رسول

مطلق نبی سے اخص ہے کیونکہ اسکو تبلیغ احکام کی اضافی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔

علمائے متکلمین کے تصریح فرمودہ نبوت اور رسالت کے معنی ملاحظہ کرنے سے یہ امر عیاں ہو جاتا ہے کہ نبی کے لیے بعثت، اصطفاء اور وحی کافی ہے صاحب کتاب ہونا، مبلغ احکام ہونا شرائط نبوت سے نہیں، جبکہ رسول کیلئے صاحب کتاب ہونا، احکام خداوندی کا مبلغ اور ان کیلئے مامور کیا جانا شرائط رسالت ہیں،،

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: نبی وہ جس پر وحی نازل ہوتا کہ اس کو لوگوں تک پہنچائے (لیکن کتاب اس پر نازل نہ ہو) اور رسول وہ جس پر کتاب بھی نازل ہو،،

اس تعریف کے بعد محدثین کا مذہب نقل فرمایا: ''کہ نبی بمذہب ایشان لازم نیست کہ داعی و مبلغ باشد، الخ، سے معلوم ہوا کہ نبی کیلئے دعوت و تبلیغ کی شرط اضافی اور اختلافی ہے جمہور کے نزدیک نبی وہی ہے جس کو دعوت اور تبلیغ کیلئے مامور نہ کیا گیا ہو،، مندرجہ بالا تصریحات اس بات پر گواہ ہیں کہ نبی کی جو تعریف تحقیقات کے :ص: ۶۸، پر کی گئی ہے وہ نبی کی نہیں بلکہ رسول کی ہے کیونکہ اس کے الفاظ یہ ہیں: ''انسان بعثه الله الى الخلق لتبليغ الاحكام'' لتبلیغ الاحکام کی زیادتی اور بعثت الی الخلق کی قید شرائط رسالت ہیں،،

ثانیاً: اگر نبوت کی اس تعریف پر ہی انحصار اور اقتصار کیا جائے تو آپ ﷺ کی عالم ارواح والی نبوت کی نفی اور انکار لازم آئے گا کیونکہ وہاں انسانیت کا وجود ہی نہیں، جو کہ بعثت الی الخلق اور لتبلیغ الاحکام کا محل اور امر مشروط ہے،،

ثالثاً: اگر کنت نبیا سے مراد یہ ہو کہ تخلیق آدم کے وقت اللہ کے علم میں تھا کہ میں مستقبل میں نبی ہونگا اس میں آپ کی تخصیص ختم ہو جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تمام کائنات کا وجود وعدم اور انبیاء ورسل کی رسالت ونبوت موجود تھی،،

رابعاً: اخبار ما فی المستقبل کی تاویل بھی باطل ہے کیونکہ یہ مقتضائے حال اور منشائے سائل کے

خلاف ہے مقتضائے حال کے مطابق آپ بالفعل نبی ہیں، منشائے سائل آپ کی نبوت کی ابتداء اور آغاز معلوم کرنا ہے،،

متی وجبت لك النبوة کا مفہوم

رسول اللہ ﷺ سے سائل کا سوال نبوت کے تحقق فی الخارج کے متعلق نہیں کیونکہ سائل صحابی ہے وہ بخوبی جانتا ہے کہ نبوت ورسالت ہو یا دیگر امور کائنات علم باری تعالیٰ میں ہیں، اور اسی کے مطابق رواں بہ منزل ہیں، صحابی ابتداء نبوت اور عرصہ نبوت معلوم کرنا چاہتا ہے کیونکہ یہ امر اس پر مخفی اور پوشیدہ ہے اسی لئے عرض کیا متی وجبت لک النبوۃ'' حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا متی استفہام زمانہ کیلئے وارد ہوتا ہے جیسے متی نصر اللہ،، اللہ کی مدد کب، کس وقت آئے گی،، (الاتقان: ۲۷۶) سائل صحابی زمانہ نبوت کو جاننا چاہتا ہے یعنی وہ جاننا چاہتا ہے کہ آپ کب سے نبی آرہے ہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام کی حقیقت مادی پانی، کیچڑ یا روح اور جسم کے درمیان تھی،، اور اگر یہ کہا جائے کہ کنت نبیا کا اطلاق مفہوم اور مصداق بے شک آپ کی ذات ہے مگر آپ کا نبی ہونا عالم ارواح تک محدود ہے تو ابن عساکر کی حدیث جو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اس کا کیا جواب ہے ؟ جس میں فرمایا گیا ہے کہ مجھے بحیثیت نبی پیدا کیا گیا ہے،، حدیث یہ ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے اس قول ''وتقلبك فى الساجدين ''(سورہ الشعراء آیت ۲۱۹) کی تفسیر میں مروی ہے ''قال من نبى الى نبى حتى اخرجت نبيا'' (البدائیہ والنهايه :ج: ص ۲۵۸) آپ ﷺ کی ذات ایک نبی سے دوسرے نبی کی

طرف منتقل ہوتی رہی یہاں تک کہ مجھے نبی پیدا کیا گیا،، عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کا متی وجبت لک النبوۃ سے سوال کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کنت نبیا الحدیث بصیغہء ماضی بلا تقیید وتحدید اور بحالت آدم علیہ السلام جواب دینا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ''تقلبك في الساجدين میں من نبي الى نبي حتى اخرجت نبيا'' کی تفسیر بیان کرنا آپ کی نبوت کی بقاء دوام اور استمرار کے واضح دلائل ہیں،،

بقول غلام محمد بندیالوی شرقپوری اگر کنت نبیا مستقبل میں نبی بنائے جانے کی تشہیر اور اعلان کی حد تک ہے تو یہ اعلان اور تشہیر کس وقت ہوئی عالم ارواح میں یا عالم اجساد میں، عالم اجساد میں ہو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ عالم اجساد میں آپ بالفعل نبی ہیں، نبوت متحققہ فی الخارج ہے لا محالہ کنت نبیا کا مدلول عالم ارواح والی نبوت ہے اس قول کا صدور عالم ارواح سے وابستہ ہے عالم ارواح میں آپ بالفعل نبی، مربی، اور معلم ہیں، اعلان اور تشہیر کیوں؟ اور پھر کس بات کی؟

بقول تحقیقات حقیقت، روح مقدسہ اور جوہر نورانی کائنات کی ہر شیء سے پہلے پیدا ہو چکے تھے۔ (ص: ۸۷) روح تخلیقی طور پر وصف نبوت سے متصف تھی، جیسا کہ علمائے امت اور عرفائے ملت کے اقوال بحوالہء جواہر البحار پہلے نقل ہو چکے ہیں،، معلوم ہوا عالم ارواح میں آپ کی ذات (جو ضمیر متکلم کا مفاد ہے) ان تین امور کا مرکب تھی اور وصف نبوت سے موصوف اور متصف تھی ،سوال یہ ہے جب آپ دنیا میں جلوہ گر ہوئے یہ تین چیزیں معہ وصف نبوت موجود تھیں یا معدوم ہو گئی تھیں یا ان کا سلب ہو گیا تھا، ان امور کا عدم اور سلب ہونا دونوں محال ہیں کیونکہ اگر معدوم یا سلب ہو چکے ہوتے تو ولادت سے قبل بوقت ولادت اور ولادت کے بعد خوارق للعادات امور کا صدور اور وجود نہ ہوتا؟

پھر جب آپ نے عالم ارواح میں نبی ہونے کا اعلان فرمایا تو آپ کی ذات کریمہ ان چار امور کا مجموعہ تھی دنیا میں جلوہ گری کے وقت آپ کی ذات مقدسہ کا انہی چار امور سے مرکب ہونا

ضروری ہے تاکہ اعلان کے مطابق نبوت کا محل اور موصوف متحقق ہو، جسد عنصری میں بوقت ولادت یہ امور اربعہ تھے یا نہ؟ اگر وہی حقیقت وہی جوہر نورانی اور وہی روح اقدس موجود تھی تو لازم کی حیثیت سے نبوت بھی موجود ہے اس کا انکار کرنا غلط ہے اور اگر جسد عنصری ان امور اربعہ سے محروم، معزول اور عاری ہے تو نصوص نور جن میں آپ کی حقیقت اور حقیقت سے متعلقہ مثلاً امور روح اور اوصاف نبوت اور آپ کی رسالت مطلقہ عامہ، شاملہ پر مبنی آیات قرآنیہ کا انکار لازم آئے گا یہ بھی محال شرعی ہے اس سے بچنے کیلئے ماننا پڑیگا کہ تخلیق آدم کا مرحلہ ہو یا عالم اجساد میں جلوہ گری کا کسی وقت بھی وصف نبوت آپ سے منقطع ہوا نہ سلب،،

امام رازی اور ملا علی قاری رحمہما اللہ پیدائشی نبوت کا عقیدہ رکھتے ہیں

حضرت امام رازی رحمہ اللہ نے فرمایا:''الحق ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم قبل الرسالة ما كان شرع نبی من الانبیاء علیه السلام وهو المختار عند المحققین من الحنفية لانه لم یکن امة نبی قط ،لكن كان فی مقام النبوة قبل الرسالة و كان یعمل بما هو الحق الذی ظهر علیه فی مقام نبوته بالوحی الخفی والكشوف الصادقة من شریعة ابراهیم علیه السلام وغیرها كذا نقله القونوی فی شرح عمدة النسفی ''(حاشیه شرح عقائد ،ص:۲ ترجمہ: سچ یہ ہے کہ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسالت سے قبل انبیاء کرام میں سے کسی نبی کی شریعت پر نہ تھے لیکن رسالت سے قبل آپ مقام نبوت میں تھے ،مقام نبوت میں آپ پر وحی خفی اور انکشافات صادقہ کی وجہ سے جو حق بات شریعت ابراہیمی سے آپ پر ظاہر ہوتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر عمل فرماتے،،امام قونوی نے شرح عمدۃ النسفی میں اسی طرح نقل فرمایا ہے،،

حاشیہ علی شرح عقائد نسفی کی یہ عبارت اس بات پر دلیل قوی ہے کہ عمر شریف کے چالیس سال مکمل ہونے پر آپ کو نبوت نہیں ملی بلکہ رسالت دی گئی ہے اور اس رسالت سے قبل آپ نبی تھے

اور آپ پر وحی خفی نازل ہوتی تھی، اور آپ بالکل کسی نبی کے امتی (پیروکار) نہ تھے کیونکہ آپ خود نبی تھے، امام قونوی کا عمدۃ النسفی میں یہ تحریر کرنا ثابت کرتا ہے کہ امام رازی کی طرح ان کا بھی یہی عقیدہ تھا،،

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: "فیہ دلالة علی ان نبوته لم تکن منحصرة فیما بعد الاربعین کما قاله جماعة بل اشارة الی انه من یوم ولادته متصف بنعت النبوة بل یدل حدیث کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد علی انه متصف بوصف النبوة فی عالم الارواح "(حاشیہ شرح عقائد: ۱۳۳)

ترجمہ: امام رازی رحمہ اللہ کے کلام میں یہ دلیل موجود ہے کہ چالیس سال کے بعد آپ کی نبوت منحصر نہیں (یعنی یہ درست نہیں کہ چالیس سال کے بعد آپ کو نبی بنایا گیا جیسا کہ ایک جماعت کا قول ہے بلکہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ روز ولادت سے ہی وصف نبوت سے متصف ہیں، بلکہ حدیث کنت نبیا آدم بین الروح والجسد دلالت کرتی ہے کہ آپ عالم ارواح میں بھی وصف نبوت سے متصف تھے،،

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بل یدل حدیث کنت نبیا و آدم بین الروح. الخ. سے ترقی کرتے ہوئے واضح فرمایا ہے کہ آپ کی نبوت عالم ارواح سے لیکر نزول وحی (مقام رسالت کے اعطاء تک) دائم باقی اور مستمر ہے کسی لحہ میں انقطاع یا سلب واقع نہیں ہوا،،

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا:

تمام انبیائے کرام گناہوں سے پاک، سچے اور خدا کی طرف سے احکام پہنچانے والے تھے،، وہ اپنے منصب نبوت سے کبھی معزول نہیں ہوئے،، (تکمیل الایمان: ۱۱۵، مکتبہ نبویہ لاہور)

اس سے معلوم ہوا کہ عالم ارواح کے بعد تخلیق آدم تک آپ کی نبوت کو نہ ماننا، اور نزول وحی (اعطائے رسالت) سے قبل آپ کو نبی نہ ماننا غلط اور مقتدایان امت کے مسلک کے خلاف

ہے،،

نبوت کیلئے اظہاراورمعجزہ ضروری ہے؟

تحقیقات نے رسول اللہ ﷺ کے نزول وحی سے قبل نبی نہ ہونے پر یہ استدلال کیا ہے کہ انبیائے کرام پر اپنا منصب ظاہر کرنا فرض ہوتا ہے،، تو کیا نبی اکرم ﷺ نے چالیس سال تک اپنی نبوت کو چھپائے رکھا، اور مزید اس پر امام نیشاپوری کا قول :"ذهب المحققون الى ان على الولي يجب اخفاء ولايته ويجب على النبي اظهار نبوته "ترجمہ: اہل تحقیق علماء اعلام اور مقتدایان انام کا مذہب یہ ہے کہ ولی پر اپنی ولایت کا چھپانا واجب ولازم ہوتا ہے اور نبی پر اپنی نبوت کا اظہار کرنا لازم اور ضروری ہوتا ہے،، اور اس پر مزید حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا ارشاد گرامی ہے۔

ظہور خوارق شرط نبوت است نہ شرط ولایت ، اظہار نبوت واجب است نہ اظہار ولایت بلکہ ستر واخفاء بایں مرتبہ اولیٰ است زیرا کہ آنجا دعوت خلق است وایں جا قرب حق جل شانہ ، ومعلوم است کہ دعوت را اظہار لازم است وقرب را استتار مناسب" (مکتوبات شریف : ج:۲:ص: ۴۶۴ ،بحوالہ تحقیقات .ص:۸۰)

توضیحا کہا جائے گا ۔ ۔ ، حوالہ جات میں وحدت معنوی پائی جاتی ہے ان اقتباسات کو بنیاد اور دلائل بنا کر نزول وحی سے قبل کے دورانیہ میں نبوت کا انکار اور نفی کرنا ہرگز درست اور روانہیں اس لئے کہ اہل تحقیق علماء اعلام اور مقتدایان انام کا مذہب ،اقوال معہ اسماء پہلے نقل کر آئے ہیں

مفسر نیشاپوری اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہما اللہ نے جو فرمایا وہ حق اور تسلم ہے کیونکہ یہ لوازمات اس نبی کیلئے ہیں جو مبعوث الی الخلق ہو اور اس پر دعوت خلق واجب ہو، جو مبعوث الی الخلق نہ ہو اس پر دعوت و تبلیغ فرض نہ ہو اس کیلئے یہ لوازمات بدرجہ وجوب نہیں،، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نبی کیلئے دعوت و تبلیغ محدثین کے مذہب پر لازم ضروری اور شرط نہیں ،اگر یہ امور، (دعوت و تبلیغ ،اظہار نبوت ،اظہار معجزہ) لازم اور واجب ہوں تو وہ محدثین کے مذہب پر رسول ہے نبی نہیں، جیسا کہ شیخ محقق نے اشعۃ اللمعات جلد سوم صفحہ ۶۳۶، اور تحقیقات نے ،ص: ۱۹۱، پر نقل کیا ہے، حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے بھی اپنے کلام میں، یہ لوازمات رسالت کیلئے لازم اور واجب قرار دیئے ہیں، نبوت کیلئے نہیں، کیونکہ آپ کا فرمان تین چیزوں کا بیان ہے: (۱) ظہور خوارق، (۲) اظہار نبوت (۳) دعوت خلق

دعوت خلق کب دے گا جب وہ مبعوث الی الخلق ہوگا اور دعوت و تبلیغ کیلئے مامور من اللہ ہوگا ،دعوت و تبلیغ کس چیز کی ہوگی ان احکامات کی جو کتاب کی صورت میں منزل من اللہ ہوں گے ان کیلئے اظہار نبوت ضروری ہے اور اس کے صدق وحق ہونے کیلئے اظہار معجزہ ضروری ہے،،

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے اظہار نبوت کے واجب ہونے کی دلیل یہ دی ہے کہ: زیرا کہ آنجا دعوت خلق است ،نبوت کا مقصد لوگوں کو توحید خداوندی کی دعوت دینا اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کا اس کے بندوں تک پہنچانا ہے،، یہ فریضہ اس وقت تک ادا ہو سکتا ہے نہ پایہ تکمیل کو پہنچ سکتا ہے جب تک شخص مبعوث من اللہ اپنے نبی ہونے کا اظہار، اعلان نہ کرے اور مخلوق کے مطالبہ پر معجزہ دکھانے پر قادر نہ ہو،، نبوت مطلقہ، غیر مبعوثہ چونکہ دعوت الی الخلق سے آزاد ہے اس لئے اس کا اظہار اور اس کے صدق وحق ہونے پر اظہار معجزہ کی شرط اور پابندی نہیں،،

نبی ہونے کیلئے غیبی آواز کا سننا، الہامات کا ہونا اور سچے خواب دیکھنا کافی ہے جیسا کہ ابوعبداللہ فضل اللہ التورپشتی نے فرمایا: ''نبی آنکہ آواز مے شنود، یا ملہم گردد، یا خواب بیند'' (المعتمد فی

المعتقد :ص:۹۲)

علامہ التورپشتی نے فرمایا:''حق تعالیٰ دراول نبوت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مدتے فرشتہ راموکل اوکردہ بودتاویرا از آنچہ ضرورت وقت اوبود درطریق عبودیت آگاہ میکرد، ودرحدیث بدیں لفظ آمدہ است کہ فکان یعلمہ الکلمۃ والکلمتین ،درایں زمان خوب ہائے راست میدید ایں نبوت بود، بعد ازیں جبریل بوے آمد،الخ''''(المعتمد فی المعتقد :ص:۹۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ابتدائی دور میں مدت تک ایک فرشتہ کو مامور کیے رکھا تاکہ عبادت کے معاملات میں امورضروریہ کی تعلیم دے،حدیث میں اس عنوان کیلئے یعلمہ الکلمۃ او الکلمتین کے الفاظ واقع ہوئے ہیں،اسی زمانے میں آپ سچے خواب بھی دیکھتے ،یہ زمانہ نبوت کا ہے جبریل علیہ السلام اس کے بعد آپ پر نازل ہوئے ،،علامہ کی کلام واضح دلیل ہے کہ نزول وحی سے قبل آپ نبی تھے،،اور فرشتہ آپ کی اصلاح اور تعلیم پر مامور تھا۔

نزول وحی کی قید سے نبوت تینتالیس سال سے شروع ہوتی ہے

امام علامہ ماوردی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا:''روی الشعبی و دائودبن عامر ان اللہ تعالی قرن اسرافیل علیہ السلام بنبوۃ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث سنین یسمع حسہ ولا یری شخصہ ویعلمہ الشیء بعد الشی ولا ینزل علیہ بالقرآن ،،فکان فی ھذہ المدۃ مبشرۃ بالنبوۃ وغیر مبعوث الی الامۃ ''(جواہرالبحار :ج:۱:ص:۱۰۶)ترجمہ:امام شعبی اور داؤد بن عامر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اسرافیل علیہ السلام کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ساتھ تین سال تک مصاحب رکھا (ساتھی بنائے رکھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ذات (وجود) کی معیت کو محسوس فرماتے ،لیکن آپ ان کی ذات کو نہ دیکھتے،اسرافیل علیہ السلام بالتدریج آپ کو تعلیم دیتے ،لیکن آپ پر قرآن نازل نہ فرماتے ،اس مدت میں نبوت کی بشارت ہوتی کہ (آپ نبی ہیں)اس مدت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق کی طرف مبعوث نہیں ہوئے تھے،،

امام ماوردی کے کلام، امام شعبی، اور امام داؤد بن عامر کی روایت سے ثابت اور واضح ہوا کہ آمد جبریل علیہ السلام سے قبل کا زمانہ، زمانہ نبوت ہے نزول وحی کے بعد رسالت کا زمانہ ہے،، چنانچہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا ''بعضے گفتہ اند نبوت آنحضرت ﷺ مقدم است بر

رسالت وے، و بر مذہب محدثین در نبوت تبلیغ و انذار شرط نیست و نزول وحی برائے نفس کافی است، چنانچہ سورہ اقراء برائے تعلیم و تکمیل وے نازل شد و آں نبوت است بعد ازاں نازل شد سورۂ یاایھا المدثر برائے تبلیغ و انذار وایں رسالت است'' (مدارج النبوت: ج:۲:۳۵)

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کا یہ اقتباس اس بات پر شہادت ہے کہ نزول وحی سے قبل آپ نبی تھے آپ کی نبوت کو آپ کی رسالت پر تقدم زمانی حاصل ہے، محدثین کا مذہب نقل فرما کر نبی اور رسول کا فرق واضح فرمایا،، کہ نبی کیلئے تبلیغ و انذار شرط نہیں بلکہ اتنا ہی کافی ہے کہ ذات نبی کی اصلاح اور تعلیم کیلئے اس پر وحی کا نزول ہو، دلیل کے طور پر سورۂ اقراء اور سورۂ مدثر کے نزول کا حوالہ دیا،،

شیخ محقق رحمہ اللہ کے کلام سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ اصلاح احوال و تعلیم کیلئے اس پر وحی کا نزول ہوتا ہو،، اگر شیخ رحمہ اللہ کے نزدیک نبی کیلئے اظہار نبوت دعوت و تبلیغ اور اظہار معجزہ لازم اور بطور شرط ہوتے تو یہ نقل نہ فرماتے،، نزول وحی برائے نفس کافی است''

مقصود یہ ہے کہ مذکورہ بالا تصریحات اس امر کی شہادت ہے کہ نبی کیلئے نبوت کا اظہار، دعوت و تبلیغ اور صدور معجزہ شرط اور لازم نہیں ان امور کو شرائط نبوت قرار دینا باطل ہے،،

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: تا سہ بریں منوال بود و مامور بود آنحضرت ﷺ باخفاء ایں امر و صبر برآں پس آنحضرت ﷺ بخفیہ دعوت میکرد تا نازل شد ایں آیت کریمہ

فاصدع بما تمر واعرض عن المشرکین یعنی اظہار کن آنچہ امر کردہ شدی بداں وآشکارا کن دعوت راو بگرداں روئے خود از مشرکان'' (مدارج النبوت: ج:۲:ص:۳۷)

نزول وحی کے بعد آپ نے خفیہ طور پر تین سال تک لوگوں کو دعوت اسلام اور توحید دی، اس کے بعد اعلانیہ دعوت دینے کے ساتھ مامور فرمایا گیا اور صبر کرنے کا حکم دیا گیا، فاصدع بما تومر کی آیت نازل ہونے تک خفیہ تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا، مشرکین سے اعراض بھی جاری رہا، تحقیقات نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ: پس آپ کے فرمان (شیخ محقق کے فرمان) سے واضح ہوگیا کہ آپ کی نبوت پہلے متحقق ہوئی، (اقراء باسم ربك)

کے ساتھ اور رسالت بعد میں حاصل ہوئی تھی،، (تحقیقات: ص: ۱۲۷) لیکن سوال یہ ہے کہ اگر ان تین سالوں میں آپ نے خفیہ تبلیغ کی اور لوگوں کو دعوت اسلام اور توحید دی تو کس وقت دی؟ نزول وحی کے بعد یا پہلے خود تحقیقات نے تسلیم کیا ہے کہ شیخ محقق کے کلام حقیقت ترجمان سے واضح ہوگیا کہ نزول وحی کے بعد آپ نے خفیہ طور پر تین سال تک الخ (ص: ۲۱۷) یہ زمانہ رسالت کا ہے کیونکہ وحی کے نزول کے بعد آپ کو دعوت اسلام وتوحید، خفیہ اور اعلانیہ دینے کا حکم فرمایا گیا ہے شیخ محقق رحمہ اللہ کا حوالہ مدارج النبوت جلد دوم: ص: ۳۵،، سے گزر چکا ہے کہ دعوت وتوحید شرط رسالت ہے،، محدثین دعوت اسلام وتوحید نبی کیلئے نہیں بلکہ رسالت کیلئے شرط لازم قرار دیتے ہیں، اگر شیخ محقق رحمہ اللہ کے نزدیک معتد بہ نہ ہوتا تو کیوں ذکر فرماتے؟ لہٰذا اس قول سے نزول وحی سے قبل نبوت کی نفی اور انکار پر استدلال کرنا نا قابل تسلیم ہے۔

چالیس سال کی عمر میں نبوت مبعوثہ اور رسالت دی گئی

شیخ محقق خود مواہب اللدنیہ کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں ''درمواہب لدنیہ گفتہ کہ امام احمد در تاریخ از شعبی آوردہ کہ گفت فرو فرستادہ شد بر آنحضرت ﷺ بحال آنکہ ابن اربعین قرین شد

بانبوت اواسرافیل سہ سال وتعلیم میکرد اوراکلمہ وچیزے، کلمہ وچیزے نمے شد از قرآن برزبان وے، وچوں سہ سال گزشت قرین شد نبوت او، جبریل نازل شد بروے قرآن بیست سال'' (مدارج النبوت: ج:۲:ص:۳۴،۳۵)

ترجمہ: مواہب اللدنیہ میں منقول ہے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ امام شعبی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ چالیس سال مکمل ہونے پر آپ ﷺ پر نبوت کا نزول ہوا، آپ کی نبوت کے ابتدائی تین سالوں تک اسرافیل علیہ السلام آپ کے قرین (مصاحب) رہے جو آپ کو تعلیم دیتے رہے، وقتی ضروریات سے آگاہ کرتے رہے، لیکن قرآن حکیم کا کوئی کلمہ اور کوئی شی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اسرافیل علیہ السلام کی زبان سے نازل نہیں ہوئی، جب نبوت کے تین سال گزر گئے تو جبریل علیہ السلام آپ کے قرین (مصاحب) ہوئے،، اور بیس سال تک قرآن نازل ہوتا رہا،،

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا کلام واضح ہے کہ جب آپ کی عمر شریف چالیس ہوئی تو منصب نبوت سے سرفراز فرمایا گیا نبوت کے ابتدائی تین سال آپ کی تعلیم وتربیت میں گزرے ان میں قرآن حکیم کا ایک کلمہ بھی نازل نہیں ہوا، یہ زمانہ نبوت کا ہے اس زمانہ میں فقط آپ کی تعلیم وتربیت کا اہتمام کیا گیا ہے اور یہ ذمہ داری حضرت اسرافیل علیہ السلام کو سونپی گئی ہے ان تین سالوں کے بعد نزول قرآن کا مرحلہ آیا اور یہ ذمہ داری حضرت جبریل کو سونپی گئی یہ دور نزول وحی کا ہے قرآن کے نزول کا دور ہے نزول قرآن پر دعوت اسلام وتوحید کا حکم دیا گیا ہے یہ دور رسالت کا ہے نبوت کا نہیں، اگر نبوت کا ہی شمار کیا جائے تو نبوت مبعوثہ الی الخلق کا دور ہے اور یہ رسالت کا مدلول اور مصداق ہے، معلوم ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پہلے ہے اور رسالت بعد میں، وحی کا نزول اس وقت ہوا جب آپ کی عمر تینتالیس سال ہے قرآن کے نزول کی مدت بیس سال ہے اگر نبوت کے وجود، ثبوت اور تحقق کو نزول وحی سے متعلق اور اس پر معلق کر دیا جائے، جیسا کہ تحقیقات نے کہا کہ: لہٰذا کسی مذہب پر بھی پہلی وحی سے قبل آپ کو نبی تسلیم کرنیکی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی نہ محدثین

کے مذہب پر اور نہ علمائے کلام کے مذہب پر، (ص:۱۹۲) تو نزول وحی سے قبل تین سال کا عرصہ کس کھاتے میں جائے گا؟ جبکہ علمائے محدثین اور علمائے کلام نے اس کو عرصہ نبوت قرار دیا ہے
''

امام ماوردی رحمہ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے چھ مدارج (مراتب) بیان فرمائے ہیں،

فرمایا: ''والذی تدرجت الیہ احوالہ فی النبوۃ حتی علم انہ نبی مبعوث ورسول مبلغ ترتب تدریجا علی ستۃ احوال نقل علیہ صلی اللہ فیھن الی منزلۃ حتی بلغ غایتھا ''

امر نبوت میں جن حالات سے منزل بہ منزل آپ کو گزرنا پڑا،، اور آپ کو علم ہوا کہ آپ نبی مبعوث الی الخلق اور تبلیغ احکام کیلئے رسول مبلغ ہیں وہ منازل چھ ہیں،، جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گزر کر نبوت مبعوثہ اور رسالت بلیغہ تک پہنچے،،

پہلی منزل: رؤیائے صالحہ ہیں

دوسری منزل: طہارت ہے (عصمت ہے)

تیسری منزل: بشارات ملائکہ ہیں

چوتھی منزل: ان نزل علیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبریل علیہ السلام بوحی ربہ حتی رای شخصہ وسمع مناجاتہ فاخبرہ انہ نبی اللہ ورسولہ ''

(جواہر البحار: ج۱ص۲)

چوتھی منزل یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام آپ پر وحی الٰہی لائے حتی کہ آپ نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا اور اس کی گفتگو سماعت فرمائی، جبریل علیہ السلام نے آپ کو خبر دی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔

امام ماوردی کے کلام سے ثابت ہوا کہ چالیس سال کی عمر کے بعد آپ کو نبوت نہیں ملی بلکہ آپ کو نبی مبعوث (بحیثیت نبی ظاہر) اور رسول مبلغ بنایا گیا، یعنی آپ کو لوگوں کی طرف بھیجا گیا اور

بتایا گیا کہ آپ اللہ کے نبی ہیں رسول ہیں اللہ کے احکام لوگوں تک پہنچائیں ،،نزول وحی سے نبوت نہیں دی گئی بلکہ آپ کی بعثت ہوئی ہے منصب رسالت عطا فرما کر تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے اس نبوت مبعوثہ اور رسالت کا آغاز رویائے صادقہ سے ہوا،، جیسا کہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہا کہ:''اول ما ابتدائی به رسول الله ﷺ الرویا الصادقه کانت تجیء مثل فلق الصبح حتی فجاء الحق''

(جواهر البحار :ج۲ص۳)

ترجمہ:رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی ابتداء سچے خوابوں سے ہوئی جو صبح کے سویرے کی طرح ہوتے ، یہاں تک آپ کے پاس پیغام حق آگیا۔

امام ماوردی نے فرمایا کہ رسول اللہ یک لخت نبوت مبعوثہ اور رسالت عامہ کے منصب تک نہیں پہنچے بلکہ قانون قدرت کے تحت طریقہ تدریج اختیار کیا گیا جبریل علیہ السلام کا وحی خداوندی لیکر آنا،اور جبریل کو دیکھنا جبریل علیہ السلام کا آپ سے گفتگو کرنا ،اور اللہ تعالیٰ کے نبی مبعوث ،اور رسول مبلغ ہونے کی خبر دینا چوتھے درجہ میں ہوا اس سے قبل تین مراتب ہیں جن سے گزر کر آپ کو اس منزل تک پہنچایا گیا،، بقول تحقیقات اگر نبوت کا تحقق اور وجود نزول وحی سے ہے تو ایک تو مطلق نبوت جو آپ کو نبوت مبعوثہ سے پہلے آپ کو حاصل ہے اس کا انکار لازم آئے گا دوسرا رؤیائے صالحہ ،عصمت اور فرشتوں کی بشارات نبوت مبعوثہ اور مفہوم رسالت سے خارج ہوجائیں گے جبکہ بالتحقیق یہ اجزائے رسالت اور علامات نبوت مبعوثہ ہیں ،،جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کا قول اس پر دلیل صریح ہے لہٰذا نزول وحی جو نبوت ،مبعوثہ کا چوتھا درجہ ہے،، سے آپ کی نبوت پر استدلال کرنا خطائے فاحش ہے علامہ ماوردی رحمہ اللہ نے فرمایا ،رویائے صالحہ کے بعد آپ غار حراء میں عبادت کیلئے تشریف لے جاتے .اور اللہ تعالیٰ کی عبادت فرماتے،،

آپ کسی نبی کی شریعت کے پیروکار نہ تھے

عارف کامل علامہ ماوردی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: "فذهب اكثر المتكلمين وبعض الفقهاء من اصحاب الشافعي و ابي حنيفة رضي الله عنهما الى انه ﷺ لم يكن متعبد الشريعة من تقدمه من الانبياء لانه لو تعبد بها لتعلمها ويعمل بها ولو عمل بها لظهرت منه ،ولو ظهرت منه لاتبعه فيها الموافق ونازعه فيها المخالف "(جواهر البحار :ج ۲ص ۳)

ترجمہ: اکثر متکلمین اور بعض فقہائے شافعیہ اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ آپ ﷺ انبیاء کرام میں سے کسی بھی نبی کی شریعت کے پیروکار نہ تھے اگر ہوتے تو اس کی تعلیم حاصل کرتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے جب عمل پیرا ہوتے تو اس شریعت کا اظہار ہوتا، اگر اظہار ہوتا تو آپ اس میں سے موافق طبع کی اتباع کرتے اور مخالف میں نزاع فرماتے یہ اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کسی نبی کے امتی نہ تھے،، حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ کا مذہب یہی ہے پہلے نقل ہو چکا ہے، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: "ظاہر آنست کہ از جانب حق نور رشد وہدایت در دل وے تافتہ بود کہ بداں مقرب و مرضی درگاہ بعمل مے آید بے اتباع شریعتے وحکم عقل" (اشعۃ اللمعات: ج:۴:ص:۵۰۶)

ترجمہ: ظاہر یہی ہے کہ آپ کے دل میں رشد وہدایت کا ایک نور موجزن (تابدہ) تھا اس نور کی اعانت سے آپ ایسے اعمال فرماتے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسندیدہ ہوتے اور آپ کے قرب کا باعث بنتے۔ لیکن یہ اعمال کسی شریعت کے تابع ہوتے نہ حکم عقل کے،،

غار حراء کی عبادت کا مرحلہ رویائے صالحہ کے بعد کا ہے، حضرت عروہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: "انه ﷺ حبب اليه الخلاء بعد الرؤياء

''رویائے صالحہ کے بعد غار حراء میں خلوت نشینی آپ کیلئے محبوب بنائی گئی۔

نزول وحی سے قبل آپ نبی تھے

ابی نجرات رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ :''ان اللہ تعالی لما اراد کرامہ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم بالنبوۃ کان لایمر بشجرولا حجرالا قال السلام علیك یا رسول اللہ فکان یلتفت عن یمینہ و شمالہ و خلفہ فلایری احدا''(جواھر البحار :ج۲ص ۲)

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وصف نبوت (نبوت مبعوثہ الی الخلق) سے مکرم فرمانے کا ارادہ فرمایا تو آپ جس پتھر اور جس درخت کے پاس سے گزرتے وہ آپ کو السلام علیک یا رسول اللہ کہہ کر پکارتا، آپ دائیں، بائیں اور پس پشت التفات فرماتے، مگر آپ کسی کو بھی نہ دیکھتے،،

امام ماوردی رحمہ اللہ نے مزید نقل فرمایا:''فاحتمل ان یکون ذالك قبل رویاء المنام فیکون کالھتوف الخارجہ من اعلام الی اعجاز النبوۃ '' شجر وحجر کا آپ کو اللہ کا رسول کہہ کر سلام پیش کرنے میں یہ احتمال بھی ہے کہ یہ وحی منامی سے قبل ہو، اگر قبل ہو تو یہ آواز وحی کا اعلان جو ہاتف خارجی کی صورت میں کیا جا رہا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں ..اور شجر وحجر کا السلام علیک یا رسول اللہ کہنا آپ کی رسالت کا معجزہ ہے یعنی نزول وحی سے قبل ہاتف غیبی کی صورت میں آپ کو وحی کی جا رہی ہے کہ آپ وصف رسالت سے متصف ہونے والے ہیں اگر آپ کو نبوت دی جا رہی تھی تو شجر وحجر آپ کو یا رسول اللہ کہہ کر کیوں پکارتے؟

یا نبی اللہ کہتے ،،شجر وحجر کا نزول وحی سے قبل ان الفاظ میں کلام کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرنا آپ کا معجزہ ہے جو رسالت سے قبل آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے،،

علامہ نے مزید وضاحتی انداز میں فرمایا: ''ویحتمل ان یکون بعد الرویاء فیکون تصدیقا لھا وتحقیقا لصحتھا''

ترجمہ: اور اگر رؤیا (وحی منامی) کے بعد ہو تو یہ نبوت مبعوثہ اور رسالت عامہ کی صحت پر تصدیق اور تحقیق ہوگی۔

نبوت مبعوثہ اور رسالت کا آغاز رؤیا صالحہ (وحی منامی) سے ہوا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کے مطابق وحی کی ابتداء رویائے صادقہ سے ہوئی ، یہ وحی منامی ہے،، اس کا وجود نزول وحی سے مقدم ہے، اگر نبوت کا وجود، ثبوت اور حکم نزول وحی سے ہو جیسا کہ تحقیقات کا موقف ہے تو یہ عرصہ نبوت گمانہ ہوگا، اس کا عرصہ نبوت نہ ہونا خلاف نقل ہے،، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے'' (الرویا الصالحۃ جز من ستۃ واربعین جزء من النبوۃ ''(بخاری ،مسلم)

ترجمہ: سچے خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہیں یعنی نبوت چھیالیس اجزاء سے مرکب اور چھیالیس اجزاء کا مجموعہ ہے،، اس سے ثابت ہوا رویائے صالحہ نبوت کی جز ہے اور پہلی جز ہے امام ماوردی رحمہ اللہ نے نبوت مبعوثہ اور رسالت عامہ کے مدارج بیان فرمائے جن میں پہلا درجہ رؤیائے صالحہ اور چوتھا درجہ نزول وحی کا ہے لہٰذا نزول وحی سے مدت نبوت کا تعین کرنا غلط ہے، اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے خلاف ہے،،

ثانیاً: نزول وحی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ثبوت و وجود اور نزول وحی سے قبل نبوت کی نفی پر ستدلال کرنا غلط ہے کیونکہ امام زہری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں

کہ: ''ان رسول الله ﷺ لما فجاء الحق اتاه جبريل فقال يا محمد انت رسول الله قال رسول الله ﷺ فجثوت بر كبتي و انا قائم ثم رجعت ترجف بوادری ثم دخلت على خديجة فقلت زملوني زملوني حتى ذهب عنی الروع ثم اتاني فقال يا محمد انا جبريل و انت رسول الله ثم قال اقراء ،الخ''

(جواهر البحار :ج۲ص۴)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مشاہدہ حق ہوا تو آپ کے پاس جبریل امین آئے اور کہا اے محمد آپ اللہ کے رسول ہیں (واقعہ بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سن کر وحی کی ہیبت اور عظمت رسالت سے) گھٹنوں کے بل ہو گیا حالانکہ اس وقت میں کھڑا تھا،، میرے جسم پر لرزہ طاری ہوا پھر واپس خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس آیا اور کہا مجھے چادر اوڑھاؤ، مجھے چادر اڑھاؤ یہاں تک کہ وہ ہیبت اور رعب جاتا رہا، جبریل علیہ السلام پھر آئے اور کہا اے محمد میں جبریل ہوں اور آپ اللہ کے رسول ہیں، پھر فرمایا اقراء،، بروایت امام زہری، اور یہ تفصیل حضرت عائشہ، دو مرتبہ جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اپنا تعارف کرایا اور آپ کو بتایا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اگر آپ کو اس وقت نبوت دی جاتی تو جبریل کہتے انت نبی اللہ، انت رسول اللہ نہ کہتے اور اپنا تعارف بھی نہ کرواتے،، دو مرتبہ انت رسول اللہ کہہ کر پھر اقراء کہنا جو لازم رسالت ہے اس بات کی قوی دلیل ہے کہ نزول وحی پر آپ کو رسالت عامہ اور نبوت مبعوثہ سے مشرف فرمایا گیا ،نبوت مبعوثہ الی الخلق سے مشرف فرمانے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہر رسول نبی ہوتا ہے نبوت پہلے ہوتی ہے اور رسالت بعد میں، شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے مدارج النبوت جلد دوم، ص: ۳۵، پر نقل فرمایا ہے: ''بعضے گفتہ اند نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقدم است بر رسالت وے'' بعض علمائے اعلام نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت آپ کی رسالت پر مقدم ہے۔

نزول وحی اگر دلیل نبوت ہے تو رسالت کب ملی؟

جس طرح رسول اللہ ﷺ کی نبوت نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اسی طرح آپ کی رسالت عامہ شاملہ بھی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے دونوں مناصب پر ایمان لانا ضروریات دین سے ہے کسی ایک کا انکار یا اس میں تذبذب کا پایا جانا کفر صریح ہے سوال یہ ہے کہ اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ نزول وحی پر آپ کو منصب نبوت سے سرفراز فرمایا گیا ہے تو رسالت کب ملی؟

اگر جبریل امین کی آمد اور سورۂ اقراء کا نزول دلیل نبوت ہے تو دلیل رسالت کیا ہے؟

تحقیقات نے تو نزول وحی کو دلیل نبوت قرار دے رکھا ہے جبکہ محدثین اور متکلمین نے نزول وحی کو دلیل رسالت اور آغاز رسالت قرار دیا ہے، نبی اور رسول کے درمیان تفاوت اور تغائر مفہوم پر تفصیلی بحث پہلے گزر چکی ہے،،

معلوم ہونا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ نے نزول وحی پر اپنی نبوت مبعوثہ اور رسالت عامہ کا اعلان خود فرمایا ہے، عقائد میں اہل سنت کے امام حضرت علامہ ابو منصور ماتریدی اس آیت کریمہ:

(قل لو شاء ماتلوته عليكم الاية) کے تحت فرماتے ہیں: "فلم اسمع احدا ادعى البعث ولا اقام حجة عليه وانا قد ادعيت البعث واقمت على ذالك الحجة افلا تعقلون هذا انى لم اخترع من عند نفسى "(بحواله تحقیقات ص ۶۹) میں نے کسی کو نہیں سنا کہ اس نے اپنے مبعوث ہونے کا دعوی کیا ہو اور نہ یہ سنا ہے کہ اس پر کوئی حجت اور دلیل قائم کی ہو جبکہ میں نے مبعوث ہونے کا دعوی بھی کیا ہے اور اس دعوی پر میں نے دلیل اور حجت بھی قائم کر دی ہے کیا تم اس کو سمجھتے نہیں ہو، میں نے اپنی طرف اس (اس کتاب منزل کا) اختراع اور گھڑنت نہیں کی ہے یعنی کسی سے سن سنا کر اس کی دیکھی دیکھی نہ دعوائے نبوت کیا ہے اور نہ کسی سے سیکھ کر یہ کلام پیش کیا ہے بلکہ صرف اور صرف اللہ کے حکم کی تعمیل کی ہے

۔(تحقیقات:۱۶۳،بلفظہ)

تحقیقات کا یہ اقتباس تین امور پر مشتمل ہے (۱)دعویٰ''بعثت''(۲)صاحب کتاب ہونا (۳)کتاب کو بطور دلیل و حجت ''معجزہ''پیش کرنا ان تینوں کے مجموعہ کو رسالت کہا جاتا ہے یہ تینوں امور رسالت کے اجزاء اور لوازمات ہیں،،شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے نبی اور رسول میں فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا: نبی وہ جس پر وحی نازل ہوتا کہ لوگوں تک پہنچائے (یعنی کتاب اس پر نازل نہ ہو) اور رسول وہ جس پر کتاب بھی نازل ہو''(تحقیقات: ۱۹۱)

تحقیقات کے مندرجہ بالا اقتباس اور تحریر کردہ نبی اور رسول کی تعریف کے تناظر میں امام اہل سنت حضرت علامہ ابو منصور ماتریدی کے کلام کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار و مشرکین سے فرمایا کہ میں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، میں اللہ کے احکامات لوگوں تک پہنچانے آیا ہوں میرے رسول ہونے کی دلیل اور حجت یہ کتاب (قرآن) ہے یہ کسی سے سنا سنایا نہیں، نہ میری ذاتی اختراع ہے بلکہ منزل من اللہ ہے، بقول شیخ محقق آپ نے بحیثیت رسول یہ اعلان فرمایا اور صاحب کتاب ہو کر فرمایا، اور قرآن کو رسالت کی صداقت اور حقانیت پر بطور معجزہ پیش فرمایا، لہٰذا آیہ مقدسہ کی تفسیر میں، امام ماتریدی کے قول سے، نزول وحی جو نزول قرآن کا وقت ہے، سے آپ کی نبوت پر استدلال کرنا غلط ہے، قول امام رحمہ اللہ رسالت کے وجود و ثبوت کیلئے موید اور مثبت ہے،،شیخ محقق رحمہ اللہ کی بیان فرمودہ تعریف نبوت و رسالت سے تحقیقات کی نقل کردہ تعریف نبوت کا بطلان بھی واضح ہو گیا جو ص:۸۸ پر ان الفاظ میں نقل کی گئی ہے:

(۱) انسان بعثه الله تعالى الى الخلق لتبليغ الاحكام (۲) اسفارة بين الله و بين العباد

دونوں تعریفیں رسول کی ہیں، علامہ تفتازانی نے فرمایا:''والرسول انسان بعثه الله تعالى

الی الخلق لتبلیغ الاحکام وقد یشترط فیہ الکتاب "(شرح عقائد) پھر فرمایا: "الرسل جمع رسول علی فعول من الرسالۃ وھی سفارۃ العبد بین اللہ وبین ذوی الالباب الخ" (شرح عقائد) اور نبی کی تعریف میں فرمایا: "بخلاف النبی فانہ اعم" (ص)

بقول تحقیقات آپ کی بعثت ہوئی ہے نزول وحی کے وقت نزول وحی سے پہلے رویاء صالحہ ،مبشرات ،اور غار حراء میں عبادت کے ادوار اور مراتب ہیں ان میں اگر نبوت نہیں تو بعثت بھی نہیں یہ زمانہ کس کا ہے؟ ان ادوار میں نبوت بھی نہیں رسالت بھی نہیں ،تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رویائے صالحہ کو وحی (وحی منامی) کیوں قرار دیا ہے؟ وحی تو نبی پر آتی ہے وحی منامی (رویائے صالحہ) تو تمام انبیاء ورسل پر نازل ہوتی رہی ہے،،خود تحقیقات نے فتح الباری جلد اول :ص: ۷: سے تائیدی اقتباس نقل کیا ہے؟

اندریں حالات حضر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کا قول درست ہے یا تحقیقات کا خود ساختہ کلیہ کہ: نبوت کا وجود وثبوت نزول وحی سے ہے علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے رویائے صالحہ کو خصائل نبوت قرار دیا ہے فرمایا: "انما ابتداء بھا لئلا یفجاء الملک ویاتیہ بصریح النبوۃ ولا تحتملھا القوی البشریۃ فبدء باوائل خصائل النبوۃ وتباشر الکرامۃ من صدق الرء یا مع سماع الصوت وسلام الحجر ،والشجر علیہ بالنبوۃ ورویۃ الضوء ثم اکمل اللہ لہ النبوۃ بارسال الملک فی الیقظۃ کشف لہ عن الحقیقۃ کرامۃ لہ" (عمدۃ القاری جلد اوّل :ص: ،بحوالہ تحقیقات ص)

ترجمہ: رویائے صالحہ کے ساتھ صرف اس لئے وحی کی گئی تا کہ وحی کا فرشتہ آپ پر اچانک نمودار نہ ہو اور واضح اور صریح نبوت آپ کے پاس نہ آئے ورنہ قوائے بشریہ اس کے متحمل نہ ہو سکتے ،لہٰذا نبوت کی ابتدائی خصلات عزت وتکریم کی بشارات کے ساتھ آغاز کیا گیا یعنی سچے خواب

آوازوں کے سننے، پتھروں اور درختوں کے آپ کو منصب نبوت کے ساتھ سلام پیش کرنے روشنی کے مشاہدہ کرنے کے ساتھ آغاز کیا گیا پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے نبوت کو کامل اور مکمل کیا، حالت بیداری میں فرشتہ وحی نازل فرما کر، اور آپ کی عزت وتکریم کی خاطر حقیقت کو منکشف فرمایا گیا،، علامہ بدرالدین عینی نے رویاء صالحہ، آوازوں کے سننے، پتھروں اور درختوں کے وصف نبوت سے پکارنے اور سلام عقیدت پیش کرنے کو نبوت کے خصائل، نبوت کی فطرت اور خصلت قرار دے کر ان امور کو درجات نبوت فرمایا ہے،، ان درجات کی تکمیل نزول وحی پر ہوئی ہے،،

اور ان میں اصول تدریج کارفرما ہے ورنہ نزول وحی اور مشاہدہ حقیقت پر خصائل نبوت کی تکمیل کس مقصد کے تحت،، یہی تقریر امام ماوردی نے حضرت عروہ کی روایت سے بیان فرمائی ہے جس کا متن جواہر البحار جلد اوّل، ص: ۱۰۵،، پر موجود ہے ماننا پڑیگا رویائے صالحہ سے نبوت مبعوثہ کا آغاز ہوا جو مندرجہ بالا درجات کو طے کر کے نزول جبریل پر مکمل ہوا، رویائے صالحہ سے لے کر نزول وحی تک کا سارا عرصہ، عرصۂ نبوت ہے،،

چالیس سال کی تکمیل پر آپ کی بعثت ہے، نبوت نہیں ملی

امام نووی نے فرمایا: "الصواب انه ﷺ بعث علی رأس الاربعین سنة "حق اور صواب یہ ہے کہ محبوب کریم ﷺ چالیس سال عمر شریف کے گزارنے پر مبعوث ہوئے ۔ (تحقیقات: ص: ۲۰۰)

علامہ ابن ہشام رحمہ اللہ نے فرمایا: "قال محمد بن اسحاق فلما بلغ محمد ﷺ اربعین سنة بعثه الله تعالیٰ رحمة للعالمین "محمد ابن اسحاق کا کہنا ہے کہ جب محمد ﷺ چالیس سال کی عمر کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بحیثیت رحمۃ للعالمین مبعوث فرمایا۔

علامہ علی بن برہان الدین حلبی رحمہ اللہ نے فرمایا: "لما بلغ رسول الله ﷺ اربعین سنة

بعثه الله تعالی رحمة للعالمین " جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا۔

علامہ شمس الدین الذہبی نے فرمایا: "بعث رسول الله ﷺ لاربعین سنة "

امام المحدثین علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انزل علیه ﷺ النبوة وهو ابن اربعین سنة " جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کے تھے تو آپ پر نبوت نازل کی گئی۔ (کلہا من تحقیقات: ص: ۲۰۰، ۲۰۱)

مندرجات بالا میں بعثت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔،

بعثت کا معنی اور مفہوم

بحیرا راہب کے قول میں ہے: "یبعثه الله رحمة للعالمین " ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس کی توضیح میں فرمایا: "ای یرسله اویظهر رسالته" (مرقات جلد ۱۱ص ۲۰۰) بمعنی ارسال اور اظہار کے ہے۔،

مزید فرمایا: "البعث من بعث اذا ارسل " (مرقات جلد ۱۱ص ۲۰۰) ترجمہ بعثت بعث سے ماخوذ ہے اس کا معنی ارسال کرنا بھیجنا ہے، پھر فرمایا: وقال شارح، البعث مصدر بمعنی الارسال البعث مصدر بمعنے ارسال (بھیجنے) کے ہے۔،

حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث کی تفسیر میں فرمایا بعث بصیغة المجهول ای جعل مبعوثا الی الخلق بالرسالة ،، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت دیکر مخلوق کی طرف بھیجا گیا،،

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: مراد برانگیختن وفرستادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر رسالت بسوئے کافہ خلق" (اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص: ۵۰۴) بعثت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوق کی طرف رسالت دیکر بھیجنا،، اور برانگیخت کرنا المنجد میں ہے: بعثا بھیجنا، برانگیختہ کرنا

،معلوم ہوا کہ بعثت کا معنی برانگیختہ کرنا اور بھیجنا ہے دنیا اعطاء کرنا بنانا نہیں مزید اس کے متعلقات کے مطابق اس کے معنی کا تعین کیا جائے گا، مثلاً جب کہا جائے بعث بہ تو اس کا معنی دوسرے کے ساتھ بھیجنا،، بعثہ من نومہ، اس نے اس کو نیند سے جگایا۔

تحقیقات میں جتنے علماء کے اقوال نقل کیے گئے ہیں ان میں بعث رسول اللہ یا بعثہ اللہ کے الفاظ واقع ہوئے ہیں، شیخ محقق رحمہ اللہ نے بعث رسول اللہ کا معنی برانگیختہ، فرستادہ شد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہے جس سے واضح ہے بعث کا معنی رسالت دیکر بھیجنا ہے۔

محی الدین شیخ اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ان الرسالة البعثة الى الناس بالتشريع''(جواهر البحار : ج ۱ ص ۷۵)

لوگوں کی طرف شریعت دیکر بھیجنا رسالت ہے یعنی رسول وہ ہے جو شریعت دیکر لوگوں کی طرف بھیجا جائے،،

غار حراء میں جبریل امین کیا لے کر آئے؟ اور کیا کہا اقراء سورۂ اقراء، قرآن کی پہلی سورت ہے جو نازل ہوئی،، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ایں نخست چیزیست کہ از قرآن بحقیقت نازل ست'' (اشعت اللمعات : ج:۴ :ص:۵۰۷)

نزول وحی پر جب قرآن نازل ہوا تو یہ رسالت عامہ ہے نبوت نہیں، اگر نبوت ہے تو نبوت مبعوثہ الی الخلق ہے،، جو درحقیقت رسالت ہی ہے،، نزول وحی اور منزل من اللہ قرآن کے ملاحظہ کے بعد یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ جن علماء نے چالیس سال کی تکمیل پر نبوت دیئے جانے کا تحریر کیا ہے ان کی مراد نبوت مبعوثہ ظاہر یہ الی الخلق ہے جو مفہوم رسالت ہے اسی لئے امام اہل سنت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب سورۂ اقراء نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت رسالت حاصل ہوئی'' (مطلع القمرین: ۱۲۳)

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بچپن سے ہی الہامات ہونے لگے تھے

علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ نے فرمایا:" و کان له علیه الصلوٰة والسلام فی کل حال من احواله فیها نوع من الوحی والدرایة المنفیةاذکان علیه الصلوٰة والسلام فی کینونته قبل اخراجه منها بتجلی کینونته عزوجل والا فهو ﷺ نبی لا آدم ولا ماء ولا طین ،ولا یعقل نبی بدون ایحاء"(تحقیقات ص ۴۸)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ کیلئے جملہ احوال (دینویہ ہوں یا اخرویہ میں سے ہر ہر حال میں وحی کا ایک قسم بھی حاصل ہوتا تھا، اور درایت منفیہ بھی رسول اللہ ﷺ اس کیفیت میں اس وقت تھے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی ذات کی تجلی سے پیدا نہیں کیا تھا، جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی تجلی سے پیدا کیا تو آپ ﷺ نبی تھے، اور اس وقت آدم، پانی، مٹی کوئی چیز نہ تھی،،

جب آپ نبی تھے تو اس وقت آپ پر وحی کا ہونا امر بعید نہیں، کیونکہ وحی کے بغیر نبوت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، معلوم ہوا آدم علیہ السلام کے خمیر اور جسم کی تکمیل سے پہلے نبی تھے اور آپ پر وحی آتی تھی،،

اس پر تحقیقات کا تبصرہ انتہائی تعجب خیز ہے، علامہ آلوسی کی اس عبارت سے یہ بھی واضح ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ نشاۃ دینویہ اور جسمانی حالت میں نمودار ہونے پر فوراً کتاب اللہ اور ایمان کی تفصیلات اور اس میں مندرج تفصیلات و اقرارات اور اعمال کے مجموعہ سے آگاہ نہیں تھے،، بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر وحی نازل فرمائی اور ان تفصیلات سے آپ کو آگاہ کیا،، لہٰذا وحی جب بعد میں پائی گئی تو نبوت بھی بعد میں پائی گئی،،

تحقیقات کا یہ تبصرہ حقیقت اور مسئلہ زیر بحث سے کس قدر دور ہے، آیت میں الکتاب، الایمان اور ان کی عدم روایت کا ذکر ہے اور وہ بھی وحی اور تجلی الٰہی بننے، اور بنائے جانے کی کیفیت سے قبل ،اگر اس عدم درایت کو دیناوی زندگی یعنی ظہور قدسی یا نزول وحی کی مدت سے پہلے پر حمل کیا جائے تو یہ ہمارے موقف کے خلاف نہیں کیونکہ کتاب ایمان اور احکامات کا حقیقی علم اور تفصیلی

درایت آپ ﷺ کو نزول کتاب کے بعد ہی حاصل ہوئی ہے،، نزول کتاب کے بعد جمیع احوال میں وحی کا آنا مسلمہ حقیقت اور امر صادق ہے،، تحقیقات اگر ماکنت تدری ماالکتاب و لا الایمان ،الایة ،، سے نزول وحی سے قبل کی نبوت کی نفی اور انکار پر استدلال کرنا چاہے تو یہ غلط اور لانسلم ہے کیونکہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ کا کلام واضح ہے،، اگر علامہ رحمہ اللہ کے نزدیک آپ ﷺ نزول وحی سے قبل نبی نہ ہوتے تو یہ عبارت :"واذ کان بعض اخوانہ من الانبیاء علیھم السلام قد اوتی الحکم صبیا ابن سنتین او ثلاث وھو علیہ الصلوۃ والسلام اولی بان یوحی الیہ ذالک النوع من الایحاء صبیا "اور پھر دوسری عبارت والا فھو ﷺ نبی ولا آدم ولا ماء ولا طین ،ولا یعقل نبی بدون ایحاء "(تحقیقات ص۲۴۲)

ذکر نہ فرماتے ہر دو عبارات اس بات پر قوی دلیل ہے کہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی نبوت عالم ارواح سے لے کر نزول وحی تک بطریق دوام اور استمراری ہے تحقیقات کا اعتراف ہے کہ: بلکہ خارج میں بالفعل وصف نبوت سے موصوف ہونا جبکہ آدم علیہ السلام بھی ہنوز آب وگل کے درمیان تھے ،صرف اور صرف نبی کریم ﷺ کی خصوصیت اور امتیازی اور انفرادی شان ہے،، (ص:۲۴۲)

تحقیقات نے اس کی تردید کردی

ص:۲۶۶ پر تحریر کیا کہ کسی حدیث شریف اور آیت کریمہ کا ثابت الاصل ہونا علیحدہ امر ہے اور اس کا ظاہر معنیٰ اور مفہوم مراد ہونا علیحدہ امر ہے ۔لہٰذا آیات کریمہ میں قطعی الثبوت ہونے کے باوجود ہوسکتا ہے ظاہری معنیٰ مراد لینا جائز نہ ہو،، جیسے قول باری تعالیٰ الرحمٰن علی العرش استویٰ ،،اور قول باری تعالیٰ "لما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم " پہلی آیت کے ظاہری معنیٰ کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا عرش پر متمکن ہونا ثابت ہو رہا ہے حالانکہ وہ مکان میں متمکن ہونے سے

پاک ہے دوسری آیت کریمہ سے اللہ تعالیٰ سے علم ازلی کی ان لوگوں کے حق میں مستغرق ہونے کی نفی لازم آ رہی ہے جو قطعاً باطل ہے،،

تحقیقات نے ان آیات کو اس بات کے ثبوت پر پیش کیا ہے کہ: ''کنت نبیا وآدم بین الماء والطین'' اپنے ظاہری معنی پر نہیں بلکہ اس سے مراد آپ ﷺ کی نبوت کا اعلان اور تشہیر ہے آپ آدم علیہ السلام سے قبل نبی نہیں تھے، جیسا کہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص، ۴۹۹، پر فرمایا ہے (ص: ۲۶۹)

یہی شیخ محقق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی سب سے اعلیٰ واکمل فضیلت یہ ہے کہ حق تبارک وتعالیٰ نے آپ کی روح پرنور کو ساری مخلوق کی ارواح سے پہلے پیدا فرما کر تمام مکونات کی روحوں کو آپ کی روح سے تخلیق فرمایا، اور آپ اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام ہنوز روح وجسد کے درمیان تھے، جیسا کہ ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور عالم ارواح میں بھی انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ کو آپ کی روح پر انوار نے مستفیض فرمایا۔ (مدارج النبوت حصہ اول ص: ۲۲۱،، مدینہ پبلیشنگ کمپنی کراچی) معلوم ہوا شیخ محقق رحمہ اللہ کے نزدیک یہ حدیث اعلان تشہیر کیلئے نہیں بلکہ اپنے ظاہری اور حقیقی معنی پر ہے تحقیقات کا موقف غلط ہے۔ تحقیقات نے ابھی پہلے خود کنت نبیا وآدم بین الماء والطین سے آپ ﷺ کیلئے نبوت بالفعل تسلیم کی اور پھر انکار کر دیا جبکہ قبل ازیں علامہ الشیخ جمل، علامہ سید محمود احمد آلوسی، اور دیگر اکابرین امت کے اقوال بھی نقل کیے، سہیل احمد سیالوی نے تحریر کیا کہ: اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو بقول عرفائے امت عالم ارواح میں بایں معنی نبوت ورسالت سے نوازا کہ آپ کی روح مقدس ارواح انبیاء اور ملائکہ کی معلم اور مربی ٹھہری،، (تحقیقات: ۱۶)

یہی سہیل احمد سیالوی آگے لکھتے ہیں کہ: دوسری طرف ہمارے مہربانوں کی نظر شاید اس طرف نہیں گئی کہ پیدائشی طور پر نبوت تسلیم کرنا قرآن وسنت کی تصریحات اور اکابر کی سینکڑوں

وضاحتوں کے تو خلاف ہے ہی۔ (تحقیقات: ۱۷)

جبکہ غلام محمد بندیالوی شرقپوری نے لکھا کہ لیکن سوائے حضرات عیسیٰ علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام یا نبی کریم ﷺ کے دوسرے ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم وبیش پیغمبر کے حق میں پیدائشی نبوت کا قول اسلاف میں سے کسی نے نہیں کیا۔ (تحقیقات: ۳۳)

یہی غلام محمد بندیالوی شرقپوری آگے چل کر لکھتے ہیں کہ اور اس امر کا اعتراف اقرار کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں چھوڑا اور کسی حیل وحجت اور عذر و بہانہ کی گنجائش نہیں چھوڑی کہ واقعی سید عالم ﷺ عالم ارواح میں نبی تھے۔۔ (تحقیقات: ۳۷)

محمد اقبال مصطفوی نے لکھا: مخلوق دو قسم پر ہے ارواح اور اجسام ارواح میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے روح محمد ﷺ کو پیدا فرمایا، آپ کی روح تسبیح کہتی تھی اور ملائکہ اس کی اتباع اور اقتداء میں تسبیح کہتے تھے،، جس سے لازمی طور پر ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی نبوت وسفارت وافادہ وافاضہ والی شان عالم ارواح میں بالفعل متحقق ہو چکی تھی، جیسا کہ حضرت شیخ ابراہیم کورائی اپنے شیخ عارف قشاشی کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی نبوت لوح وقلم وغیرہ ہما سے بھی سابق تھی، اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عالم ارواح میں نبی بنایا اور ارواح کو آپ ﷺ کے اس منصب پر مطلع فرمایا اور انہیں آپ کی معرفت نبوت اور اس کے اقرار کا پابند فرمایا۔ (تحقیقات: ۶۱)

تحقیقات اور تقاریظ میں تضاد بیانی

مندرجہ بالا تحریرات واضح ہیں تحقیقات اور سہیل احمد سیالوی نے تضاد بیانی سے کام لیا ہے غلام محمد بندیالوی شرقپوری نے رسول اللہ ﷺ کو پیدائشی نبی تسلیم کیا ہے، اقبال مصطفوی نے عالم ارواح میں نبی بالفعل ہونا قرار دیا ہے۔

جبکہ تحقیقات نے عالم ارواح والی نبوت کو اعلان اور تشہیر کہا اور اپنے موقف کی تائید میں شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کا حوالہ بھی دیا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی

رحمہ اللہ نے یہ بھی نقل فرمایا ہے ''بعضے از عرفاء گفتہ اند کہ روح شریف وے صلی اللہ علیہ وسلم نبی بود در عالم ارواح کہ تربیت ارواح مے کرد، چنانکہ دریں عالم بہ جسد شریف مربی اجساد بود، و بہ تحقیق ثابت شدہ است کہ خلق ارواح قبل اجساد'' (اشعۃ اللمعات۔ ج:۴: ص:۴۷۴)

بعض عرفاء نے کہا ہے کہ عالم ارواح میں آپ کی روح شریفہ نبی تھی، اور ارواح کی تربیت کرتی تھی جس طرح عالم اجساد میں تشریف آوری پر اجسام کی تربیت فرماتے رہے شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے ہر دو حوالہ جات سے یہ ثابت ہوا کہ کنت نبیا و آدم بین الماء والطین سے مراد آپ کی نبوت کا اعلان اور تشہیر نہیں بلکہ نبوت بالفعل ہے ''عرش اعظم اور آسمانوں، جنت کے بالا خانوں، محلات، حوروں کے سینوں، جنتی درختوں کے پتوں، اور شجر طوبی فرشتوں کے آبرو اور آنکھوں پر اسم گرامی تحریر کیا جانا اسی نبوت بالفعل کی تشہیر اور اعلان ہے کیونکہ کنت نبیا و آدم بین الماء والطین کے مطابق آپ کی نبوت ان اشیاء پر سابق اور مقدم ہے اس لیے ان اشیاء پر اسم مبارک تحریر کر کے نبوت اور اعلان اور تشہیر کی گئی بہر حال تحقیقات اور اس کی تائید اور توثیق میں تقاریظ لکھنے والوں کی تحریرات تضادات کا مجموعہ ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس بدن اطہر میں حلول و سریان سے متاثر نہیں ہوئی

تحقیقات نے روح مجرد عن البدن اور روح متعلق بالبدن بطریق حلول و سریان کے درمیان فرق بتاتے ہوئے کہا کہ اس امر کو ملحوظ اور مد نظر رکھنا ضروری ہے کہ روح مجرد اور بدن میں حلول و سریان رکھنے والے اور مادہ سے متعلق روح کے درمیان بہت بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔ (تحقیقات صفحہ 114)

تحقیقات کی اس عبارت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تحقیقات کے نزدیک جب روح اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر میں ڈالی گئی تو اس میں فرق پڑ گیا تھا کیونکہ وہ مادی جسم سے متعلق ہو گئی تھی پھر کہا کہ مگر جب مادی ابدان سے متعلق ہو جاتی ہیں اور اس کی تدبیر و تربیت میں مصروف ہو جاتی

ہیں، تو ان کی وہ صلاحیتیں اور استعدادیں، اور قوتیں اور توانائیاں کمزور پڑ جاتی ہیں اور بدنی کثافت اور جسمانی کدورت کی وجہ سے مغلوب ہو جاتی ہیں۔

توضیحاً کہا جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس کو دیگر افرادِ انسانی کی مثل مشابہ قرار دینا، اور ان پر قیاس کر کے صلاحیات، استعدادات، قوت اور توانائی میں ضعف اور کمزوری کا حکم جاری کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اطہر پیدائشی طور پر وصف نبوت سے متصف ہے، عالم ارواح میں اس کا موصوف اور محل اتصاف آپ کی حقیقت نوریہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ عالم اجساد میں تشریف آوری پر جسد انور میں اسی روح اقدس کا حلول اور سریان ہے یا کسی اور روح کا؟ اگر کسی اور روح کا ہو تو یہ باطل ہے کیونکہ سائل کے سوال میں ''متی وجبت لك النبوۃ میں لک ضمیر مخاطب دال علی الذات ہے، اور جواب میں کنت نبیا میں کنت ضمیر متکلم برائے ذات ہے دونوں کا مشار الیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے، جو عالم ارواح میں وصف نبوت سے متصف تھی علی احمد سندیلوی نے بھی تحریر کیا ہے کہ پہلی مرتبہ عالم ارواح میں بالفعل آپ کو نبی اور رسول بنایا گیا، اس عالم میں آپ نے فرشتوں اور ارواح انبیاء کو دعوت دی اور ان کی راہنمائی فرمائی۔ تحقیقات ص 49، تحقیقات اور اس کے تائید کنندگان کو جب یہ تسلیم ہے کہ آپ کی روح عالم ارواح میں نبی تھی اور آپ کی ذات نبی اور رسول تھی تو سوال یہ ہے کہ جسد اطہر میں سریان کے وقت روح وہی تھی یا کوئی اور؟ اگر اور ہو تو یہ بھی باطل ہے کہ سوال و جواب کی مطابقت نہ ہوگی بلکہ لازم آئے گا کہ ذات واحدہ دو متضاد ارواح کا محل ہو اور اگر وہی روح مقدسہ ہو تو پھر دیکھنا ہوگا کہ اس کا حلول اور سریان معہا وصف نبوت ہے یا بدوں وصف نبوت اگر وصف نبوت کے ساتھ ہو تو ماننا پڑے گا کہ نزول وحی سے قبل عمر شریف کے چالیس سال مکمل ہونے سے پہلے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں اور اگر روح مطہرہ مقدسہ کا حلول و سریان بدون

نبوت ہو تو نبوت کا سلب یا روح کا نبوت سے معزول ہونا لازم آئے گا یہ بھی محال ہے، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

تمام انبیاء کرام گناہوں سے پاک، سچے اور خدا کی طرف سے احکام پہنچانے والے تھے، وہ اپنے منصب نبوت سے کبھی معزول نہیں ہوئے۔" (تکمیل الایمان ص 15، مکتبہ نبویہ، لاہور)

امام ابوشکور عبدالسعید السالمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ نبوت کسی ذنب کی وجہ سے زائل نہیں ہو سکتی" اور کسی نبی کا نبوت سے معزول ہونا جائز نہیں۔ (التمہید ص 83-182 فرید بکسٹال)

جب جسم اطہر میں وہی روح مقدسہ اور مطہرہ ہے تو نزول وحی سے قبل نبوت کا انکار کوئی معنی نہیں رکھتا۔

انبیاء کرام کے اجساد مبارکہ کثافت اور کدورت سے پاک ہوتے ہیں

تحقیقات نے رسول اللہ ﷺ کے جسم انور کو عالم اجسام کے مشابہ قرار دیکر کثیف اور مکدر قرار دیا ہے، جبکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انبیاء کرام عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتے اور نہ ہی ان کے اجسام مبارکہ میں کدورت اور کثافت پائی جاتی ہے۔"

امام قسطلانی نے فرمایا: ابونعیم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کی روایت کی ہے کہ:

"و رأت اُمّهٗ صلی اللہ علیه وسلم عندو لادته نورًا خرج منها اضاء له قصور الشام و كذالك ترى امهات الانبیاء رواه الامام احمد (جواہر البحار۔ جلد ثانی ص ۱۱)

جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ کی والدہ محترمہ رضی اللہ عنہا کے جسم اطہر سے ایک ایسا نور نکلا جس کی روشنی سے شام کے محلات روشن ہو گئے، پھر فرمایا: انبیاء کرام کی مائیں، نبی کی ولادت کے وقت ایسا نور دیکھتی ہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ نبی پیدا ہوئے، اور یہ نور

،نور نبوت تھا'' جو خرق عادت کے طور پر ظہور رہوا اور آپ کی والدہ محترمہ نے ملک شام تک کا علاقہ اس نور کے اجالے میں دیکھ لیا۔ اگر آپ کثافت اور تکدر پر ہوتے تو اس نور کا ہرگز ظہور نہ ہوتا۔

حضرت عباس نے غزوہ تبوک کے موقعہ پر آپ کی محفل میں ایک قصیدہ پڑھا جس کا ایک شعر یہ بھی ہے۔

و انت لمّا ولدتّ اشرقت الارض و ضآئت بنورك الافق

جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو تمام زمین روشن ہوگئی اور تمہارے نور سے تمام آفاق اور اطراف جہاں جگمگا اٹھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے:

''کنت ادخل الخیط فی الابرة حال الظلمة لبیاض رسول الله صلی الله علیه و سلم'' ترجمہ: میں اندھیرے کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد انور کی چمک میں، سوئی میں دھاگا ڈالا کرتی تھی''۔ (شرح شفاء قاضی عیاض۔ جلد ا۔ ۱۵۹)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''انه صلی الله علیه و سلم کان من خصائصه انه کان نورا و کان اذا مشی فی الشمس او القمر لایظهر له ظل'' (شرح شفاء جلد اول ص ۵۱۰)

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ آپ نور تھے اور جب آپ سورج یا چاند کی روشنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نہیں ہوتا تھا''

جب آپ کی حقیقت نور ہے جسم اطہر ہونے کے باوجود آپ کا سایہ نہیں تو کدورت اور کثافت کہاں سے آگئی؟ جب آپ کی حقیقت نور ہے اللہ تعالیٰ کی تجلی ہے تو دیگر اجسام کی طرح کیوں؟ آپ کا جسد عنصری دیگر اجساد کے مساوی اور مشابہ کس طرح؟ آپ کے نور کی کیفیت کو غوث زماں سیدی عبدالعزیز دماغ مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''و اعلم ان انوار المکّونات کلّھا من عرش و فرش و سمٰوٰت و ارضین و جنات و حجب و ما فوقھا و ما تحتھا اذا اجتمعت کلما و دجت بعضًا من نور النبی صلی اللہ علیہ و سلم و ان مجموع نورہ صلی اللہ علیہ و سلم لو وضع علی العرش لذاب و لو وضع علی الحجب السبعین الّتی فوق العرش لتھافتت و لو جمعت المخلوقات کلھا و وضع علیھا ذالک النور العظیم لتھا فتت و تساقطت الخ ''(جواہر البحار، جلد ثانی ص ۲۸۵)

ترجمہ: جان لو کہ عرش و فرش، آسمانوں، زمینوں، جنات، تمام حجابات نوریہ اور اس کے اوپر اور نیچے والی اشیاء کے تمام انوار کو ایک مجموعہ بنا دیا جائے تو سب انوار رسول اللہ ﷺ کے نور کا بعض (جز) ہوں گے اور اگر رسول اللہ ﷺ کے مجموعہ نور کو عرش پر رکھا جائے وہ یقیناً پگھل جائے اور اگر ستر نورانی حجابات پر رکھ دیا جائے جو عرش اعظم سے اوپر ہیں، تہس نہس ہو جائیں اور اگر تمام مخلوقات کو اکٹھا کر کے اس پر رکھ دیا جائے تو یہ نور عظیم اس کو ملیامیٹ کر کے زمین بوس کر دے''

جب نبی کریم ﷺ کا نور اس کیفیت اس ہیبت اور اس عظمت کا حامل ہے تو جس قالب (اور جس جسم میں اس کو رکھا جانا ہے اس کو بھی ان ہی صفات اور ان ہی اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے، اور جو روح ان میں سریان اور حلول کرنے گی اس کا بھی بے مثال اور بے مثیل ہونا ضروری اور لازمی ہے، اسی حقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

''ان من نور اللہ تعالیٰ و المومنون من فیض نوری'' (بحوالہ جواہر البحار۔ جلد ثانی ص ۲۲۵)

میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور باقی مومنین میرے نور کے فیضان سے ہیں۔

جب آپ کی تخلیق اللہ کے نور سے ہے جو اللہ کا نور اور اس کی تجلی ہے جسم اطہر سائے سے پاک ہے تو آپ کی ذات میں کدورت اور کثافت کا تصور کرنا بھی گناہ ہے۔ جسم اطہر و روح مقدس کو

باقی خاکی مخلوق کی طرح قرار دینا اور بھی بڑا گناہ ہے۔ دیگر مخلوق پر حاوی ہے انبیاء کی ارواح اور بواطن فرشتوں کی ذات وصفات سے کہیں ارفع اور اعلیٰ ہوتے ہیں۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"فظواهر هم و اجساد هم، و نيتهم متصفة باو صاف البشر طارى عليها ما يطرء على البشر من الاعراض والاسقام والموت و الفناء و نعوت الانسانية و ارواحهم و بواظهم متّصفة باعلىٰ من اوصاف البشر متعلّقة بالملاء الاعلىٰ" (شفا شریف جلد ۲۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳)

انبیاء کرام کے ظواہر اور ان کے ابدان بشری اوصاف سے متصف ہوتے ہیں ان کے اجسام پر وہی عوارض طاری ہوتے ہیں جو دوسرے انسانوں کے اجسام پر طاری ہوتے ہیں مثلاً امراض، موت وغیرہ ان کی ارواح اور ان کے بواطن اوصاف بشری سے بلند تر ہوتے ہیں ان کا کلی تعلق ملائے اعلیٰ بلکہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے پھر فرمایا:

"متشبة بصفات الملئكة سليمة من التغير، والآفات لا يلحقها غالبا عجز البشرية و لا صعف الانسانية الخ"

ترجمہ: انبیاء کی ارواح کی مشابہت فرشتوں کی صفات سے ہوتی ہے، یہ تغیر سے صحیح سالم رہتے ہیں، آفات سے محفوظ اور مامون ہوتے ہیں، انسان کی کمزوری اور بشری عجز ان کو لاحق نہیں ہوتا"

روز اوّل سے آپ کو مشاہدہ حق حاصل تھا

جب انبیاء کرام حقیقت باطنیہ اور اوصاف روحانیہ میں بقیہ انسانوں کی طرح نہیں ہیں تو ابدان کے ہاتھوں ان کی توانائی ختم ہوتی ہے اور نہ بدن کی وجہ سے روح متاثر ہوتی ہے بلکہ باطنی طور پر

ہر لحہ ملائے اعلیٰ سے متعلق ہو کر فیضان خداوندی سے سیراب ہوتے ہیں بالخصوص رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی جو ہر لحہ تجلی الٰہی اور مشاہدہ ذات باری تعالیٰ سے سرشار ہو' آپ ﷺ کو مشاہدہ باری تعالیٰ اول الامر (روز اول) سے حاصل ہے۔ چنانچہ غوث کبیر شیخ عبدالعزیز دباغ فرماتے ہیں:

"ان المشاهدة على قدر المعرفة حصلت للنبى صلى الله عليه و سلم حين كان الحبيب مع الحبيب ولا ثالث معهيا فهو صلى الله عليه و سلم اول المخلوقات فهناك سقيت روحه الكريمة من الانوار المقدسية والمعارف الربانية ما فصارت به اصلا لكل ملتمس و مادة لكل مقتبس " (جواہر البحار۔ ج:۲ص:۲۵۳)

مشاہدہ معرفت کے مطابق ہوتا ہے نبی کریم ﷺ کو معرفت اس وقت سے حاصل ہے جبکہ حبیب اپنے حبیب کے ساتھ موجود تھا، اور کوئی تیسری ذات وہاں موجود نہ تھی، رسول اللہ ﷺ اول مخلوق ہیں اس وقت آپ کی روح کریمہ کو انوار قدسیہ اور معارف ربانیہ سے اس قدر سیراب کیا گیا کہ آپ ان انوار قدسیہ اور معارف ربانیہ کی بدولت ہر طلبگار کے لئے اصل ہر مستفید کے لئے اساس اور مادہ بن گئے۔

اس کلام معرفت نشان سے معلوم ہوا کہ اول الامر سے ہی آپ کو مشاہدہ کا اعزاز حاصل تھا، اور اس مشاہدہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے انوار مقدسہ، اور اپنی معرفت ربانیہ سے اس قدر سیر اور سیراب کر دیا تھا کہ آپ کی ذات اور حقیقت طالبان مشاہدہ کے لئے بنیاد اور اصل ہو گئی تھی اول الخلق ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ منبع انوار و معارف تھے، امام ربانی شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"فلذالك قلنا انه صلى الله عليه و سلم كان يعرف ذاته بذاته، من غير مجلى

باذن اللہ تعالیٰ'' (الیواقیت والجواہر۔ص۳۳۶)

انہی معارف اور انوار کی وجہ سے ہم نے کہا کہ ذات احدیت کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بغیر تجلی کے پہچانتے تھے'' گویا اللہ تعالیٰ کی معرفت اور مشاہدہ اول الامر سے ہی آپ کو حاصل تھا''

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے آگے فرمایا:

''فلما دخلت روحه الكريمة في ذاته الطاهرة سكنت فيها سكون الرضا والمحبة والقبول تمدها باسرارها و تمخها من معارفها فصارت تترقى في المعارج والمعارف شياً فشياً من لدن صغره صلى الله عليه الى ان بلغ اربعين سنة فزال الستر حينذالذى بين الذات والروح،'' (ايضاً)

ترجمہ: پھر جب آپ کی روح آپ کی ذات مقدس میں داخل ہوئی تو اس نے اس میں رضاء محبت اور قبولیت کے ساتھ سکونت اختیار کر لی اور روح اقدس ذات مقدسہ کو اپنے اسرار و رموز اور معارف کے ساتھ نوازنے لگی، اور آپ کی ذات مقدسہ کو لحہ بہ لحہ معارج اور معارف میں ترقی ہونے لگی (یعنی ہر آن میں آپ کو معرفت باری تعالیٰ اور درجات مشاہدہ میں ترقی ہونے لگی) یہ سلسلہ بچپن سے لے کر چالیس سال کی عمر تک جاری رہا یعنی روح مبارکہ ذات اقدس میں داخل ہو کر چالیس سال تک اسرار و رموز اور معارف کا فیضان کرتی رہی، چالیس مکمل ہونے پر روح طاہرہ اور ذات مقدسہ کے درمیان جو حجاب تھا وہ زائل ہو گیا'' یعنی جسم اطہر وحی اور ضبط مشاہدہ کا اہل نہ تھا وہ اس قابل ہو گیا غوث کبیر نے آگے فرمایا:

''وانمحى الحجاب الذى بينهما بالكلية و حصلت له المشاهدة التى الا تطاق حتى صاريشاهد كمشاهدة الاعيان ان الحق سبحانه هو المحرك لجميع المخلوقات و انه المنقل لهم من حيز الى الخيز والمخلوقات بمنزلة الظروف و اوانى الفخار لاتملك لنفسها ضراً ولا نفعاً فارسله الله تعالىٰ و هو على هذه

المشاهدۃ'' (جواہر البحار، جلد دوم ۲۵۴)

ترجمہ: ذات شریفہ اور روح مقدسہ کے درمیان جو حجاب تھا وہ کلی طور پر زائل ہو گیا، اور آپ کو جسمانی طور پر بھی وہ مشاہدہ حاصل ہو گیا جس کی آپ میں طاقت اور برداشت نہ تھی، پھر آپ اس طرح کائنات کا مشاہدہ کرنے لگے جس طرح آنکھوں سے اشیاء کا مشاہدہ کیا جاتا ہے، اس مشاہدہ کے حصول پر آپ نے معلوم کیا کہ ساری مخلوق کا محرک اللہ وحدہٗ لاشریک ہے جو اشیاء کائنات کو ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل کرتا ہے یہ کائنات برتنوں کی مانند ہے جو بھٹی میں پکائے جاتے ہیں اور اپنی ذات اور حقیقت کے لحاظ سے کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں اس مشاہدہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخلوق کی طرف بھیجا۔

شیخ کبیر کا کلام توجہ طلب ہے ''بقول شیخ، رسول اللہ ﷺ کو مشاہدہ اول الامر سے حاصل ہے، جبکہ آپ کے علاوہ اور کوئی تیسرا نہ تھا اللہ وحدہ لاشریک بحیثیت خالق اور آپ ﷺ بحیثیت مخلوق اول موجود تھے'' اس وقت آپ کی حقیقت بشریہ موجود نہ تھی بلکہ حقیقت معہا الروح موجود تھی، حقیقت نوریہ معہا الروح کو مشاہدہ حاصل تھا روح طاہرہ انوار قدسیہ اور معارف ربانیہ سے سیراب کی گئی تھی یہی روح جب جسم انور میں داخل کی گئی تو انہی اسرار اور رموز و اسرار اور وصف نبوت سے متصف تھی اس کی دلیل غوث کبیر کی یہ عبارت ہے:

''فصارت به اصلا لكل ملتمس و مادة لكل مقتبس''

ترجمہ: روح انور کو اتنا سیراب کیا کہ وہ ہر مخلوق کے لئے معارج، معارف اور انوار کے لئے مبداء فیض بن گئی۔

روح اور جسم کے درمیان جو حجاب تھا یعنی مشاہدہ کے حصول کے لئے جو طاقت اور صلاحیت نہ تھی اس کو درجہ بدرجہ پیدا کرنا اور کمی کو پورا کرنا شروع کر دیا، چالیس سال مکمل ہونے پر مشاہدہ کے لوازمات بھی پورے اور کامل ہو گئے، کلام غوث میں روح کریمہ کے جسد اطہر میں داخلے کے بعد

سے لے کر چالیس سال تک جسم اطہر میں درجہ بدرجہ معارف و اسرار کا ترقی پذیر ہونا اثرات نبوت ہی ہیں جن کا مقصد جسم اطہر کو مشاہدہ حق یعنی تجلی کی برداشت کے قابل بنانا ہے روح کا فیضان کیوں ہے اس لیے کہ وہ اول الامر سے ہی مشاہدہ حق (نبوت) سے سرشار چلی آ رہی تھی جسم اطہر میں داخل ہو کر مشاہدہ حق (نبوت و تجلی) کے لئے صلاحیت اور استعداد پیدا کر رہی ہے اور چالیس سال کے اختتام پر جسم مشاہدہ حق (تجلی) کے قابل ہوا ہے، غوث کبیر کا یہ کلام:

"فصارت تترقی فی المعارج والمعارف شیئاً فشیئاً من لدن صغرہ صلی اللہ علیہ و سلم الی ان یلغ اربعین سنۃ"

اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اول الامر سے لے کر چالیس سال مکمل ہونے تک آپ کی نبوت کی بقاء و دوام اور استمرار موجود ہے کیونکہ مشاہدہ حق سے محظوظ ہونے والی روح ہی کو آپ کے جسم اطہر اور ذات اقدس میں داخل فرمایا گیا ہے لہٰذا کنت نبیا و آدم بین الماء والطین کے حوالے سے تحقیقات کا روح مجرد عن البدن اور روح متعلق بالبدن کے اختلافی کلیہ سے رسول اللہ ﷺ کی قبل از بعثت نبوت کی نفی پر استدلال کرنا غلط ہے"

تحقیقات میں ہے، جب (روح) بشری صورت و شکل میں اور انسانی حالت و کیفیت میں متعلق ہیں تو ان میں ضرور بالضرور تغیر و تبدل پایا جاتا ہے اور حالت تجرد والی قدرت و طاقت استعداد و صلاحیت برقرار نہیں رہتی، اور بشری حالت خواہ وہ عارضی روپ ہی کیوں نہ ہو حجاب اور مانع بن جاتی ہے چہ جائیکہ حقیقت بشریت ہو اور وہ بالکل حجاب اور مانع نہ بنے۔ (ص۔۱۱۴)

توضیحاً کہا جائے گا کہ اولاً تو رسول اللہ ﷺ کی روح مقدسہ کو دیگر افراد انسانی کی ارواح میں شامل کرنا اور احکام و دیگر معاملات میں ان کے مشابہ اور مثل قرار دینا غلط ہے کیونکہ یہ روح انور وصف نبوت سے متصف ہے اور ذات باری اور اس کی تجلی کا مشاہدہ اس وقت کر چکی ہے جب اس روح کا محل اور اس سے متصف ہونے والی ذات محمد یہ اول المخلوق تھی، اللہ تعالیٰ اور ذات محمد

یہ کے علاوہ کوئی تیسرا نہ تھا، قدرت خداوندی نے اس روح کو انوار قدسیہ اور معارف ربانیہ سے اس قدر سیراب کیا تھا کہ انوار قدسیہ کے طلبگاروں اور معارف ربانیہ کے خواستگاروں کے لئے منبع، مرکز اور خزانہ کا روپ دھار گئی تھی،

پھر جب یہ روح مقدسہ جوان اوصاف سے متصف تھی، اور منصب نبوت سے فیضیاب تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن، اور ذات اقدس میں داخل ہوئی تو مشاہدہ حق (تجلی) کے تحمل اور برداشت کا سامان کرنے لگی۔ اور انہی انوار قدسیہ اور معارف یزدانیہ کو جسم اطہر میں منتقل کرنے لگی، بچپن سے لے کر چالیس سال عمر کی تکمیل تک روح اقدس نے فیضان کا یہ سلسلہ جاری رکھا، بالآخر بشریت جو مشاہدہ حق کے لئے پردہ اور حجاب تھی وہ کلی طور پر زائل ہوگئی اور بشریت مشاہدہ حق (تجلی) کے برداشت اور تحمل کے قابل ہوگئی، یہ روح اور بشریت کے درمیان جو دوری اور فاصلہ تھا وہ مٹ گیا اور روح انور کی طرح آپ کا جسد اطہر بھی نبوت کا محل اور موصوف قرار پایا''

جسم کے اس اتصاف نبوت اور اہلیت مشاہدہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس کا کردار ہے جو اول الامر سے ہی وصف نبوت سے متصف چلی آ رہی تھی، بشریت بے شک حجاب ہے مگر عمل روح سے یہ حجاب قائم و دائم نہ رہا بلکہ کلی طور پر زائل ہو گیا۔ اگر آپ کی روح امر نبوت سے متصف اور انوار قدسیہ اور معارف ربانیہ کی غیر محدود قوتوں سے مسلح نہ ہوتی تو جسد اطہر کی بشریت والا حجاب کیسے زائل ہوتا؟ جب روح طاہرہ مطہرہ میں کوئی تغیر اور تبدل ہوا نہیں بلکہ بشریت کی مادیت اور کثافت کو بدل ڈالا لہٰذا تحقیقات کا کا یہ اور ساری تقریر بے محل اور غیر منطبق ہوگئی'' روح مجرد عن البدن اور روح متعلق بالبدن کے احکام کو روح محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء کے احکام پر قیاس کرنا اس لئے بھی غلط ہے کہ تمام انسانوں کی ارواح، روح محمدی کے تابع ہیں، روح محمدی بالذات اور اصل ہے۔

علامہ محقق شیخ احمد بن محمد بن ناصر سلاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"فالظاهر ان بين ظرف زمان ای فی زمان کان بين خلق روحه و جسده فيفيد ظهور نبوته بعد خلق روحه و قبل خلق جسده ای انه بناه الله تعالیٰ فی عالم ارواح والطلع الارواح علی ذالك و امرها بمعرفة نبوبه والاقرار بها"

(جواہر البحار جلد چہارم ص ۲۱۰)

حدیث نبوی کنت نبیاوآدم بین الماء والطین میں بین ظرف زمان ہے عبارت یوں ہوگی:

"ای فی زمان کان بين خلق روح و جسده" میں اس زمانے میں نبی تھا جس وقت آدم علیہ السلام کی تخلیق روح اور جسم کے درمیان تھی، حدیث مبارکہ کا معنوی مفاد یہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت روح آدم کی تخلیق کے بعد اور جسم کی تخلیق سے پہلے موجود تھی "یعنی اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنایا اور تمام ارواح کو آپ کے نبی ہونے کی اطلاع دی، آپ کی نبوت کے پہنچانے اور اس کا اقرار کرنے کا حکم دیا"

معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کی روح کی تخلیق سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت متحقق تھی، آپ عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے، تمام ارواح نے آپ کی نبوت کو شناخت کر کے اقرار بھی کر لیا تھا اس اقتباس اور علامہ سلاوی کی تحقیق اور تصریح کے بعد غلام محمد بندیالوی شرقپوری اور خود تحقیقات کا یہ کہنا کہ یہ تحقق مافی المستقبل، یا اعلان وتشہیر کی حد تک ہے غلط ثابت ہوا"

غوث کبیر عبدالعزیز دباغ رحمہ اللہ کے قول جو تھوڑا پہلے گزرا ہے سے معلوم ہوا کہ عالم اجساد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری کے وقت وہی روح جسد انور میں ڈالی گئی تھی جس نے انوار قدسیہ اور معارف ربانیہ کا فیضان کر کے حجاب بشریہ کو زائل کر کے جسد اطہر کی کثافت کو لطافت میں تبدیل کر کے اس کے ہم پلہ بنا دیا تھا، حالات کی تبدیلی سے ذات میں تغیر اور تبدل واقع نہیں ہوتا" ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"نان الامر المعنوی لا يغير متغيرا هيكل الصوری" (مرقات، جلد ۱۱، ص ۱۰۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود حقیقی نوری حضرت آدم اور دیگر انبیاء کے اجساد اور مواد سے پہلے موجود اور متحقق تھا

امام سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"و قیل انه صلی الله علیه سابق علی سائر الانبیاء روحا لما مر، و جسدا لان مادة جسده صلی الله علیه و سلم خلقت قبل سائر المواد لحدیث کعب الاخبار الذی تقدم، والبینیة فی قوله صلی الله علیه و سلم بین الروح والجسد الظاهر ان المراد بها عدم الطرفین الروح والجسدای لاروح ولاجسد کما صرح به فی روایة بقوله لا آدم و لا مآء ولا طین لانك اذا قلت مسکنی بین البصرة والکوفة علم انه لیس فیهما و لیس معنی بین الماء والطین انه لم یکن ماء صرفا و لا طینا صرفا" (جواہر البحار جلد ۳، ص ۳۵۷)

ترجمہ: ایک قول یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روح اور جسم اطہر کے لحاظ سے تمام انبیاء کرام پر سبقت حاصل ہے (یعنی روح کی طرح آپ کا جسم عنصری بھی سب سے پہلے پیدا کیا گیا) اس لئے کہ آپ کے جسد اطہر کا مادہ تمام مادوں سے پہلے پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ اس کی تائید میں حضرت کعب الاحبار کی حدیث پہلے نقل ہو چکی ہے" حدیث پاک میں جو لفظ بین کا آیا ہے اس سے مراد طرفین کا عدم ہے جو کہ روح اور جسد کے درمیان ہے، اب حدیث پاک کا معنی یہ ہوگا کہ جب آدم علیہ السلام کی روح اور جسد نہ تھے (تخلیق نہ ہوئے تھے) میں اس وقت بھی اپنی روح اور جسد کے لحاظ سے نبی تھا اس معنی کی صراحت اس روایت میں موجود ہے جس کے الفاظ اس طرح کے ہیں۔ **لا آدم و لا ماء و لا طین** کہ اس وقت جب میں نبی تھا نہ آدم علیہ السلام تھے نہ پانی تھا اور نہ مٹی تھی، یہ معنی درست ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ جب یہ کہا جائے کہ میں بصرہ اور کوفہ کے درمیان رہتا ہوں تو اس کا مقصد یہ ہوگا کہ میری سکونت نہ بصرہ میں ہے اور نہ کوفہ میں لفظ بین کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا معنی یہ ہوگا کہ اس وقت آدم علیہ السلام نہ محض پانی تھے اور نہ محض مٹی"

اس وضاحت سے تحقیقات کا یہ عقیدہ بھی باطل قرار پایا کہ: آدم علیہ السلام کے روح اور جسم کی تخلیق اور آپ کے جوہر نوری اور حقیقت محمدیہ کی تخلیق کے درمیان میں آپ کو نبی نہیں بنایا گیا کیا یہ آپ کی کسر شان اور آپ کی توہین اور تحقیر اساَت و بے ادبی ہے؟ (ص:۷۹)

علامہ سید احمد عابدین کے کلام سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ روح اور جسم عینی خارجی کے ساتھ حضرت آدم اور دیگر تمام انبیائے کرام کی ارواح اور اجساد سے پہلے موجود تھے۔

اس کی تائید رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"ان اللہ خلق نوری قبل ان یخلق آدم علیہ السلام باربعة عشر الف عام کما رواہ ابن القطان "(ایضاً)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چودہ ہزار سال پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا تھا"

"و فی روایة یسبح ذالك النور و تسبح الملائکة بتسبیحة و ھذا یوید انه صلی اللہ علیه و سلم مرسل للملئکة کغیرھم فھذا صریح فی ان نبوة صلی اللہ علیه و سلم ظھرت فی الوجود العینی قبل نبوت آدم علیه السلام و غیرہ من الملائکة لم تعرف نبیا قبله" (جواہر البحار ص ۳۵۷، جلد ۳)

ترجمہ: ایک روایت میں ہے کہ وہ نور (رسول اللہ ﷺ کا نور) تسبیح پڑھتا تھا، فرشتے بھی اس کی تسبیح کو سن کر اس کی اقتداء اور اتباع میں تسبیح پڑھتے تھے" یہ اس بات کی تائید ہے کہ آپ ﷺ فرشتوں کے بھی رسول ہیں، جس طرح دوسری مخلوقات کے رسول ہیں یہ روایت اس بات پر صراحت ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت آدم علیہ السلام کی نبوت فرشتوں اور دیگر مخلوقات کی پیدائش سے قبل وجود عینی خارجی میں موجود تھی، اور فرشتوں نے اس نور سے قبل کسی نبی کو نہیں جانا تھا اس سے بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے وجود عینی خارجی کے ساتھ وصف نبوت سے متصف اور اول الخلوق تھے، آپ کی نبوت کو چالیس سال کی تکمیل پر موقوف رکھنا اور معلق کرنا روایات کے خلاف ہے"

عالم ارواح میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی بالفعل تھے

شیخ جلیل نورالدین علی بن زین الدین الشہیر بابن الجزار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"و انه كان نبيا بالفعل ان الله تعالىٰ لما اطلع على عالم الارواح فى عالم الذر و قال لهم الست بربكم فاول من قال بلى محمد صلى الله عليه و سلم فوهبه مواهب شريفة تليق بذاته و ارسل روحه الى ارواح الانبياء فامنوا بها" (جواہر البحار جلد ۳ ص ۸۹)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عالم ارواح میں آدم علیہ السلام کی ذر (ہونے والی اولاد) پر مطلع فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ میں تمہارا رب نہیں ہوں، تو سب سے پہلے جس نے ہاں کہا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عظیم المرتبت ہدایا عطا فرمائے جو آپ کی ذات شریفہ کے شایان شان تھے" پھر آپ کی روح مبارکہ کو انبیاء کرام کی ارواح کے لئے نبی اور رسول بنایا تو وہ سب آپ پر ایمان لے آئے"

شیخ جلیل نورالدین کا فرمان اس بات پر شاہد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے، آپ کی روح اقدس کو نبوت و رسالت کا منصب عطا فرمایا گیا اور عالم ارواح میں سب ارواح کی طرف بحیثیت نبی اور رسول مبعوث فرمایا گیا وہ سب ارواح آپ کی روح مبارکہ پر ایمان لائے اور رسالت کا اقرار کیا۔

اس سے بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آدم علیہ السلام کی روح اور جسد سے پہلے نبی تھے، تخلیق آدم علیہ السلام کا زمانہ، آپ کی نبوت کا زمانہ ہے تحقیقات نے ص: ۷۹، پر نبوت کی نفی پر جو لاکھوں سال کا عرصہ تحریر کیا ہے وہ غلط اور خلاف حقائق ہے۔ فتامل وتدبر"

ولادت کا زمانہ نبوت اور خوارق عادت کا زمانہ ہے

قابل غور امر یہ ہے کہ جب آپ عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے، روح اور جسد انور کے ساتھ اول

الخلق تھے تو عالم اجسام میں ظہور کے وقت وہ نبوت بالفعل جو عالم ارواح میں تھی کہاں گئی؟ آپ کی روح اقدس کو اس رسالت سے معزول کر دیا گیا یا نبوت اور رسالت سلب ہو گئی'' اگر آپ کی روح شریفہ معزول ہوتی، یا نبوت کو سلب کیا گیا ہوتا تو ولادت باسعادت کے وقت اور اس سے قبل خوارق عادات کا ظہور کیوں ہوتا؟ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

و در مواہب از شیخ بدرالدین زرکشی نقل کردہ کہ گفت صحیح آنست کہ ولادت شریف در روز بود و آنکہ تدلی نجوم و تساقط کواکب و شہب واقع شدہ بداں استدلال بلیل نتواں کرد زیرا کہ زمان نبوت و ولادت زمان ظہور خوارق عادات است پس تو اند کہ سقوط نجوم در نہار باشد، (مدارج النبوت جلد دوم، ص ۱۵)

مواہب اللدنیہ میں شیخ بدرالدین زرکشی سے منقول ہے کہ صحیح قول یہی ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت دن کے وقت ہوئی ہے، ستاروں کے قریب آنے، ستاروں کے گرنے، اور شہاب کے پھینکے جانے سے یہ استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ آپ کی ولادت رات میں ہوئی ہے، کیونکہ نبوت اور ولادت کا زمانہ خوارق عادات کے ظہور کا زمانہ ہے'' شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آپ کی پیدائش کا زمانہ نبوت کا زمانہ ہے اور مندرجہ بالا خوارق عادت کا ظہور اس لئے ہوا کہ آپ ﷺ بحیثیت نبی جلوہ گر ہوئے ہیں لیکن ان خوارق عادات کو کرامت قرار دے کر آپ ﷺ کی ولایت پر استدلال کرنا بچند وجوہ غلط ہے۔

ا۔ آپ ﷺ عالم ارواح میں نبی بالفعل تھے، لہٰذا ظہور قدسی کے وقت آپ کا نبی ہونا ضروری ہے۔

۲۔ ولایت کا درجہ اور حکم مقام نبوت سے کم ہے۔

۳۔ ولی ماننے سے نص کا انکار لازم آتا ہے، کیونکہ تقلبک فی الساجدین کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول من نبی الی نبی حتی اخرجت نبیا پہلے گزر چکا ہے۔

۴۔ ولایت کا مقام اور مرتبہ نبوت کے تابع اور اس کا اثر ہے اور اس سے پہلے نبوت کا وجود ضروری ہے جبکہ نبی کریم ﷺ کسی نبی کے امتی نہیں تھے، آپ کی ولادت سے قبل کسی نبی کا زمانہ نہیں''

۵۔ ولادت باسعادت کے بعد کے حالات اس کی نفی کرتے ہیں مثلاً بوقت ولادت حضرت آمنہ رضی

اللہ عنہا نے حضرت آسیہ، حضرت مریم اور حوران عین کو دیکھا، فرشتوں کو ہاتھوں میں چاندی کے آفتابے لیے دیکھنا، پرندوں کے غول کا حجرہ مبارکہ کو اپنی زمرد کی چونچوں سے ڈھانپ لینا، حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا زمین کے مشارق ومغارب کو دیکھنا، اور تین جھنڈے ایک مشرق دوسرا مغرب، اور تیسرا کعبۃ اللہ کی چھت پر دیکھنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور قدسی کے بعد سجدہ ریز ہونا۔ انگشت شہادت کا آسمان کی طرف اٹھانا، جسم اطہر سے کستوری کی خوشبو کا آنا، تین فرشتوں کا آنا اور نور کی انگوٹھی سے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت لگانا، حضرت عبدالمطلب کا دوران طواف کعبہ کو مقام ابراہیم کی طرف جھکتے دیکھنا اور پھر سجدہ کرنا، مختون اور مسرور پیدا ہونا یہ سب دلائل اور اوصاف نبوت ہیں جن سے صرف نظر کرنا ممکن نہیں دیگر علمائے سیر نے بھی ان امور کا تذکرہ اپنی اپنی تصانیف میں کیا ہے لیکن شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی ولادت باسعادت کے عنوان میں مدارج النبوت جلد ثانی صفحات ۱۴۔۱۵۔۱۶ میں تفصیل سے ان کو رقم فرمایا ہے۔ یہ تمام خوارق عادت اس بات کے شاہد ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدائشی نبی ہیں، آپ کی ذات مقدسہ نبوت سے معزول ہوئی اور نہ نبوت کو آپ سے سلب کیا گیا'' اور نہ ہی یہ کہنا درست ہے کہ آپ اس وقت بالقوۃ نبی تھے، جیسا کہ غلام محمد بندیالوی شرقپوری نے کہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی بالفعل نبی تھے لیکن بالفعل ہونے کا یہ معنیٰ نہیں کہ آپ پر کتاب

نازل ہو چکی تھی اور آپ پر اعلان نبوت اور تبلیغ احکام فرض تھا'' بلکہ بالفعل کا مقصد تحقیق فی الخارج، اور موجود فی الجسم العینی ہے'' جیسے ایک شخص نے پہلے عملی طور پر کتابت کا اظہار کیا، پھر نہ لکھا'' اس کا مقصد یہ نہیں کہ جوہر کاتب، وجود کاتب، ذات کاتب سے وصف کتابت سلب ہو گیا ہے یا وہ شخص کتابت بالفعل سے معزول کر دیا گیا ہے، چالیس سال سے قبل نبوت کی نفی سلب، یا معزولی پر موقوف ہے، کسی روایت کسی قول سے یہ ثابت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے، لیکن بعد میں نبوت سلب ہو گئی یا معزول کر دیئے گئے اور چالیس سال کے بعد دوبارہ دی گئی''

آپ کو دوبارہ بالفعل نبی بنایا گیا (صلی اللہ علیہ وسلم)

علامہ امام شیخ سلیمان الجمل نے فرمایا:

"انہ نبی فی عالم الارواح والنور و ارسل الیھا بالفعل و دعھا و دلھا ثم نبی و ارسل ثانیا فی عالم الاجساد بعد بلوغہ اربعین سنۃ من عمرہ فامتاز عن الانبیاء والرسل بانہ نبی مرتین و ارسل مرتین الاولی فی عالم الاروح للارواح و ثانیۃ فی عالم الاجسادللاجساد فقد دعا صلی اللہ علیہ و سلم و دلل علی اللہ تعالی فی کل من الحالتین کما تقدم والاشارۃ الی ذالک بقولہ تعالیٰ و ما ارسلناک الا کافۃ للناس والانبیاء والرسل و جمیع اممھم و جمیع المتقدمین والمتاخرین داخلون فی کافۃ الناس و کان ھو راعیا بالاصالۃ و جمیع الانبیاء والرسل یدعون الخلق الی الحق عن تبعیۃ و کانوا خلفاءہ و نوابہ فی الدعوۃ" (جواہر البحار جلد ۲، ص ۳۷۳)

ترجمہ: بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم ارواح اور عالم ذر میں بالفعل نبی اور رسول بنایا گیا آپ نے ان کو دعوت دی اور راہ نمائی فرمائی، پھر آپ کو دوبارہ نبی اور رسول بنایا گیا، عالم اجساد میں چالیس سال کی عمر شریف کو پہنچنے کے بعد، اس طرح آپ کو دوسرے انبیاء اور رسل علیہم السلام سے امتیاز حاصل ہو گیا کہ آپ کو دو مرتبہ نبی اور دو مرتبہ رسول بنایا گیا پہلی دفعہ عالم ارواح میں ارواح کے لئے اور دوسری مرتبہ عالم اجسام میں اجسام کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم داعی ہیں کیونکہ آپ نے دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اور راہ نمائی فرمائی، اللہ تعالیٰ کے فرمان و ما ارسلنک الا کافۃ للناس میں اسی عموم کی طرف اشارہ ہے انبیاء و رسل اور ان کی تمام امتیں، تمام متقدمین اور تمام متاخرین کافۃ للناس میں داخل ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ادوار میں اصل اور مستقل داعی تھے۔ جبکہ دوسرے انبیاء اور رسول آپ کے نائب اور خلیفہ ہونے کی حیثیت سے دعوت دینے والے تھے"

علامہ شیخ سلیمان الجمل رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے واضح ہوا کہ آپ کو دو مرتبہ بالفعل نبی اور دو مرتبہ بالفعل رسول بنایا گیا اس میں عالم ارواح اور عالم اجساد کا تعین فرمایا، اور ساتھ ہی یہ وضاحت فرما دی کہ رسول بالفعل اور نبی بالفعل عالم اجسام میں چالیس سال کے بعد بنائے گئے اور پھر مزید توضیح کرتے ہوئے

فرمایا چالیس سال کے بعد کی بالفعل نبوت اور رسالت صرف اہل حرمین کے لئے نہیں بلکہ جو رسول جو نبی آپ کے دور رسالت اور نبوت سے پہلے ہو گزرے ہیں، اور جو لوگ آپ کے زمانہ حیات کے بعد صبح قیامت تک آئیں گے آپ سب کیلئے رسول ہیں خواہ انبیاء و رسل ہوں یا ان کی امتیں آپ ان کے رسول ہیں'' آپ اگلوں پچھلوں سب کے لئے رسول اور داعی ہیں تو آپ کی دعوت، نبوت اور رسالت کا زمانہ بحکم آیہ، کریمہ عالم ارواح سے لے کر صبح قیامت تک ہے تو از ولادت با سعادت تا چالیس سال عمر شریف کے درمیانی عرصہ میں آپ کیوں نبی اور رسول نہیں؟ آیہ مقدسہ اور علامہ سید سلیمان الجمل کی تفسیر کی روشنی میں جب آپ عالم ارواح سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ، اور چالیس سال عمر شریف کے بعد سے لے کر قیامت تک داعی حقیقی آپ ہی ہیں تو عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سے لے کر چالیس سال عمر شریف کے پورا ہونے تک داعی کون ہے؟ اس دورانیہ کو نکال کر ان نصوص قطعیہ بعثت الی الخلق کافۃ، و ما ارسلناك الا كافة للناس، و ما ارسلناك الا رحمة للعالمين کی عموم معنیٰ پر دلالت قطعیہ ہو گئی ہے؟ ہر گز نہیں، ماننا پڑے گا کہ عمر شریف کے چالیس سال مکمل ہونے پر آپ کو نبوت مبعوثہ الی الخلق اور رسالت عامہ عطا ہوئی اس سے قبل آپ نبی تھے، مگر مبعوث الی الخلق نہ تھے''

تحقیقات نے تسلیم کیا ہے کہ علامہ سلیمان جمل نے دوسری جسمانی نبوت چالیس سال کی عمر میں تسلیم فرمائی اور پہلی روحانی نبوت کو بھی دوام، باقی اور مستمر تسلیم کیا ہے اور اس کے سلب ہو جانے کا شائبہ بھی نہیں ظاہر کیا بلکہ روح مجرد اور روح کے بدن میں حلول اور عالم اجسام کی طرف نزول کا فرق واضح کیا ہے کہ روح اقدس کی ارواح کے لئے نبوت الگ معاملہ ہے اور بدن اقدس سے تعلق حلولی کے بعد ابدان و اجسام انسانیہ کے لئے نبی اور رسول ہونے کا الگ معاملہ ہے۔ (ص 143)

توضیحاً کہا جائے گا کہ معاملہ زیر بحث یہ ہے کہ ولادت سے لے کر چالیس سال عمر کی تکمیل تک آپ نبی تھے یا نہیں؟ تحقیقات کا موقف یہ ہے کہ چالیس سال کے بعد آنحضرت ﷺ کو نبوت ملی ہے، اس سے قبل آپ نبی نہیں تھے، اس کی تائید میں علامہ سلیمان الجمل کا قول نقل کیا، لیکن یہ قول تحقیقات کے

موقف کی تائید نہیں کرتا۔ کیونکہ علامہ نے عالم ارواح میں آپ کی رسالت اور نبوت کو بالفعل تسلیم کیا ہے جبکہ اس کے برعکس تحقیقات اور غلام محمد بندیالوی شرقپوری کا ایک موقف یہ بھی تحریر ہوا ہے کنت نبیا و آدم بین الماء والطین اپنے ظاہری اور باطنی معنی میں نہیں بلکہ یہ ایک اعلان اور تشہیر ہے علامہ سلیمان الجمل کا کلام نقل کر کے اس کی تردید کردی کہ رسول اللہ ﷺ عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے، رہا معاملہ روح مجرد عن البدن اور روح متعلق بالبدن کا اس کا فرق واضح کرنے اور ان کے درمیان مغائرت کو ثابت کرنے سے پہلے یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ جب روح اقدس نے آپ کے جسد اطہر میں حلول و سریان کیا تو وہ وصف نبوت سے عاری تھی، یا حلول و سریان کرنے والی روح، عالم ارواح والی روح سے الگ اور علیحدہ تھی یا عالم اجساد میں ظہور کے وقت آپ ﷺ کی حقیقت وہ نہ تھی جو عالم ارواح میں وصف نبوت سے متصف تھی اس لئے علامہ سلیمان الجمل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی روحانی نبوت (عالم ارواح والی نبوت) آپ کے بالفعل نبی اور رسول بنائے جانے سے پہلے بصورت دوام، بقاء اور بطریق الاستمرار موجود تھی۔

علامہ محقق شیخ احمد بن محمد بن ناصر سلاوی نے بھی آپ کی نبوت کو باقی دائمی اور علی سبیل الاستمرار تحریر فرمایا ہے۔

"فقد علم اتصاف حقیقة صلی اللہ علیہ و سلم بالاوصاف الشریفة المقاضة علیه من الحضرة الالٰھیة من اول الامر قبل خلق کل شئی و انما تاخر اتصافه بالاوصاف الوجودیه العینیة لجسده لما وجد فی الدنیا" (جواہر البحار، جلد ۴، ص ۲۱۱)

ترجمہ: ہماری تقریر سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ کی حقیقت اور اوصاف شریفہ (نبوت و رسالت) سے متصف ہونا ہر شئی کی حقیقت سے پہلے ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے آپ پر فیضان کئے گئے ہیں صرف ان اوصاف (نبوت و رسالت) کا خارج میں پایا جانا موخر ہے، کیوں کہ ان اوصاف کا وجود عینی خارجی اس وقت پایا جائے گا جب آپ کا جسد انور خارج (دنیا) میں پایا جائے گا۔

ثابت ہوا اوصاف شریفہ مفاضہ من الحضرت الالٰھیہ (نبوت اور رسالت اور ان کے لوازمات و

خصائص) دنیا میں وجودی اور حسی طور پر اسوقت پائے جائیں گے جب آپ اپنے وجود عنصری خارجی کے ساتھ ظہور فرمائیں گے علامہ سلاوی کے قول کی روشنی میں نبوت اور رسالت کے اوصاف وقت ولادت سے ہی موجود اور ثابت ہیں۔

علامہ سلیمان ایک سوال نقل فرما کر اس کا جواب ارشاد فرماتے ہیں سوال یہ ہے کہ نبوت ایک وصف ہے یعنی ایک ایسا معنی ہے جو کسی محل کے ساتھ قائم ہوتا ہے، وہ محل وہ شخص ہے جس پر احکام کی وحی ہوتی ہے کہ وہ ان پر عمل کرے،

"و لا بدان یکون الموصوف به موجود او انمایمکن الوصف بالنبوة بعد بلوغ اربعین سنة و هو شامل یحیٰ و عیسٰی فکیف یوصف بها رسول الله قبل وجوده فی الخارج و ارساله"

ترجمہ: نبوت کے موصوف اور محل کا موجود ہونا ضروری ہے جبکہ نبوت چالیس سال کے بعد ملتی ہے یہ قانون حضرت یحییٰ، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی شامل ہے کیونکہ پیدائشی نبی ہونے کے باوجود ان کو بھی نبوت چالیس سال کے بعد ملی ہے، کنت نبیا میں رسول اللہ ﷺ موجود فی الخارج نہیں، آپکا نبوت اور رسالت کے وصف سے موصوف ہونا کیسے درست ہو سکتا ہے؟

جواب میں فرمایا: کنت نبیا الحدیث میں آپ کی روح اقدس کی طرف اشارہ ہے اور آپ کی اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے یعلمها الله سبحانه فیکون للنبوة محل اذ ذاك قامت به" جس کو اللہ تعالیٰ سبحانہ ہی جانتا ہے اس عالم میں آپ کی نبوت کا محل وہی روح اور حقیقت محمدیہ تھی جس کے ساتھ نبوت کا قیام تھا"

"علی ان اشتراط المحل الذی تقوم به النبوة انما هو فی النبوة المتلعقه بالجسد بعد ارتباط الروح به" (جواہر البحار جلد ۴ ص ۲۱۰)

ترجمہ: نبوت کے قیام اور اتصاف میں محل اور موصوف کی شرط تقدم اس وقت ہے جب کہ نبوت کا تعلق جسم کے ساتھ ہو اور روح کا جسم کے ساتھ ربط ہو" کنت نبیا (الحدیث میں نبوت کا ربط اور محل روح اور

حقیقت محمدیہ کے ساتھ ہے جس کا علم فقط اللہ تعالیٰ کو ہے'' علامہ سلاوی نے نبوت کے متعلقات روح حقیقت اور جسد عنصری بیان فرمائے ہیں لیکن نبوت متعلقہ بالجسد کے لئے یہ شرط عائد کی ہے کہ روح کا جسد کے ساتھ رابطہ اور تعلق قائم ہو علامہ نے عالم ارواح میں نبوت کا محل آپ کی روح شریفہ اور حقیقت محمدیہ کو قرار دیا ہے جب اللہ کے نور اور تجلی نے جسد اطہر میں حلول و سریان کیا تو جسد اطہر بھی وصف نبوت کا محل اور موصوف ہو گیا، یہ جسد اطہر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم اقدس میں ہو یا ولادت پا چکا ہو جب جسد اطہر نبوت کا محل اور موصوف قرار پا چکا تو نبوت متعلقہ بالجسم ثابت اور مستحق ہو گئی تو پھر نفی اور انکار کیوں؟ بہر حال علامہ سلاوی کا کلام اس امر کی تصریح ہے کہ عالم ارواح سے لے کر نزول قرآن تک کے تمام ادوار آپ کی نبوت اور رسالت اور ان کے لوازمات سے معمور ہیں نزول قرآن سے قبل آپ کی نبوت عینیہ خارجیہ کا انکار اور نفی خلاف حقائق اور خلاف نقل ہے۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا'' واما خصائص آنحضرت ﷺ کہ از قبیل صفات و احوال امت لاتعد ولاتحصی است خصوصاً صفات و احوال باطن کہ علم ہیچکس بکنہ آں نرسد، و مذکور از بعضے صفات ظاہر است کہ علماء و احصاء آں نمودہ ذکر کردہ اند و معجزات ہمہ از قبیل است از ہیچ یکے از انبیاء ظاہر نشدہ لیکن آنرا بابے جدا ہنادہ شد از جہت عظیمت و کثرت آنہا'' (مدارج النبوت جلد ا ص ۱۱۵)

رسول اللہ ﷺ کے خصائص جن کا تعلق آپ کی صفات و احوال سے نہیں (یعنی وہ آپ کی صفات اور احوال کے قبیلہ سے نہیں)

ان کی تعداد احاطہ شمار سے باہر ہے (ان گنت ہیں (بالخصوص آپ کے باطنی احوال اور باطنی صفات کسی شخص کو ان کی حقیقت تک علمی رسائی نہیں۔ ان میں سے جو بعض صفات ظاہر ہوئی ہیں علماء ان کو احاطہ تحریر میں لائے ہیں آپ ﷺ کے معجزات اسی قبیلہ سے ہیں اور یہ وہ صفات ہیں جن کا ظہور اور صدور کسی نبی سے نہیں ہوا ان صفات خاصہ کی عظمت اور کثرت کی وجہ سے ان کو الگ باب کی صورت دی گئی ہے شیخ محقق کی کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صفات و احوال لاتعداد اور بے شمار ہیں ان کی

حقیقت اور تہہ تک پہنچنا طاقت بشری سے بالاتر ہے، ان صفات اور احوال سے جن کا ظہور ہوا ہے علماء ان کو بیان اور ضبط تحریر میں لائے ہیں اور ان کو معجزات کا نام دیا ہے"

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی تفصیلات میں یہ تحریر فرمایا: "و در وقت ولادت شریف بتان ہمہ سرنگوں افتادند، نظر بجانب آسمان داشتہ، و انگشت شہادت برداشتہ، و دید مادر او کہ نورے از وے برآمد کہ روشن شد بآن کوشکہائے شام، و مے جنید مہد وے بجنبانیدن ملائکہ و تکلم کرد در مہد، و نوشتہ اند او را کہ سخن میکرد بوے قمر در مہد و میل میکرد ہر جانب کہ اشارت مے کرد از آں جملہ سایہ کردن ابر است مر آنحضرت در گرمی آفتاب" "و بحیرا راہب او را بشناخت" (مدارج النبوت جلد ا، ص ۱۱۹)

ترجمہ: آپ کی ولادت کے وقت تمام بت اوندھے منہ گر پڑے، جنات نے نعتیہ قصائد پڑھے شکم مادر سے طاہر پاکیزہ اور ختنہ شدہ تولد ہوئے، آپکی ناف کٹی ہوئی تھی، ولادت رکوع اور سجدہ کی حالت میں ہوئی، نظر آسمان کی طرف لگی ہوئی تھی، شہادت کی انگلی اٹھائے ہوئے تھے، والدہ محترمہ نے ایک نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے آپ کا پنگھوڑا، فرشتوں کے حرکت دینے سے حرکت کرتا تھا، مہد میں آپ نے کلام فرمایا علماء نے لکھا ہے کہ مہد میں چاند آپ سے ہمکلام ہوتا اور ادھر ہی پھر جاتا جدھر آپ کی انگلی کا اشارہ ہوتا تھا سورج کی گرمی میں بادل آپ پر سایہ کرتا، بحیرا راہب نے بحیثیت نبی آپ کو شناخت کیا"

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے ان خوارق عادات کو آپ ﷺ کے خواص قرار دیا اور یہ وضاحت کی کہ آپ ﷺ کے علاوہ کسی نبی کو ان خواص سے مشرف نہیں فرمایا گیا اور یہ خواص آپ کے معجزات ہیں، جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ آپ پیدائشی نبی ہیں آپ کی ولادت پاک سے لے کر چالیس سال کی عمر شریف مکمل ہونے تک کا سارا زمانہ، آپ کی نبوت کا زمانہ ہے۔

"من تتبعها علم ان کل واحد منها و ان کان لا یدل علی کونه نبیا لکن مجموعها مما لا یحصل الا لله للنبی" (المنقذ من الضلال بحوالہ مواقف ص ۲۸۴)

نبوت کے اعلان سے قبل اور اعلان کے بعد دعوت و تبلیغ کے احوال کا جو بھی ملاحظہ کرے وہ اس نتیجہ پر

پہنچے گا کہ ہر حال انفرادی طور پر دلیل نبوت نہیں، لیکن ان احوال کا مجموعہ دلالت کرتا ہے کہ یہ احوال نبی کے علاوہ کسی اور شخص کے نہیں ہو سکتے گویا اعلان نبوت سے قبل کے حالات جن کا تعلق آپ کی معاشرتی زندگی سے ہے آپ کی نبوت کے دلائل ہیں لیکن جن احوال و خصائص کی تفصیل شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہے ان کا تعلق آپ کی ذات کریمہ سے ہے اور یہ امور آپ کی ذات، اور حقیقت کے خواص اور آپ کی نبوت کے لئے دلائل قاطعہ ہیں ماننا پڑے گا کہ جب آپ کی روح مقدسہ جو وصف نبوت سے متصف تھی کا حلول و سریان آپ کے جسد اطہر میں ہوا تو آپ کا جسد انور نبوت کے وصف کا محل اور اس سے موصوف ہو گیا اور جب تک یہ جسد اطہر ہے نبوت کے وصف سے موصوف اور اس کا محل ہے جب محل اور موصوف ہے تو نبوت موجود ہے انکار و نفی چہ معنی دارد؟

ظہور قدسی سے لے کر چالیس سال تک عمر شریف کو نبوت سے معزول قرار دینا اور نبوت بالقوہ کا قول کرنا خلاف اصول ہے۔

تحقیقات نے تحریر کیا ہے کہ محل بحث وہ نبوت ہے جو اللہ اور بندوں کے درمیان سفارت ہے اور افاضہ اور استفاضہ افادہ اور استفادہ کا واسطہ اور وسیلہ ہے اور اس نبوت میں صرف اس نبی کی ذات کی تکمیل ملحوظ ہے اور اس کا ذاتی فائدہ ہے نہ کہ مخلوق کا تو اس کو یہاں زیر بحث لانے کا کیا فائدہ؟ (ص ۱۰۰)

توضیحاً کہا جائے گا کہ یہ عبارت تضاد پر مبنی ہے کیونکہ زیر بحث وہ نبوت ہے جو نزول وحی سے پہلے جو چالیس سال کی عمر شریف سے قبل آپ کو حاصل ہے تحقیقات کا موقف انکار و نفی ہے تحقیقات نے جو محل بحث بیان کیا ہے وہ رسالت ہے جیسا کہ ان کی تعریف سے ظاہر ہے۔ علامہ سعد الدین تفتازانی نے یہ تعریف رسالت کی بیان فرمائی ہے۔ اس کے لئے دیکھئے شرح عقائد ص ۱۳۳ یہ محل بحث ہی نہیں تحقیقات کا رسالت کو محل بحث قرار دینا غلط ہے اور خروج عن البحث ہے۔

تحقیقات نے نبوت کا مفاد افاضہ استفاضہ افادہ اور استفادہ بیان کیا ہے یہ درست اور مسلم ہے مگر یہ اس وقت ہوتا ہے جب نبی اور رسول مامور من اللہ ہو اور اس پر دعوت تبلیغ احکام اور اظہار نبوت فرض ہو جیسا

کہ غار حراء میں جبریل امین نے نزول قرآن کے ذریعے اعلان نبوت اور اعلانیہ تبلیغ کرنے کا حکم سنایا تھا دعویٰ نبوت سے قبل ان امور کا صدور نبوت کے لئے لازم نہیں جیسا کہ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے محدثین کا مذہب بیان فرمایا ہے۔

تحقیقات نے لکھا کہ اس نبوت میں اس نبی کی ذات کی تکمیل ملحوظ ہے اس کا ذاتی فائدہ ہے نہ کہ مخلوق کا بقول تحقیقات اگر نبوت کا وجود اور مفہوم افادہ، استفادہ، افاضہ، استفاضہ سے عبارت ہو تو تین سال کے عرصہ میں اسرافیل علیہ السلام آپ کے مصاحب رہے اور ضروریات زمانہ اور ضروری تعلیمات سے آگاہ کرتے رہے نبوت کا زمانہ نہ ہوگا مزید رویائے صالحہ، مبشرات اور خلوت نشینی کے ادوار، ادوار نبوت نہ ہوں گے جبکہ بالاتفاق یہ ازمنہ نبوت ہیں اس پر گفتگو بحوالہ امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ پہلے چکی ہے پھر دیکھنا یہ ہے کہ کیا افادہ، استفادہ، افاضہ، استفاضہ لوازمات نبوت ہیں اور احکامات نبوت ہیں کیونکہ ان کا وجود اور تحقیق وحی پر موقوف ہے دوسرے لفظوں میں افادہ، استفادہ، افاضہ، استفاضہ نزول وحی کے بغیر ممکن نہیں تو اس سے رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد نبوت، نبوت نہ ہوگی کیونکہ وحی کی آمد بند ہے وحی کی بندش سے نزول احکام بند ہیں لہٰذا افادہ، استفادہ، افاضہ، اور استفاضہ بھی بند ہونا چاہیے حالانکہ ان امور کا وجود ثابت اور متحقق ہے کیونکہ نبوت روح کی صفت ہے امام شہاب الدین الخفاجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"و اذا كانت النبوة صفة روحه علم انه صلى الله عليه و سلم بعد موته نبي و لا يضر انقطاع الاحكام و الوحي" (جواہر البحار جلد ۳ ص ۳۵۷)

جب نبوت آپ ﷺ کی روح اقدس کی صفت ہے تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ انتقال کے بعد بھی نبی اور رسول ہیں احکامات اور وحی کی بندش آپ کی نبوت اور رسالت کے لئے مضر نہیں یہ امر مسلمہ ہے کہ افادہ، استفادہ، افاضہ، استفاضہ نزول احکام اور نزول وحی پر موقوف ہے نزول وحی کے بغیر یہ امور ناممکن ہیں، جب ان امور رسالت اور فرائض انسانی کا تعلق نزول وحی سے ہے تو ثابت ہوا کہ یہ امور، لوازمات رسالت ہیں، لوازمات نبوت نہیں، تحقیقات کو اس مسئلہ میں سہو ہوا ہے۔

ثانیا: واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق انسانی سے انبیاء کرام اور رسول عظام کو ایک منفرد حیثیت اور امتیازی شان والے پیدا فرمایا ہے، جہاں ان کا منصب مخلوق کے لئے افادہ، استفادہ، افاضہ، ستفاضہ کا باعث ہے وہاں ان کی ذوات بھی مخلوق خدا کے لئے منبع فیوض و برکات ہوتی ہیں'' خود تحقیقات نے تحریر کیا ہے کہ:

الغرض آپ ﷺ کی روح مبارک بمع آپ کے جوہر جسمانی اور مادہ نورانی کے ہزاروں سال عالم اجسام میں موجود رہی اور اس کے فیوض اور برکات سے آباؤ اجداد، قبائل اور علاقے مستفید ہوتے رہے۔ (ص ۷۸)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت ہزاروں سال عالم اجسام میں جلوہ گر رہی اور دنیا کو اپنے فیوض و برکات سے نوازتی رہی اور مخلوق خدا، استفادہ اور استفاضہ کرتی رہی کیونکہ روح ہی وصف نبوت سے متصف تھی'' جب ظہور قدسی سے قبل ہزاروں سال انسانیت آپ کی نبوت سے مستفیض ہوتی رہی تو ظہور قدسی کے بعد وہ کون سے عوامل تھے جس نے آپ ﷺ کو افاضہ، افادہ اور مخلوق کو استفاضہ، استفادہ سے روک دیا تھا اگر افادہ استفادہ، افاضہ، استفاضہ نہ تھا تو احکام کا یعنی احکام شرعیہ کا فیضان نہ تھا کیونکہ ابھی نئی شریعت قرآن کی صورت میں نازل نہ ہوئی تھی اور اگر اس دورانیہ میں آپ پر احکام کا

نزول ہوتا تو دعوت و تبلیغ آپ پر واجب ہوتی ایسی صورت میں آپ صرف نبی نہ ہوتے بلکہ رسول بھی ہوتے لہٰذا تحقیقات ص ۱۰۰ اور ضمنیات قائم کر کے آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کرنا غلط اور خود اپنی تحریر محررہ صفحہ 78 کی روشنی میں غلط ہے۔

ثالثا: افاضہ، استفاضہ، افادہ، استفادہ کی شرط، خود تحقیقات کی تصریح کے خلاف ہے کیونکہ تحقیقات نے ضمنی نمبر 6 میں تحریر کیا ہے کہ علاوہ ازیں جو ہستی اپنی تکمیل و تربیت اور تصفیہ و تزکیہ میں مصروف ہوگی وہ لوگوں کے لئے نبی بالقوۃ ہی ہوگی نہ کہ بالفعل (ص ۱۰۱) تحقیقات کا یہ اعتراف کہ چالیس سال کے بعد نبوت ملتی ہے اور وہ نبوت بالفعل ہوتی ہے اور وہی نبوت کا وجود اور ثبوت ہوتا ہے تو اس کا مفہوم یہ ہوا

کہ چالیس سال سے پہلے نبوت نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی تو ضمن میں نمبر 6 میں چالیس سال سے پہلے نبوت بالقوۃ کا قول صریح اصل موقف کی نقیض نہیں؟ اگر چہ یہ چکر بھی اصول منطق کی بنیاد پر بذات خود غلط ہے تفصیل پہلے آ چکی ہے۔

رابعاً: قول بالقوۃ میں رسول اللہ ﷺ کی کیا خصوصیت باقی رہ جاتی ہے بالقوۃ تو عموم معنی مشارکۃ غیر اور شرکت کثیرہ کے لئے مفید ہے جبکہ عالم ارواح سے لے کر قیامت تک بصورت بقاء دوام اور استمرار آپ کی نبوت اور رسالت کا وجود اور تحقق آپ کے خواص میں سے ہے۔

خامساً: تحقیقات کے نزدیک نبوت کا وجود اور نبوت چالیس سال کے بعد ہے اور نزول وحی کے اعتبار سے ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی عمر شریف کے چالیس سال مکمل ہوئے تو وحی کا نزول ہوا تھا جب وحی کا آغاز اور نبوت کا وجود چالیس سال کے بعد ہے تو چالیس سال سے پہلے وحی ہے نہ نبوت تو نبوت بالقوۃ کا قول صریح کس دلیل اور کس بناء پر؟

سادساً: اگر بدوں وحی اور بدوں تکمیل مدت نبوت بالقوۃ موجود ہے تو ماننا پڑے گا کہ چالیس سال سے قبل آپ ﷺ نبی تھے اگر چہ مدت کی تکمیل ہوئی تھی نہ وحی کا نزول ہوا تھا۔

سابعاً: بحمد للہ ذخیرہ دلائل سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ کی ذات اقدس عالم ارواح میں بطور خاص وصف نبوت سے بالفعل متصف تھی، اگر چہ تحقیقات اور غلام محمد بندیالوی شرقپوری وغیرہ کا موقف اس بارے میں متضاد ہے ظہور قدسی سے لے کر چالیس سال کی تکمیل تک کا عرصہ اگر نبوت سے خالی ہے۔ اس عرصہ میں آپ ﷺ کا نبوت بالفعل سے متصف ہونا تو درکنار آپ نبی ہی نہیں تو یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ آپ نبی نہیں تھے، کہ اگر چالیس سال کی مدت دلیل ہو جیسا کہ محدثین اور دیگر علمائے عظام کے اقوال مجاز مرسل کے طور پر واقع ہوئے ہیں تو ان کے مقابل اعاظم علمائے امت کے اقوال آپ کی پیدائشی نبوت کے ثبوت اور وجود میں بھی بکثرت موجود ہیں، لہٰذا چالیس سال والی دلیل، دلیل راجح اور قابل عمل نہ رہی، خود تحقیقات اور اس پر تقریظ لکھنے والوں نے آپ کے پیدائشی نبی کا اعتراف بھی کیا ہے، جس طرح ظہور قدسی سے لے کر چالیس سال کی تکمیل کے دورانیے کو بالقوۃ نبوت میں شمار کرنا غلط

ہے اسی طرح اس عرصہ کو نبوت سے عاری اور محروم قرار دینا بھی غلط ہے کیوں؟ بقول تحقیقات اگر یہ عرصہ نبوت سے محروم اور معزول ہے تو یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ آپ کی ذات اطہر ایک بار پہلے عالم ارواح میں نبوت بالفعل سے متصف رہ چکی ہو اور دوسری بار چالیس سال کی عمر کے بعد پھر دوبارہ بالفعل نبوت سے مشرف فرمایا گیا ہو تو یہ درمیانی عرصہ محرومی اور معزولی سے کیوں دوچار رہا؟ یہ وہی ذات، وہی روح نہیں جو بطور خاص سب سے پہلی مخلوق اور بطور خاص سب سے پہلے نبی تھی؟ انا اول الانبیاء خلقا و آخرھم بعثاً کی مصداق اور مدلول نہیں؟ کیا یہ خواص جو صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کو بارگاہ احدیت سے فیضان ہوئے تھے واپس لے لئے گئے تھے؟ خواص تو واپس نہیں لئے جاتے ضحک اور کتابت انسان کے خواص ماہیت ہیں واپس نہیں گئے جوہر قابل ابعاد ثلاثہ خاصہ جسم ہے جسم جو ہوگا جہاں ہوگا یہ خواص موجود ہوں گے جو ہر جسم متحرک بالا رادہ خاصہ حیوان ہے۔ وجود حیوان کے ساتھ متحقق ہوں گے علمائے امت نے آپ کا تخلیق اول ہونا روح انور کا وصف نبوت سے متصف ہونا عالم ارواح میں آپ کی ذات مقدسہ کا بالفعل نبوت سے متصف ہونا آپ کے خواص فرمایا ہے لہٰذا جہاں بھی آپ کی روح اقدس کا حلول وسریان ہوگا مع وصف نبوت ہوگا اذا ثبت الشی ءثبت لجمیع لوازمہ کی تعبیر وتشریح ہوگی۔

اس لحاظ سے بھی ظہور قدسی سے لے کر چالیس سال تک عمر شریف کو خاصہء نبوت سے عاری اور خالی قرار دینا غلط ہے۔

ثانیاً: ظہور قدسی سے پہلے آپ کی نبوت بالفعل ثابت ہو چکی ہے اس کے بعد نبوت کی نفی، اور علی سبیل التنزل نبوۃ بالقوۃ کا قول کیوں؟ زید ایک بار کاتب بالفعل کا منصب حاصل کر چکا پھر کتابت کا عمل ترک کر دیا عملی اظہار نہیں کر رہا تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اب زید کو کتابت بالقوۃ کہنا درست نہیں کیونکہ یہ پہلے کاتب بالفعل رہ چکا ہے، اس کی ذات کتابت سے اب بھی متصف ہے وصف کتابت اس کی ذات میں موجود ہے اگرچہ اظہار مفقود اور معدوم ہے بالقوۃ تو صلاحیت اور استعداد کا نام ہے جس کا وجود ثبوت اور تحقق ضروری نہیں بلکہ پردہ عدم میں ہے اسی طرح ظہور قدسی سے لے کر چالیس سال کی

عمر تک آپ کے لئے نبوت بالقوۃ یا نفی نبوت کا قول خلاف اصول ہے۔

نزول وحی سے قبل نبی ماننا حماقت ہے نہ جہالت نہ ماننا جہالت اور حماقت ہے

تحقیقات نے ضمن نمبر 5 میں لکھا کہ اگر یہ مذہب اور مسلک اور نظریہ وعندیہ قابل قبول اور لائق اعتداد ہوتا تو اکابرین ملت ایسے لوگوں کو جاہل و نادان اور عقل و فہم دانش اور بینش سے عاری اور خالی کیوں ٹھہراتے؟ اور اس کو دین و مذہب اور منصب نبوت اور خلافت کے ساتھ بدترین مزاح اور استہزا کیوں قرار دیتے؟ جیسا کہ علامہ میر سید اور حضرت امام قرطبی اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہم اللہ تعالیٰ کے ارشادات نظر نواز ہو چکے ہیں۔ (ص۔۱۰۱)

توضیحاً کہا جائے گا کہ عالم ارواح سے لے کر نزول وحی تک نبوت کی بقاء، دوام اور استمرار کا قول جہالت، نادانی، عقل و فہم، دانش و بینش سے عاری اور دوری کا قول نہیں بلکہ اعاظم علمائے امت کا قول اور مذہب ہے جس کو دلائل قاہرہ اور براہین قاطعہ کی قوت لازوال حاصل ہے، بحمدللہ مشت نمونہ از خروارے ان علماء کی فہرست بھی نقل ہو چکی ہے البتہ من نہ مانم کی آزادی قول ہر شخص کو حاصل ہے، تحقیقات نے بزور قلم چالیس سال سے قبل، نبوت کی نفی کر دی ہے، اگر یہ عقیدہ ایسا ہے جیسا کہ تحقیقات نے متعدد فتاویٰ (جو اوپر گذرے ہیں) سے مزین کر کے نقل کیا ہے تو امام سلیمان الجمل امام قونوی، ملا علی قاری، امام رازی محی الدین ابن عربی، امام شعرانی، علامہ آلوسی، قاضی عیاض، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی حافظ عماد الدین بن کثیر، علامہ شہاب الدین الخفاجی، سید احمد عابدین امام قسطلانی، امام غزالی اور دیگر بے شمار علماء و عرفاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے متعلق کیا فتویٰ ہو گا؟ یہ اعاظم علمائے امت دائمی استمراری نبوت کے قائل ہیں، غلام محمد بندیالوی شرقپوری کے متعلق کیا رائے ہو گی وہ بھی تو پیدائشی نبی کا

قول کر چکے ہیں، اگر وہ مذکورہ بالا اوصاف سے متصف ہیں تو ان سے تقریظ لکھوانے کا مقصد؟

تحقیقات نے سید سند شریف کا حوالہ دیا کہ انہوں نے ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو جاہل اور احمق کہا ہے۔

علامہ جرجانی کے قول کو جس کی آڑ میں تحقیقات نے نزول وحی سے قبل نبی ماننے والوں کو جاہل، احمق وغیرہ وغیرہ کہا ہے۔ سیاق وسباق کے حوالے سے دیکھنا ضروری ہے کہ سباق یہ ہے۔

''و لا یخفی بعده مع انه لم یتکلم بعد هذه الکلمة المنقولة عند بینت شفة الی او انه و لم یظهر الدعوة بعد ان تکلم بها الی ان تکامل فیها شرائطها''

یہ پوشیدہ نہ رہے کہ عیسیٰ علیہ السلام إنی عبداللہ اتانی الکتاب الخ کے کلمات بچپن میں کہنے کے بعد آخر وقت تک نہیں کہے یعنی نہیں دہرائے اور نہ ہی شرائط نبوت کی تکمیل تک دعویٰ نبوت کیا ہے؟ اگر بچپن میں نبی نہ ہوتے تو ان کلمات کو دہراتے اور دعویٰ نبوت بھی کرتے سید سند نے اس کا جواب دیا ہے کہ بچپن میں اعلان نبوت کرنے کے بعد چالیس سال تک دعویٰ نبوت نہ کرنا اور کلام نہ کرنا ایسا امر ہے جس کو کوئی عقل مند تسلیم نہیں کرتا تحقیقات کا اس عبارت سے یہ استدلال کرنا کہ وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو چالیس سال کی عمر سے قبل نبی مانتے ہیں وہ نعوذ باللہ ایسے ویسے ہیں بالکل غلط ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے بچپن میں اپنی نبوت کا اعلان فرمایا نہ اپنی نبوت کو چھپایا بلکہ نزول وحی کے بعد فرمایا ہے جبکہ آپ ﷺ عمر شریف کے چالیس سال پورے کر چکے تھے جو نبوت بالفعل کے لئے شرط ہے، مذکورہ بالا قول غیر معقول اور غیر منطقی اس لئے بھی ہے کہ ایک بار دعویٰ نبوت کرنے کے بعد چالیس سال تک خاموشی اختیار کئے رکھنا یہ اخفاء نبوت ہے جو جائز نہیں رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا معاملہ اس سے قطعی مختلف ہے آپ نے بچپن میں اپنی نبوت کا اعلان نہیں فرمایا۔

تا کہ مماثلت قائم کر کے علامہ جرجانی کے قول سے فتویٰ جاہلیت وغیرہ سرزد کیا جائے، تحقیقات نے کلام کے سیاق وسباق کو دیکھے بغیر فتویٰ جڑ دیا ہے، علماء تو رہے در کنار ایک جاہل شخص بھی یہ کہنے کو تیار نہیں اور نہ ہی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چالیس سال تک نبوت کو چھپائے رکھا، تحقیقات نے اس پر امام نیشاپوری، مجدد الف ثانی، مولانا امجد علی رحمہم اللہ کے جو حوالہ جات ص 80 تا 83 پر پیش

گئے ہیں غیر متعلقہ اور غیر مطبقہ ہیں بلکہ علامہ جرجانی اور ان حضرات کے اقوال کو نزول وحی سے قبل نبوت کی نفی اور اخفاء پر پیش کرنا علم دانش اور بینش سے دور ہونے کی دلیل ہے۔

تحقیقات میں ہے ہمارے معاصر محققین حضرات نبی اکرم ﷺ کی آغاز ولادت سے نبوت ثابت کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحیی علیہ السلام کو بچپن میں ملنے والی نبوت کو دلیل بناتے ہیں مگر انہوں نے تو تبلیغ بھی کر دی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی عبدیت کا اعلان کیا کتاب دیئے جانے کے بعد نماز وزکوۃ کی ادائیگی کے ساتھ مامور ہونے اور والدہ ماجدہ کے ساتھ بر واحسان سے پیش آنے کا پابند ہونے وغیرہ وغیرہ کا اعلان فرمایا اور اپنی حیثیت کو واضح کر دیا، یوں ہی حضرت یحیی علیہ السلام بھی ہم جولیوں کو فرماتے تھے کھیل کود اور لہو ولعب کیلئے پیدا نہیں کئے گئے بلکہ اللہ تعالی کی عبادت کیلئے پیدا کیے گئے ہیں لہذا آؤ اپنے خالق و مالک کی عبادت کریں۔ (ص 102)

مذکورہ یہ عبارت بالکل واضح ہے اور اس میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدائشی نبی ہیں، اور یہ بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ انہوں نے تبلیغ بھی فرمائی ہے بچپن میں ہی تبلیغ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو وحی ہوتی تھی وحی اس لئے ہوتی تھی کہ وہ نبی تھے تحقیقات کا یہ اقتباس ہمارے موقف کی تائید اور اس کے اپنے موقف کی واضح تردید ہے تحقیقات تو چالیس سال سے پہلے کسی کو نبوت ملنے اور نبی ماننے کے لئے تیار نہیں اگر عیسیٰ علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام بچپن سے ہی نبی ہیں تو چالیس سال کے بعد نبوت دیئے جانے اور ملنے کا کلیہ کہاں گیا؟ جبکہ بقول مواقف ''لم یظهر الدعوة بعد ان تكلم بها الى ان تكامل فيها شرائطها'' انہوں نے بھی دعویٰ نبوت چالیس سال کے بعد ہی کیا ہے۔

بقول تحقیقات اگر ان انبیاء کرام نے بچپن میں ہی اعلان عبدیت اور تحریص عبادت پر مبنی تبلیغ کر دی ہے تو یہ تبلیغ کس نبوت کا اثر مرتب ہے؟ پہلی کا یا دوسری کا جس کا اظہار چالیس سال کے بعد کیا گیا ہے دوسری نبوت کا ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ ابھی اس کا تحقق و جود اور مرحلہ بہت دور ہے اگر پہلی نبوت کا ہے تو پھر چالیس سال سے قبل نبوت پر ایمان لانا واجبات شرعیہ سے ہوگا نفی اور انکار کی گنجائش جاتی رہے گی

اور اگر اس کلام کو معجزانہ عمل قرار دیا جائے پھر بھی نبوت کا وجود پہلے تسلیم کرنا پڑے گا اور اگر یہ ارہاص ہو اور بعد میں آنے اور ملنے والی نبوت کی دلیل قرار دیا جائے تو پھر اعلان عبدیت اور تحریص عبادت کو بھی مستقبل طور پر محمول کرنا پڑے گا اور یہ متقضائے حال کے خلاف ہے کیونکہ اس کلام کا مقصد حضرت مریم علیہا السلام کی عفت، طہارت اور تقدیس کو بیان کرتا ہے مقتضائے حال کے مطابق فوری ضرورت ہے اس میں تاخیر روا نہیں، یحیٰی علیہ السلام کا ہم عمر ساتھیوں کو عبادت کی ترغیب اور تحریص دلانا بھی وقتی ضرورت ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک کام مدت مدید کے بعد ہونے والا ہو اور ابھی سے اس کا حکم دیا جائے اور تحریص دلائی جائے۔

ثانیاً: حضرت یحیٰی علیہ السلام کا کلام کرنا تبلیغ ہے جو ضرورت وقت ہے لیکن نبی کریم ﷺ کی نبوت آپ کا خاصہ ہے جس کا تعلق مقتضائے حال سے نہیں بلکہ فیضان خداوندی سے ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام معجزہ اس لئے ہے کہ آپ کی والدہ محترمہ کے دامن عفت اور ردائے تطہیر کو شک و الزام کی آلودگی سے داغدار کیا گیا ہے اس لئے معجزانہ طریق کار کے تحت عفت و پاکدامنی کو بیان کرنا ضروری قرار پایا جبکہ نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت اور ابتدائے آفرینش سے لے کر ظہور قدسی تک تمام اصلاب و ارحام پر تقدس اور طہارت کا پہرہ قائم رہا۔

ثالثاً: حضرت مریم علیہا السلام کی گود میں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ہی آپکی پہلی پیدائش اور تخلیق اوّل ہے جبکہ نبی کریم ﷺ کی ذات، حقیقت اور روح کی تخلیق کائنات کی ہر شیء سے پہلے ہوئی ہے عالم ارواح میں ملائکہ اور ارواح کے سامنے بحیثیت نبی تبلیغ و تربیت فرما چکے ہیں، اور تولد ہوتے ہی الحمدللہ کا جملہ زبان سے بول چکے ہیں، "انی عبداللہ" اور الحمدللہ کے درمیان جو لفظی اور معنوی تفاوت ہے وہ اہل نظر اور صاحب علم و دانش پر مخفی نہیں،، بقول شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ راکع، ساجد ہو کر شہادت کی انگلی اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی واحدانیت اور توحید کا اعلان بھی فرما چکے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحیٰی علیہ السلام نے صرف نماز، زکوۃ برونیکی کی تبلیغ کی مگر بقول شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی توحید، اپنی عبدیت اور صفات خداوندی اور اس کیلئے تمام

محامد کو بیان فرمایا ہے کیا یہ تبلیغ نہیں؟ بلکہ یہ تو تبلیغ عملی ہے تحقیقات کا یہ کہنا کہ تبلیغ یقیناً مستحب امر ہے تو بطور استحباب ہی آنحضرت ﷺ تبلیغ فرماتے رہتے یہ کس قدر بھونڈی سوچ ہے، بحرالعلوم والفنون اور مجدد ماننے والوں کی نظریں ص، ۱۰۲، پرنہیں پڑیں؟ کیا بقول ان کے بحرالعلوم والفنون کا علم محدثین اور علمائے کلام کے علوم سے زیادہ ہے؟ بحرالعلوم والفنون کو اتنا پتہ بھی نہیں کہ حلال، حرام، فرض، واجب، مستحب امور کا مبداء اور جو چیز ان کا مبداء وجود ہے اس کا موقوف علیہ کیا ہے؟ اور موقف علیہ کے وجود کی شرط اور علت موجبہ کیا ہے؟ یہ امور جب پائے جائیں جہاں پائے جائیں وہ نبوت بالفعل ہوگی جو مانحن فیہ ہے، ہی نہیں۔

تحقیقات کی بوکھلاہٹ

تاہم یہ چیز ذہن میں ضرور رہنی چاہیے کہ تحقیقات اور اس کے عقیدت مندوں نے مختلف پینترے بدلے کبھی کہا کہ نبوت کے ملنے اور دیئے جانے کی شرط چالیس سال کی تکمیل ہے اس سے پہلے کوئی نبی نہیں ہوسکتا کبھی کہا کہ رسول اللہ ﷺ نبی نہیں تھے، کبھی کہا آپ بالقوۃ نبی تھے کبھی کہا کہ کنت نبیا وآدم بین الماء والطین حدیث اپنے ظاہری اور حقیقی معنی میں نہیں، مستقبل کیلئے اعلان اور تشہیر ہے جو رسول اللہ ﷺ کو نزول وحی سے قبل نبی مانے وہ جاہل، احمق۔ دانش وبینش سے محروم اور عاری ہے وغیرہ وغیرہ، آخر میں حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کو رسول تسلیم کیا اور ان کے کلام کو تبلیغ کہا لیکن رسول اللہ کیلئے نہایت ہی بھونڈے انداز میں نبوت کی نفی کی اور انکار کیا،، یہ تحقیقات کے علوم وفنون کا تبحر، اور یہ ہے تجدید ملی،،

نبی پر تبلیغ واجب نہیں رسول پر واجب ہے

تحقیقات نے نبی پر تبلیغ کے واجب ہونے پر مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ''تبلیغ حق بر پیغمبر واجب است'' مرتقیہ را آنجا راہ دادن بزندقہ می کشد قال اللہ تعالیٰ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الآیہ'' (ص:۹۳)

آیہء مقدسہ میں یاایھا الرسول واقع ہوا ہے جس سے واضح ہے کہ آیہء مقدسہ میں رسالت اور اس کے متعلقہ دعوت وتبلیغ کا حکم ہے رسول تو ہے ہی اس لئے کہ وہ اللہ کے احکامات لوگوں تک پہنچائے جیسا کہ رسول کے لفظ ،لغوی اصطلاحی اور شرعی معنیٰ سے عیاں ہے جبکہ نبی کا معنیٰ خبر دیا ہوا خبر دینے والا عظیم المرتبت انسان ہے نبی اور رسول کا لغوی اصطلاحی اور شرعی معنیٰ معلوم ہو جانے کے بعد نبوت پر رسالت کے احکامات ،عنوانات کا اجراء غلط اور نا قابل تسلیم اور لائق حجت نہیں ،مجدد صاحب نے رسالت اور اس کے فرائض منصبی کا ذکر فرمایا ہے علی سبیل التنز ل اگر رسول کا معنیٰ نبی ہو تو اس سے مراد نبی مبعوث الی الخلق ہوگا جو رسول کا مرادف ہے۔

تحقیقات نے لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق چالیس سال کے عرصہ تک تقیہ اور اخفاء دین و مذہب کو جائز رکھنا اس کا بالفعل قول اور معتقد ہونا کسی مسلمان کے لائق اور شایان شان نہیں ہے ورنہ وہ اپنے ایمان واسلام سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔(ص 94)

تحقیقات کا یہ فتویٰ بسر وچشم قبول اور منظور ہے فتویٰ کا اصول وصدور یہ ہے کہ تحریری ،یا زبانی بے راہ روی یا غیر اسلامی امر کا ارتکاب ہوا ہو اور پھر ثابت بھی ہو کیا ایسی کوئی تحریر یا قول تحقیقات کے علم میں ہے؟ اگر ہے تو فتویٰ درست ہے ورنہ یہ ایک ایسا الزام ہے جاہل سے جاہل شخص بھی اس کا قائل نہیں۔

تحقیقات نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ اگر ''اندک تامل کنند صریح معلوم تواند نمود کہ بعثت نبی ونصب امام نموذن و باز اورا باخفا امر کردن الخ؛ یہ عبارت بھی نزول وحی سے قبل نبوت کی نفی پر بطور استدلال پیش نہیں کی جاسکتی کیونکہ یہاں نبوت مبعوثہ الی الخلق کا ذکر ہے جو رسالت کا ہم معنیٰ اور مرادف ہے عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ نبی کو مبعوث فرما کر تبلیغ احکام پر مامور فرما کر پھر تقیہ کرنے کا حکم دینا ،یا اخفائے نبوت کا حکم دینا یہ تمسخر لہو ولعب ہے جو منصب نبوت اور شان خداوندی کے خلاف ہے۔

امر نبوت ورسالت ہو یا امارت وخلافت کا مسئلہ اس میں تقیہ کرنا اظہار واعلان کے بعد اس میں اخفاء و تقیہ کرنا شیعہ کا مذہب تو ہوسکتا ہے لیکن اہل سنت و جماعت کا نہیں تحقیقات نے تضاد مسالک کا خیال

نہیں رکھا جو آیا وہ لکھ دیا ہے۔

تحقیقات نے رسول کی تعریف نبی کی تعریف لکھ کر دھوکہ کھایا اور دھوکہ دیا ہے

تحقیقات نے لکھا ہے کہ لیکن ان حضرات نے یہاں دھوکہ کھایا ہے اور دوسروں کو بھی دھوکہ دے رہے ہیں رسول اور نبی میں بعض حضرات کے نزدیک مساوات ہے اور اندریں صورت نبی اور رسول کا معنیٰ یہ ہے انسان بعثہ اللہ الی الخلق تبلیغ الاحکام، (شرح عقائد، شرح مقاصد)

دراصل تحقیقات کو دھوکہ لگا ہے اور وہ دھوکہ دے رہے ہیں ملاحظہ ہو رسول کی تعریف والرسول نبی مع کتاب والنبی غیر الرسول من لا کتاب معہ مقدمہ شرح مواقف (ص ۲۱)

حاشیہ میں ہے "والرسول قد یخص بان لہ شریعۃ و کتاب و ھذہ العبارۃ ظاھرہ فی انہ بشرطہ فیہ کلا ھما مزید ان الرسول ھوالذی انزل علیہ الکتاب و النبی اعم و قیل الرسول من انزل علیہ جبریل و امرہ بالتبلیغ و النبی غیر الرسول من سمع صوتا او قیل لہ فی المنام انک نبی۔" (مقدمہ شرح مواقف حاشیہ ص ۲۱)

مزید رسول رسالت سے ہے اور رسالت "وھی سفارۃ العبد بین اللہ و بین ذوی الالباب من خلیقتہ" (شرح عقائد) ہم نے شرح عقائد اور شرح مواقف سے نبی اور رسول کی تعریفات نقل کی ہیں اور علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ چلپی نے جو تعریفات حواشی میں نقل کی ہیں وہ بھی نقل کی ہیں آخری دو تعریفیں جو رسول کی ہیں یہ علامہ سعد الدین التفازانی نے بیان فرمائی ہیں ان تمام تعریفات کو ملاحظہ کرنے کے بعد بدیہی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ تحقیقات نے خود بھی دھوکہ کھایا ہے اور دوسروں کو بھی دھوکہ دیا ہے کیونکہ رسول کی تعریف نبی کی تعریف بتائی اور اس پر چسپاں کی ہے۔

علامہ عبدالعزیز فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا لان الرسول یطلق عرفا علی کل من ارسل

بخلاف النبی (نبراس ص م) متکلمین کے عرف میں رسول وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ تبلیغ احکام کے لئے ارسال فرمائے اور نبی وہ ہے جس کو تبلیغ احکام کے لئے مبعوث نہ فرمایا جائے علامہ فرہاروی کی بیان کردہ تعریف سے ثابت ہوا کہ رسول وہ ہے جس کو تبلیغ احکام کے لئے مامور فرمایا جائے نبی وہ ہے جس کو تبلیغ احکام کے لئے مبعوث نہ فرمایا جائے اس سے بھی تحقیقات کا دھوکہ کھانا اور دھوکہ دینا واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔

ثانیا: مندرجہ بالا تعریفات بالعموم اور علامہ فرہاروی کی بیان کردہ تعریف سے بالخصوص ثابت ہوا کہ رسول کے لئے احکام شرعیہ کی تبلیغ واجب اور فرض ہے جبکہ نبی کیلئے تبلیغ واجب ہے نہ فرض تحقیقات کا یہ کہنا کہ الغرض رسول ہو یا نبی اللہ تعالیٰ کے احکام کی تبلیغ دونوں کے لئے ضروری ہے (ص 97) غلط ہے جس نبی کے لئے ضروری ہے اس سے مراد وہ نبی ہے جو مبعوث (مرسل) الی الخلق ہو اس معنی میں نبی اور رسول مترادف ہیں خلاصہ بحث یہ ہے کہ نبی اور رسول معناً مصداقاً اور احکاماً مغائر ہیں ان میں مساوات کا قول کرنا غلط ہے۔

تحقیقات نے خود لکھا کہ بعض نے کہا کہ نبی عام ہے اور رسول خاص ہے اور جمہور کا مختار یہی ہے (ص 96)

جب مذہب جمہور کے مطابق نبی اور رسول میں نسبت عام خاص ہے تو نسبت تساوی کہاں اور کیسے؟

تحقیقات نے ''ورنہ'' عنوان کے تحت جو ضمنیات ''ا'' تا ''ز'' قائم کر کے اپنا موقف بمع تبصرہ بیان کیا ہے اس کا تعلق نبوت مجوشہ الی الخلق تبلیغ الاحکام کے ساتھ ہے جو در حقیقت مفہوم رسالت ہے تحقیقات نے آیہ کریمہ میں واقع لفظ بعثت پر غور نہیں کیا؟ فبعث اللہ النبیین الآیہ (ص 98) اور یقتلون النبیین میں قتل اور علت قتل پر بھی غور نہیں کیا انبیاء کرام کی تبلیغات ان کی معاش اور معاشرت کے خلاف تھیں انبیاء کرام کے دروس و مواعظ ان کی گفتار کردار فکر و دانش کے خلاف اور بغرض تطہیر نفوس اور تزکیہ باطن تھے اسلئے انکار و تردید کے نتیجہ میں انبیاء کرام کو جام ہائے شہادت نوش کرنا پڑا اگر تبلیغ احکام کا سلسلہ نہ ہوتا تو انبیاء کرام کو منصب شہادت سے ہمکنار نہ ہونا پڑتا۔

نبوت کے لئے اظہار اور دعوت شرط نہیں

تحقیقات نے لکھا کہ منامات صادقہ سے پہلے چالیس سال کا عرصہ نہ آپ کو نبوت حاصل تھی نہ رسالت (100)

آیئے دیکھیں کہ کیا واقعی ایسا تھا؟ ہرگز نہیں درجہ ذیل شواہد کی موجودگی میں تحقیقات کا دعویٰ غلط ہے

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا پس دیر شد کہ ورقہ وفات یافت وزمان ظہور دعوت ورنیافت ودے از ایمان آرندگان وتصدیق کنندگان بآنحضرت است وزبان نبوت را نیافت (مدارج النبوت جلد دوم ص 32)

ترجمہ: کچھ عرصہ گزرا کہ ورقہ وفات پا گئے ظہور دعوت یعنی ظاہری دعوت اور رسالت کا زمانہ نہ پایا، لیکن وہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے والوں اور تصدیق کرنے والوں میں سے ہیں بلکہ علمائے محدثین نے ان کو صحابی کہا ہے چنانچہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے آوردہ اند آنکہ ورقہ را صحابی تواں گفت ظاہر تعریف صحابی کہ کردہ اند من رای النبی مومنا بہ صادق است بروئے وظہور دعوت وراں شرط نہ کردہ اند ولیکن در مشکوٰۃ حدیثے آوردہ کہ خدیجہ پرسید از حضرت حال ورقہ را بعد از وفات وے فرمود آنحضرت دیدہ ام من او را در خواب کہ بروئے جامہائے سفید است وایں علامت ایمان است (مدارج النبوت جلد دوم ص ۳۲) ترجمہ: رہا یہ کہ ورقہ کو صحابی کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ تو ظاہر ہے کہ صحابی کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ جس نے نبی کریم ﷺ کو ایمان کی حالت میں دیکھا یہ ان پر صادق آتی ہے اس میں ظہور نبوت کی شرط نہیں لگائی گئی مشکوٰۃ میں ایک حدیث مروی ہے کہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے ورقہ کے حال کی نسبت پوچھا کہ (وہ کہاں ہیں؟) وہ کیسے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ان کو خواب میں دیکھا ہے وہ سفید لباس پہنے ہوئے ہیں، سفید لباس

ایمان کی نشانی ہے۔

شیخ محقق نے مزید نقل فرمایا: ودر روضۃ الاحباب حدیثی آوردہ کہ دیدم قس را در جنت کہ بروے جامہائے سبز است زیرا کہ وے ایمان آورد بمن و تصدیق کرد مرا، مراد بقس ورقہ است (مدارج النبوت جلد دوم ص ۳۳)

روضۃ الاحباب میں ایک حدیث مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے قس کو جنت میں دیکھا ہے ان پر سبز رنگ کا لباس ہے کیونکہ وہ مجھ پر ایمان لائے اور میری تصدیق کی حدیث میں قس سے مراد ورقہ بن نوفل ہیں۔

تحقیقات نے لکھا کہ حق کی تبلیغ پیغمبر پر واجب اور لازم ہوتی ہے وہاں پر تقیہ کو راہ دینا اور اس کو جائز سمجھنا زندیقی اور بے دینی کی طرف لے جاتا ہے (ص ۹۳) اس سے چند سطور قبل لکھا کہ: اس لیے محقق علمائے کرام نے نبی اور رسول پر نبوت اور رسالت کے اظہار اور اعلان کو لازم اور ضروری ٹھہرایا ایسے منصب کے مالک کا اس کے متعلق نہ دعویٰ کرنا اور نہ گفتگو اور کلام کرنا خلاف عقل و دانش قرار دیا ہے (ص ۹۳)۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کو لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں تو اس وقت آپ ﷺ نبی تھے یا نہ؟ اگر نبی تھے اور بدون شک وشبہ نبی تھے تو آپ نے اپنی نبوت کا اظہار اور اعلان کیوں نہیں فرمایا؟ اگر اس وقت نبی نہ ہوتے تو ورقہ بن نوفل صحابی ہوتے نہ جنتی ،سفید اور سبز رنگ کا لباس جو مومن کامل اور جنتی ہونے کی علامت ہے کیوں پہنے ہوتے؟ ہر دو احادیث اور شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے نقل فرمودہ مذہب محدثین کی روشنی میں یہ واضح اور ثابت ہوا کہ نبی کے لئے نبوت کا اعلان اور اظہار ضروری نہیں البتہ اظہار و اعلان کے بعد دعوت و تبلیغ واجب اور لازم ہے ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی کے لئے دعوت و تبلیغ شرط لازم نہیں۔ اس دعوت و تبلیغ کو شرط لازم قرار دیئے جانے کی تائید میں امام ربانی مجدد الف ثانی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہما اللہ کے نقل کئے ارشادات غیر متعلقہ ہیں مانحن فیہ سے ان کا کوئی تعلق نہیں ان کا اطلاق اور انطباق ظہور نبوت اور

اعلان نبوت کے بعد پر ہے۔

اگر نبوت کا ثبوت اور وجود اظہار نبوت اور دعوت وتبلیغ پر ہوتا تو ورقہ بن نوفل مومن ہوتے نہ صحابی معلوم ہوا کہ نبوت کے لئے اظہار ضروری ہے نہ دعوت وتبلیغ ورقہ تو اظہار اور تبلیغ سے پہلے ایمان لائے تھے اگر اظہار اور دعوت وتبلیغ کو شرط لازم اور دلیل نبوت قرار دیا جائے تو سورۂ اقراء کے نزول کا زمانہ زمانہ نبوت شمار نہ ہوگا تبلیغ کا حکم تو فاصدع بما تومر کے ساتھ ہوا ہے جبکہ آپ کی اعلانیہ اور ظاہری نبوت کا اظہار سورہ اقراء کا نزول ہے۔

تحقیقات نے فائدہ ص 224 کے تحت لکھا کہ اگر نزول وحی پر آپ ﷺ کو نبوت حاصل نہ ہوتی تو صحابی کی تعریف حضرت ورقہ پر قول مختار کے مطابق کیونکر سچی آسکتی تھی؟

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا: پس دیر شد کہ ورقہ وفات یافت و زمان ظہور دعوت نیافت یہ ایسی وضاحت ہے جس نے یہ واضح اور ثابت کر دکھایا ہے کہ نبوت کے لئے اظہار ضروری نہیں، اسی طرح دعوت وتبلیغ بھی ضروری نہیں شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وظہور دعوت دراں شرط نکردہ اند (مدارج، جلد دوم ص ۳۲)

ترجمہ: صحابیت کے لئے نبوت کا اظہار اور دعوت شرط نہیں معلوم ہوا کہ تحقیقات کا موقف شیخ محقق اور محدثین کے موقف کے خلاف ہے۔

انبیاء کرام اور ان کی امتوں کا ایمان لانا ثابت کرتا ہے کہ نبی اور نبوت کا بالفعل موجود ہونا اور تبلیغ کرنا شرط نبوت نہیں

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ نے فرمایا: خود جماعہ بودہ اند کہ پیش از وجود وظہور صورت عنصری آنحضرت ایمان بوے صلی اللہ علیہ وسلم آوردہ (مدارج جلد دوم ص ۳۲) ترجمہ: ایسے اور بھی کافی لوگ ہیں جو حضور ﷺ کے جسد عنصری اور صورت جسمی کے ظہور اور وجود سے پہلے ہی آپ پر ایمان لائے ہوئے تھے، جیسا کہ حبیب نجار وغیرہ بلکہ اس میں اور لوگ تو رہے درکنار تمام انبیاء اور ان کی امتیں آپ ﷺ پر ایمان لاچکی ہیں۔

توجہ طلب امر یہ ہے کہ بقول تحقیقات نبوت چالیس سال کی عمر مکمل ہونے کے بعد ملتی ہے تو جو لوگ بلکہ انبیاء ورسل اور ان کی امت جو اعلان نبوت ظہور نبوت اور ظہور قدسی سے قبل آپ پر ایمان لا چکے ہیں ان کے ایمان کی کیا حیثیت ہے؟

یہ ایمان ایسے وقت میں ہے جب نبوت کا وجود نہیں اور نبوت کی ایسی حالت اور کیفیت میں ہے جس کا اظہار اور اعلان بھی نہیں اور یہ انبیاء اور رسول کا ایمان ہے جس پر تبصرہ کرنا نقصان ایمان کا باعث ہے تو معلوم ہوا کہ ثبوت نبوت کے لئے نبی اور نبوت کا بالفعل موجود ہونا ضروری نہیں، اور نہ ہی اعلان اور اظہار ضروری ہے اور نہ ہی نبوت کے لئے تبلیغ احکام شرط ہے، کیونکہ ورقہ بن نوفل، حبیب نجار انبیاء و رسول اور ان کی امتیں ان اوقات میں ایمان لائے ہیں جن میں وجود نبی اعلان نبوت اور اظہار نبوت تبلیغ احکام نام کی کوئی چیز نہیں لہٰذا ان امور کی بنیاد پر نزول وحی سے قبل آپ کی نبوت کا انکار اور نفی کرنا عقل ونقل کے خلاف ہے اگر یہ ایمان اس بنا پر ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی ہونا یقینی اور قطعی ہے تو پھر بھی یہ ایمان بالغیب اور بدوں وجود نبی اور بدوں اظہار اور تبلیغ ہے جو تحقیقات کے موقف کے قطعی مغائر ہے اس ایمان کا انکار نصوص قطعیہ کے انکار کو مستلزم ہے جو موجب کفر ہے تحقیقات نے لکھا کہ اگر نزول وحی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت حاصل نہ ہوتی تو صحابی کی تعریف حضرت ورقہ پر قول مختار کے مطابق کیونکر سچی آ سکتی تھی۔ (ص 224)

حضرت ورقہ بن نوفل آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت ایمان لائے اور آپ کی نبوت کی تصدیق کی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اظہار اور اعلان نہیں فرمایا تھا اس صورت میں بدوں اظہار اور بدوں اعلان نبوت نبوت موجود ہے شرف صحابیت اور اہلیت جنت کے لئے مفید ہے مگر تحقیقات کے مذہب پر علامات نبوت اور لوازمات نبوت مفقود ہیں جن کا فقدان عقیدہ تحقیقات کے مطابق فقدان نبوت کو مستلزم ہے مگر ورقہ بن نوفل کی صحابیت اور قول مذکور کے حوالے سے تحقیقات کے نزدیک بھی نبوت کا ثبوت اور وجود موجود ہے یہی ہمارا موقف ہے کہ بدوں اعلان نبوت اور بدوں اظہار نبوت نزول وحی سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت موجود ہے اعلان نبوت اور اظہار نبوت کی آڑ میں آپ کی نبوت کا انکار کرنا غلط

ہے شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی قول مختار یہی ہے کہ وجود نبوت کے لیے اظہار اور اعلان شرط نہیں قول مذکور مندرجہ ص 224 تحقیقات کے اپنے موقف کے خلاف ہے۔

پہلی وحی میں جبریل علیہ السلام کا آنا اور دبانا آپ کی نبوت کی نفی نہیں کرتا

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا۔ چوں آمد اورا فرشتہ بوحی گفت مژدہ باد ترا ای محمد کہ من جبریلم وخدا مرا بتو فرستادہ است وتو رسول خدائے بریں امت بر جن وانس دعوت کن بقول لا الہ الا اللہ وگفت بخواں یا محمد آنحضرت فرمود من خوانندہ نیسم وخواندن ندانم یعنی امیم کہ خواندن ونوشتن موفتہ ام پس در بر گفت جبریل مرا بفشرد مرا چندانکہ طاقت من باوے بود یا طاقتش یا من بود لفظ حدیث مشتمل بردو معنی است وظاہر درمعنی اول است بہ ہمیں تصریح کردہ اند شراح (مدارج) النبوت جلد دوم ص ۳۱: ترجمہ: جب فرشتہ وحی لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے کہا اے محمد ﷺ آپ کو خوشخبری ہو کہ میں جبریل ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے آپ امت پر رسول ہیں جن ہوں یا انسان انہیں کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی دعوت دیجئے اور پھر کہا اے محمد پڑھیے آپ ﷺ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، مجھے پڑھنا نہیں آتا میں امی ہوں میں نے لکھنا پڑھنا کسی سے نہیں سیکھا اس کے بعد جبریل نے مجھے اپنی آغوش میں لیا اور اپنی پوری طاقت سے دبایا۔

یہاں تک کہ میری قوت برداشت انتہا کو پہنچ گی مزید دبانا مزیے لئے ناقابل برداشت تھا یہ اس صورت میں ہے جبکہ حتی بلغ منی الجهد دال رفع کے ساتھ پڑھا جائے۔

اور اگر حتی بَلَغَ مِنِّی الْجُهْدَ دال کے نصب (زبر) کے ساتھ پڑھا جائے تو اب معنی یہ ہوگا کہ مجھے دبانے میں جبرائیل اپنی طاقت وقوت کی انتہا کو پہنچ گئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ معنی درست نہیں کیونکہ ”فان النبية البشرية لا تستدعی استيفاء القوة الملكية لا سيما فی مبدء الامر (مرقات ج ص ۴)

ترجمہ: قوی بشریہ ملکی قوت کے برابر برہونے کے دعویدار نہیں ہوسکتے بالخصوص نبوت کے ابتدائی

مرحلہ پر یعنی رسالت کا آغاز ہے نزول قرآن کا وقت ہے رسول اللہ ﷺ چونکہ بشر ہیں بشر جسمانی لحاظ سے ملکی دباؤ سے متاثر ہوسکتا ہے تحقیقات کا یہ کہنا کہ روح کا جب بدن میں حلول وسریان نہ تھا تو اس کی طاقت زیادہ تھی، بدن اقدس میں حلول وسریان کے بعد وہ قوت استعداد اور صلاحیت ضعیف ہوگئی تھی جو عالم ارواح میں اس کو حاصل تھی۔

توضیحاً کہا جائے گا کہ طاقت کا مظاہرہ اور اس کا تحمل فرشتہ اور انسان کے درمیان ہے قانون خداوندی کے تحت فرشتہ انسان سے طاقتور ہے اگر رسول اللہ ﷺ جبریل کی ذاتی، فطری اور تخلیقی قوت سے برداشت کی انتہا کو پہنچے تو اس میں اچنبھے کی کون سی بات ہے، جبریل کا پوری قوت سے دبانا اور رسول اللہ ﷺ کا برداشت کی انتہا کو پہنچ جانا اس کا تعلق روح سے نہیں بلکہ قوائے بشریہ یعنی جسم سے ہے، روح وہی ہے جو عالم ارواح میں نبوت بالفعل سے متصف تھی، جسم تو کمزور اور ناتواں ہوسکتا ہے مگر روح اور نبوت کا کمزور، ناتواں اور مرعوب ہونا محال ہے ایام علالت میں رسول اللہ ﷺ نے بوجہ علالت اور کمزوری بیٹھ کر نماز ادا فرمائی ہے مگر نبوت ورسالت کے متعلقہ امور لوازمات میں ذرہ برابر کمی یا نقص واقع نہیں ہوا اور اگر روح مجرد عن البدن اور روح متعلقہ بالبدن بصیغہ حلول وسریان سے یہ مراد ہو کہ آپ ﷺ کی روح عالم ارواح میں نبوت کی قوت سے مسلح ہو کر طاقتور تھی اور جب بدن اقدس میں حلول وسریان فرما۔ تو وصف نبوت سے عاری ہونے کی وجہ سے کمزور، ناتواں ہوگئی تھی یہ غلط ہے۔ یہ روح عالم ارواح کی صفات سے متصف نہیں اس کی روح کا تعلق ذات احمدیت سے ہے جو اللہ کی تجلی ہے یہ روح اس وقت مشاہدہ حق سے محظوظ اور مستفیض ہو چکی ہے جب کوئی تیسرا وہاں موجود نہ تھا۔ صرف دو تھے ایک ذات احدیت، اور دوسری ذات احمدیت انبیاء کرام کی بشریت ان کے لئے لباس کی حیثیت رکھتی ہے بالخصوص رسول اللہ ﷺ کی بشریت ایک حجاب کی مانند ہے جو اپنے حقائق اور خواص کے اعتبار سے بے مثل اور بے مثال ہے ہر قسم کی کثافت اور کدورت سے پاک ہے ہر کائناتی جسم کا سایہ ہے مگر رسول اللہ ﷺ کے جسد اطہر کا سایہ نہیں دیگر اجسام کے لوازمات اور خصائص سے پاک ہے انبیائے کرام کی ارواح اور بواطن فرشتوں کی حقیقت اور نورانیت سے کہیں بلند و برتر ہوتے

ہیں، شفاء شریف کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے۔

ثانیاً:

جبرائیل علیہ السلام کے دبانے سے آپ کا مشقت اور برداشت کی انتہا کو پہنچ جانا آپ کے تغیر روحی اور تبدل حقیقت کو مستلزم نہیں مشقت اور برداشت کا تعلق جسد اطہر سے ہے، جسد انور متاثر ہو سکتا ہے مگر آپ کی حقیقت جو اللہ کا نور ہے اللہ کی تجلی ہے وہ متاثر نہیں ہو سکتی بخاری و مسلم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزرائیل علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے موسیٰ علیہ السلام نے عزرائیل علیہ السلام کی آنکھ پر تھپڑ رسید کیا تو ان کی آنکھ پھوٹ کر نکل گئی لیکن اس کے باوجود ان کی حقیقت نور یہ متاثر ہوئی نہ ان کی نوری آنکھ کا ضیاع ہوا ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ملائکہ انسانی صورت اپنا لیتے ہیں یہ صورت ملائکہ کے لئے انسانوں کے لباس کی طرح ہوتی ہے حضرت موسیٰ علیہ لسلام کے تھپڑ سے صوری آنکھ (ظاہری آنکھ) پھوٹی تھی ملکی آنکھ متاثر نہیں ہوئی تھی ملکی آنکھ تھپڑ یا کسی اور آلہ ضرب سے متاثر نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر جبرئیل علیہ السلام کے دبانے سے رسول اللہ کو جو تکلیف یا مشقت ہوئی وہ ظاہری اور جسمانی لحاظ سے تھی آپ کی حقیقت مقدسہ اور روح مبارکہ اس سے متاثر اور مغلوب نہیں ہوئیں۔ روح مجرد عن البدن اور روح متعلقہ بالبدن میں تفاوت پیدا کر کے آپ کی نبوت کا انکار کرنا درست نہیں۔

ثالثاً:

یہ ابتدائی کیفیت اور ابتدائی حالت ہے فطرت انسانی کے تحت ایسا ہونا عیب نہیں انبیاء کرام ظواہر اور اجسام کے لحاظ سے انسانی حالات، اور اثرات سے متاثر ہوتے ہیں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا قول پہلے نقل کر آئے ہیں رسول اللہ ﷺ کا جسد اطہر وہی ہے جو جبریل علیہ السلام کو سدرۃ المنتہیٰ پر چھوڑ کر نوری حجابات سے گزر کر دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ کی قربتوں اور رفعتوں کو سمیٹ رہا تھا آغاز وحی، نزول قرآن کے ابتدائی زمانہ کے ساتھ اسراء، اعراج اور عراج کے مدارج منازل اور مناظر بھی آپ کی نبوت روح اور جسد کے بے مثال کمالات کے آئینہ دار ہیں اور اگر حتی بلغ من الجھد دال کے زبر

کے ساتھ پڑھ کر جبریل علیہ السلام کی طاقت بلیغہ اور قوت کاملہ کا قول کیا جائے پھر بھی یہ امر ممکن ہے اس لئے کہ الوہیت کے بعد مقام نبوت و رسالت ہے نبوت کی طاقت دیگر تمام طاقتوں پر حاوی اور غالب ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ ملکی ذمہ داریاں نظام جہاں سے وابستہ ہیں انبیاء اور رسل کے فرائض منصبی انسانیت کی تعمیر و تطہیر اصلاح احوال اور اخروی فوز و فلاح ہے واقعہ معراج کا فلسفہ بھی اسی حقیقت کا غماز ہے مقام نبوت اور منصب رسالت بعد از اُلوہیت، حقیقت نبوت اور ماہیت رسالت اور ان سے موصوف روح اور جسم ساری کائنات سے ارفع اعلیٰ اور اقویٰ ہیں اسی لئے تو رسول اللہ ﷺ نے لامکان میں اللہ کی ذات وحدہ لاشریک کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی موجود ہے:

''لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب و لا نبی مرسل''

یہ روایت بھی موجود ہے:

''لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ لا بغیر ربی''

نزول وحی پر آپ کو رسالت ملی

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے ثابت ہوا کہ جبریل علیہ السلام غار حراء میں آپ کے پاس رسالت لے کر آئے تھے شیخ محقق نے فرمایا مژدہ باد ترا ای محمد کہ من جبریلم و خدا مرا تبوفرستادہ است و تو رسول خدائے بریں امت بر جن وانس کہ دعوت کن یقول لا الہ الا اللہ اے محمد آپ کو مبارک ہو خوشخبری ہے آپ کے لئے میں جبریل ہوں خدا نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جنات اور انسان آپ کی امت ہیں آپ انہیں کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کی دعوت دیں شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں صریحاً مذکور ہے تو رسول خدائے بریں امت بر جن وانس

اگر جبریل علیہ السلام نبوت لے کر آتے تو شیخ تو نبی است بریں امت تحریر فرماتے۔ (ﷺ)

علامہ سلیمان الجمل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''و ارسل مرتین الاولیٰ فی عالم الارواح للارواح و ثانیۃ فی عالم الاجساد لاجساد (الجواھر البحار، جلد ثانی ص۸۲ اللہ تعالیٰ نے دو

مرتبہ آپ کو رسول بنایا پہلی دفعہ عالم ارواح میں ارواح کے لئے اور دوسری مرتبہ عالم اجساد میں اجساد کے لئے۔ (ترجمہ تحقیقات ص ۱۴۸)

علامہ سلیمان الجمل نے عالم اجساد کے لئے آپ کی رسالت بیان فرمائی ہے۔

علی احمد سندیلوی نے اپنے تاثرات تحریر کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو دو نبوتیں اور دو رسالتیں عطا فرمائیں پہلی مرتبہ عالم ارواح میں بالفعل آپ کو نبی اور رسول بنایا گیا اور اس عالم میں آپ ﷺ نے فرشتوں اور ارواح انبیاء کو دعوت دی اور ان کی راہنمائی فرمائی اور دوسری مرتبہ عالم اجساد میں چالیس سال کی عمر شریف کو پہنچنے کے بعد معلوم ہوا چالیس سال کے بعد آپ کو رسالت دی گئی کیونکہ آگے لکھا عالم ارواح والی نبوت دائم باقی اور مستمر ہے سلب نہیں ہوئی نہ ہی اس کے سلب ہونے کا شائبہ ہے علی احمد سندیلوی کی تحریر ہمارے موقف کی تائید ہے کہ چالیس سال سے پہلے آپ نبی تھے، اور چالیس سال کے بعد آپ کو رسالت دی گئی ہے لیکن یہ تحریر غلام محمد بندیالوی شرقپوری اور خود تحقیقات کے موقف کے خلاف ہے کیونکہ انہوں نے عالم ارواح والی نبوت کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ حدیث کنت نبیا و آدم بین الماء والطین اعلان اور تشہیر ہے اپنے ظاہری معنی پر نہیں (ص ۳۳) جبکہ محمد اقبال مصطفوی نے بھی دو نبوتیں اور دو رسالتیں تسلیم کی ہیں۔ (ص ۴۴) اور یہ رسالت چالیس سال کے بعد تحریر کی ہے۔ غلام محمد بندیالوی، تحقیقات، محمد اقبال مصطفوی کی تحریرات باہم متضاد اور قول شیخ کے مغائرہ ہیں خود تحقیقات نے تحریر کیا کہ حالانکہ عالم ارواح والی نبوت سلب تو نہیں ہوئی تھی۔ ص ۶۰۔،،

جب عالم ارواح والی نبوت سلب نہیں ہوئی تو چالیس سال کے بعد نبوت دوبارہ دینے کا کیا فائدہ؟ جب ایک چیز پہلے موجود ہے پھر اسی چیز کو دوبارہ دینے کی کیا ضرورت ہے؟

علامہ سلیمان الجمل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''و ما کنت قبل مجیء الرسالۃ الیک ترجوا و تامل انزال القرآن علیک'' الخ ترجمہ: تم رسالت کے پہنچنے سے قبل قرآن مجید کے نازل کئے جانے کی امیدور جا نہیں رکھتے تھے۔ (تحقیقات ص ۱۷۱)

علامہ صاوی نے فرمایا: ای ما کنت ترجوا ای قبل مجی الرسالۃ۔ (تحقیقات ص ۱۷۱)

امام قشیری نے فرمایا: ما کنت تومل محل النبوۃ شرف الرسالۃ۔ (تحقیقات ص ۱۷۲)

حضرت برہ بنت ابی تجراۃ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب اللہ نے آپ ﷺ کو بزرگی سیادت دینے اور نبوت کی ابتداء کا ارادہ فرمایا تو ہر پتھر اور ہر درخت آپ کو السلام علیک یا رسول کہتا (تحقیقات ص ۱۹۷)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فما ذقت شیئا ذبح علی النصب حتی اکرمنی اللہ برسالتہ (تحقیقات ص ۱۹۸)

مندرجہ بالا تمام روایات اور تفاسیری حوالہ جات یہ ثابت کرتے ہیں کہ چالیس سال کے بعد آپ کو منصب رسالت پر فائز فرمایا گیا ہے نبوت نہیں دی گی نبوت تو آپ ﷺ کو پہلے حاصل ہے جن علمائے مفسرین یا محدثین یا دیگر علماء نے نبوت کا قول کیا ہے ان کی مراد نبوت مبعوثہ الی الخلق تبلیغ الا حکام ہے اس معنیٰ میں نبوت اور رسالت متحدہ المعنیٰ ہیں دوسرے لفظوں میں نبوت سے مراد آپ ﷺ کا نبی مرسل ہونا ہے شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا موقف بھی یہی ہے کہ چالیس سال عمر شریف کے مکمل ہونے کے بعد آپ کو رسالت دی گئی ہے جیسا کہ انہوں نے خود مدارج النبوت جلد دوم ص ۳۱ پر اس کی تصریح فرمادی ہے۔

تحقیقات کے نزدیک نبوت کا دوام بقاء اور استمرار مسلمہ ہے

تحقیقات نے یہ تسلیم کیا ہے کہ عالم ارواح والی نبوت سلب تو نہیں ہوئی تھی پھر آگے لکھا کہ بشریت کے پردہ اور حجاب کی وجہ سے مغلوب اور مستور ہوگئی اور فقط روحانی اور باطنی رہ گئی تھی اور جسمانی اعتبار سے بالقوۃ رہ گئی بعدازاں اوج کمال تک رسائی حاصل کرلی اور جسمانی طور پر بھی اعلیٰ ترین مدارج اور ارفع ترین مراتب تک رسائی پائی اور کمالات انبیاء کے لئے جامع بن گئی۔ ص ۶۰ تحقیقات کی اس مبینہ عبارت سے ثابت ہوا کہ عالم ارواح والی نبوت باقی دائم اور مستمر ہے صرف بشریت اور جسم اقدس کی وجہ سے محجوب اور مستور ہوگئی تھی اور جسمانی طور پر بالقوۃ کے حکم میں تھی چالیس سال کی عمر مکمل ہونے پر اوج کمال مراتب رفیعہ کو پہنچی یعنی عملی اور بالفعل نبوت کا مقام حاصل کیا۔ جب یہ نبوت مستور اور محجوب ہے، بشریت اور جسم اور اس کی وجہ سے مستور اور محجوب ہے تو یہ پیدائشی نبوت ہے آپ ﷺ پیدائشی نبی

ہیں، عالم ارواح سے لے کر ظہور نبوت (نزول وحی) تک اس نبوت کی بقاء دوام اور استمرار موجود ہے، اور حق اور سچ بھی یہی ہے اور اس پر دلیل یہ بھی ہے کہ آپ کی ولادت با سعادت پر خوارق عادات کا ظہور ہوا جن کی تفصیل مدارج النبوت جلد دوم ص ۱۵ تا ۱۷ کے حوالے سے پہلے آ چکی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اگر عالم ارواح والی نبوت باقی دائم اور مستمر ہے تو چالیس سال کے بعد نبوت کا ثبوت و وجود کس معنیٰ میں ہے اور تحقیقات نے چار صد صفحات پر مشتمل اپنی ضخامت کیوں بڑھائی ہے؟

اور دو دفعہ نبوت اور دو دفعہ رسالت سے سرفراز فرمانے کا کیا مقصد ہے؟

جب پہلی نبوت اور رسالت باقی دائم اور مستمر ہے تو دوبارہ نبوت اور رسالت دینے کی وجہ؟ پہلی رسالت اور نبوت تو محجوب اور مستور ہے منقطع یا سلب نہیں ہوئی دوسری نبوت اور دوسری رسالت پہلی رسالت اور پہلی نبوت کا اظہار ہے یا احداث؟ اگر اظہار ہے تو دوسری نبوت اور دوسری رسالت، ظہور ہے، عطائیگی اور جدید سرفرازی نہیں، اگر احداث ہے تو پہلی کی موجودگی میں دوسری کا احداث کیوں؟

عالم ارواح والی نبوت کی بقاء، دوام اور استمرار مسلمات میں سے ہے، شیخ نور الدین علی بن زین الدین ابی المواہب الشہیر بابن الجزار، رحمۃ اللہ نے فرمایا۔

"و هو صلى الله عليه و سلم مطبوع على الحق و الخير و اخلاق الكرام الموافقة لما جآئت به شريعته بالهام الله له من حين نشاء صغيرا" (جواہر البحار جلد سوم ص ۷۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق ہی حق اور خیر، اور اخلاق کریمہ پر جو آپ کی شریعت کے احکام کے موافق تھے پر ہوئی ہے اور یہ احکام الہام کے ذریعے بچپن میں ہی آپ پر وارد ہونے لگے تھے الہامات کا بچپن میں ہونا آپ کی ہی شریعت کے احکامات کا آپ پر وارد ہونا آپ کی نبوت کے دوام بقاء اور استمراری ہونے کی دلیل ہے۔

سید ابو العباس التیجانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"الحقيقة المحمدية لم تزل مشحونة من جميع هذه المعارف و العلوم و المعارف والاسرار و لم تزل مشحونة بها الى ان كان زمن جسده الكريم صلى الله عليه و

سلم "(جواہر البحار ص ۵۲۔۵۳)

حقیقت محمدیہ ﷺ ابتدائے تحقیق سے ہی تمام معارف، علوم اور اسرار سے معمور اور بھرپور تھی کیونکہ وہ پہلی وجودی چیز تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے ہر شی کے وجود سے پہلے وجود عطا فرمایا تھا اور اس حقیقت محمدیہ کو اپنے معارف، علوم اور اسرار پر مطلع فرمایا تھا حقیقت محمدیہ ﷺ بہ تسلسل آپ کے جسد اطہر کے موجود ہونے تک ان معارف علوم اور اسرار سے معمور رہی ہے۔ یہ معارف علوم اور اسرار کیا ہیں توحید، رسالت، نبوت اور ان کے علوم و معارف اور اسرار توحید و مطالب اور جب آپ کو نبوت دی گئی تو حقیقت میں ودیعت کئے گئے علوم و معارف اور اسرار پوری طرح آپ پر منکشف کئے گئے عارف تیجانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"و یدل علی ھذا الذی ذکرنا قولہ صلی اللہ علیہ و سلم کنت نبیا آدم بین الماء والطین و حیث کان فی ذالک نبیا یستحیل ان یجھل الرسالۃ و النبوۃ و الکتاب و مطالبات الجمیع و ما یول الیہ کل منھا و ما یراد من جمیعھا" (ایضاً)

ہمارے اس قول کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے کنت نبیا و آدم بین الماء والطین (میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام پانی اور کیچڑ کے درمیان تھے کیونکہ جب اس وقت نبی تھے تو یہ محال ہے کہ نبی ہونے کے باوجود رسالت نبوت اور کتاب (قرآن حکیم) سے بے خبر ہوں ان کے مطالب تقاضوں، سے آگاہ نہ ہوں اور ان کے نتائج اور مقاصد سے باخبر نہ ہوں علامہ تیجانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان ثابت کرتا ہے کہ آپ کی نبوت اور رسالت حقیقت محمدیہ ﷺ کی تخلیق سے لے کر عالم ارواح اور عالم ارواح سے لے کر ظہور قدسی اور اعلان نبوت تک بطریق دوام اور استمرار رہی ہے نبوت اور رسالت کا وصف بطریقہ ہمیشگی حقیقت محمدیہ کے لئے ثابت اور متحقق رہا ہے حقیقت محمدیہ یوم تخلیق سے لے کر ظہور قدسی اور اعلان نبوت تک موجود اور موصوف بوصف نبوت رہی ہے تو ماننا پڑے گا رسول اللہ ﷺ کی نبوت کسی دور کسی مرحلہ پر منقطع ہوئی نہ رہی ہے شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پس وے صلی اللہ علیہ وسلم نبی مرسل بود در آں عالم بالفعل در خارج (مدارج جلد دوم ص ۳)

پس رسول اللہ ﷺ کی نبوت عالم ارواح میں بالفعل اور متحقق فی الخارج تھی، جب اسی نبوت کا دوام اور استمرار ہے تو عالم اجساد میں یہی نبوت روحانی اور بالقوۃ کیسے ہوگئی؟

بالقوۃ اور روحانی نبوت کے لئے الہام اور وحی ضروری ہے؟

جیسا کہ علامہ عارف باللہ ابن الجزار کا قول گزر چکا ہے کہ آپ ﷺ کی شریعت کے احکام الہامات کے ذریعے بچپن میں ہی آپ پر نازل ہونے لگے تھے، اگر آپ نبی نہ ہوتے تو نہ الہامات ہوتے اور نہ احکام کا نزول و ورود ہوتا۔

سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"و اذا کان بعض اخوانہ من الانبیاء علیہم السلام قداوتی الحکم صبیا ابن سنتین او ثلاث فہو علیہ الصلوۃ و السلام اولی بان یوحی الیہ ذالک النوع من الایحاء صبیا ایضاً و من علم مقامہ صلی اللہ علیہ و سلم و صدق بانہ الحبیب الذی کان نبیا و آدم بین الماء و الطین لم یستبعد ذالک"

ترجمہ: جب رسول اللہ ﷺ کے بعض نبی بھائی بچپن میں یعنی دو سال یا تین سال کی عمر میں احکامات عطا کیے گئے تو آپ ﷺ اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ آپ کو بھی بچپن میں اس طرح کی وحی سے سرفراز فرمایا جائے اور جو شخص بھی آپ کے مقام اور مرتبے سے آگاہ ہے اور اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ یہ وہی اللہ کے محبوب ہیں جو اس وقت بھی اللہ کے نبی تھے جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کیچڑ کے درمیان تھے، تو وہ آپ کے حق میں اس قسم کی وحی کو بعید نہیں سمجھے گا۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے عالم ارواح میں وحی کے ہونے کی وضاحت اور تصریح کرتے ہوئے فرمایا:

"و الا فہو صلی اللہ علیہ و سلم نبی و لا آدم و لا ماء و لا طین و لا یعقل نبی بدون ایحاء" (روح المعانی جلد ۲۵۔ص ۶۳) ورنہ رسول اللہ ﷺ اس وقت بھی نبی تھے، جب آدم تھے، نہ پانی اور نہ کیچڑ اور بغیر وحی کے نبی ہو ہی نہیں سکتا۔

تحقیقات نے لکھا کہ علامہ آلوسی کی اس عبارت سے یہ بھی واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نشاءۃ دینویہ اور جسمانی حالت میں نمودار ہونے پر فوراً کتاب اللہ اور ایمان کی تفصیلات اور اس میں مندرج تصدیقات واقرارات اور اعمال کے مجموعہ سے آگاہ نہیں تھے۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر وحی نازل فرمائی اور ان تفصیلات سے آپ ﷺ کو آگاہ کیا لہٰذا وحی جب بعد پائی گئی تو نبوت بھی بعد میں پائی گئی۔

توضیحاً کہا جائے گا کہ نزول وحی سے پہلے آپ نبی تھے، نبی کے لئے کتاب اللہ اور دیگر اعمال کی تفصیلات جاننا ضروری نہیں البتہ رسالت کے لئے ضروری ہے نبی کے لئے توحید کا علم ضروری لازمی ہے سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”مع تحقق العلم الضروری بالتوحید تحققا مستمرا من اول ظهو ره الی حین بعثه رسولاً ابداً بلا تخلل جهل و لا طرف شك و لا عروض شبهة لا فی زمن قليل و لا كثير و لا طويل و لا قصير“ (جواہر البحار جلد ثالث ص ۳۵۸)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے ظہور قدسی سے لے کر آپ کی رسالت تک آپ کے لئے توحید کا علم ضروری موجود اور ثابت رہا ہے اور ہمیشہ رہا ہے جس میں جہالت کا خلل شک کا طاری ہونا اور شبہ کا عارض ہونا کثیر یا قلیل طویل یا مختصر زمانے میں نہیں پایا گیا یعنی ظہور قدسی سے لے کر رسالت کے عطا کئے جانے تک رسول اللہ ﷺ توحید کے علم ضروری سے آگاہ تھے اس دوران ایک لمحے کے لئے توحید کا علم آپ پر مخفی ہوا نہ سلب یہ علم ضروری بذریعہ وحی ہی آپ کو دیا گیا ہے اگر آپ نبی نہ ہوتے تو توحید کا علم ضروری آپ کے لئے حرز جاں کیوں بنایا جاتا؟

تحقیقات نے ولا ینتقل نبی بدون ایحاء سے استدلال کیا کہ لہٰذا اس عبارت سے بھی آغاز ولادت سے ہی آپ ﷺ کے نبی ہونے پر استدلال کرنا عجب مضحکہ خیز حرکت معلوم ہوتی ہے۔

توضیحاً کہا جاتا ہے کہ تحقیقات کو فہم عبارت میں مغالطہ لگا ہے یا دھوکہ دیا جا رہا ہے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے یہ فرمایا کہ انبیاء کرام پر دو یا تین سال کی عمر میں وحی کا آنا ثابت ہے رسول اللہ ﷺ پر بطریق تساوی نبوت وحی کا آنا امر بعید نہیں عبارت یہ ہے ”و من علم مقامه صلى الله على و

صدق بانه الحبیب الذی کان نبیا و آدم بین الماء والطین لم یستبعد ذالک" علامہ نے بچپن میں وحی آنے اور نبی ہونے کی بنیاد درج ذیل امور پر رکھی ہے دیگر انبیاء پر دو تین سال کی عمر میں وحی آنا ثابت ہے لہٰذا آپ پر صغر سنی میں وحی آنا کوئی امر بعید نہیں، کیونکہ (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حبیب ہیں، حبیب کے لئے وحی نہ آئے (۲) آپ نبی ہیں اور اس وقت سے نبی ہیں جب آدم علیہ السلام پانی اور کیچڑ کے درمیان تھے، نبی ہوں اور آپ پر وحی نہ آئے نبوت کے لئے وحی کا آنا تو لازم ہے، پھر محل بحث آپ کا بچپن ہے۔ علامہ خود فرماتے ہیں کہ:

"وهو علیه الصلوة والسلام اولی بان یوحی الیه ذالک النوع من الایحاء صبیاً ایضاً"

یہ عبارت آفتاب نصف النہار کی طرح علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ واضح کر رہی ہے کہ علامہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت باقی، دائمی اور استمراری ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روز ولادت سے ہی نبی تھے، اور صغر سنی میں آپ پر اسی طرح وحی آتی تھی جس طرح کہ باقی انبیاء پر آتی رہی ہے اب دیکھنا یہ ہوگا کہ علامہ کی عبارت سے روز ولادت سے ہی نبی تسلیم کرنا مضحکہ خیز ہے یا نبی نہ تسلیم کرنا مضحکہ خیز ہے تحقیقات کو سہو ہوا ہے۔

علامہ آلوسی اور صاحب کشاف کے نزدیک نبوت پیدائشی ہے

علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ نے تفسیر کشاف کے حوالے سے نقل فرمایا کہ: "وفی الکشف فی قوله تعالیٰ وما ینطق عن الھویٰ مضارعاً مع قوله سبحانه: ماضل صاحبکم وما غوی مایدل علی انه علیه الصلوۃ والسلام حیث لم یکن له سابقة غوایة وضلال منذ تمیز وقبل تحنکه واستباءه لم یکن له نطق عن الھویٰ کیف وقد تحنک ونبیء وفیه حث ان یشاھد وامنطقة الحکیم" (روح المعانی)

ترجمہ: تفسیر کشاف میں اللہ تعالیٰ کے فرمان ینطق عن الھویٰ کے تحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ینطق بصیغہ مضارع ذکر فرمایا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے خود بصیغہ ماضی ماضل صاحبکم وما غوی بھی ذکر فرمایا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زمانہ ماضی میں بھی غوایت اور ضلالت سے معصوم اور مامون تھے اور یہ سن تمیز تھا نبی بنائے جانے (علوم توحید عرفان رسالت) کی گھٹی دیئے جانے سے قبل ہی معصوم

تھے،اور خواہش نفس کے تحت نطق کیسے کر سکتے ہیں؟

علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے کلام سے ثابت ہوا کہ آپ سن تمیز سے ہی نبی تھے اور معصوم تھے نبوت سے قبل غوایت اور ضلالت کی نفی اس بات کی دلیل ہے کہ اگر آپ نبی نہ ہوتے تو معصوم بھی نہ ہوتے بچپن (سن تمیز) سے ہی غوایت وضلالت سے معصوم ہونا آپ کی دائمی، استمراری اور پیدائشی نبوت کی دلیل ہے اور اس مسئلہ میں علامہ آلوسی رحمہ اللہ کو علامہ زمخشری کی تائید حاصل ہے۔

نبوت ورسالت کے لئے چالیس سال عمر کا ہونا شرط نہیں

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"ذهب الفخر الى خلافه مستدلا بان عيسٰى و يحيٰى عليهما السلام ارسلا نبيين لظهور امر هما حكى فى الكتاب الجليل عنهما و هو ظاهر كلام السعد حيث قال: و من شروط النبوة الذكورة و كمال العقل و الذكاء و الفطنة و قوة الراى و لو فى الصباء كعيسٰى عليهما السلام"

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ کوئی نبی بھی مبعوث نہیں ہوا مگر چالیس سال کی عمر کے بعد لیکن امام فخر الدین الرازی نے اس سے اختلاف کیا ہے اور کہا کہ حضرت عیسٰی اور حضرت یحیٰی علیہما السلام کو بچپن میں ہی رسول بنایا گیا کیونکہ کتاب جلیل میں ان کے متعلق جو حکایت کی گئی ہے اس کا ظاہرہ مفہوم یہی ہے اور سعد الدین علامہ تفتازانی کا کلام بھی بظاہر اس کی دلیل ہے، کیونکہ علامہ تفتازانی نے فرمایا ہے کہ شرائط نبوت یہ ہیں مذکر ہونا کامل العقل ہونا کمال درجے کی ذہانت اور فطانت ہو رائے اور فکر کے لحاظ سے پختہ کار ہو اگرچہ یہ اوصاف زمانہ بچپن میں ہی کیوں نہ پائے جاتے ہوں جس طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام اور حضرت یحیٰی علیہ السلام رسول ہیں اور بچپن میں ہی یہ شرائط ان میں پائی گئی ہیں معلوم ہوا کہ امام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نبوت چالیس سال کے بعد نہیں دی جاتی چالیس سال کی عمر کی قید سے حضرت عیسٰی اور حضرت یحیٰی علیہما السلام کی رسالت اور نبوت کی نفی لازم آتی ہے جو نص قرآنی کے خلاف ہے نیز علامہ سعد الدین التفتازانی نے شرائط نبوت میں چالیس سال کی عمر کو شرط قرار نہیں دیا

اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ چالیس سال عمر کی قید لازمی اور ضروری نہیں اس سے قبل بھی نبوت اور رسالت کا تحقق خارج میں موجود ہے۔

بعثت کے لئے چالیس سال عمر کا ہونا ضروری ہے

علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"والواقع عند هولآء البعث بعد البلوغ و حكى اللقانى عن بعض اشتراطه فيه و يترجح عندى الشتراطه فيه رون اصل النبوة لما ان النفوس فى الاغلب تانف عن اتباع الصغير و ان كبر فضلا كالرقيق والانثى" (تحقیقات ص ۳۲۹)

امام فخر الدین الرازی، علامہ سعد الدین التفتازانی رحمہما اللہ کے نزدیک چالیس سال کی عمر کا ہونا بعثت کے لئے شرط ہے نبوت کے لئے نہیں امام لقانی نے چالیس سال کی عمر کا ہونا نبوت میں بھی شرط قرار دیا ہے لیکن میرے نزدیک ترجیح اس بات کو ہے کہ نبوت میں شرط نہیں بلکہ بعثت میں شرط ہے کیونکہ لوگ اغلب طور پر چھوٹی عمر والے آدمی کی اتباع و اطاعت سے نفرت کرتے ہیں اگرچہ مقام اور مرتبہ کے لحاظ سے بڑا ہی کیوں نہ ہو جس طرح لوگ غلام اور عورت کی اتباع سے نفرت کرتے ہیں۔

معاملہ زیر بحث یہ ہے کہ آیا چالیس سال سے پہلے نبوت کا وجود متحقق ہے؟ کیا نبوت چالیس سال عمر کے مکمل ہونے پر ہی موقوف ہے؟ اس سلسلہ میں بحوالہ روح المعانی دو آراء سامنے آئی ہیں:

ایک رائے علامہ لقانی رحمہ اللہ کی ہے ان کے نزدیک چالیس سال عمر کا مکمل ہونا اصل نبوت کیلئے شرط ہے

دوم: امام رازی، علامہ تفتازانی رحمہما اللہ کی ہے ان کے نزدیک بعثت کیلئے عمر کا چالیس سال ہونا ضروری ہے علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ نے فرمایا میرے نزدیک ترجیح یہی ہے کہ چالیس سال عمر کا ہونا بعثت کیلئے ضروری اور شرط ہے اصل نبوت کیلئے نہیں۔

نبی نزول وحی اور اظہار نبوت سے قبل بھی نبی ہے

تحقیقات نے لکھا کہ اس پر تو اجماع ہے کہ سارے انبیا علیہم السلام بچپن اور حالت صبا ، میں نبی نہیں بنائے جاتے اور مبعوث نہیں ہوتے ۔ (ص ۳۳۰) اولاً یہ دعویٰ محل نظر ہے اس لئے کہ نبی اعلان نبوت سے پہلے بھی نبی ہوتا ہے۔ امام ابوشکور محمد بن عبدالسعید سالمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اہل سنت و جماعت فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام قبل وحی انبیاء ہوتے ہیں، معصوم اور واجب العصمت اور رسول قبل وحی رسول و نبی ہوتا ہے اور مامون ہوتا ہے اور ایسے ہی بعد وفات بھی (التمہید ص ۱۶۶۔ فرید بک سٹال)

یہی امام فرماتے ہیں "لان النبی قبل الوحی و قبل الظهور النبوة یکون و لیا عند الناس و ان کان نبیا عندالله تعالیٰ" (تحقیقات ص305,304) اس لئے کہ نبی نزول وحی اور اظہار نبوت سے پہلے لوگوں کے نزدیک ولی ہوتا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبی ہے۔

پھر فرمایا: "و اجمعنا جمیعا علی انه لا یجوز الایمان قبل الوحی و الدعویٰ و لا یسمی نبیا فیکون ولیا عندالناس و نبیا عندالله تعالیٰ" (تحقیقات ص306) تمام اہل سنت و جماعت کا اس پر اجماع ہے کہ نزول وحی اور دعویٰ نبوت سے قبل اس شخص پر ایمان لانا جائز نہیں اور نہ ہی اس کو نبی کہا جائے گا لوگوں کے نزدیک وہ ولی ہے اور اللہ کے ہاں وہ نبی ہے۔

امام سالمی کے کلام سے وضاحت ہوگئی کہ نبی لوگوں کے نزدیک ولی ہے، ولی سے کرامت کا صدور جائز ہے لیکن یہ ولایت ولایت عامہ نہیں اس لئے کہ ولایت عامہ کے لئے نبی کا متبع ہونا یا نبی کا اس زمانے میں بالفعل موجود ہونا ضروری ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو نبی ہے اگرچہ اس پر وحی کا نزول ہوا ہو اور نہ ہی نبوت کا دعویٰ کیا ہو اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبوت کا وجود اور تحقق اعلان نبوت سے الگ معاملہ ہے نبوت کا وجود اور تحقق نزول وحی اور دعویٰ نبوت پر موقوف نہیں جیسا کہ تحقیقات کا موقف ہے۔

ثانیاً: ہماری بحث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت شریفہ کے بارے میں ہے جو ایک منفرد اور مخصوص موضوع ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت آپ کی حقیقت مقدسہ، اور روح انور کی تخلیق کے ساتھ ہی آپ کو عطا فرمائی گئی

ہے ثبوتہا پہلے نقل ہو چکے ہیں پھر عالم ارواح میں آپ کو نبوت فعلی سے متصف فرما کر آپ کی خصوصیت اور انفرادیت کو اجاگر فرما کر ملائکہ اور ارواح انبیاء علیہم السلام سے اقرار اور تسلیم کروایا گیا۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آوردہ اند آنکہ ورقہ را صحابی تواں گفت، ظاہر تعریف صحابی کہ کردہ اند من را النبی مومنا بہ صادق است بروی۔ وظہور دعوت دراں شرط نہ کردہ اند (مدارج جلد دوم ص ۳۲) محدثین نے تحریر فرمایا ہے کہ ورقہ صحابی ہیں صحابی کی تعریف محدثین نے یہ کی ہے جس نے حالت ایمان میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہو جب حضرت ورقہ بن نوفل نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو آپ نے دعویٰ نبوت کیا تھا نہ اپنی نبوت کو ظاہر فرمایا تھا اگر نبی کے لئے دعویٰ نبوت اور وحی کا نزول شرط ہوتا تو نہ آپ ﷺ نبی ہوتے نہ حضرت ورقہ صحابی ہوتے اسی لیے شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا محدثین کے نزدیک نبوت کے وجود اور ثبوت کے لئے دعویٰ نبوت اظہار نبوت وحی کا نزول ضروری نہیں۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا: وآمدہ است کہ آنحضرت کہ بعد از دخول حراء پیش ازاں آوازہائے شنید کہ از ہر جانب می آمد، یا محمد و یا رسول اللہ وہیچکس رانمی دید، و در روایتے آمدہ است کہ پیش از نزول وحی پانزدہ آوازے شنید، و کسے رانمے دید، و ہفت سال روشنائی میدید، (مدارج جلد دوم ص ۳۳)

ترجمہ: روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی غار حراء میں خلوت نشینی سے قبل اور بعد میں ہر طرف سے یا محمد یا رسول اللہ ﷺ کی آوازیں سماعت فرماتے مگر آواز دینے اور کرنے والا کوئی شخص نظر نہ آتا اور ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ نزول وحی سے قبل آپ نے پندرہ آوازوں کو سماعت فرمایا مگر کوئی آواز دینے اور کرنے والا نظر نہ آتا اور پھر سات سال تک روشنائی دیکھتے رہے، اگر آپ ﷺ نبی نہ ہوتے نبوت کے لئے وحی کا نزول اور اظہار ضروری ہوتا تو آپ کو یا رسول اللہ نہ کہا جاتا۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا: و در مواہب الدنیہ گفتہ کہ امام احمد در تاریخ از شعبی آوردہ کہ گت فرود فرستادہ شد بر آنحضرت نبوت و حال آنکہ وے ابن اربعین سنہ بود پس قرین شد نبوت او را باسرافیل سہ سال و تعلیم میکرد او را کلمہ و چیزے نازل نمے شد از قرآن بر زبان وے و چوں سہ سال گزشت قرین

شد نبوت او بجبریل پس نازل شد بروے قرآن بست سال انتہی (مدارج النبوت جلد دوم ص ۳۴) ترجمہ: مواہب اللدنیہ میں ہے کہ امام احمد نے اپنی تاریخ میں امام شعبی سے نقل فرمایا ہے کہ چالیس سال عمر مکمل ہونے پر آپ ﷺ کو نبی بنایا گیا اور حضرت اسرافیل علیہ السلام تین سال تک آپ کے ساتھ رہے اور آپ ﷺ کو ایک ایک کلمہ کی تعلیم دیتے رہے، اس دوران قرآن کی کوئی آیت یا سورۃ نازل نہیں ہوئی تھی اور جب تین سال گزر گئے تو جبریل آپ کے مصاحب ہوئے اور آپ پر قرآن کا نزول شروع ہوا۔ جو بیس سال تک نازل ہوتا رہا۔

امام احمد امام شعبی شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہم اللہ کے اقوال وحوالہ جات کی روشنی میں جب عمر شریف کے چالیس سال مکمل ہوئے تو آپ ﷺ کو نبوت ملی، تینتالیس سال عمر شریف ہوئی تو جبریل نازل ہوئے اور قرآن کا نزول شروع ہوا تحقیقات کا موقف یہ ہے کہ نبوت کا وجود، ثبوت نزول وحی سے ہوگا جبریل تینتالیس سال کی عمر مین وحی لائے قرآن کا نزول شروع ہوا، تو تحقیقات کیموقف کے مطابق پہلے تین سال مین آپ کی نبوت کا ثبوت، وجود، اور تحقق نہیں پایا گیا جبکہ امام احمد اور امام شعبی رحمہما اللہ کے نزدیک یہ نبوت کا زمانہ ہے لیکن اس میں وحی کا نزول نہ اظہار و دعوت؟ کیا کوئی مسلمان یہ تصور کرسکتا ہے کہ ابتدائی تین سالوں میں آپ نبی تھے مگر آپ نے فرائض نبوت ادا نہیں فرمائے، لہذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ نبوت کیلئے چالیس سال کی قید شرط نہیں اور نبوت کیلئے اظہار اور دعوت بھی ضروری نہیں، چنانچہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا: ''وبعضے گفتہ اند کہ نبوت آنحضرت متقدم است بر رسالت وے ﷺ و بر مذہب محدثین در نبوت تبلیغ و انداز شرط نیست و نزول وحی برائے تکمیل نفس کافی است چنانچہ سورۂ اقراء برائے تعلیم و تکمیل وے نازل شد، و آں نبوت است، بعد ازاں نازل شد سورۂ یاایھاالمدثر، برائے تبلیغ و انداز و ایں رسالت است'' (مدارج النبوت: جلد ۲: ص ۳۵)

بعض محدثین نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت آپ کی رسالت پر مقدم ہے محدثین کے مذہب پر نبوت میں تبلیغ و دعوت شرط نہیں، نبوت میں نبی کی ذات کی تعلیم و تکمیل کیلئے وحی کا آنا ہی کافی ہے جیسا کہ سورۂ اقراء کا نزول آپ کی تعلیم اور تکمیل ذات کیلئے ہوا، یہ نبوت ہے اس کے بعد سورۂ یا ایھا

المدثر نازل ہوئی اس کے نزول کا مقصد دعوت وتبلیغ ہے اور یہ رسالت ہے، خلاصہء کلام یہ ہے کہ نبوت کیلئے اظہار اور دعوت وتبلیغ شرط نہیں صرف ذات نبوی کی تعلیم اور تکمیل کیلئے وحی کا آنا ہی کافی ہے اس سے بھی ثابت ہوا کہ تحقیقات نے نبوت کیلئے جو اظہار اور دعوت کی شرط عائد کی ہے وہ غلط ہے،،

سفر شام آپ نے بحیثیت نبی فرمایا ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

بحیرا راہب کا مشہور واقعہ ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس پر بادل کے ٹکڑے کو سایہ کئے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چلتے ہوئے دیکھا اور ہر شجر و حجر کو الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہتے ہوئے اپنے کانوں سے سنا اور آپ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی اور اس کو بوسہ دیا اس کہانی کے درمیان میں شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: پس ایمان آرد بحیرا بآنحضرت وتصدیق نمود واقرار کرد بہ نبوت وے، پس وے یکے ازاں کسانیست کہ ایمان آور دند بآں حضرت پیش از نبوت، مثل حبیب نجار در قصہ اصحاب القریہ: وابن مندہ وابونعیم اورا در صحابہ ذکر کردہ اند وایں مبنی است برآں قول کہ معتبر در تعریف صحابی رؤیت ہے اگر چہ پیش از نبوت باشد ومختار خلاف آنست، وبریں تقدیر ورقہ بن نوفل اقرب باشد باطلاق اسم صحابی کہ در مبادی نبوت بود،،'' (مدارج النبوت: ج:۲:ص:۲۶)

ترجمہ: پس بحیرا راہب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا آپ کی نبوت کی تصدیق کی، اور آپ کی نبوت پر ایمان لایا، بحیرا راہب ان لوگوں میں سے ایک ہے۔ جو نبوت سے پہلے ایمان لائے جیسے حبیب نجار وغیرہ۔

سفر شام میں علامات نبوت کا ظہور ہے دعوت وتبلیغ نہیں لیکن نبوت موجود ہے ورنہ بحیرا راہب اور حبیب نجار پر مومن ہونے کا اطلاق ہرگز نہ ہوتا۔

ابن مندہ اور ابونعیم نے بحیرا راہب کو صحابہ میں ذکر کیا ہے اور اس کی بنیاد وہ قول ہے جس میں صحابی کیلئے رؤیت معتبر ہے'' اگر چہ یہ رؤیت (زیارت) نبوت سے پہلے ہو، لیکن قول مختار اس کے خلاف ہے رؤیت کی بناء پر ورقہ بن نوفل کو اسم صحابی سے موسوم کرنا زیادہ قریب ہے کیونکہ وہ تو نبوت کے ابتدائی مرحلہ پر ایمان لائے تھے۔

تحقیقات نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ امارات اور علامات کی رو سے بحیرا راہب کو تسلی ہوگئی کہ یہ وہی پیغمبر آخر الزمان ہے۔

توضیحاً کہا جائے گا کہ وہ امارات اور علامات کیا ہیں؟

(۱) بادل کے ٹکڑے کا سایہ فگن رہنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ چلنا اور شجر و حجر کا آپ کو یا رسول اللہ کہہ کر سلام عرض کرنا ،، اگر یہ علامات و امارات نبوت کیلئے مثبت اور موید نہ ہوتیں تو بحیرا راہب ایمان لا تا نہ آپ کے نبی ہونے کا اقرار اور تصدیق کرتا، اور نہ ہی ابن مندہ اور ابونعیم اس کو صحابہ میں شمار کرتے ،بحیرا راہب نے تورات و انجیل میں مذکور علامات نبوت ملاحظہ کرنے کے بعد تصدیق کی اور اقرار کیا اور مہر نبوت کو دیکھ کر بوسہ دیا، حالانکہ اس وقت اظہار نبوت تھا نہ تبلیغ و دعوت تھی اس واقعہ سے دو باتیں معلوم ہوئیں: (۱) اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے، اگر نبی نہ ہوتے تو شجر و حجر آپ کو یا رسول اللہ کہہ کر نہ پکارتے، اور بادل کا ٹکڑا بھی آپ پر سایہ نہ کرتا،

(۲) نبی کیلئے نبوت کا اظہار اور تبلیغ ضروری نہیں، تحقیقات کا اظہار اور تبلیغ کو شرط نبوت قرار دینا غلط ہے پھر اگر آپ کی نبوت دائمی، استمراری، اور پیدائشی نہ ہوتی تو آپ کے دونوں شانوں کے درمیان تخلیقی اور فطری طور پر مہر نبوت نہ ہوتی،،

تحقیقات نے اس کی نفی کرتے ہوئے علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ کے کلام سے استشہاد بھی کیا ہے: وہ کلام یہ ہے: لیکن پوری نقل نہیں کی گئی: 'فنزل تحت شجرة سمرة وقال له الراهب انه لم یستظل بها احد بعد عیسیٰ غیره ﷺ فوقع فی قلبه تصدیقه فلم یفارقه فی سفر ولا حضر، الخ '' (روح المعانی: ج:۲۶ ص:۱۹)

سفر شام کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بیری کے درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے جو سایہ دار تھا ،راہب نے دیکھ کر کہا اس درخت کے نیچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے بغیر کوئی نہیں بیٹھا (یہ نبی ہیں) حضرت ابوبکر صدیق کے دل میں راہب کے قول کی تصدیق پیدا ہوگئی، پھر آپ سفر و حضر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں رہنے لگے،،

تحقیقات نے ساتھ ہی وضاحت کردی کہ: حالانکہ آپ ﷺ بحیرا سے ملاقات کے وقت اٹھارہ سال کے تھے ،، پھر لکھا کہ بحیرا کے اس بشارت دینے کے وقت آپ ﷺ کی عمر شریف بیس سال تھی ،، (ص: ۳۳۴)

تحقیقات کو سہو ہوا ہے ابوبکر صدیق کی عمر اٹھارہ اور رسول اللہ ﷺ کی عمر شریف بیس سال تھی ،،

تحقیقات نے بیس سال کی عمر شریف میں بیری کے نیچے تشریف فرما ہونے کا واقعہ بحیرا راہب سے منسوب کیا ہے؟ جبکہ بحیرا راہب کے واقعہ کی تفصیل پہلے آ چکی ہے ان دونوں واقعات میں واضح تضاد ہے،، محدثین نے اس روایت کو رد کر دیا ہے،،

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تفصیل سے اس کا ذکر فرمایا ہے۔

ابوبکر دریں سفر ہمراہ آنحضرت نبود، صلعم، و بلال را ہنوز خریدہ نبود، و ابوبکر خردتر از حضرت بود بدو سال وآنحضرت دوازدہ سالہ بود، و شیخ ابن حجر در اصابہ گفت ایں حدیث رجال وے ثقات اند و منکر نیست ورو ے مگر ایں لفظ پس حمل کردہ شود برآنکہ مدرج و منقطع اشت از حدیث دیگر بسبب وہم بعضے از رواۃ نعم صحبت ابوبکر باآنحضرت اند چنانکہ صاحب مواہب اوردہ درروایت کردہ اند چنانکہ ابن مندہ از ابن عباس بسند ے ضعیف روایت کردہ است ،، کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صحبت داشتہ باآنحضرت در سفر شام ، الخ: سفر شام میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نہ تھے ، اور حضرت بلال بھی ابھی خرید نہیں ہوئے تھے ،، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے دو سال چھوٹے تھے سفر شام میں رسول اللہ ﷺ کی عمر شریف بارہ سال تھی ، شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا سفر شام والی اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں ان میں کوئی منکر نہیں ، مگر ابوبکر صدیق اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کا شریک سفر اور ہمراہ رسول اللہ ہونا مدرج اور منقطع ہے پہلی حدیث کے مقابلے میں کیونکہ راوی وہم کا شکار ہو گیا ہے ، ہاں، مواہب اللدنیہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مصاحبت پر مبنی حدیث ابن مندہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے مگر اس حدیث کی سند ضعیف ہے و یا بیری کے نیچے بیٹھنے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سفر شام میں ہمراہ ہونے کی حدیث ضعیف ہے جبکہ سفر شام

میں ابو طالب کے ہمراہ ہونے اور عمر شریف کے بارہ سالہ ہونے والی حدیث صحیح حسن ہے، جیسا کہ امام ترمذی نے فرمایا ہے، صحیح حسن حدیث کی موجودگی میں ضعیف الاسناد حدیث سے استدلال کرنا درست نہیں،، سفر شام کے حوالے سے نسطورا راہب کا واقعہ بھی مشہور ہے۔

نسطورا راہب بصرہ کے ایک گرجا گر میں رہائش پذیر تھا رسول اللہ ﷺ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے کہ نسطورا راہب نے آپ کو دیکھ لیا اور کہا: در پائے ایں درخت نہ نشستہ الا کسے کہ پیغمبر باشد، ونیز آں شجرہ بے بار وخشک وچوبہائے آں بوسیدہ شدو برگہائے فرد ریختہ بود، بہ نشستن آنحضرت در زیرے وے سر سبز ومیوہ دار شدو گرد آن سبز وخواہم گشت نسطورا نزد آنحضرت آمد وگفت سوگند میدہم ترا بہ لات وعزی کہ بگو نام تو حیثیت آنحضرت فرمودہ ثکلتک امک دور شواز من، الخ،، (مدارج النبوت: ج:۲:ص:۲۷)

ترجمہ: اس درخت کے نیچے پیغمبر کے علاوہ کوئی نہیں بیٹھ سکتا، مزید وہ درخت خشک اور پتوں کے بغیر تھا اس کی لکڑیاں (شاخیں) بوسیدہ ہوگئیں تھیں اور اس کے پتے گر گئے تھے اس کے نیچے رسول اللہ ﷺ بیٹھے اور وہ ہرا بھرا ہو گیا سر سبز ہوا اور اس مین پھل آ گیا، نسطورا راہب رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میں تجھے لات وعزی کی قسم دیتا ہوں کہ بتاؤ تمہارا نام کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں تجھے گم کرے مجھ سے دور ہو جا،، میرے نزدک اس سے زیادہ ناگوار اور کوئی کلام نہیں؟ نسطورا راہب کا واقعہ بحیرا راہب کے واقعہ سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا، تحقیقات نے بحیرا راہب سے ملاقات کی عمر بیس سال بتائی، حضرت ابو بکر صدیق کا ہمراہ ہونا بھی بتایا، شیخ محقق رحمہ اللہ نے اس کی تردید فرمادی ہے بلکہ ان الفاظ کو مدرج اور منکر فرمایا ہے،،

نسطورا کے واقعہ میں جس درخت کے نیچے آپ ﷺ جلوہ افروز ہوئے وہ صدیوں سے خشک، بے برگ وبار چلا آرہا تھا بوسیدگی کی وجہ سے اس کی شاخیں گر گئی تھیں، مگر آپ کا جلوہ افروز ہونا ہی تھا کہ وہ سبز، ہرا بھرا، پتے دار، بلکہ اسی وقت میوہ دار بھی ہو گیا،، یہ آپ ﷺ کا زندہ وجاوید معجزہ تھا جو اعلان نبوت، اظہار نبوت، اور عمر مبارک کے چالیس سال مکمل ہونے سے پہلے ظہور پذیر ہوا اگر اس وقت آپ نبی

نہ ہوتے تو یہ معجزہ ہرگز وقوع پذیر نہ ہوتا، آپ کے نبی ہونے پر دلیل بھی موجود ہے کہ جب نسطورا راہب نے آپ کو لات وعزی کی قسم دی آپ نے سختی سے رد فرما کر نسطورا کو بھگا دیا، اور عربوں کے دستور کے مطابق ثکلتک امک کا جملہ بھی ارشاد فرمایا، اور تیسری دلیل یہ بھی پائی گئی ہے کہ نسطورا نے کتاب کھول کر آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور کہا کہ انجیل میں مذکور علامات کے مطابق یہی نبی آخر الزمان ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)

اور بحیرا راہب نے بادل کے ٹکڑے کو سایہ کرتے ہوئے ہمراہ چلتے ہوئے، شجر و حجر کو یا رسول اللہ کہہ کر سلام پیش کرتے ہوئے، بیری کے درخت کا سایہ کرتے اور بدلتے ہوئے دیکھ کر کہا، مہر نبوت کو ملاحظہ کر کے ایمان لایا اور آپ کی تصدیق کی،،

سفر شام کا یہ واقعہ مشکوۃ فصل ثانی، ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: بحیرا راہب نے یہ امارات وعلامات نبوت دیکھ کر کہا:

" فقال هذا سيد العالمين ،هذا رسول رب العالمين ،يبعثه الله رحمة للعالمين "ان تین جملوں میں لفظی اور معنوی فرق نمایاں ہے پہلے دو جملے تحقق اور وقوع بالفعل پر دلالت کرتے ہیں، مبتداء اور خبر کی تعریف بھی مفید اختصاص ہے جس سے دو فائدے حاصل ہوئے بر بنائے جملہ خبریہ احتمال کذب تھا، جو ساقط ہو گیا خبر انجیل وتورات، اور علامات حسیہ قرائن خارجیہ موجود ہیں: جن سے مستقبل میں نبی ہونے کا احتمال بھی جاتا رہا، صرف رحمۃ للعالمین ہونے کا تعلق مستقبل سے ہے،، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: میفرستد او را خدائے تعالیٰ سبب رحمت و مہربانی برائے جہانیان "(اشعۃ اللمعات: ج:۴:ص:ص ۵۷۹)

اللہ تعالیٰ ان کو تمام جہانوں کیلئے اپنی رحمت اور مہربانی کرنے کا سبب بنا کر بھیجے گا، شیخ محقق رحمہ اللہ نے "هذا سيد العالمين ،هذا رسول رب العالمين " کا ترجمہ کیا اور نہ اس پر تبصرہ، جس سے ثابت ہوا کہ شیخ محقق کا اس وقت نبی ہونے پر اتفاق ہے،،

تحقیقات نے لکھا کہ بحیرا راہب نے جناب ابو طالب کو آپ کی یہود و نصاری سے حفاظت اور نگہبانی کی

وصیت کی اور کہا کہ یہ بچہ پیغمبر آخر الزمان بنے گا ۔الخ (تحقیقات :ص: ۲۸۱، بحوالہ مدارج النبوت : ج:۲:ص:۲٦)

تحقیقات نے شیخ رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارت جو درحقیقت بحیرا راہب کا کلام ہے سے استدلال کیا ہے کہ آپ ﷺ اس وقت نبی نہیں تھے، توضیحاً کہا جائے گا کہ:

شیخ محقق رحمہ اللہ نے فرمایا: بحیرا بدلائل واضحہ ،نبوت آنحضرت باایشاں اشارت کرد، وگفت ایں کودک آنکس است درتوراۃ وانجیل وزبور وصف ایں خواند آید، وگفت چوں خدائے تعالیٰ امرے خواست باشد ،ہیچ کس تغیر آں نتواں کرد،، مدارج النبوت : ج:۲:ص:۲٦)

ترجمہ: بحیرا راہب نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے واضح دلائل دیکھ کر ان کو واپس لے جانے کا مشورہ دیا تھا، بحیرا راہب نے یہ بھی کہا کہ تورات، زبور اور انجیل میں یہی علامات ان کے نبی ہونے کے بیان ہوئے ہیں، پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اٹل ہے اس کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔

ثانیاً: آپ کی عمر شریفہ بارہ سال ہے اس سے قبل اور اس کے بعد چالیس سال تک آپ ﷺ نے نبوت کا اعلان نہیں فرمایا، اور نہ ہی وحی کا نزول ہے تو آپ نبی کس طرح ہوئے؟ جب آپ نبی ہی نہیں تو علامات نبوت جو درحقیقت معجزات ہیں تو ان کا ظہور کیوں ہوا؟

ثالثاً: اور اگر یہ آپ کے نبی ہونے کے دلائل نہ ہوتے تو بحیرا راہب آپ پر ایمان کیوں لاتا اور آپ کے نبی ہونے کی تصدیق کیوں کرتا؟

رابعاً: بحیرا راہب کو ابن مندہ، ابونعیم محدثین نے صحابی فرمایا ہے۔اگرچہ اس کا صحابی ہونا مختلف فیہ ہے تاہم مومن ہونا امر مسلم ہے،، اور صحابی کی تعریف یہ فرمائی ہے من رای النبی مومنا بہ (مدارج النبوت جلد۲ص۳۲) جس نے بحالت ایمان نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی ہو۔

خامساً: شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب رسول اللہ ﷺ اور دیگر اہل قافلہ درخت کے نیچے بیٹھے تو رسول اللہ ﷺ کے اعزاز اور امتیاز میں درخت نے اپنا سارا سایہ رسول اللہ ﷺ پر ڈال دیا برائے اعزاز وامتیاز وے درمجلس سایہ نیز برگشت وسایہ ابر برسر آنحضرت از معجزات بود لیکن مے گویند دائم نبود بلکہ گاہ

گاہ ے بود (اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۵۸۰) آپ ﷺ کے امتیاز مقام اور اعزازی شان کی وجہ سے اہل مجلس سے سایہ آپ کی طرف پھر گیا آپ ﷺ کے سر پر بادل کے ٹکڑے کا سایہ کرنا آپ کے معجزات سے تھا لیکن یہ سایہ ہمہ اوقات نہ ہوتا بلکہ کبھی کبھی ہوتا۔

• شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے ثابت ہوا کہ بادل کا آپ کے سر اقدس پر سایہ کرنا آپ ﷺ کا معجزہ تھا بقول شیخ محقق سفر شام میں بحیرا راہب نے آپ پر بادل کو ساتھ ساتھ چلتے اور سایہ کرتے جو دیکھا یہ آپ کا معجزہ تھا جو اس وقت آپ کے نبی ہونے پر دلالت کر رہا تھا کیونکہ تحقق معجزہ تحقق نبوت کو مستلزم ہے اور اس معجزہ کو ارہاص کہنا جائز نہیں کیونکہ اگر ارہاص ہوتا تو اس کا ظہور گاہے گاہے نہ ہوتا اور شیخ محقق اس کو خصوصی معجزہ نہ فرماتے۔

خامساً: حدیث ابی موسیٰ میں ہے ''فقال له اشياخ من قريش ما علمك فقال انكم حين اشرفتم من العقبة لم يبق شجر و لا حجر الاخر ساجدا و لايسجدان الا لنبی و انی اعرفه بخاتم النبوة اسفل من غضروف كتفه مثل التفاحه'' ترجمہ: بحیرا راہب سے قریش کے بوڑھوں نے پوچھا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ اللہ کا نبی ہے راہب نے کہا جب تم گھاٹی سے اوپر چڑھے کوئی درخت اور کوئی پتھر ایسا نہ تھا جو سجدہ میں نہ گرا ہو درخت اور پتھر نبی کے بغیر کسی کو سجدہ نہیں کرتے،

میں مہر نبوت جوان کے کندھے کے بالائی حصہ سے نیچے ثبت ہے اس کی وجہ سے بھی پہنچانتا ہوں اس کی صورت سیب جیسی ہے۔

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ بحیرا راہب کو الہامی اور کتب سماویہ کی تصریحات کے ذریعے علم تھا کہ آپ چالیس سال کے بعد نبی ہوں گے اور وہ ایمان لایا اور تصدیق کی تو درخت اور پتھر اظہار تواضع کرتے ہوئے آپ کے حضور کیوں سجدہ ریز ہوئے؟ الفاظ حدیث صاف بتا رہے ہیں کہ شجر و حجر کا سجدہ ریز ہونا یہ اس بناء پر تھا کہ آپ اس وقت حقیقتاً اور فی الواقع نبی تھے اسی لئے شیخ محقق نے سایہ ابر کو معجزہ فرمایا ہے۔

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:''و لا یخفی ان ایراد ھذاالحدیث فی باب علامات النبوۃ کان اوفق للتحقیق'' جس سے ثابت ہوا کہ اس حدیث میں بیان شدہ خوارق عادات آپ کے نبی ہونے کی علامات ہیں یعنی ان خوارق عادات کا ظہور ثابت کرتا ہے کہ بوقت ظہور خوارق عادات آپ نبی تھے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سفر شام میں ظاہر ہونے والے خوارق عادات علامات نبوت ہیں صاحب مشکوٰۃ کو یہ حدیث علامات نبوت کے باب میں ذکر کرنا چاہیے تھی ۔شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا''علامات دراصل شان کہ برسر راہ نہند ومراد اینجا نشانہاست کہ دلالت کند بر پیغمبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از صفات واخلاق وفضائل وشمائل وافعال واحوال آنحضرت کہ عقل متفرس کہ دراں نظر کند استدلال کند بر نبوت''(اشعۃ اللمعات جلد ۴ص ۵۱۶)

علامات ،علامت کی جمع ہے ،علامت اس نشان کو کہتے ہیں جو راستہ کے سر پر رکھا جاتا ہے اور وہاں باب علامات نبوۃ میں وہ نشانات ہیں جو آپ کی پیغمبری (آپ کے نبی ہونے) پر دلالت کرتے ہیں مثلاً آپ کی صفات مقدسہ ،اخلاق کریمہ ،فضائل شریفہ ،شمائل عظیمہ ،افعال رفیعہ اور احوال طاہرہ آپ کی نبوت پر واضح دلائل ہیں ،جو بھی اہل فراست صاحب عقل ان میں نظر وفکر کرے گا وہ بلا تامل ان سے آپ کی نبوت پر استدلال کرے گا ۔کلیہ یہی ہے کہ وجود دلیل وجود مدلول کو مستلزم ہوتا ہے دھویں کا وجود ،وجود نار کو مستلزم ہے طلوع شمس وجود نہار کو مستلزم ہے خوارق عادات کا ظہور وجود نبوت کے تحقق اور وجود کو مستلزم ہے ۔خلاصہ بحث یہ ہے کہ سفر شام میں خوارق عادات کا ظہور اور حسی وجود آپ کے حسی نبی ہونے کو مستلزم ہے کیونکہ بقول شیخ محقق خوارق عادات وہ نشانات ہیں جو اسی وقت آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ دھواں ہو آگ نہ ہو ،طلوع شمس تو ہو مگر دن موجود نہ ہو شیخ محقق نے ان خوارق عادات سے آپ کی نبوت پر استدلال کرنے کے لئے اہل فراست اور اہل عقل ہونا شرط قرار دیا ہے ۔

تحقیقات نے انکار کیا ہے کہ بحیرا راہب نے تورات وانجیل میں بیان کئے گئے آپ کے حالات مخصوصہ اور مصرحہ علامات مشخصہ کی بناء پر آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی اور اقرار کیا کیونکہ یہ وہی پیغمبر آخر

الزمان ہیں آگے لکھا بوقت اطلاق لفظ نبوت سے متصف ہونا علیحدہ امر ہے کبھی مستقبل میں حاصل ہونے والی حالت مدنظر رکھ کر صفت کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔ (ص 279-280)

توضیحاً کہا جائے گا کہ بحیرا راہب کا یہ کہنا ہذا سید العالمین، ہذا رسول رب العالمین مبنی بر وجود نبوت ہے، مایؤول الیہ کے ساتھ اس کی تعبیر نہیں کی جا سکتی کیونکہ اشیاخ قریش جو اہل قافلہ میں سے تھے انہوں نے بحیرا راہب سے پوچھا ماعلمک؟ ان کے سید العالمین، رسول رب العالمین ہونے کی تیرے پاس معلومات کیا ہیں؟ تو جواب میں کہا انکم حین اشرفتم من العقبة لم یبق شجر و لا حجر الا خر اساجدا و لا یسجدان الا لنبی انی اعرفه بخاتم النبوة۔ یہ کلام حسی علامات کا مجموعہ ہے اور یہ کلام حصر و قصر میں ہے کہ یہ نبی ہیں (نہ کہ آئندہ ہونگے) نبی کے بغیر شجر و حجر سجدہ ریز نہیں ہوتے ان کے نبی ہونے کی قدرتی، فطری اور تخلیقی علامت مہر نبوت ہے اگر تورات، انجیل میں بیان شدہ اوصاف آپ کی نبوت کی علامات اور امارات ہیں اگر ان کی بنیاد پر مایؤول الیہ کے عنوان میں ایمان لاتا اور تصدیق کرتا تو سوال اشیاخ پر آپ کے نبی ہونے پر خوارق عادت سے استدلال کیوں کرتا؟ اور نبی ہونے کے تعارف میں مہر نبوت کا حوالہ نہ دیتا بحیرا راہب کے نزدیک اگر اس وقت آپ نبی نہ ہوتے تو آپ کے سید العالمین، اور رسول رب العالمین ہونے کو تحقق و جودی کے بجائے بصیغہ مضارع ذکر کر دیتا جس طرح یبعثہ اللہ رحمۃ للعالمین، بصیغہ مضارع آپ کی بعثت کو ذکر کیا ہے لیکن بحیرا راہب نے اشیاخ کو کہا انظروا الی فی الشجرة مال علیه یعنی یہ دیکھو درخت کا سایہ ان کی طرف پھر گیا ہے اس طرح بحیرا راہب نے حسی دلیل سے بھی اشیاخ قریش کو آپ کی نبوت سے مطلع فرمایا ماننا پڑے گا بحیرا راہب کا ایمان لانا آپ کی نبوت کی تصدیق کرنا تورات و انجیل میں بیان شدہ علامات امارات کی بنا اور مایؤول الیہ کا ثمر اور مفہوم نہیں بلکہ تحقق وجودی عینی خارجی کی وجہ سے ہے۔

تحقیقات کا موقف یہ ہے کہ سفر شام کے دوران رونما ہونے والے واقعات معجزات نہیں بلکہ کرامت ہیں اور آپ ﷺ کی نبوت کے لئے ارہاصات ہیں تحقیقات نے اپنے موقف کی تائید میں شرح مواقف، شرح مواہب اللدنیہ کے حوالہ جات بھی نقل کئے ہیں شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے

فرمایا کہ سایہ ابر برسر آنحضرت از معجزات بود بادل کا آپ کے سر اقدس پر سایہ کرنا آپ کا معجزہ تھا سفر شام اور اس میں رونما ہونے والے خوارق عادات کو معجزات فرمایا ہے فرمایا وسخن کردن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در مہد با قمر واشارت کردن بجانب قمر و میل کردن قمر بسوئے او اشارت میکرد و جنبانیدن ملائکہ گہوارہ او را در معجزات مذکورہ است ۔ ترجمہ: گہوارہ بچپن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چاند سے باتیں کرنا آپ کے اشارے پر چاند ادھر ہی جھک جاتا جدھر آپ کا اشارہ ہوتا تھا آپ کے پنگھوڑے کو فرشتوں کا حرکت دینا (جھولانا) آپ کے معجزات میں مذکور ہیں معلوم ہوا بادل کا سایہ کرنا شجر وحجر کا سجدہ کرنا چاند سے گفتگو کرنا، چاند کا اشارہ پر جھک جانا فرشتوں کا آپ کا جھولا جھلانا سب معجزات ہیں کرامات نہیں نہ ارہاصات ،تحقیقات کا ان خوارق عادات کو کرامات اور ارہاصات کہنا قابل تسلیم نہیں ۔

ثانیا: متکلمین کے نزدیک کرامات اور ارہاصات ہیں مگر محدثین اور مفسرین کے نزدیک یہ معجزات ہیں اس لیے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ارہاصات کی تردید کرتے ہوئے معجزات فرمایا ہے ۔ (تحقیقات ص 302)

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ابن برہان کے حوالے سے تحریر فرمایا: ” قال ابن برهان قد يكون قبل بعثة النبي شي شبه المعجزات يعني التي تسمى ارهاصا ويتحمل ان يكون نبيا قبل اربعين غير مرسل ،الخ، والاظهر انه كان قبل الاربعين وليا ثم بعدها نبيا ثم صار رسولاً “ (مرقات: ج:۳:ص:۳۰۸،بحوالہ تحقیقات:ص:۳۰۲)

ملا علی قاری کے اس اقتباس سے یہ امر بھی متحقق ہوا ہے کہ چالیس سال سے قبل آپ کا نبی ہونا بھی ممکن ہے اگر چہ آپ نبی مرسل نہیں تھے ،اس اقتباس سے یہ عندیہ بھی غلط ٹھہرا کہ چالیس سال کے بعد نبی بنائے گئے ہیں ،چالیس سال سے قبل آپ نبی نہیں تھے ،،تحقیقات نے اپنے موقف کی تائید میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شق بطن ،قلب اطہر کا دھویا جانا ،بادل کا سایہ کرنا ،شجر وحجر کا یا رسول اللہ کہہ کر سلام کرنا: ”فلیست معجزات بل ہی کرامات تسمی بیند ارھا صاائی تاسیاللنبوۃ“ یہ امور معجزات نہیں بلکہ کرامات ہیں اور اس حال میں (قبل از دعوائے نبوت)

ارہاص یعنی نبوت کی بنیاد ہوتے ہیں ،، مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے فرمایا: مما کانت متقدمۃ علی دعوی النبوۃ'' (تحقیقات: ۳۰۳)

کرامات، معجزات، ارہاص کا لغوی، معنوی تفاوت

یہ متکلمین کی اصطلاحات ہیں ان کا مبداء اور مصدر وہ امور ہیں جو عادات اور احوال کے خارق ہوں ،عوام الناس کی سوچ ،فکر اور عمل عادی کے خلاف ہوں ،خوارق عادات تین قسم ہیں:

(۱) کرامت ،معجزہ اور ارہاص ان کا صدور اور وقوع باذن اللہ اور منجانب اللہ ہوتا ہے معجزہ سات شرائط کے ساتھ مشروط ہے:

پہلی شرط یہ ہے:''ان یکون فعل اللہ او ما یقوم مقامہ ،،الثانی ان یکون المعجز خارقاً للعادۃ اذلا اعجاز دونہ فان المعجز ینزل من اللہ منزلۃ التصدیق بالقول ،،الثالث: ان یتعذر معارضتہ ،الرابع ان یکون ظاھراً علی ید مدعی النبوۃ ''(شرح مقاصد وغیرہ ،،ص: ۲۴۴ تا ۲۴۸)

ترجمہ: معجزہ درحقیقت اللہ کا فعل ہے یا وہ چیز معجزہ ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے فعل کے قائم مقام ہو،، دوسری شرط یہ ہے کہ وہ فعل یا اس کے قائم مقام ہونے والا امر خارق للعادت ہو،، تیسری شرط یہ ہے کہ اس سے معارضہ ناممکن ہو، چوتھی شرط یہ ہے کہ اس کا ظہور اور صدور اس شخص کے ہاتھ پر ہو جو نبوت کا مدعی ہے،،

معلوم ہوا معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جو مدعی نبوت کے لئے نازل ہوتا ہے دیگر افراد اس کا مقابلہ کرنے اور اس کا معارضہ پیش کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور ارہاص میں بھی اللہ تعالیٰ کا فعل ،خارق العادت، انسانی مقابلہ اور معارضہ سے برتر اور پاک ہے۔

یہی حال کرامت کا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ معجزہ کا وجود اور صدور دعویٰ نبوت پر موقوف ہے صرف مدعی نبوت کے دعوے کی تصدیق کرتا ہے اور ارہاص دعوی نبوت کی نہیں بلکہ نفس نبوت وجود نبوت اور ثبوت نبوت کی تصدیق کرتا ہے۔ اسی لیے علماء متکلمین نے تاسیاً للنبوۃ سے تعبیر فرمایا ہے معجزہ اور ارہاص

دونوں وجود نبوت پر دلالت کرتے ہیں فرق صرف یہی ہے کہ اگر امر خارق للعادت کا ظہور دعویٰ کے بعد نہ ہو بلکہ پہلے ہو تو معجزہ نہیں ارہاص ہے ہر دو صورتوں میں نبوت کا وجود اور تحقق موجود ہے دونوں نبوت کے ثبوت اور وجود پر دلالت کرتے ہیں۔ اگر شق صدر شجر و حجر یا رسول اللہ سلام عرض کرنا، بادل کا سایہ کرنا وغیرہ معجزات نہ ہوں ارہاصات ہوں تو بھی آپ ﷺ کی نبوت موجود اور ثابت ہے ارہاصات تسلیم کیے جانے پر بھی تحقیقات کا موقف غلط ہے۔

متکلمین کے نزدیک معجزہ وہ امر خارق للعادت ہے جو مدعیٔ نبوت کے دعویٰ کے ساتھ متصل اور مقارن ہو، مفسرین محدثین اور اہل سنت و جماعت کے نزدیک ارہاص بھی معجزہ ہے چنانچہ حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی ابوبکر الباقلانی کے سوالات کا وجوابات دیتے ہوئے فرمایا ان تقديم المعجز على زمان البعثة جائز عندنا و ذالك هو المسمى بالارهاص، و مثله في حق الرسول كثيـر ،ترجمہ: ہم اہل سنت و جماعت کے نزدیک نبی کی بعثت (دعویٰ نبوت) سے قبل معجزہ کا ظہور جائز ہے اور اس کا نام ارہاص ہے رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل بے شمار معجزات کا ظہور ہوا ہے۔ (کبیر جلد ۱۱ص ۲۰۵ زیر آیت الم نشرح لك صدرك)

امام رحمۃ اللہ علیہ نے زیر آیت الم ترکیف فعل رب باصحاب الفیل کے تحت فرمایا: و كان دالة على شرف محمد صلى الله عليه و آله سلم و ذالك لانه مذهبنا انه يجوز تقديم المعجزات على زمان البعثة تاسياً لنبوتهم و ارهاصالها" یہ سورہ مقدسہ محمد رسول اللہ ﷺ کے شرف مقام پر دلالت کرتی ہے یعنی آپ کے نبی ہونے کی واضح دلیل ہے اور اصحاب فیل کا پرندوں کے ہاتھوں ہلاک

و تباہ ہونا آپ کا معجزہ ہے، اہلسنت و جماعت کے مذہب میں نبی کی بعثت سے پہلے معجزہ کا ظہور اور صدور جائز ہے یہ معجزہ اس ذات پاک ﷺ کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔ کلام امام سے ثابت ہوا کہ ارہاص ہو یا معجزہ دونوں خوارق عادات، منزل من اللہ اور وجود نبوت کا اثر اور لازم مرتب ہیں ان کا تعلق وجود نبوت سے ہے البتہ حکم کے لحاظ سے ان میں فرق ہے کہ دعویٰ نبوت کے مدعی پر اظہار معجزہ

واجبات میں سے ہے جبکہ ارہاص کے لئے ظہور وصدور متعلقہ شخصیت کے لئے واجبات سے نہیں، محض ،عنایات باری تعالیٰ ہیں جن سے مقصود صرف اور صرف نبوت سے متصف شخص کا تعارف اور مقام کا اظہار ہے جیسا کہ واقعہ اصحاف فیل جو نبی کریم ﷺ کی ولادت طیبہ سے چالیس یا پچاس روز پہلے ہوا، اور خانہ کعبہ کو گرانے کے لئے آنے والی ابرہہ کی فوج آپ ﷺ کی وجہ سے ابابیل نامی پرندوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوئی علمائے تفاسیر نے اس واقعہ کو آپ ﷺ کے لئے ارہاص فرمایا ہے یعنی یہ آپ کا معجزہ تھا جو آپ کے ظہور قدسی اور اعلان نبوت سے پہلے ظاہر ہوا، یہ واقعہ آپ کے نبی ہونے کی واضح دلیل ہے۔

ارہاص اور معجزہ امر خارق للعادت ،ظہور اور صدور کی صوری اور معنوی حیثیت اور جہت میں یکساں اور مساوی ہیں ہیئت میں کوئی تغیر و تبدل نہیں صرف زمانے کے تقدم و تاخیر اور ادعائے نبوت کا فرق ہے دعویٰ نبوت میں معجزہ صدق دعویٰ کے لئے بطور دلیل ضروری ہے مگر دعویٰ نبوت کے قبل کے زمانے میں امر خارق للعادت کا ظہور اور وقوع محض عنایات باری تعالیٰ میں سے ہے جس کا مقصد نفس نبوت کا ثبوت اور اظہار ہے۔

چالیس سال سے قبل نبوت کا انکار، ارہاص کا انکار ہے

تحقیقات کا موقف یہ ہے کہ نبوت کی شرط چالیس سال کی عمر کی تکمیل ہے چالیس سال سے قبل کوئی شخص نبی نہیں بنایا جاتا نبوت کا ثبوت اور وجود چالیس سال کی عمر کی تکمیل سے شروع ہوتا ہے اس میں علامہ سید محمود آلوسی امام فخر الدین رازی، علامہ سعد الدین التفتازانی رحمہم اللہ وغیرہ محققین کا موقف ہے کہ اصل نبوت کے لئے چالیس سال عمر کا ہونا شرط نہیں بلکہ یہ امر بعثت کے لئے شرط ہے تحقیقات کے موقف کے مطابق جب نبوت چالیس سال کے بعد ہے تو دعویٰ نبوت بھی چالیس سال کے بعد ہے اور جب دعویٰ نبوت چالیس سال کے بعد ہے تو معجزہ بھی چالیس سال کے بعد ہے تو پھر ارہاص کا وجود تو نہ رہا ارہاص کہاں گیا؟ جب کہ متکلمین نے خوارق عادات کو تین انواع میں تقسیم فرمایا ہے۔ ۱۔ کرامت، ۲۔ ارہاص، ۳۔ معجزہ۔ شرح مواقف میں ہے " تلك الخوارق المتقدمه على الدعوىٰ

ليست بمعجزات انما هي كرامات و ظهورها على الاولياء جائز والا نبياء قبل نبوتهم لانهم لا يقصرون عن درجة الاولياء فيجوز ظهورها عليهم ايضاً و حينئذ تسمى ارهاصاً اى تاسيا للنبوة من ارهصت للحائط البتة" (ص ۳۴۹) ترجمہ: دعویٰ نبوت سے پہلے ظاہر ہونے والے خوارق عادات معجزات نہیں ہوتے یہ کرامات ہیں، اولیائے کرام کے ہاتھوں ان کا اظہار جائز ہے انبیاء کرام اعلان نبوت سے قبل اولیاء کرام کے مرتبہ سے کمتر نہیں ہوتے، انبیاء کرام سے خوارق عادات کا ظہور اگر اعلان نبوت سے پہلے ہو تو اس کو ارہاص کہا جاتا ہے غور طلب معاملہ یہ ہے کہ ارہاص اور معجزہ کا فیصلہ چالیس سال کے بعد ہوگا کیونکہ بقول تحقیقات نبوت کا وجود چالیس سال کے بعد متحقق ہوگا لہٰذا اس سے قبل خوارق عادات کو کرامت اور اس کے متعلقہ شخص کو ولی قرار دیا جائے گا لیکن اعلان نبوت سے پہلے ولی اور نبی کی پہچان کیسے ہوگی؟ ولی کے لئے لازم ہے کہ کسی نبی کا متبع ہو اس کے اعمال، عقائد نبی کی تعلیمات کا اثر اور عکس ہوں جبکہ نبی دوسرے نبی کا جانشین اور مبلغ تو ہو سکتا ہے مگر امتی اور کلمہ گو نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ نبی ہے اس پر وحی آتی ہے ولی کسی صورت نبی کے درجہ اور مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا غوث شہیر، قطب عالم عبدالعزیز الدباغ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"الفرق بين النبوة والولاية بان انوار النبوة اصلى ذاتى حقيقى مخلوق مع الذات فى اصل نشاتها و لذا كان النبى معصوما فى كل احواله و نور الولاية بخالف ذالك" (جواہر البحار جلد ثانی ص ۲۶۳)

ترجمہ: نور نبوت اور نور ولایت کے درمیان واضح فرق ہے، نبوت کا نور اصلی، ذاتی، حقیقی ہے جو نبی کی ذات کے ساتھ پیدائشی طور پر موجود ہوتا ہے اسی وجہ سے نبی فطری طور پر معصوم ہوتا ہے اور ہر حال اور ہر لمحہ معصوم ہوتا ہے جبکہ ولایت کا نور ان اوصاف سے متصف نہیں ہوتا اور نہ ہی ولی معصوم ہوتا ہے یعنی اصل ماہیت اور لوازمات حقیقیہ کی وجہ سے نبی اور ولی کے درمیان تباین شخصی اور تغایر ذاتی موجود ہے ایسی صورت میں خوارق عادات کا یکساں ہونا اور ان کے درمیان وحدت کا پایا جانا ناممکن ہے کیونکہ تغایر ذات مع الوصف تغایر صفات اور تغایر اثرات کو مستلزم ہے شارح مواقف کا یہ کہنا کہ انبیائے کرام

ادعائے نبوت سے پہلے مرتبہ ولایت پر ہوتے ہیں نا قابل تسلیم قرار پاتا ہے کیونکہ غوث شہیر رحمۃ اللہ علیہ نے نبوت اور ولایت کے درمیان تغائر ماہیت کا قول کیا ہے جو تغائر اوصاف کو مستلزم ہے ولی سے صادر ہونے والا امر خارق للعادت کرامت ہوگا اور نبی کی ذات سے صادر ہونے والا امر خارق للعادت معجزہ ہوگا نبوت سے پہلے ہو یا دعویٰ نبوت کے بعد۔

ثانیا: یہ امر مسلم ہے کہ ارہاص اور معجزہ خوارق عادت ہیں مگر ان کے درمیان وقت کے تقدم اور تاخر کے لحاظ سے تفاوت ہے شارح مواقف سید جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی متعین فرمادیا ہے کہ ارہاص اور معجزہ کے صدور کی علت نبوت ہے تحقیقات کے مطابق ارہاص کی علت چالیس سال سے قبل ہے ہی نہیں تو ارہاص کا وجود اور ثبوت نہ ہوگا۔

جبکہ متکلمین نے نبوت اور ولایت کے حوالے سے خوارق عادات کو تین اقسام میں تقسیم فرمایا ہے ،کرامات ،ارہاص ،اور معجزہ

ثالثاً: تحقیقات کا موقف علمائے مفسرین اور علمائے متکلمین کے موقف کے بھی خلاف ہے، شرح مواقف میں ہے کہ" تلك الخوارق المتقدمة على الدعوى ليست معجزات ،الخ،.................. فيجوز ظهورها عليهم ايضاً وحينئذ يسمى ارهاصا اى تاسيا للنبوة"(ص:۲۴۹)

خوارق عادات نبی سے دعویٰ نبوت سے پہلے بھی ظاہر ہوتے ہیں، ان کو ارہاص کہا جاتا ہے اور خوارق عادات اس کے نبی ہونے کی علامت ہوتے ہیں ارہاصات دو حال سے خالی نہیں ارہاصات کے وقت نبوت ہے تو یہ اس کی علامت اور شناخت ہوں گے اور اگر نہیں تو ان کا ظہور پذیر ہونا ناممکن ہے اگر چہ علماء متکلمین کے نزدیک چالیس سال سے قبل کا زمانہ ولایت کا زمانہ ہے لیکن غوث کبیر سید عبدالعزیز الدباغ رحمہ اللہ کے فرمان کی روشنی میں یہ زمانہ ،نبوت کا ہے، مگر دعویٰ نبوت نہ ہونے کی وجہ سے اس کی علامت اور نشان بننے والے خوارق عادات کا ظہور ارہاص کہلاتا ہے اور ادعائے نبوت کے بعد یہی خوارق عادات معجزات کہلائیں گے اور شخص مدعی کے ہاتھ پر اس کا ظہور اور صدور واجب ہوگا،، خلاصہ

کلام یہ ہے کہ تحقیقات کا موقف علمائے متکلمین، محدثین اور مفسرین کے موقف کے مغائر ہے اور اس موقف کی روشنی میں خوارق عادات کی تیسری قسم کی نفی اور انکار لازم آتا ہے

اعلان نبوت سے قبل تمام خوارق عادات معجزات تھے (صلی اللہ علیہ وسلم)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: "ان تقدیم المعجز علی زمان البعثة جائز عند نا و ذالك هو المسمی بالارهاص و مثله فی حق الرسول کثیر" (زیر آیت الم نشرح لک)

اہل سنت و جماعت کے نزدیک بعثت سے قبل معجزات کا ظہور جائز ہے ان کو ارہاص کہا جاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ارہاصات (معجزات) کا ظہور کثرت سے پایا گیا ہے۔

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ مما کانت متقدمة علی دعوی النبوة فلیت بمعجزات بل هی کرامات و تسمی حینئذ ارهاصاً ای تاسیها للنبوة (اثبات النبوۃ ص ۱۰ بحوالہ تحقیقات ص ۳۰۳)

یہ خوارق عادات ارہاصات ہیں کیونکہ ان کا ظہور اعلان نبوت سے پیشتر ہوا ہے اور یہ آپ کی نبوت کی علامات اور امارات ہیں شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو معجزات فرمایا ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے ارہاصات کی فہرست میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جن امور کو شامل فرمایا ہے وہ یہ ہیں۔ "و شق بطن محمد صلی الله علیه و سلم و غسل قلبه، والظلال الغمام علیه و تسلیم الشجر و المدر علیه و غیره" (ایضاً)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن اطہر کا شق کیا جانا، آپ کے قلب شریف کا دھویا جانا، آپ پر بادل کا سایہ کرنا، شجر و حجر کا آپ پر سلام بھیجنا وغیرہ۔ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام امور کو معجزات فرمایا ہے صاحب مشکوۃ شیخ ولی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوۃ میں علامات النبوت کا باب قائم فرمایا جس میں شق صدر شریف سلام حجر وغیرہ کے واقعات پر مبنی احادیث مبارکہ نقل فرمائی ہیں اور معجزات کا باب الگ قائم فرمایا ہے۔ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تعرض کرتے ہوئے فرمایا علامات اور معجزات خوارق عادات ہیں دونوں کا مفہوم اور مآل ایک ہی ہے الگ الگ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ (اشعۃ اللمعات جلد چہارم

س ۱۵۱ د)

معلوم ہوا کہ شیخ محقق کے نزدیک شجر و حجر کا سلام کرنا، شق صدر وغیرہ کے واقعات معجزات ہیں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق معجزہ اور ارہاص میں کوئی فرق نہیں دونوں سے مراد ایک ہی چیز ہے جس کا نام معجزہ ہے۔

تحقیقیت نے شق صدر کے واقعات کو بزور قلم خوب اچھال کر چالیس سال سے قبل کے نبی نہ ہونے پر بار بار استشہاد کیا ہے آیئے دیکھیں محدثین کی تحقیق اور تقابلی نظر میں شق صدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی دلیل ہے یا نبی نہ ہونے کی؟

شق صدر کا واقعہ جو چار سال کی عمر شریفہ میں پیش آیا امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اپنی صحیح میں نقل فرمایا ہے یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب آپ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں جلوہ افروز تھے، اور اپنی والدہ کی اجازت سے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے زیر پرورش تھے آپ ایک صحراء میں اپنے رضاعی برادران کے ہمراہ بکریاں چرانے کے سلسلہ میں تشریف فرما تھے، پورا واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی زبان مبارک سے بیان فرمایا جس کی ترجمانی کرتے ہوئے شیخ محقق شاہ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پس درآورد دست خود اور جوف من و بیرون آورد قلب مرا من مے بینم بسوئے او پس بشگافت آنرا بیرون آورد ازوے مضغہ سیاہ را بینداخت آنرا، و گفت از یں نصیب شیطان بود از" تو تین اشخاص پہاڑ کی بلندی سے اترے ایک نے اپنا ہاتھ میرے پیٹ میں داخل کر کے میرے دل کو نکالا میں اس کو دیکھتا رہا پھر اس نے میرے دل کو چیرا اور اس سے سیاہ رنگ کا جما ہوا خون نکالا باہر پھینکا اور کہنے لگا کہ یہ شیطان کے ورغلانے بھسلانے کا موجب تھا یہ نکال دیا ہے پھر ایک فرشتہ نے گرفت نے تے از نور حیر ان کردد روے دیدہ پس مہر کرد بوے دل مرا پس پر شد دل من بنور نور سے بنی ہوئی ایک انگوٹھی نکالی جس کو دیکھ کر آنکھ چندھیا جاتی تھی پھر اس نور کی انگوٹھی سے میرے دل پر مہر لگائی اور میرا دل نور سے معمور اور پرنور ہو گیا پھر فرمایا:

آں نور نبوت وحکمت بود باز بجائے خود نہاد دل میرا (مدارج ۲۔۲۲) وہ نور جو میرے دل میں ڈالا گیا وہ

نور نبوت اور نور حکمت تھا جس سے میرا دل پرنور ہو گیا تحقیقات کا موقف یہ ہے کہ اگر آپ نبی ہوتے تو شق صدر کے ذریعے آپ کو شیطانی وساوس اور ابلیسی سوچ کی معاونت کرنے والے مضغہ سیاہ کو کیوں نکالا جاتا؟ نبی تو فطرتاً معصوم ہوتے ہیں تحقیقات کا نقطہ نظر اور زاویہ فکر اپنا ہے جس پر کوئی پابندی نہیں تاہم یہ توضیحاً کہا جائے گا کہ اولاً یہی واقعہ آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے بقول تحقیقات یہ شق صدر آپ کی عصمت کے لیے کیا گیا ہے، عصمت کے لیے کیا جانا ہی آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے، نبی بعثت سے قبل اور بعد تمام احوال اور تمام ادوار میں گناہان صغیرہ اور کبیرہ سے معصوم ہوتا ہے اس کی عصمت کا اہتمام اور انتظام من جانب اللہ ہوتا ہے نبی کے لئے عصمت لازم ہے عصمت کے لئے نبوت لازم نہیں ہے۔

ثانیاً فرشتہ نے سیاہ خون جما ہوا نکالا اور اس کی جگہ نبوت اور حکمت کا نور رکھا یعنی آپ کے قلب مقدس کو نبوت اور حکمت کے نور سے نورٌ علیٰ نور کر دیا یہ نفی نبوت کی دلیل ہے یا وجود اور ثبوت نبوت کی دلیل ہے۔

ثالثاً: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ شق صدر کا مقصد مجھے بدنی نبوت سے سرفراز فرمانا تھا مجھے نبوت اور اس کے طریقہ کار پر مطلع فرمایا گیا اور ساری کارروائی اور کارپردازان کا مشاہدہ بھی کرایا گیا۔

رابعاً: اگر آپ فطری اور تخلیقی طور پر نبی نہ ہوتے تو دل نکالے جانے اور چیرنے کے بعد آپ کی موت واقع ہو جاتی اس غیر عادی سوچ و فکر سے بالاتر کارروائی کے بعد آپ کا زندہ بقید حیات رہنا اور سر کی آنکھوں سے فرشتوں کو دیکھنا ان کو شق صدر کی کارروائی کرتے دیکھنا خوف سے نہ بے ہوش ہونا آپ کا معجزہ ہے۔

لیکن روایات میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شق صدر سے مجھے درد و تکلیف ہوئی ہے نہ اس سے خون نکلا ہے نہ کوئی آلہ استعمال ہوا ہے غوث کبیر، قطب شہیر سید عبدالعزیز الدباغ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

''والشق وقع من غير آلة و من غير دم والتالم والخياطة والآلة و لم يحصل له عليه الصلوٰة والسلام الم في ذالك لانه من فعل الرب سبحانه (جواہر البحار جلد ثانی ص ۲۵۹)

ترجمہ: شق صدر بغیر آلہ بغیر خون نکلے بغیر درد بغیر سینے کے تھا اس شق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی درد یا

تکلیف نہیں ہوئی تھی کیونکہ یہ شق صدر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فعل تھا۔

اگر آپ نبی نہ ہوتے تو حسی طور پر نبوت کا نور دکھایا نہ جاتا ساری کاروائی کا آپ کو مشاہدہ کرایا گیا گواہ بنایا گیا اللہ کا فعل فرشتوں کے بدست معرض وجود میں آیا یہ آپ ﷺ کی نبوت کے نشانات اور علامات ہیں جن سے صرف نظر کرنا کارے عقل ودانش نہیں۔

چنانچہ ملاعلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''لان تصور حیاته بعد شق البطن و معالجاته من خوارق العادة و علامة النبوة'' (مرقات ۱۱۔۱۲۳) ترجمہ: آپ کے شکم اطہر کے چاک کرنے سینے کے بعد آپ کی زندگی کا تصور اور شکم اقدس کو سی دینا ایک خرق عادت (معجزہ) ایک نبوت کی علامت ہے یعنی فرشتے نے آپ کا بطن مبارک شق کیا قلب اطہر کو باہر نکال کر زمرد کے طشت میں رکھا پھر اس کو چیرا سیاہ رنگ کا جما ہوا خون نکال کر پھینک دیا پھر دل میں نبوت اور حکمت کا نور رکھا اور دل پر نورانی مہر لگا ناسی کر اپنی جگہ رکھ دینا ساری کاروائی کو بقید حیات ہو کر دیکھتے رہنا معجزہ ہے اور آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے کیونکہ شق صدر کا ہونا اور اس کے متعلقہ جملہ کاروائی کا ہونا اور آپ کا سر کی آنکھوں سے دیکھتے رہنا نبوت کے بغیر محال ہے تحقیقات نے شق صدر کے شگاف اور اخراج دل شق دل اور اخراج مضغہ کو تو دیکھا مگر اس کاروائی میں واضح ثبوت نبوت اور اس کے نتیجہ میں موجود معجزہ کو نہیں دیکھا۔

حلیمہ سعدیہ کے ہاں علامات نبوت کا ظہور

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اس سے بھی آگے بڑھ کر نقل فرمایا: بہ کنار خود نشاندم تا شیر دہم پستان راست در دہان مبارک وے در آوردم پس آشامید شیر آں را وخواستم پستان چپ را نیز بدہم نگرفت ونخورد، ابن عباس گفت کہ حق تعالیٰ در ابتدائے حال اور الہام عدالت کرد، وانصاف نگاہ داشت، ودانست کہ اور اشریکے است کہ پسرک حلیمہ میگویند پس ازاں زماں حال آنحضرت ایں بود کہ یک پستان را برائے برادر رضائی خود نگاہ داشتے،، (مدارج النبوت: ج:۲:ص:۲۰)

ترجمہ: آپ ﷺ کو میں نے اپنی گود میں لے کر دودھ دینا چاہا میں نے اپنا دایاں پستان آپ کے منہ میں ڈالا آپ نے اس سے دودھ پیا، پھر میں نے اپنے بائیں پستان سے دودھ پلانا چاہا، بائیں پستان پیش

کیا، اس کو آپ نے پکڑا نہ دودھ پیا، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس ابتدائی حال میں عدل وانصاف کرنے کا الہام فرمایا اس وقت آپ نے انصاف کو ملحوظ رکھا ،اور جان لیا کہ اس دودھ کا ایک اور بھی حصہ دار ہے،،اور وہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا چھوٹا بیٹا ہے حلیمہ کا کہنا ہے کہ اس وقت سے آپ ﷺ کی حالت یہ رہی ہے کہ آپ نے ایک پستان اپنے رضاعی بھائی کیلئے محفوظ رکھا ہے توجہ طلب امر یہ ہے کہ انتہائی چھوٹی عمر میں اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعے عدل وانصاف کی تعلیم دی؟ دودھ پینے کے دورانیے تک آپ نے اس پر عمل کیوں جاری رکھا، ماننا پڑیگا یہ الہام اس لئے ہوا کہ آپ پیدائشی نبی تھے، اگر پیدائشی نبی نہ ہوتے تو الہام ہوتا نہ دودھ پینے کے سارے دورانیے پر عمل داری ہوتی۔

علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''و کان له علیه و الصلوٰة و السلام فی کل حال من احواله فیها نوع من الوحی'' (روح المعانی جلد ۲۵۔ص ۵۸) رسول اللہ ﷺ کے لیے آپ ﷺ کے جملہ احوال میں سے ہر حال میں وحی کا کوئی نہ کوئی قسم موجود تھا۔

''فی کل حال من احواله'' میں شیر خوارگی کی ابتدائی حالت میں الہام فرما کر بائیں پستان کا دودھ پینے سے روک دیا گیا الہام بھی وحی کی قسم ہے جیسا کہ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۵۰۴ پر تفصیل بیان فرمائی ہے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ چون ہنگام سخن گفتن شد شنیدم زوے کہ میگفت اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر الحمد للہ رب العالمین سبحان اللہ بکرۃ و اصیلا (مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۱) جب بات کرنے کا وقت آیا تو میں نے سنا کہ آپ کہہ رہے تھے اللہ اکبر اللہ اکبر الحمد للہ رب العالمین سبحان اللہ بکرۃ واصیلا۔ ترجمہ: اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے تمام تعریفیں اللہ کے لیئے ہیں جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے صبح وشام اللہ تعالیٰ کے لیے پاکیزگی ہے حلیمہ فرماتی ہیں۔

وشنیدم از وے کہ در دل بشب مے فرمود لا الٰہ الا اللہ قدوسا نامت العیون والرحمٰن لا تاخذہ سنۃ ولا نوم (ایضاً) میں نے سنا کہ آپ ﷺ رات کے وقت دل میں فرماتے تھے اللہ کے بغیر کوئی معبود برحق

نہیں جس کی ذات مقدس ہے لوگوں کی آنکھیں سو گئی ہیں جبکہ الرحمٰن کو نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند حلیمہ نے مزید فرمایا وسخن کردن آنحضرت ﷺ در مہد با قمر و اشارت کردن بجانب قمر و میل کردن قمر بجائے کہ اشارت میکرد و جنبانیدن ملائکہ گہوارہ او را در معجزات مذکور است (ایضاً) ترجمہ: مہد میں آپ چاند سے باتیں کرتے تھے اور آپ چاند کی طرف اشارہ فرماتے تو چاند ادھر جھک جایا کرتا تھا آپ کے پنگھوڑے کو ملائکہ حرکت دیا کرتے تھے یہ تمام امور آپ کے معجزات میں مذکور ہیں۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: چوں برفتار آمد کودکاں را مید ید کہ بازی میکردند انداز ایشاں دور نشست و ایشاں را از بازی منع میکرد و گفت مارا از برائے بازی کردن نیافریدہ اند مثل ایں حال از یحییٰ پیغمبر نقل کرد اند (ایضاً) ترجمہ: جب آپ چلنے کے قابل ہوئے لڑکوں کو کھیلتا ہوئے دیکھتے تو دور ایک طرف ہو جاتے اور لڑکوں کو کھیلنے سے منع فرماتے اور یہ ارشاد فرماتے کہ ہمیں کھیلنے کے لئے پیدا نہیں فرمایا گیا علماء نے حضرت یحییٰ نبی علیہ السلام کا یہی حال بیان فرمایا ہے۔تحقیقات نے آغاز ولادت سے نبی ماننے والوں پر طنز یہ انداز میں تحریر کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام نے اپنی عبدیت کا اعلان کیا کتاب دیئے جانے کا نماز زکوٰۃ کی ادائیگی کے ساتھ مامور ہونے اور والدہ ماجدہ کے ساتھ برو احسان سے پیش آنے کا پابند ہونے وغیرہ وغیرہ کا اعلان فرمایا۔ اور اپنی حیثیت کو واضح کر دیا یوں ہی حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی ہم عمروں اور ہم جولیوں کو فرماتے تھے ہم کھیل کود، لہو ولعب کے لئے پیدا نہیں کئے گئے بلکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں لہٰذا آؤ اپنے خالق و مالک کی عبادت کریں۔ (ص ۱۰۲)

توضیح کہا جائے گا کہ شاید مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۱ پر رقم شدہ رسول اللہ ﷺ کا کلام تحقیقات کی نظر سے نہیں گزرا اگر گزرا ہے تو دانستہ نقل نہیں کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے

ترجمہ و

تبلیغ قرار دیکر نفی نبوت میں طعن کیا ہے ایمان عقل و دانش کی نظر رکھنے والا یہ ضرور کہے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نبی کریم ﷺ کے کلام میں زمین و آسمان کا فرق ہے کلام عیسیٰ میں عبدیت اور امور نبوت

والدہ ماجدہ کے ساتھ برو احسان نماز اور زکوۃ کا تذکرہ ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی گفتگو کا آغاز ہی اللہ کی تکبیر، اللہ کی حمد، اللہ کی تسبیح سے فرمایا رات کے وقت اللہ تعالیٰ کی توحید، اللہ تعالیٰ کی تقدیس اور اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ آپ کا وظیفہ اور ورد ہوتے۔

اور جب چلنا آیا تو کھیل کود لہو ولعب سے نفرت کرتے ہوئے دوسرے لڑکوں سے الگ تھلگ رہتے اور اعلان فرماتے اللہ تعالیٰ نے ہمیں کھیل کود کے لئے پیدا نہیں فرمایا کیا یہ تمام کلمات طیبات اعلان توحید، دعوت وتبلیغ نہیں؟ اگر آپ آغاز ولادت سے نبی نہ ہوتے تو ان کلمات کا نطق اور ان کلمات سے دعوت توحید اور پیغام الوہیت کیوں اور کیسے دیتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش (تخلیق) ہی توحید ایمان اور عصمت پر ہوئی ہے چنانچہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا اتفاق علماء است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز نہ پیش از نبوت و نہ بعد از وے متصف وموسوم بضلالت نشدہ، ونشات او برتوحید وایمان وعصمت است وہمچنیں تمام انبیاء ومرسلیں صلوۃ اللہ علیہم اجمعین برآں ناشی اند (مدارج النبوت جلد اول ص ۸۲)

علمائے کرام کا اس امر پر اجماع ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد ضلالت اور گمراہی کے ساتھ کبھی موسوم اور متصف نہیں ہوئے اور آپ کی ولادت با سعادت توحید باری تعالیٰ ایمان اور عصمت پر ہوئی ہے یعنی توحید باری تعالیٰ ایمان اور عصمت اپنی فطرت اور سرشت میں لے کر دنیا میں تشریف فرما ہوئے ہیں اسی لیے انتہائی صغر سنی اور شیر خوارگی کی ابتدائی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ نے الہام فرما کر حلیمہ رضی اللہ عنہا کے بائیں پستان کا دودھ پینے سے روک دیا جو کہ آپ کے رضاعی بھائی کا حصہ اور حق تھا یہ آپ کی فطری عصمت کا سنگ بنیاد تھا جب گفتگو کا مرحلہ آیا تو اللہ تعالیٰ کی بڑائی عظمت، حمد، ربوبیت اور تقدیس پر مبنی کلام فرمایا رات کا ذکر اور ورد، اللہ تعالیٰ کی الوہیت، استحقاق عبادت، تقدیس، اور صفات ذات کا نطق ہوتا کہاں کلام عیسیٰ؟ کہاں فرمان یحییٰ علیہما السلام اور کہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام معجز بیان؟ یہ امور آپ کی پیدائشی نبوت کی علامات اور امارات نہیں تو پھر اور کیا ہیں؟

حدیث وزن آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ کیف علمت انك نبی حتی استیقنت'' الحدیث'' آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ بلاشبہ نبی ہیں حتیٰ کہ آپ علم کی آخری حد علم الیقین تک پہنچ گئے فرمایا میں مکہ کی ایک وادی میں تھا دو فرشتے آئے ایک زمین پر اتر آیا اور دوسرا زمین اور آسمان کے درمیان رک گیا ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ وہی نہیں؟ اس نے کہا یہ وہی ہیں پھر ایک آدمی کے ساتھ ان کا وزن کرو، میرا وزن کیا گیا میں بھاری نکلا پھر کہا دس آدمیوں کے ساتھ ان کا وزن کرو میں پھر بھی بھاری نکلا، پھر کہا سو آدمیوں کے ساتھ ان کا وزن کرو، میرا وزن کیا گیا میں پھر بھی بھاری نکلا پھر کہا ان کو ایک ہزار آدمیوں کے مقابل تو لو مجھے تولا گیا میرا وزن زیادہ رہا اور وزن کے ہلکا ہونے کی وجہ سے وہ آدمی مجھ پر گرنے لگے پھر اس نے کہا کہ اگر تم ان کو ان کی پوری امت کے افراد کے مقابل تولو تو پھر بھی ان کا وزن زیادہ ہوگا اس واقعہ پر تحقیقات نے اپنا تبصرہ یوں کیا ہے کہ یہاں پر امت اجابت مراد ہوگی تو ذرا سوچ کر بتلایئے دس سال کی عمر میں بالفعل امت اجابت تھی؟ کہاں اور وہ بھی اس کثرت کے ساتھ الغرض نہ اس وقت امت اجابت بلکہ نہ ہی امت دعوت اور نہ ہی اس سے بالفعل نبوت ثابت ہوسکتی ہے۔ (ص ۲۹۹) تحقیقات کے عقیدہ میں یہ حدیث صحیح نہیں اور نہ ہی مفید مطلب ہے جب یہ حدیث غیر واقعاتی غیر منطقی غیر فطری مفہوم اور مضمون پر مشتمل ہے تو چالیس سال سے قبل والی نبوت کے لیے دلیل ہے نہ حجت۔

توضیحا کہا جائے گا کہ یہ حدیث صاحب مشکوۃ نے محدث دارمی کے حوالے سے مشکوۃ میں نقل فرمائی ہے اگر حدیث کا مضمون لائق اعتبار نہ ہوتا اور حدیث اپنے مصدر ماخذ اور سلسلہ روایت کے اعتبار سے مخدوش اور موہوم ہوتی تو کم از کم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی ضرور اس کا تذکرہ فرماتے ان شارحین حدیث کا اس پر کلام نہ کرنا اس کی لفظی اور معنوی حقیقت کو ثابت کرتا ہے صاحب مشکوۃ نے اس حدیث کو باب فضائل سید المرسلین کی فصل ثالث میں نقل فرمایا ہے

جس سے واضح ہوا کہ اس حدیث کا تعلق رسول اللہ ﷺ کے فضائل سے ہے اور اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی ذات بحیثیت نبی ہونے کی فضیلت رسول اللہ ﷺ کی زبان سے بیان ہوئی ہے ایک مسلمان کے لئے تسلیم کے علاوہ اور چارہ ہی کیا ہے؟

اولاتو محدثین اور شارحین نے اس پر کلام ہی نہیں کیا۔

ثانیاً اگر اس میں لفظی یا معنوی ضعف اور کوئی سقم موجود ہوتو بھی محدثین کے نزدیک قابل تسلیم اور لائق عمل ہے کیونکہ اس کا لفظی اور معنوی تعلق رسول اللہ ﷺ کے فضائل سے ہے امام بیہقی نے چاند سے گفتگو کرنے اور عرش کے نیچے چاند کے سجدہ کرنے کی آواز کو سننے پر وارد حدیث کو غریب الاسناد فرمایا ہے اس لیے کہ اس میں ایک راوی منفرد ہے اور وہ احمد بن ابراہیم الجیلی مجہول ہے لیکن امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا و قال الصابونی هذا حديث غريب الاسنا والمتن في المعجزات حسن (فضائل ۱۔۹۱) یعنی معجزات میں حدیث غریب بھی حسن ہوتی ہے لہٰذا حدیث وزن معجزات میں سند اور متن کے لحاظ سے حسن ہے لہٰذا لائق عمل اور واجب التسلیم ہے۔

ثالثا ولو وزنته بامته رجحها میں امت سے مراد امت اجابت ہے۔ الحافظ الشامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا قال بعض العلماء المواد بالوزن في قوله وزنه بعشرة من امته الى آخره الوزن الاعتباری فيكون المراد بالرجحان الفضل ، وهو كذالك و فائدة فعل الملكين ذالك ليعلم رسول الله صلى الله عليه و سلم ذالك حتى يخبر به غيره و يعتقده از هو من الامور الاعتقادیه" (جواہر البحار جلد ثالث ص ۳۹۱) ترجمہ: بعض علماء نے فرمایا کہ فرشتہ کے قول زنہ بعشرة من امتہ میں الی آخرہ وزن سے مراد حقیقی وزن نہیں بلکہ وزن اعتباری مراد ہے اور بھاری ہونے سے آپ کی افضلیت مراد ہے اور یہ حقیقت ہے کہ آپ اپنی ساری امت بلکہ ساری مخلوق سے افضل ہیں سوال پیدا ہوتا تھا کہ اگر وزن سے مراد وزن اعتباری ہے تو فرشتوں نے حسی طور پر وزن کر کے کیوں دکھایا؟ وفائدة فعل الملکین سے جواب دیا کہ فرشتوں کا حسی طور پر کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ معلوم ہو جائے کہ آپ فی الواقع اپنی ساری امت سے افضل ہیں اور اس میں یہ حکمت تھی کہ

آپ اپنی افضلیت کے متعلق باقی مخلوق کو خبر دیں اور وہ مخلوق آپ کی افضلیت کا عقیدہ رکھے آپ کو ساری مخلوق سے افضل سمجھنا امر اعتقادی ہے یعنی یہ حدیث آپ کے افضل الخلق ہونے کی دلیل ہے اور اس پر عقیدہ رکھنا واجبات شرعیہ میں سے ہے۔

لیکن حافظ شامی رحمہ اللہ نے فرمایا، میں نے شیخ الاسلام برہان الدین بن ابی شریف رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس حدیث کی نسبت پوچھا تو آپ نے اپنے دست مبارک سے یہ حدیث تحریر فرما کر ارشاد فرمایا:" هذا الحديث يقتضي ان المعانی جعلها الله تعالیٰ ذوات فعندذالك قال الملك لصاحبه اجعله في كفة واجعل الفًا من امته ،الخ "(جواهر البحار ،جلد ۱،ص ۲۴)

ترجمہ: یہ حدیث تقاضا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معانی (صور مثالیہ) کو ذوات (اجسام) کی حیثیت اور حقیقت میں لا کر فرشتوں کو وزن کرنے کا حکم دیا ہے یعنی امت اجابت کے اجسام عنصریہ کو موجود اور متحقق فی الخارج فرما کر اللہ تعالیٰ نے وزن کرنے کا حکم بخشا تھا اور جب آپ کے مقابل ایک ہزار امتی کو رکھ کر تولا گیا آپ بھاری نکلے اور وہ گرنے لگے تو فرشتوں کو علم ہو گیا کہ ان کا وزن، پوری امت کے وزن کے مقابل زیادہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو فضائل کریمہ ان کو عطا فرمائے ہیں، انسانیت کا کوئی فرد ان کے مساوی نہیں چہ جائیکہ ان سے افضل ہو، مذکورہ بالا حدیث کے ہر دو مفاہیم سے جو بھی معنی اور مفہوم مراد لیا جائے یہ حدیث آپ کے نبی ہونے اور آپ کے معجزے پر دلالت کرتی ہے اس پر حدیث میں واقع لفظ امت شاہد عدل ہے اگر اس وقت آپ نبی نہ ہوتے تو امت ہوتی نہ اس کے مقابل وزن کیا جاتا، پھر اس حدیث کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم افضل المخلوقات ہیں یہ امر اعتقادی ہے اس لحاظ سے بھی حدیث کے متن پر ایمان رکھنا واجب ہے، تحقیقات کا حدیث کے متن اور مفہوم کو تاویلات فاسدہ سے مکدر کرنا غلط ہے۔

شیخ محقق رحمہ اللہ کے نزدیک نبوت زائل ہوئی نہ سلب

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: جوابش آنکہ میگویند کہ نبوت آنحضرت وکمالات وے صلی اللہ علیہ وسلم در عالم ارواح ظاہر کردہ بودند، وارواح انبیاء ازاں استفادہ کردند چنانکہ فرمود کنت نبیا

الحدیث ونبوت انبیاء دیگر در علم الٰہی بودند نہ در خارج'' (مدارج النبوت، ج:۱: ص:۴۷)

شیخ محقق رحمہ اللہ کی یہ عبارت ایک سوال کا جواب ہے اس کے جواب میں اکابرین ملت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور دیگر کمالات عالم ارواح میں ظاہر کر دیئے گئے تھے، اور انبیاء کرام کی روحیں آپ کی روح اقدس سے استفادہ کرتی تھیں جیسا کہ آپ کا ارشاد گرامی ہے ''کنت نبیاو آدم بین الروح والجسد'' اور دوسرے انبیاء کرام کی نبوت علم الٰہی میں تھی، خارج اور ظاہر میں نہ تھی، اس پر تحقیقات نے اپنے تبصرہ میں کہا ہے کہ شیخ محقق رحمہ اللہ آپ کو عالم ارواح میں بالفعل نبی ماننے کے باوجود اور ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کے آپ سے استفادہ کرنے اور فیوض وفوائد حاصل کرنے کا عقیدہ رکھنے کے باوجود اور اس نبوت کے سلب ہونے یا زائل ہونے کا عقیدہ رکھے بغیر وجود عنصری اور جسمانی وجود کے لحاظ سے چالیس سال کے بعد آپ کا بالفعل نبی ہونا تسلیم کرتے ہیں، لامحالہ عالم ارواح کی نبوت اور عالم اجسام کی نبوت میں فرق کرنا ضروری ہے۔ (ص:۲۷۲)

تحقیقات کے اس تبصرے سے درج ذیل امور ثابت ہوئے:

(۱) شیخ محقق رحمہ اللہ نے کنت نبیا الحدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے اس کے مدلول اور مضمون کو ظاہری معنی پر محمول کیا ہے ظاہری معنی پر محمول کرنا تحقیقات اور غلام محمد بندیالوی شرقپوری وغیرہ کے موقف کے خلاف ہے ان کے نزدیک اس کا مدلول اور مفہوم اعلان اور تشہیر ہے جس کا تعلق مستقبل سے ہے، ہم بحوالہ یہ پہلے نقل کر آئے ہیں:۔

(۲) شیخ محقق رحمہ اللہ نے عالم ارواح میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بالفعل نبی ہونا اور ارواح انبیاء کیلئے مربی اور فیض رساں ہونا بھی تحریر اور تسلیم کیا ہے۔

(۳) تحقیقات نے شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کا عقیدہ یہ تحریر کیا ہے کہ شیخ محقق رحمہ اللہ عالم ارواح والی نبوت کے سلب اور زائل ہونے کا عقیدہ رکھے بغیر وجود عنصری اور جسمانی وجود کے لحاظ سے چالیس سال کے بعد آپ کا بالفعل نبی ہونا تسلیم کرتے ہیں،، شیخ محقق رحمہ اللہ کا یہ عقیدہ (عالم ارواح والی نبوت سلب ہوئی نہ زائل) تحقیقات کے موقف کے خلاف ہے کیونکہ تحقیقات کے نزدیک چالیس

سال کے بعد نبوت کا وجود اور ثبوت قابل تسلیم ہے۔

(۴) جب عالم ارواح والی نبوت زائل ہوئی نہ سلب تو پھر کہاں گئی؟

(۵) تحقیقات نے آپ ﷺ کے وجود عنصری اور وجود جسمانی کے لحاظ سے چالیس سال کے بعد آپ کا بالفعل نبی ہونا تسلیم کیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کی روح انور بدستور اور بہ تسلسل وصف نبوت سے متصف رہی ہے کیونکہ نبوت روح کا خاصہ ہے جسم کا نہیں واضح امر ہے جب روح اقدس وہی ہے جو اول الامر سے وصف نبوت سے متصف چلی آرہی ہے تو لامحالہ نبوت بھی بدوام واستمرار چلی آرہی ہے جس کا سلب ہوا نہ زائل ہوئی۔

(۶) تحقیقات کا وجود عنصری اور وجود جسمانی کی بناء پر چالیس سال کے بعد نبوت بالفعل تسلیم کرنا، امام رازی، علامہ سعد الدین تفتازانی علامہ سید محمود آلوسی رحمہم اللہ وغیرہ کے موقف کی تائید نہیں کیونکہ نفس نبوت کیلئے چالیس سال کی مدت شرط نہیں بلکہ نبوت مبعوثہ (بعثت) کیلئے شرط ہے۔

روحانی نبوت کے ساتھ جسمانی نبوت کا قول غلط ہے

(۷) تحقیقات نے فائدہ، ص، ۱۴۸، کے تحت لکھا کہ علامہ سلیمن جمل نے بھی دوسری جسمانی نبوت چالیس سال کی عمر میں تسلیم فرمائی اور پہلی روحانی نبوت کو بھی دائم، باقی اور مستمر تسلیم کیا ہے اس کے سلب ہو جانے کا شائبہ بھی نہیں ظاہر ہونے دیا،، سوال یہ ہے کہ جب جسمانی نبوت کا آغاز اور ثبوت چالیس سال کے بعد ہوا تو ولادت باسعادت کے وقت اور اس کے بعد جو خوارق عادات ظاہر ہوئے، علماء اعلام بشمول شیخ محقق رحمہ اللہ نے ان کو معجزات اور علامات نبوت قرار دیا ہے ان کا ظہور اور صدور کیوں ہوا؟ (۸) اگر جسمانی نبوت اور روحانی نبوت کو الگ الگ گردان کر دو نبوتیں ہونے کا قول کیا جائے تو لازم آئے گا کہ روحانی نبوت کا محل روح اقدس ہو، اور جسمانی نبوت کا محل جسم اطہر یہ مسلمہ بات ہے نبوت کیلئے وحی کا آنا شرط ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ وحی روح اور جسم دونوں پر آتی ہے یا ایک پر، اگر دونوں پر آتی ہے تو تبلیغ دونوں پر فرض ہے یا ایک پر، دونوں پر تبلیغ کا فرض ہونا وحی کا آنا محال ہے اس کی دو وجہیں ہیں (۱) روح کی تبلیغ جسم کے بغیر، اور جسم کی تبلیغ روح کے بغیر محال ہے، (۲) دونوں پر وحی اور

دونوں کا وصف نبوت سے متصف ہونا محال ہے کیونکہ نبی انسان ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام اس کے بندوں تک پہنچاتا ہے اور انسان روح اور جسم دونوں کے مجموعے کا نام ہے لہٰذا نبوت کو روح اور جسم کے تناظر میں نبوت روحانی اور جسمانی کی طرف تقسیم کرنا غلط ہے تو لامحالہ وحی کا نزول روح اور جسم دونوں پر ہوگا جو انسان کا مفاد ہے نبی انسان ہے روح اور جسم کا مرکب ہے مگر نبوت کا محل روح ہے بالخصوص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدسہ کو وصف نبوت سے سرفراز فرمایا گیا ہے جیسا کہ سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا: "ان الله خلق روحه قبل سائر الارواح و خلع عليها خلعة التشريف بالنبوة اى ثبت لها ذالك الوصف دون غيرها فى عالم الارواح ،الخ "(جواهر البحار :ج ۱ص ۳

اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدسہ کو پیدا فرمایا، اور کسی بھی روح کو یہ وصف نبوت حاصل نہیں ہوا۔،

(۹) جسمانی نبوت کے قول سے بعد رحلت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار لازم آتا ہے: علامہ سید احمد عابدین نے فرمایا:

" واذا كانت النبوة صفة روحه علم انه صلى الله عليه وسلم بعد موته رسول و لا يضر انقطاع الاحكام والوحى " (جواهر البحار :ج ۱ص ۳

ترجمہ: جب نبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدسہ کی صفت ہے تو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال کے بعد بھی نبی اور رسول ہیں، احکامات اور وحی کا نزول نہ ہونا آپ کی نبوت اور رسالت کیلئے مضر نہیں۔،

علامہ سید احمد عابدین بھی آپ کی نبوت کو روح کے ساتھ مختص اور آپ کی نبوت کو دائمی اور استمراری قرار دیتے ہیں، اگر نبوت کا محل جسم اقدس کو قرار دیکر آپ کیلئے روحانی نبوت کے ساتھ جسمانی نبوت کا قول کیا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعد از وفات نبی نہ ہوں گے، لہٰذا تحقیقات کا یہ کہنا کہ آپ کی روحانی نبوت تو شیخ محقق رحمہ اللہ کے نزدیک دائم اور مستمر ہے زائل اور سلب نہیں ہوئی، مگر جسمانی نبوت چالیس سال کے بعد تسلیم ہے، غلط ہے۔،

علامہ محقق شیخ احمد بن محمد بن ناصر سلاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: " فقد علم اتصاف حقيقة صلى الله عليه وسلم بالا

وصاف الشريفة المفاضة عليه من الحضرة الالهية من اول الامر قبل خلق كل شيء وانما تاخر التصافه بالاوصاف الوجودية العينية لجسده لماوجد في الدنيا "

(جواهر البحار ج ۱: ص ۵۴)

ترجمہ: معلوم ہوگیا ہے کہ آپ کی حقیقت مقدسہ کا اوصاف شریفہ کمالیہ کے ساتھ موصوف اور متصف ہونا اول الامر سے ہی ہے جو بارگاہ الوہیت سے آپ کی ذات پر فیضان کیے گئے تھے اور اس وقت کسی بھی شیء کو پیدا نہیں کیا گیا تھا آپ کے جسد شریف کے دنیا میں موجود ہونے تک ان کو خارجی، وجودی، اور حسی طور پر موخر کر دیا گیا تھا، یعنی وصف نبوت اور اس کے متعلقہ اوصاف سے آپ اوّل الامر سے ہی موصوف اور متصف چلے آرہے تھے لیکن آپ کی نبوت اور اس کے متعلقہ اوصاف کے وجود خارجی اور وجود حسی کو آپ کے ظہور قدسی، اور وجود خارجی تک ملتوی اور موخر کیا گیا تھا، علامہ سلاوی رحمہ اللہ کے کلام سے ثابت ہوا کہ عالم ارواح سے لے کر ظہور قدسی تک آپ وصف نبوت سے متصف اور موصوف رہے ہیں اور یہی وہ نبوت تھی جس کا ظہور شریف کے چالیس سال گزرنے پر ہوا،، اور یہی نبوت صبح قیامت تک جاری اور ساری ہے،، تحقیقات نے زمانی نبوت کا قول کس بنیاد پر کیا ہے؟

قضیہ مطلقہ عامہ کی بنیاد پر نبوت کا انکار بے بنیاد اور بھونڈا استدلال ہے

تحقیقات نے لکھا کہ "قضیہ مطلقہ عامہ اور دائمہ مطلقہ کا فرق معلوم ہوتا تو اس طرح کے بے بنیاد استدلالات کے قریب نہ پھٹکتے،، (ص: ۲۸۰) معلوم ہوا کہ تحقیقات کا موقف قضیہ مطلقہ عامہ پر ہے جس کے صدق او تحقق کیلئے نبوت کا ثبوت فی وقت من الاوقات کافی اور ضروری ہے اس لئے دائمہ مطلقہ کا قول غلط اور بے بنیاد استدلال ہے" توضیحا کہا جائے گا کہ مانا کہ نصف صدی سے زائد تحقیقات کی عمر دائمہ مطلقہ، مطلقہ عامہ کے پڑھنے پڑھانے میں گزری ہے اور یہ امر تسلیم شدہ ہے لیکن تحقیقات نے علامہ سلیمان جمل کا قول ص: ۱۴۸، اور شیخ محقق رحمہ اللہ کا قول: ص: ۲۷۲، اور علامہ سلاوی کا قول ص: ۱۵۲، علامہ سید محمود آلوسی کا قول: ص: ۳۱۱، ۳۱۸، پر دائمی، استمراری نبوت پر بطور دلیل وثبوت نقل کر کے خود ہی خلاف ورزی کی ہے ان اعاظم علمائے ملت کے اقوال اور استدلالات کو بے بنیاد کہہ کر ان

کی عزت افزائی کی گئی؟ بلکہ اپنے موقف کو بے بنیاد، لایعنی، دلیل پر استوار کیا ہے در حقیقت مطلقہ عامہ کے عنوان اور مفہوم کی کسوٹی پر رسول اللہ ﷺ کی خصوصی اور انفرادی نبوت کو پرکھنا اور اس کے مفہوم اور اطلاق میں اتارنا دائمی استمراری نبوت کا انکار کرنا بجائے خود بے بنیاد بات ہے تحقیقات نے خود اس کا التزام کیا ہے، ملاحظہ ہو کہ: شیخ محقق رحمہ اللہ نے ابتدائی شق صدر کے واقعہ میں رسول اللہ ﷺ کی اپنی زبانی یہ نقل فرمایا ہے کہ میرے دل کو نکال کر باہر طشت میں رکھا گیا چیر کر اس میں سے سیاہ رنگ کے جمے خون کو پھینک دیا گیا، اور اس کی جگہ نور نبوت رکھا گیا اور مہر لگائی گئی،، شیخ محقق رحمہ اللہ کا اس انداز میں واقعہ کو نقل کرنا اس کی صحت اور ثقاہت کو ثابت کرتا ہے پھر پورا واقعہ کا زبان رسالت مآب سے بیان ہونا حدیث صحیح ہے علمائے محدثین کا آپ کے فضائل اور معجزات میں اس کا ذکر کرنا اس کے امر اعتقادی ہونے کی دلیل ہے امر اعتقادی ہونے کے حوالے سے اس پر ایمان لانا اور تسلیم کرنا واجبات میں سے ہے جبکہ آپ ﷺ کی نبوت کے دوام اور استمرار کی نفی تحقیقات کے زور قلم اور قیاس آرائی کا شاخسانہ ہے جو باطل اور مردود ہے اگر آپ کو چالیس سال کے بعد نبی بنایا گیا ہے تو بوقت ولادت اور ولادت کے بعد ظاہر ہونے والے خوارق عادات کو شیخ محقق رحمہ اللہ نے معجزات کیوں فرمایا ہے؟ تفصیل پہلے آچکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اگر بقول تحقیقات آپ ﷺ کی نبوت مطلقہ عامہ کے مفہوم میں ہے تو عالم ارواح میں نبوت دیئے جانے کے بعد عالم اجساد میں نبی بنانے کی حکمت اور امر داعی کیا ہے؟ اگر انسانوں کی تطہیر اور تزکیہ ہو تو بعد از وفات آپ کی نبوت کی نفی لازم آئے گی اور انکار کرنا جائز ہوگا، اور روز محشر بھی آپ کی نبوت اور رسالت کا انکار لازم آئے گا جو محال شرعی ہے کیونکہ مطلقہ عامہ کا مفہوم نصوص قطعیہ کے انکار کو مستلزم ہوگا، مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے محمد رسول اللہ والذین معہ الآیہ میں محمد موضوع ہے اور رسول اللہ محمول ہے اگر جملہ کو قضیہ مطلقہ عامہ قرار دیا جائے تو رسول اللہ وصف عنوانی کے اعتبار سے عرض مفارق ہوگا اور اس کا سلب اور انفکاک ذات موضوع یعنی ذات محمد سے جائز اور ممکن الوقوع ہوگا کیونکہ محمول کا ثبوت ازمنہ ثلثہ میں سے کسی ایک زمانہ میں موجود اور متحقق ہونا مطلقہ عامہ کے ثبوت اور وجود کیلئے کافی ہے، مطلقہ عامہ کی اس تعریف صدق اور تحقق کے ضابطہ کے تحت آیہ مقدسہ میں

رسول اللہ کا ثبوت از منہ ثلثہ میں سے کسی ایک زمانہ میں کافی ہے اب اگر عالم ارواح کا مرحلہ لیا جائے کہ وہاں رسول اللہ کا ثبوت اور وجود متحقق ہوا تو عالم اجسام اور عالم برزخ اور قیامت کی نبوت کا سلب اور انکار جائز ہوگا،، جبکہ یہ محال شرعی ہے اگر چالیس سال کی عمر شریف کیلئے ثابت ہو تو بعد از وفات اور عالم ارواح والی رسالت کا سلب اور انکار جائز ہوگا، جو بھی محال شرعی ہے ماننا پڑے گا مطلقہ عامہ کا قول باطل ہے،

تحقیقات نے قضیہ مطلقہ عامہ کا فرق واضح کرتے ہوئے تحریر کیا کہ: فی الجملہ اور فی وقت من الاوقات نبی ہونا علیحدہ امر ہے اور دوامی طور پر نبوت یا بوقت اطلاق نبوت سے متصف ہونا علیحدہ امر ہے کبھی مستقبل میں حاصل ہونے والی حالت کو مدنظر رکھ کر صفت کا اطلاق کر دیا جاتا ہے،، جیسے من قتل قتیلا فلہ سلبہ "(الخ)

تحقیقات کی یہ عبارت واضح طور پر دلالت کر رہی ہے کہ حدیث " کنت نبیا آدم بین الماء و الطین " اپنے حقیقی اور ظاہری معنی پر نہیں بلکہ اس کا تعلق مستقبل سے ہے اور اس حدیث کو عالم ارواح میں بالفعل نبوت پر محمول کرنا بے بنیاد بات اور بے بنیاد استدلال ہے جبکہ تحقیقات نے متعدد جگہ رسول اللہ ﷺ کو عالم ارواح مین نبی بالفعل تسلیم کیا ہے اور اسکی تائید مین اعاظم علمائے امت، اور اکابر عرفائے ملت کے اقوال بھی نقل کئے ہیں جن میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ بھی شامل ہیں لہٰذا تحقیقات کا کنت نبیا و آدم بین الماء والطین،، حدیث کو ظاہری اور حقیقی معنی سے پلٹا کر مستقبل مین حاصل ہونے والی نبوت پر حمل کرنا بے بنیاد استدلال ہی نہیں بلکہ جمہور علمائے امت، اور تمام عرفائے ملت کی متعین فرمودہ شاہراہ عام کو چھوڑ کر راہ جدید اپنانے کے مترادف ہے،، جو قابل تسلیم نہیں،، کنت نبیا الحدیث اپنے معنی حقیقی پر ہے جملہ خبریہ ہے دیگر احادیث مبارکہ بھی اس حدیث کے الفاظ اور معنی کی تائید اور توثیق کرتی ہیں، اس کیلئے اگر علامہ محقق شیخ احمد بن محمد بن ناصر سلاوی کا قول تحقیقات: ص: ۱۵۰، شیخ جلیل نور الدین علی بن زین الدین الشہیر بابن الجزار کا قول: ص: ۱۵۲،، امام کبیر، عارف شہیر، قطب سید ابو العباس التیجانی کا قول: ص: ۱۵۴، خود تحقیقات کا اپنا قول: ص: ۵۹، پر ملاحظہ ہو جاتا تو تضاد بیانی

اور تاویلات فاسدہ کی نوبت نہ آتی ،،

ثانیا: کنت نبیا الحدیث ،ایک حقیقت خارجی نفس الامری پر دال ہے اور من قتل قتیلا معنی مجازی تحریص اور ترغیب الی الجہاد ہے تحقیقات نے ان کے تغائر معنوی اور تحقق نفس الامری کو نہیں دیکھا ؟

ثالثاً: علمائے محدثین اور علمائے متکلمین رحمہم اللہ نے کنت نبیا کے تحت عالم ارواح والی نبوت فعلیہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ قرار دیا ہے علامہ عبد الحکیم السیالکوٹی اور دیگر علماء و عرفاء امت کے اقوال یہاں نقل کر آئے ہیں اگر کنت نبیا کو من قتل قتیلا پر قیاس کرتے ہوئے تعبیر مستقبل قرار دیا جائے تو آپ کی خصوصیت ذاتی کا انکار اور سلب لازم آئے گا جبکہ تمام علمائے محدثین اور تمام عرفاء نے کنت نبیا الحدیث کو آپ کا ہی خاصہ قرار دیا ہے کوئی مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی وصف کسی بھی خاصے اور کسی بھی فضیلت کا سلب یا انکار نہیں کرسکتا ،لہٰذا تحقیقات کا یہ فارمولا بجائے خود ، بے بنیاد اور بے اصل ہے ،،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی استمراری نبوت مطلقہ عامہ کے تحت ہے؟

تحقیقات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو مطلقہ عامہ کے مفہوم میں تسلیم کیا ہے اور ساتھ ہی یہ توضیح بھی کردی ہے کہ فی الجملہ اور فی وقت من الاوقات نبی ہونا الگ امر ہے اور دوامی طور پر نبوت یا بوقت اطلاق لفظ ،نبوت سے متصف ہونا علیحدہ امر ہے ،تحقیقات کی اس تفسیر سے تین امور ثابت ہوئے ،،

ا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے نبوت کا ثبوت مطلقہ عامہ کے مفہوم میں ہے جس کیلئے نبوت فی الجملہ یا فی وقت من الاوقات ہی کافی ہے یعنی تریسٹھ سال کی عمر شریف کے کسی بھی حصہ میں آپ کو نبوت کا ملنا اور آپ کا نبی ہونا کافی ہے یعنی زندگی کے کسی بھی لمحہ میں آپ کا وصف نبوت سے متصف ہونا آپ کے نبی اور رسول ہونے کیلئے کافی ہے۔

۲: کہ آپ کو دائمی اور پیدائشی نبی ماننا غلط ہے اور آپ کی دائمی نبوت پر کنت نبیا الحدیث سے استدلال کرنا غلط ہے،،

۳: کنت نبیا آدم بین الماء والطین کے قول اور تلفظ سے آپ کا نبی ہونا ثابت نہیں ہوتا ،، یہ تعبیر مستقبل ہے،، توضیحاً کہا جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عالم ارواح میں موجود، متحقق فی الخارج اور بالفعل تھی

،،بسلسلہ نبوت ادلہ نقلیہ پہلے نقل ہو چکی ہیں، اور جن اعاظم علمائے ملت اور اکابر عرفائے امت نے آپ کی دائمی استمراری نبوت کا قول فرمایا ہے ان کی بنیاد عالم ارواح والی نبوت بالفعل ہے، تحقیقات کا اس نبوت کو لفظی اعلان قرار دینا غلط اور جمہور علماء اور عرفاء کے خلاف نئی راہ چلنا ہے جو قابل تسلیم نہیں،، مطلقہ عامہ فی الجملہ، فی وقت من الاوقات میں آپ کیلئے نبوت کو ثابت کرنا غلط اور محال شرعی ہے مطلقہ عامہ میں محمول ذات موضوع کیلئے عرض لازم ہوتا ہے مگر مفارق ہوتا ہے مثلاً زید کاتب، یا زید قائم، یا زید قاعد قضیہ مطلقہ عامہ ہے محمول عرض مفارق ہے جس کا ذات موضوع کیلئے ثبوت دائمی نہیں بلکہ اس کا افتراق، انسلاخ ضرورت قضیہ ہے اگر محمول کا انفکاک، سلب اور مفارق نہ ہو بلکہ ثبوت وحمل بصورت دوام ہو تو دائمہ مطلقہ ہوگا نہ کہ مطلقہ عامہ اس مطلقہ عامہ کی صورت میں اگر رسول اللہ ﷺ کیلئے فی الجملہ، یا فی وقت من الاوقات نبوت کو ثابت کیا جائے تو یہ نبوت آپ کی ذات کیلئے عرض مفارق ہوگی،، اور نبوت کا آپ کی ذات سے سلب اور نفی کرنا جائز اور متحقق فی الخارج ہوگا جو محال شرعی ہے کیونکہ محمد رسول اللہ مطلقہ عامہ نہیں بلکہ دائمہ مطلقہ ہے رسالت کا ثبوت آپ کی ذات کیلئے فی الجملہ، اور فی وقت من الاوقات نہین بلکہ دائمی ہے۔ کیونکہ مطلقہ عامہ کے تحقق اور وجود فی الخارج کیلئے ازمنہ ثلثہ میں سے کسی ایک زمانے مین نسبت محمول للموضوع کا ثبوت پایا جانا ضروری اور کافی ہے،، ارباب فن نے فرمایا ”فالمطلقة العامة هي التي حكم فيها بكون النسبة متحققة بالفعل اى في احد الازمنة الثلثة “

تحقیقات کے عقیدہ کے مطابق آپ ﷺ کیلئے بالفعل نبوت کا حکم اور ثبوت چالیس سال کے بعد ہوا تو نبوت اس وقت ثابت ہوئی چالیس سال عمر شریف کی تکمیل سے پہلے آپ کیلئے حکم نبوت ثابت نہیں، تو آپ کا فرمان كنت نبيا و آدم بين الماء و الطين ”نعوذ باللہ غلط اور خلاف حقیقت قرار پایا، یہ شان نبوت کے خلاف ہے اور یہ محال شرعی ہے کہ نبی کا قول خلاف حقیقت اور نفس الامر کے مغائر اور خلاف ہو۔

ثانیا: مطلقہ عامہ کی تعریف کی بناء پر آپ ﷺ کی نبوت آپ کی حیات ظاہریہ تک محدود ہوگی آپ کی

رحلت کے بعد آپ کی نبوت مسلوب اور معدوم ہوگی، کیونکہ برزخی حیات طیبہ میں بالفعل نبوت یعنی وحی کا نزول احکام وغیرہ آپ کیلئے موجود اور ثابت نہیں نہ آپ پر وحی آتی ہے نہ احکام شرعیہ کا نزول ہوتا ہے رحلت کے بعد آپ کی نبوت کا انکار یہ بھی محال شرعی ہے آپ کی نبوت اور رسالت کا دائرہ عالم ارواح سے لے کر عرصہ محشر تک پھیلا ہوا ہے جو بعد از وصال نبوت کو بھی شامل ہے۔۔

ثالثاً: تحقیقات کے عقیدہ میں جب آپ نبی بنا دیئے گئے تو مطلقہ عامہ کا مفہوم پورا اور صادق ہو گیا جس کا دورانیہ حیات ظاہریہ تک ہے برزخی زندگی میں آپ کا وصف نبوت سے متصف رہنا تحقیقات کے عقیدہ میں نہیں کیونکہ تحقیقات نے تحریر کیا ہے کہ: لامحالہ اس امر کا اعتقاد واذعان لازم ہے کہ قوم کا نبی قوم میں موجود ہونا ضروری ہے۔: ص: ۱۴۲: رحلت کے بعد چونکہ آپ بحیثیت نبی حیات ظاہریہ کے ساتھ موجود نہیں لہٰذا بقول تحقیقات آپ نبی نہیں یہ بھی باطل اور محال شرعی ہے۔

رابعاً: مطلقہ عامہ میں محمول موضوع کی ذات کیلئے عرض مفارق ہوتا ہے، ذات موضوع سے اس کا انقطاع، انفکاک جائز اور ممکن الوقوع ہوتا ہے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نبوت کا انقطاع، انفکاک ممنوع اور محالات شرعیہ میں سے ہے،،

کیونکہ آپ کی نبوت عرض مفارق نہیں بلکہ عرض لازم للحقیقت اور ماہیت ہے،، سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا: "ولیس المعنی انه کان نبیا فی علم الله تعالی کما قیل ،لانه لا یختص به بل ان الله خلق روحه قبل سائر الارواح و خلع علیها خلعة التشریف بالنبوة ای ثبت لها ذالك الوصف دون غیرها فی عالم الارواح "(جواهر البحار :ج۳ص۳)

الشیخ الاکبر محی الدین ابن عربی نے فرمایا: "فانه قال کنت نبیا و ما قال کنت انسانا و لا کنت موجودا ،ولیست النبوة الا بالشرع المقرر علیه من عند الله فاخبر انه صاحب النبوة قبل وجود الانبیاء الذین هم نوابه فی هذه الدنیا" (جواهر البحار :ج۳ص۳)

وروی ان الله تعالی لما خلق نور نبینا محمد صلی الله علیه وسلم واخرج منه انوار الانبیاء و کمله بافاضة الکمالات والنبوة "الخ،(جواهر البحار :ج۳:ص۳)

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قولہ ﷺ کنت نبیا و آدم بین لروح والجسد وھو حدیث صحیح قال المناوی رحمہ اللہ تعالی قد جعل اللہ حقیقتہ ﷺ تقصر عقولنا عن معرفتھا وافاض علیھا وصف النبوۃ من ذالک الوقت "(جواھر البحار ج ۲: ص ۴۹)

مندرجہ بالا اقتباسات مشت نمونہ از خروارے کے طور پر نقل کئے گئے ہیں،، ورنہ مزید استشہادات کیلئے کافی وقت چاہیے، یہ اقتباسات اس امر پر روشن دلائل ہیں کہ نبوت بلاشبہ عرض ہے، مگر عرض مفارق نہیں بلکہ عرض لازم للماہیۃ ہے جس کا انقطاع، سلب ہر نبی کی ذات سے ممنوع اور محال ہے بالخصوص رسول اللہ ﷺ کیلئے نبوت عرض لازم ہے مگر صرف آپ کے وجود عینی، خارجی اور حسی کیلئے نہیں، بلکہ آپ کی حقیقت اور ماہیت کیلئے لازم ہے، جہاں بھی آپ کی حقیقت اور ماہیت متحقق ہوئی مع نبوت متحقق ہوگئی، حقیقت تو متحقق ہو مگر نبوت کا تحقق نہ ہو، یہ محال شرعی اور محال عرفی ہے کیونکہ قانون یہ ہے کہ "اذاثبت شیء ثبت بجمیع لوازمہ" اس توضیح سے ثابت ہوا کہ تحقیقات کا مطلقہ عامہ کے مفہوم پر آپ ﷺ کی دائمی استمراری نبوت کا انکار کرنا باطل ہے۔

خامساً: تحقیقات کا رسول اللہ ﷺ کی نبوت کو قضیہ مطلقہ عامہ کی شکل میں قبول کرنا پیش کرنا اس کے اپنے موقف کے خلاف ہے کیونکہ خود تحقیقات نے لکھا ہے، الغرض آپ کی روح مبارک بمع آپ کے جوہر جسمانی اور مادۂ نورانی کے ہزاروں سال عالم اجساد میں موجود رہی، اور اس کے فیوض و برکات سے آباؤ اجداد قبائل اور علاقے مستفید ہوتے رہے۔ (ص: ۷۸)

سوال یہ ہے کہ روح قدس اگر ہزاروں سال عالم اجساد مین جوہر جسمانی اور مادۂ نورانی کے ساتھ موجود رہی ہے تو محض روح کے طور پر موجود نہین رہی بلکہ حقیقت مقدسہ لوازمات اور وصف نبوت سے موصوف اور متصف ہوکر موجود رہی ہے کیونکہ روح اور وصف نبوت حقیقت مقدسہ کے لوازمات من حیث الماہیۃ ہیں، جن کا انفکاک آپ کی ماہیت نوریہ اور حقیقت تجلیہ سے محال ہے، علامہ سید محمد احمد عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا: " ان اللہ خلق روحہ قبل سائر الارواح وخلع علیھا خلعۃ

التشریف بالنبوۃ ای ثبت لھا ذالک دون غیرھا فی عالم الارواح "(جواھر البحار :ج لا،ص ۸)

معلوم ہوا روح مقدسہ کا سب ارواح سے پہلے پیدا کیا جانا اور وصف نبوت سے سرفراز فرمایا جانا آپ کی حقیقت مقدسہ اور ماہیت مطہرہ کے خواص ہیں جن کا سلب محال ہے لامحالہ ماننا پڑیگا آپ کی روح مقدسہ وصف نبوت سے متصف ہوکر ہزاروں سال عالم اجسام میں فیض رساں رہی ہے، روح ایک جوہر نورانی ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ عالم ارواح اور عالم اجسام کی تمام مخلوق کی طرف ہوئی ہے، جو زمانہ آدم سے لے کر قیام قیامت تک ہے، لازم ہے اس کا محل اور موصوف بھی جوہر نوری ہو اور وہ حقیقت حقیہ ہے جس کے متعلق آپ نے فرمایا: "انا من اللہ والمومنون من فیض نوری "(جواھر البحار :ج ۲۶، ج لا،ص لا)

یہی حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے یعنی حقیقت محمدیہ ہزاروں سال عالم اجساد میں موجود رہی ہے اس حقیقت محمدیہ کو نبوت لازم ہے کیونکہ روح انور حقیقت محمدیہ کے تخلیق ہونے کے وقت سے ہی نبوت کے وصف سے موصوف اور متصف ہے تو ثابت ہوا کہ ظہور قدسی سے ہزاروں سال قبل حقیقت محمدیہ بحیثیت نبی جلوہ گر رہی ہے، جس کے فیوض و برکات سے ہزاروں سال عالم اجساد مستفید اور مستفیض ہوتا رہا ہے اگر آپ کی روح اقدس وصف نبوت سے متصف نہ ہوتی تو فیوض و برکات کا افادہ استفادہ افاضہ اور استفاضہ کیسے ہوتا؟

سادساً: مطلقہ عامہ کا قول مستلزم استحالہ ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: "محمد رسول اللہ الایہ" محمد اللہ کے رسول ہیں"

یہ کلام صفت باری تعالیٰ ہوکر ازلی ابدی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ روز اول ہی سے آپ کو نبوت اور رسالت کی شان عطا کی گئی ہے، جس طرح انا اعطینک الکوثر ازلی ابدی کلام باری تعالیٰ ہے اور اس کی صفت ہے، امام رازی نے فرمایا: " لم یقل سنطیعک لان قولہ اعطیناک یدل ان ھذا الاعطاء کان حاصلا فی الماضی " یعنی یہ اعطاء زمانہ ماضی مین آپ کو حاصل ہے الکوثر سے

مراد :"الخیرات الکثیرۃ ھے وھی الاسلام والقرآن والنبوۃ الخ "

الخیرات الکثیر ہ یعنی اسلام ،قرآن اور نبوت ہے،،آیت کا معنی یہ ہے کہ اسلام قرآن اور نبوت اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو زمانہ ماضی روز ازل سے ہی عطا کر رکھے ہیں ،امام نے توضیح کرتے ہوئے فرمایا:ان من کان فی الزمان ،الماضی ابدا عزیزا مرعی الجانب مقضی الحاجۃ اشرف ممن سیصیر کذالك ولھذا قال علیہ السلام کنت نبیا وآدم بین الماء والطین "(کبیر ﷺ)

بے شک جو ذات زمانہ ماضی سے ہی ہمیشہ عزیز اور توجہ خاص کا مرکز ،حاجت برآری کا محور ہو وہ بعد میں آنے والوں سے اشرف اور اعلیٰ ہوگی اسی عظمت اور افضلیت کے اظہار میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام پانی اور کیچڑ کے درمیان تھے ،جب آپ کی نبوت ازل سے لے کر عالم ارواح ،عالم اجساد اور قیام قیامت تک تمام ادوار ،تمام مخلوق کو شامل اور خارج میں موجود اور متحقق ہے تو مطلقہ عامہ کی آڑ میں ازمنہ ثلثہ میں سے ایک زمانہ میں آپ کی نبوت کو مختص اور ثابت کرنا محال شرعی نہیں تو اور کیا ہے؟

امام مسلم نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو نقل فرمایا ہے :" وارسلت الی الخلق کا فۃ "

امام سبکی رحمہ اللہ نے فرمایا:ان محمدا ﷺ نبی الانبیاء "مزید فرمایا" اذھو ﷺ مبعوث الی جمیع الخلق من لدن آدم الی قیام الساعۃ" محمد ﷺ انبیاء کے بھی نبی ہیں کیونکہ آپ ﷺ کی بعثت زمان آدم علیہ السلام سے لے کر قیام قیامت تک ہے،

سیدی علی الخواص رحمہ اللہ نے فرمایا:" کان ﷺ مبعوثا الی الخلق اجمعین فی عالم الارواح والاجساد من لدن آدم الی قیام الساعۃ "(جواھر البحار :ج:ص:)

مندرجہ بالا ان حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی نبوت ازمنہ ثلثہ مین سے کسی ایک زمانے کے ساتھ محدود نہیں تا کہ آپ کی نبوت کو قضیہ مطلقہ کے عنوان ،مفہوم اور مصداق کے تناظر میں دیکھا جائے آپ ﷺ کی نبوت کا زمانہ اختصاص اور امتداد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیام قیامت تک کے تمام ازمنہ ،تمام احوال اور تمام معاملات اور تمام مخلوقات کو محیط ہے،ارشاد باری تعالیٰ

بھی اس موضوع کی واضح دلیل ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:" وما ارسلنك الا كافة للناس " آپ کی رسالت پوری انسانیت کے لئے کافۃ اور شاملہ ہے، انسانیت کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر صبح قیامت تک دراز اور وسیع ہے تو یہ کیسے تسلیم کیا جائے کہ آپ کی نبوت و رسالت قضیہ مطلقہ عامہ کی تعریف اور مصداق میں ہے آپ کی وسیع اور غیر محدود نبوت کو قضیہ مطلقہ عامہ قرار دینا نصوص قطعیہ سے اعراض وانحراف کے مترادف ہے جو محالات شرعیہ میں سے ہے لہٰذا آپ ﷺ کی دائمی ،استمراری نبوت کو قضیہ مطلقہ عامہ کی تعریف اور مدلول میں بند کرنا بھی محال شرعی ہے،،

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت خاصہ دائمہ اور عامہ کا قضیہ مطلقہ عامہ کے عنوان اور اطلاق میں اتارنا تسلیم کرنا اور پیش کرنا بے بنیاد اور بے اصل ہے، اور بصائر علمیہ کے خلاف ہے قضیہ دائمہ مطلقہ کے عنوان، مفہوم اور مصداق میں دائمی استمراری نبوت کا قول اصل اور لائق اعتبار اور موجب اعتماد ہے قضیہ مطلقہ عامہ کا قول بے اصل اور بے بنیاد ہے،، قضیہ مطلقہ کے وجود صدق اور قول پر محمد ﷺ سے رسول اللہ ﷺ کو اگر ایک لمحہ کے لئے مفارق کیا جائے یا سلب کیا جائے تو دل کے کسی کونے میں ایمان کا ذرہ بھی باقی رہتا ہے؟ ☆فتفکر وتامل☆

تحقیقات نے لکھا ہے: تو لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ ﷺ کا عالم ارواح کی نبوت کا معاملہ الگ ہے اور عالم اجسام کا معاملہ الگ ہے وہ نبوت یہاں موثر نہیں تھی۔

توضیحاً کہا جائے گا کہ ہر شخص یہ جانتا ہے کہ عالم ارواح اور عالم اجساد کے معاملات الگ الگ ہیں اسی طرح ان کے متعلقہ امور بھی جدا، جدا ہیں، لیکن معاملہ صرف روح اقدس کا ہے، مسئلہ زیر بحث رسول اللہ ﷺ کی روح مبارکہ اور نبوت کا ہے، تحقیقات کا موقف یہ ہے کہ آپ ﷺ چالیس سال کے بعد نبی بنائے گئے ہیں، اس سے قبل آپ کی نبوت کا قول غلط ہے، چالیس سال سے قبل آپ نبی نہیں تھے ،جب کہ ہمارا موقف یہ ہے کہ آپ روز ولادت سے ہی نبی تھے، چالیس سال کی عمر مکمل ہونے پر نبوت کے اظہار اور تبلیغ احکام کا حکم دیا گیا ہے، تحقیقات کا موقف اس لیے بھی غلط ہے کہ نبوت کا محل اور موصوف روح ہے، جسد عنصری نہیں، عالم ارواح میں آپ کی حقیقت، آپ کی روح انور وصف نبوت

سے متصف تھی، حقیقت مقدسہ کے اظہار پر آپ کی روح انور کی تخلیق ہوئی اور روح کو وصف نبوت سے متصف کیا گیا۔ اس پر ذخیرہ ثبوت پہلے نقل ہو چکا ہے، روح انور عالم ارواح میں ہو یا عالم اجساد میں وصف نبوت کے ساتھ جلوہ گر ہوگی، یہ محال ہے کہ آپ ﷺ کی روح تو ہو مگر منصب نبوت سے عاری ہو، وصف نبوت سے محروم اور معزول ہو، جب آپکے جسد عنصری میں وہی روح کارفرما ہے تو لامحالہ وصف نبوت کے ساتھ کارفرما ہے، جسد عنصری جس بھی مرحلہ پر ہو نبوت موجود ہوگی، خواہ وہ مرحلہ چالیس سال سے قبل کا ہو یا بعد کا۔

ثانیا رسول اللہ ﷺ کی روح کو صرف تجرد کی کیفیت سے متصف اور موسوم کرنا غلط ہے کیونکہ آپ کی روح کا تحقق اور تخلق مع النبوت ہوا ہے، بغیر وجود نبوت نہیں ہوا نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ بندے کا عمل صالحہ اور فعل نیک روح کی غذا اور اس کے لیے وجہء جلاء ہے، روح کی نورانیت اور جلاء جسد عنصری میں انقلاب اور تبدیلی کے لیے موثر ہے روح اپنی روحانی قوت اور نورانی کیفیت سے جسد عنصری کی کثافتوں کو لطافت، اور کدورتوں کو جلاء اور شفافیت میں تبدیل کرتی ہے، انسان کے جسد عنصری کے فناء اور زائل ہو جانے کے باوجود، روح ادراک، علم، شعور اور ملکی حرکات کا مظاہرہ کرتی ہے، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ برزخ میں بھی روح انہی اپنی صفات اور لوازمات سے متصف رہتی ہے جو اس کو دنیا میں حاصل تھے، جب ایک عام انسان کی روح کا یہ حال ہے تو نبی کریم ﷺ کی روح اقدس تو وصف نبوت سے متصف ہے، جسم اطہر میں حلول اور سریان کے بعد اسکی حالت کیوں دگرگوں ہوگی؟ محل اور جائے قیام کے بدلنے سے افعال بدلتے ہیں، لوازمات سلب ہوتے ہیں، اور نہ ان میں کوئی تبدیلی واقع ہوتی ہے۔

ثالثا۔ یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ جسد عنصری میں وہی روح کارفرما ہے، جو عالم ارواح میں تھی یا کوئی اور؟ اگر وہی کارفرما ہے تو اس سے وصف نبوت کا سلب کیوں؟ نبوت تو روح کی وساطت سے حقیقت محمدیہ علیہا الصلوٰۃ والسلام کا عرض لازم ہے۔

رابعاً، اگر جسد عنصری والی روح وصف نبوت سے عاری ہے تو جن علماء اور عرفاء نے آپ کی دائمی اور

استمراری نبوت کا قول کیا ہے اس کا مبنی کیا ہے؟ کیا وہ نہ سمجھ سکے کہ عالم ارواح والی نبوت عالم اجساد میں موثر ہے نہ موجود، آپ کی ولادت باسعادت کے وقت اور اس قبل کے خوارق عادات کو علامات نبوت بلکہ معجزات کہنے کی وجوہات؟ کیا ہیں؟

خلاصہ یہ ہے کہ نبوت آپ کی روح طیبہ طاہرہ کی صفت ہے، آپ کی روح انور، فقط تجرد کی صفت سے متصف نہیں بلکہ نبوت کی صفت سے بھی متصف ہے، روح طیبہ، طاہرہ عالم اجساد میں بھی انہی اوصاف سے متصف ہے جو روز ازل آپ ﷺ کو عطا کئے گئے تھے، لیکن چونکہ قانون خداوندی یہی ہے کہ چالیس سال کے بعد نبوت کا اعلان اور اظہار کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ عمر، مہارت، ذکاوت، متانت، اور متابعت کی ہے اس لئے اس عمر کا انتخاب کیا گیا ہے۔

چالیس سال کی تکمیل اعطاء نبوت، حصول نبوت کا ہدف نہیں، بلکہ نبوت کے اظہار، تبلیغ، دعوت کا وقت ہے،، اس عنوان میں علمائے محققین کے اقوال پہلے نقل ہو چکے ہیں، موضوع بحث چالیس سال سے قبل نفس وجود نبوت ہے، تبلیغ اور دعوت نہیں کہ ان کے عدم کو عدم نبوت کی دلیل قرار دیا جائے،، فرق صرف اتنا ہے کہ چالیس سال کی تکمیل پر قانون خداوندی کے تحت نبوت کا اعلان اور اظہار ہوا ہے، مقام اور جگہ کی تبدیلی سے افعال اور احکام تو بدل سکتے ہیں مگر حقیقت ماہیت اور لوازمات متغیر نہیں ہوتے،، حقیقت محمدیہ کے ابراز اور اظہار کے معاً روح مقدسہ کی تخلیق اور اس کا وصف نبوت سے اتصاف اور استمرار آپ کے خواص اور لوازمات حقیقت مقدسہ ہیں جن میں کوئی تغیر اور تبدل واقع نہیں ہوا محل اور مقام کی تبدیلی خواص اور لوازمات کے سلب یا تبدیلی کو مستلزم نہیں ہوتی، تحقیقات نے لکھا کہ حجاب بشریت ہے اس میں کلام کیا جارہا ہے کہ دوسرے حضرات میں ابدان کی تخلیق ماں باپ کے دونوں مادوں کی آمیزش سے ہوتی ہے، الخ،، نبی کریم ﷺ کا لباس بشریت ماں، باپ دونوں کے مادۂ تولید کی آمیزش سے تیار ہوا لہٰذا وہ نسبتاً کثیف تھا اس لئے اس کی کثافت کو بار بار کے شق صدر اور چلہ کشی وغیرہ کے ذریعے جب لطیف کر دیا گیا اور حقیقت نوریہ کا ہم رنگ تب یہ منصب آپ کو سونپا گیا۔

(ص:١٦٠)

توضیحاً کہا جائے گا کہ محل کلام آپ کی نفس نبوت ہے جو کہ موہوبہ من جانب اللہ ہے اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ کا منطوق اور مدلول ہے، آپ ﷺ کی نبوت چلہ کشی یا ازالہ ءکثافت پر موقوف اور معلق نہیں ، بلکہ روز اول سے ہی چلی آ رہی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کو عالم روحانیات اور عالم اجساد میں نبی بنایا گیا ہے اگر منصب نبوت کا موقعہ اور مقام کثافت کا ازالہ اور چلہ کشی ہوتا تو عالم ارواح مین آپ نبی نہ ہوتے ،جبکہ مسلمہ حقیقت ہے کہ عالم ارواح میں آپ بالفعل نبی تھے، عالم ارواح میں آپ ﷺ نہ جسم کثیف کے حامل ہیں اور نہ چلہ کشی کے بعد اس منصب پر فائز ہوئے ہیں، وہاں تو صرف آپ کی حقیقت نوریہ اور روح بوصف نبوت موجود ہے معلوم ہوا نبوت کی عطاء اور فیض رسانی ازالہ ءکثافت اور چلہ کشی پر موقوف اور معلق نہیں ،اور نہ ہی یہ اُمور وصف نبوت کے مبادیات اور مقتضیات میں سے ہیں رسول اللہ ﷺ کی نبوت ایک مخصوص حال اور مخصوص لوازمات کی نبوت ہے ،جس کو جعلی اور فرضی قواعد اور اصطلاحات کے تحت نہیں لایا جا سکتا،،

تحقیقات نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہ نفخ جبریل علیہ السلام کی وجہ سے آدھا بدن ملکی ہو گیا تھا ان میں حقیقت نوریہ پر طاری ہونے والا حجاب بالکل خفیف تھا لہٰذا ابتداء سے ہی نبوت اور رسالت کی اہلیت اور استعداد موجود تھی ۔(ایضاً)

رسول اللہ ﷺ کی بشریت کثیف ہے نہ مانع نبوت؟

توضیحاً کہا جائے گا کہ: تحقیقات کا یہ عندیہ ثابت کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نورانیت پر چونکہ بشریت کا حجاب کثیف تھا اس لئے ان میں نبوت اور رسالت کی اہلیت اور استعداد موجود نہ تھی ،یعنی آپ کی نورانیت پر بشریت کا غلبہ تھا،،

یہ امر انتہائی تعجب انگیز اور خلاف فطرت ہے کہ جبریل علیہ السلام کا ایک نفخ تو عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت بدل دے، رسالت اور نبوت کی اہلیت اور استعداد پیدا کرے،، مگر جو ذات حقیقت اور ماہیت میں اللہ کا نور اور تجلی ہو اس میں نبوت اور رسالت کی اہلیت ہو نہ استعداد،، آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ''انا من اللہ تعالی و المومنون من فیض نوری '' (جواہر البحار ج۲: ص۲۲،، ج۴ص۴۴۰)

آپ کا فرمان ہے :''ان الله خلق نوری قبل ان یخلق آدم علیہ السلام باربعة عشر الف عام کما رواہ ابن القطان)(جواھر البحار ج۱ص ۳۸)

قرآن نے ارشاد فرمایا :" مثل نورہ ای نور محمد ﷺ '' سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے کمشکاۃ الایہ کے تحت فرمایا:''لانہ اول ما خلق اللہ من نورہ '' پھر فرمایا:''انہ ﷺ نور الحق من حیث الحقیقة '' پھر فرمایا:''یتجدد لہ الوجود کل لمحة بالتجلی وھو نور محمد ﷺ '' پھر فرمایا:'' ھو اول تجلی للہ تعالی فی العالم ''(جواھر البحار ج۱ص ۳۸)

حدیث جابر میں ہے " نور نبیک من نورہ '' یہ تمام شواہد اس بات پر ہیں کہ آپ اللہ کا نور،اللہ تعالیٰ کی تجلی ہیں باقی ساری مخلوق آپ کے نور کا فیضان ہے،،حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں زمانہ بچپن میں نبوت اور رسالت کی اہلیت اور استعداد کا سبب اور موجب جبریل علیہ السلام کی پھونک ہے اگر نفخ جبریل سے کثافت کم ہوکر نورانیت اور استعداد پیدا کرسکتی ہے تو وہ ذات جو حقیقت میں اللہ کا نور اور اللہ کی تجلی ہے جس کے نور سے جبریل اور عیسیٰ علیہ السلام خود تخلیق کیے گئے وہ کثیف اور نبوت ورسالت کی اہل نہیں؟ اللہ کا نور اللہ تعالیٰ کی تجلی نبوت کی استعداد سے عاری ہے؟ اگر جبریل علیہ السلام کی پھونک سے عیسیٰ علیہ السلام آدھے نور ہوگئے نبوت اور رسالت کا محل ٹھہرے تو جو ذات مجسمہ نور ہے جس کی نوری حقیقت بھی اللہ کا نور ہے اللہ تعالیٰ کی تجلی ہے اس میں کثافت کہاں؟ اور وہ نبوت اور رسالت کیلئے اہل نہیں؟ اللہ کا نور اور اللہ کی تجلی ہوکر استعداد واہلیت سے محروم؟ یا للعجب ۔

اگر بشریت کا خول نبوت اور رسالت کی اہلیت اور استعداد کیلئے مانع تھا تو عیسیٰ علیہ السلام بھی پوری طرح نبوت اور رسالت کے اہل ہوئے نہ استعداد کامل کے مالک بلکہ وہ نصف ،نصف تھے،،آدھے بشر تھے اور آدھے روحانی تھے ۔(تحقیقات:ص:۱۵۸)

تحقیقات کے مطابق نبی مکرم ﷺ کا لباس بشری ماں ،باپ دونوں کے مادہ تولید کی آمیزش سے تیار ہوا لٰہذا وہ نسبتاً کثیف تھا،،جب بار بار کے شق صدر اور چلہ کشی وغیرہ کے ذریعے لطیف کردیا گیا اور حقیقت نوریہ کا رنگ تب یہ منصب آپ کو سونپا گیا۔(ص:۱۶۰)

توضیحاً کہا جائے گا کہ: تحقیقات کے اس موقف پر کہ بشریت کثیف ہے اور کثافت مانع نبوت ہے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی آدھے نبی اور آدھے رسول ہوئے آدھے نبی اور آدھے رسول کا وجود کسی زمانے میں نہیں پایا گیا جب آدھے رسول اور آدھے نبی ہوئے تو ان پر رسول کامل کے احکامات کیوں جاری ہوئے؟ جب کہ ان پر رسول کامل کے احکامات جاری ہوئے رسول کامل کی طرح وحی آئی، رسول کامل کی طرح ان پر کتاب نازل ہوئی اور رسول اکمل کی حیثیت سے آپ نے تبلیغ فرمائی تو ماننا پڑیگا کہ تحقیقات کا وضع کردہ یا نقل کردہ آدھے بشر اور آدھے روحانی تھے کا قول بصورت کلیہ غلط ہے کیوں کہ اس قول کی روشنی میں آپ کا نبی مکمل اور رسول کامل ہونا لازم آتا ہے نہ ثابت ہوتا ہے بلکہ نبوت اور رسالت کیلئے اہلیت اور استعداد من جانب اللہ ہے کثافت بشریت اور روحانیت کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں، بقول تحقیقات عیسیٰ علیہ السلام مین نبوت اور رسالت کی اہلیت اور استعداد ان کا آدھا روحانی اور نوری ہونا ہے اور وہ بھی جبریل علیہ السلام کی پیدا کردہ لیکن رسول اللہ ﷺ کی اہلیت اور استعداد نور اللہ اور من اللہ ہونیکی وجہ سے ہے، جس کے مساوی اور ہم مرتبہ جبریل علیہ السلام ہیں،، نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام،، رسول اللہ ﷺ بے شک لباس بشری میں ہیں مگر یہ لباس بشری کثافت کا موجب ہے نہ موجد اور نہ ہی نبوت اور رسالت کی اہلیت اور استعداد کے منافی ہے،، اگر لباس بشریت (صرف آپ ﷺ) کثیف اور کثافت کا محل اور موجب ہوتا تو آپ ﷺ کا سایہ ہوتا،، جب سایہ نہیں تو لباس بشریت نہ کثیف ہے اور نہ کثافت کا موجد اور موجب، اگر شق صدر کثافت کے ازالے کیلئے تھا تو جسم کثیف سے خون کیوں نہ نکلا؟ کیوں کہ مسلمہ اصول ہے کہ جسم کثیف کا سایہ ہے اگر انسانی جسم ہوتو اس کیلئے سایہ درد تکلیف اور خون ہے، شق صدر میں نہ درد ہوا نہ تکلیف، پورا پیٹ چیرا گیا دل کو نکال کر چیرا گیا دھویا گیا، نور نبوت رکھ کر مہر نورانی لگا کر سیا گیا، درد ہوا نہ خون نکلا،، یہ سارا عمل لباس بشری پر ہوا، مگر لباس بشری کا ایک جز بھی موجود اور متحقق نہ ہوا،، چار سال کی عمر شریف میں کیا جانے والا شق صدر کثافت کے ازالے کیلئے نہیں بلکہ عملاً نور نبوت کے رکھے جانے اور خود رسول اللہ ﷺ کو بتانے کیلئے ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں چنانچہ جسم اطہر پر ہونے والا سارا عمل آپ نے بچشم خود ملاحظہ

فرمایا،،اور پوری تفصیل سے بیان فرمایا،

ثانیا: جب نور نبوت صغر سنی میں شق صدر کے ذریعے رکھ دیا گیا تو یہ کہنا قطعی غلط ہو گا کہ آپ کو نبوت چالیس سال کے بعد ملی ہے جسمانی نبوت تو چار سال کی عمر شریف میں موجود ہے اور مہر زدہ ہے چالیس سال کے بعد تو اس نبوت کو ظاہر کرنے کا حکم دیا گیا اور مبعوث فرمایا گیا ہے۔

ثالثاً: اس عمر شریف میں شق صدر تو ثابت کر رہا ہے کہ بشریت تو ہے مگر نبوت کیلئے حجاب نہیں، بشریت ہے کثافت نہیں بشریت ہے مگر لوازمات بشریت درد کا ہونا، خون کا نکلنا موت کا واقع ہونا وغیرہ نہیں پائے گئے، اس عمر شریف کا شق صدر اس امر کی دلیل ہے کہ اگر آپ نبی نہ ہوتے تو شق صدر ہوتا نہ امور لازمہ بشریت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی ہوتی،،

رابعاً: اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آدھے نورانی تھے اس لئے ان میں نبوت اور رسالت کی اہلیت اور استعداد موجود تھی لیکن حضرت یحییٰ علیہ السلام تو ایسے نہیں تھے وہ تو من کل الوجوہ بشر تھے اور لباس بشری میں تھے ان اوصاف کے ہوتے ہوئے ان میں نبوت اور رسالت کی اہلیت اور استعداد کہاں سے آئی ؟ اور وہ کیوں نبی بنائے گئے؟ تعجب اس بات پر ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کامل بشر اور محل کثافت ہو کر کامل اور اکمل نبی بلکہ بالفعل نبی، کیونکہ بقول تحقیقات انہوں نے تبلیغ بھی فرمائی ہے،،(تحقیقات:ص:۱۰۲)

لیکن جو ذات نور مجسم، نور اللہ اور اللہ تعالیٰ کی تجلی ہو، وہ کثیف ہو، نبوت کی اہلیت رکھتی ہو نہ استعداد کی مالک ہو؟ ، شفاء شریف اور مدارج النبوت کے حوالے سے پہلے آ چکا ہے کہ جوں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں پر آئے تو آپ کو چھینک آئی، اس کے جواب میں فرمایا الحمد للہ۔

جب بات کرنے کا وقت آیا تو آپ نے سب سے پہلے اللہ اکبر الخ فرمایا، بچوں کے ساتھ کھیل کود میں کبھی شریک نہیں ہوئے بلکہ آپ فرماتے ہم لہو ولعب کیلئے پیدا نہیں کیے گئے، اس کی پوری تفصیل مدارج النبوت کے حوالے سے پہلے نقل ہو چکی ہے لیکن معلوم نہیں تحقیقات کی سوئی عدم تسلیم اہلیت اور استعداد اور انکار نبوت پر کیوں اٹکی ہوئی ہے؟

شق صدر ازالہ کثافت کیلئے نہیں

تحقیقات نے ص: ۱۶۰، پر تحریر کیا کہ بار، بار شق صدر سے آپ کے جسم کثیف (لباس بشری) کو لطیف کیا گیا اور جب یہ حقیقت نوریہ کے ہم رنگ ہوا تو منصب نبوت سونپا گیا،،

توضیحاً کہا جائے گا کہ زمین کے جس مواد سے آپ کا جسد عنصری بنایا گیا، اس کی ہیت اور کثافت کو بیان کرتے ہوئے کعب الاحبار کی روایت سے محدث کبیر ابن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا: " لما اراد الله ان یخلق محمدا ﷺ امر جبریل علیه السلام فاتاه بالقبضة البیضاء التی هی موضع قبر رسول الله ﷺ فعجنت بماء التسنیم فغمست فی انهار الجنة، الخ ''

(مرقات: ج ۱ ص ۱:)

جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو جبریل علیہ السلام کو مٹی لانے کا حکم فرمایا جبریل علیہ السلام ایک سفید چمکدار مٹی کی مٹھ لائے یہ سفید اور چمکدار مٹی اس جگہ سے لی گئی تھی جہاں رسول اللہ ﷺ کی قبر انور ہے اس مٹی کو آب تسنیم سے گوندھا گیا پھر جنت کی نہروں میں اس کو ڈبویا گیا اولاً تو یہ مٹی تھی ہی البیضاء سفید، چمکدار پھر اسکی کثافت کو زائل کرنے کیلئے آب تسنیم سے گوندھا گیا اور جنت کی نہروں میں ڈبو ڈبو کر کثافت کو زائل کیا گیا، اور جب نوری حقیقت اور تجلی الٰہی کی متحمل ہوئی تو اس سے آپ کا جسد عنصری تیار کیا گیا، اس میں کثافت کہاں سے آگئی؟ اگر کثافت ہوتی تو نور الٰہی کا محل کیسے ٹھہرتی؟ شیخ الشائخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ نے فرمایا: " ان الماء لما تموج رمی ذالك العنصر الشریف والزبد اللطیف والجوهر المنیف الی النواحی فوقعت جوهرة النبی ﷺ الی ما یحاذی تربته بالمدینه"(عوارف المعارف، جواهر البحار ج ۱ ص ۲)

ترجمہ: طوفان نوح کا پانی موجزن ہوا تو آپ کا عنصر شریف (مٹی، قبضہ، بیضاء) مادۂ لطیف اور جوہر منیف مدینہ کے اطراف میں بہا کر لے گیا جس کے نتیجہ میں نبی کریم ﷺ کا جوہر مادی آپ کی قبر انور کی جگہ پر پڑا،، شیخ الشائخ نے آپ کے مادۂ عنصری کو زبد لطیف، جوہر منیف فرمایا جس سے آپ کے

مادۂ عنصری کا لطیف ترین ہونا ثابت ہوا،، جب مادۂ عنصری لطافت کی اس اوج کمال پر چمک رہا تھا تو کثیف نہ ہوا، مزید علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ نے فرمایا:" ان عنصره الشريف ﷺ كان فی محله يضیء الی وقت الطوفان "(جواهر البحار :ج ۲ ص ۲۰)

ترجمہ: آپ ﷺ کا مادۂ عنصر یہ اپنی جگہ پر روشن اور تابندہ تھا اور یہ تابندگی طوفان نوح کے آنے تک بد ستور اور بہ تسلسل موجود تھی، اگر کثیف ہوتا تو درخشاں اور تابندہ نہ ہوتا۔

مذکورہ بالا اقوال مبارکہ سے ثابت ہوا کہ آپ کا مادۂ بشریت تخلیقی اور فطری طور پر لطیف اور مصفی ہے،، اس میں کثافت نام کی کوئی شیء نہیں تا کہ شق صدر کے ذریعے اس کو زائل کر کے لطافت اور نورانیت کے ہم رنگ بنایا جائے، شق صدر جو حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں چار سال کی عمر میں ہوا اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا:" آنکہ در اطفال دیگر از حب ملا عبت ولہو وعبث و دیگر حرکات ناشائستہ میباشد از دل مبارک ایشاں دور کردہ شود"(بحوالہ تحقیقات:۱۲۲) دیگر بچوں میں کھیل کود فضولیات اور نازیبا حرکات کی محبت ہوتی ہے آپ کا شق صدر فرما کر ان باتوں کو آپ کے دل سے نکال باہر کیا گیا، لیکن غوث کبیر سید عبدالعزیز الدباغ رحمہ اللہ نے فرمایا: اولها عند حليمة واستخرج منه حظ الشيطن وهو ما تقتضيه الذات الترابية من مخالفة الامر واتباع الهوى "(جواهر البحار :ج ۲، ص ۲۲)

پہلی دفعہ شق صدر حلیمہ سعدیہ کے ہاں ہوا اور شیطانی وساوس کو قبول کر سکنے والا مادہ ہی آپ کے دل سے نکال باہر کیا گیا جو خاکی مادہ کا مقتضی اور اثر ہوا کرتا ہے،، یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت، اور خواہشات نفسانیہ کی اتباع کرنا، اس شق صدر کا مقصد آپ ﷺ کو شیطانی وساوس کے ورود، اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت اور خواہشات نفسانیہ کی اتباع سے محفوظ اور معصوم رکھنا تھا، یہ شق صدر آپ کی عصمت اور حفاظت کیلئے کیا گیا اور یہ اس لئے ہوا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، نبی اظہار نبوت اور اعلان نبوت سے پہلے بھی معصوم ہوتا ہے اور نبوت کے اظہار اور اعلان کے بعد بھی، یہ شق صدر آپ کے لباس بشری سے کثافت کو دور اور زائل کرنے کیلئے نہیں کیا گیا، بلکہ یہ بتانے اور باور کرانے کیلئے کیا گیا ہے کہ آپ

اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں شق صدر کی کیفیت پہلے بیان ہو چکی ہے، غوث کبیر نے فرمایا: " وثانیھا عند عشر سنین ونزع منه اصل الخواطر الردیة " اور دوسری دفعہ دس سال عمر شریف میں ہوا، اور اس شق صدر سے ردی اور فاسد خیالات کا اصل نکالا گیا،، یہ شق صدر ازالہ ء کثافت کیلئے نہیں ہوا بلکہ عصمت کی خاطر ہوا، جو آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے،،

" وثالثھا عند النبوة "(جواھر البحار ج: ص:

اور تیسری بار نبوت کے وقت،،

اس کی حکمت یہ ہے کہ وحی کا نزول آپ کے قلب اطہر پر ہونا تھا، اس لئے آپ ﷺ کے دل اطہر کو شفاف اور طاقتور بنانے کیلئے شق صدر کیا گیا،، یہ شق صدر روح اقدس کی طاقت اور جلاء بڑھانے کیلئے کیا گیا اس مین ازالہ ء کثافت کا کوئی پہلو نہیں تا کہ یہ کہا جائے کہ لباس بشری کی کثافت کو لطافت میں بدلنے اور بالکل ختم کرنے کیلئے بار، بار شق صدر کیا گیا۔

غار حراء کی چلہ کشی ازالہء کثافت کیلئے نہ تھی

اسی طرح غار میں چلہ کش ہونا بھی ازالہ ء کثافت کیلئے نہ تھا بلکہ اخلاص اور للّٰہیت کیلئے تھا، ابو عبد الملک البونی رحمہ اللہ نے فرمایا: " ان بداء الوحی کان بالنیة لان الله تعالی فطر محمدا ﷺ علی التوحید وبغض الیه الاوثان ووهب له اول اسباب النبوة وهی الرء ویا الصالحه فلما رای ذالك اخلص الی الله تعالی فی ذالك فكان یتعبد بغار حراء فقبل الله عمله واتم له النعمة " وحی کا آغاز نیت کی وجہ سے ہوا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے محمد کریم ﷺ کو فطری طور پر توحید کی معرفت بخشی اور اوثان واصنام کے ساتھ بغض اور عداوت کو فطری طور پر آپ میں پیدا کیا، اور آپ کو نبوت کے اسباب میں سے پہلا سبب یعنی رویائے صالحہ عطا فرمایا،، جب آپ نے وہ سچے خواب دیکھے تو آپ نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کیلئے خالص اور مختص کر دیا،، تب غار حراء میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگے پس اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس عمل کو شرف قبولیت بخشا، اور آپ کیلئے اپنے فضل وکرم سے اپنی نعمت (نبوت) کو مکمل فرمایا (تحقیقات: ص: ۲۰۴)

علامہ مہلب رحمہ اللہ نے فرمایا: " وحبب الیه خلال الخیر ولزوم الوحدة فرارًا من قرناء السوء فلما التزم ذالك اعطاه الله علی قدر نیته ووهب له النبوة كما یقال الفواتح عنوان الخواتم ،، اچھی عادات اور خصلتیں اور برے ساتھیوں سے فرار کی خاطر خلوت اور گوشہ نشینی کا التزام محبوب اور مرغوب ٹھہرایا،، جب آپ نے ان امور کا التزام کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کی نیت کے مطابق عطاؤں سے نوازا اور آپ کو نبوت عطا فرمائی جیسے کہا جاتا ہے آغاز انجام کا عنوان ہوتا ہے۔(تحقیقات:۲۰۵)

فتح الباری میں ہے:''كانت مقدمة النبوة فی حق النبی ﷺ الهجرة الی الله تعالیٰ بالخلوة فی غار حراء فناسب الافتتاح بحدیث الهجرة " نبی کریم ﷺ کے حق میں آپ کی نبوت کا مقدمہ اور سبب حصول تھا آپ کا اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کرنا ،یعنی غار حراء میں خلوت اور گوشہ نشینی اختیار کرنا تو اس طرح بدء الوحی والے باب کی اس حدیث ہجرت کے ساتھ مناسبت ثابت ہوگئی ۔(تحقیقات۔ص۔۲۰۶)

علامہ خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا :" حبب العزلة الیه لان فیها سكون القلب وهی معینة علی التفكر وبها ینقطع عن ما لوفات البشر ،ویخشع قلبه وهی من جملة المقدمات التی ارهصت لنبوته وجعلت مبادی لظهورها " نبی محتشم ﷺ کیلئے عزلت اور گوشہ نشینی کو پسندیدہ اور مرغوب امر ٹھہرایا گیا، کیونکہ اس میں سکون قلب ہے اور یہ غور وفکر میں معاون ہوتی ہے اور اس کی بدولت انسانوں کو پسندیدہ اشیاء سے قطع تعلق حاصل ہوتی ہے اور دل میں خشوع اور خضوع پیدا ہوتا ہے اور یہ مقدمات اور بنیادی امور میں سے ہے جو آپ کی نبوت کیلئے بنیاد بنائے گئے تھے، اور اس کے ظہور کیلئے مبداء اور اساس بنائے گئے تھے،،(تحقیقات:ص:۲۰۶،۲۰۷)

مذکورہ یہ اقتباسات تحقیقات سے نقل کئے گئے ہیں اور ان کے نقل کرنے کا مقصد صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ غار حراء میں چلہ کشی اخلاص ،توجہ الی اللہ سکون ،قلب اور خشوع وخضوع کیلئے تھا ، یہ چلہ کشی آپ کی نبوت کا مقدمہ اور ارہاص تھا وجود نبوت کیلئے رویائے صالحہ کے بعد دوسرا مرتبہ تھا اور اسی خلوت نشینی پر

نبوت جیسی نعمت کا اتمام اور اکمال ہوا اس میں لباس بشریت کی کثافت کا ازالہ کہاں سے آ گیا؟ غار حراء کا چلہ توجہ الی اللہ سکون قلب ہجرت الی اللہ خشوع و خضوع کے ماحول مین حصول نبوت کا سامان کرنا تھا ،، لباس بشری کو لطیف بنانا اور بشری کثافتوں کا خاتمہ نہ تھا، اگر بشری کثافتوں کا ازالہ یا خاتمہ مقصود ہوتا تو اس چلہ کشی میں نبوت جیسی نعمت عظمی کی تکمیل کیوں کی جاتی؟ مزید رویائے صالحہ کا دیکھنا اگر اجزائے نبوت سے نہ ہوتا تو حسی طور پر جبریل علیہ السلام کو بھیج کر ظاہری نبوت کا اعلان اور اظہار کیوں کیا جاتا؟ خلاصہ یہ کہ غار حراء کی خلوت نشینی ازالہء کثافت کیلئے نہیں تھی بلکہ نبوت کے عملی قیام اور اظہار اور تبلیغ کیلئے مقدمہ اور بنیاد تھی۔

چالیس سال کے بعد آپ نبی نہیں بنائے گئے بلکہ مبعوث فرمائے گئے ہیں

تحقیقات نے لکھا کہ: امام برزنجی کے اس کلام حقیقت ترجمان سے بھی نبوت کا چالیس سال کے بعد حاصل ہونا واضح ہو گیا، (ص:۲۱۴)

توضیحاً کہا جائے گا کہ: امام بیہقی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ: **عن داوٗد بلفظ بعث لا ربعين وو كل به اسرافيل ثلاث سنين ثم و كل به جبريل عليه السلام** "(فتح الباری: ج:۱:ص:۲۶، بحوالہ تحقیقات: ص:۲۱۵)

ترجمہ: داوٗد رحمہ اللہ سے بھی یہی مروی ہے کہ چالیس سال کی تکمیل پر آپ کو مبعوث فرمایا گیا، تین سال تک آپ کے مصاحب اسرافیل علیہ السلام رہے اور ان کے بعد جبریل علیہ السلام کو آپ کا مصاحب بنایا گیا، لیکن شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: " در جامع الاصول و کتاب الوفاء آوردہ کہ در ابتدائے نبوت سہ سال اسرافیل ملازم حضرت بود بعد ازاں، جبریل فرد آمد و وحی آورد" (مدارج النبوت: ج:۲:ص:۳۳)

جامع الاصول اور کتاب الوفاء،، میں منقول اور مذکور ہے کہ ابتدائے نبوت کے تین سالوں تک حضرت اسرافیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصاحب رہے، (یعنی ہر وقت آپ کے ساتھ رہے) ان تین سالوں کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور وحی لائے،، شیخ محقق کے نقل فرمودہ اس کلام

سے ثابت ہوا کہ نبوت کا زمانہ جبریل علیہ السلام کے نزول اور ان کی آمد سے شروع نہیں ہوتا، بلکہ جبریل علیہ السلام کی آمد سے پہلے تین سال کا عرصہ بھی نبوت کا زمانہ ہے اور یہ عرصہ نبوت کا اس لئے ہے کہ آپ ﷺ نزول وحی اور نزول قرآن سے قبل بھی نبی ہیں اسی لئے اسرافیل علیہ السلام ملکی رسول آپ کے ملازم اور مصاحب ہیں، ان تین سالوں میں قرآن مجید کا ایک کلمہ بھی نازل نہیں ہوا،

شیخ محقق رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: "وصاحب سفر السعادت گفتہ کہ از ہفت سالگی باز حضرت اسرافیل فرمان داد کہ بملازمت وے قیام نماید پس اسرافیل ہمیشہ قرین وے می بود تا سال یازدہم تمام گردد، ہیچ سخن نمے کرد مگر یک کلمہ، و دو کلمہ و ہمچنیں در میکائیل نیز گفتہ" (ایضاً) سفر السعادت کے مصنف نے فرمایا ہے کہ سات سال تک اسرافیل علیہ السلام کو حکم بخشا گیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے مصاحب رہیں، پھر حکم ہوا کہ گیارہ سال تک آپ ﷺ کی مصاحبت اور ملازمت میں رہیں، اسرافیل علیہ السلام آپ کو ایک کلمہ یا دو کلمے سکھاتے رہے،،

اسی طرح میکائیل علیہ السلام کے بارے میں بھی روایت کیا گیا ہے،،

شیخ محقق علیہ الرحمہ کا یہ اقتباس اور صاحب سفر السعادت کا یہ کلام ثابت اور واضح کرتا ہے کہ آپ ﷺ روز ولادت سے ہی نبی ہیں، اور آپ کی تعلیم و تربیت کیلئے حضرت اسرافیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام کو ملازم اور مصاحب کی حیثیت سے آپ کیلئے مامور فرمایا گیا، اگر آپ نبی نہ ہوتے تو ان جلیل القدر ملکی رسولوں کو آپ کی تعلیمی اور تربیتی خدمات پر کیوں مامور فرمایا جاتا،، مزید اگر آپ نبی نہ ہوتے تو آپ کی تعلیم اور تربیت کا اہتمام کیوں کیا جاتا، اور جلیل القدر فرشتوں کو آپ کی خدمت میں ہمہ اوقات حاضری کیلئے پابند کیوں کیا جاتا؟ شیخ محقق رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: " آنگاہ جبریل رو فرمان شد تا ملازمت وے نماید بیست و نہ سال بطریق مرافقت و متانت ملازم بوے بود، لیکن بروے ظاہر میشد و وحی نمے گزارد، و گذاردن وحی کار اوست" (مدارج النبوت: ج:۲:ص:۳۳) ترجمہ: گیارہ سال کی تکمیل پر جبریل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ وہ آپ ﷺ کا ملازم اور مصاحب رہے وہ انتیس سال تک دوستانہ اور مودبانہ ماحول میں آپ کے ملازم اور مصاحب رہے جبریل علیہ السلام آپ ﷺ پر اظہار

فرماتے تھے مگر وحی نازل نہیں کرتے تھے جبکہ وحی لانا ان کا ہی کام ہے،،

معلوم ہوا اگر آپ نبی نہ ہوتے تو یہ اولوالعزم ملائکہ آپ کے ملازم اور مصاحب نہ ہوتے اور نہ ان جلیل القدر رسولوں کو آپ کی معیت مصاحبت اور ملازمت میں رکھا جاتا، بالخصوص حضرت جبریل علیہ السلام کا انتیس سال تک خدمت اقدس میں حاضر رہنا رسول اللہ ﷺ کے سامنے آنا ظاہر ہونا وغیرہ واقعات پر یہ روایات اس بات کی دلیل ہیں کہ رسول اللہ ﷺ روز ولادت سے نبی ہیں چالیس سال کے بعد آپ کو نبوت نہیں دی گئی بلکہ مبعوث فرمایا گیا ہے، جس کا مفاد دعوت توحید، تبلیغ احکام اور اظہار نبوت ہے،، محدث شہیر امام ابن حجر مکی ہیتمی رحمہ اللہ نے فرمایا ثم لما بلغ ﷺ اربعین سنة ارسله الله تعالی رحمة للعالمین ورسولا الی کافة الخلق اجمعین "

(جواهر البحار : ج ۳ ص ۳)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب چالیس سال کے ہوئے تو اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا اور ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر مبعوث فرمایا، اس قول سے ثابت ہوا کہ چالیس سال کے بعد آپ کی بعثت ہوئی ہے اور بحیثیت رسولؐ کافہ کے ہوئی ہے۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

امام ابن حجر مکی ہیتمی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ومن جملة ماراه بحیرا تظلیل غمامة بیضاء له وانه نزل تحت شجرة فاسترخت اغصانها علیه تظلله، ثم لما بلغ ﷺ عشرین سنة عادالی الشام فی تجارة ومعه ابو بکر فسال بحیرا عنه فاقسم له انه نبی " (جواهر البحار : ج ۳ ص ۳)

جملہ خوارق عادات میں بحیرا راہب نے ایک امر معجزیہ بھی دیکھا کہ سفید رنگ کا بادل آپ ﷺ پر سایہ کئے ہوئے تھا اور آپ ایک شجر کے نیچے تشریف فرما ہوئے تو اس کی تمام ٹہنیاں آپ پر جھک گئیں اور آپ پر سایہ کرنے لگیں، پھر جب آپ بیس سال کے ہوئے تجارت کی غرض سے پھر شام کی طرف آئے اس دفعہ ابوبکر صدیق آپ کے ہمراہ تھے، ابوبکر صدیق نے بحیرا راہب سے آپ کے بارے میں پوچھا تو بحیرا راہب نے قسم کھا کر کہا کہ بے شک وہ نبی ہیں،، بحیرا راہب نے پہلے خوارق عادات

(معجزات) کو دیکھا اور پھر قسم کھا کر کہا کہ یہ نبی ہیں اگر اس وقت آپ نبی نہ تھے تو معجزات کا ظہور ہوتا نہ بحیرا راہب قسم کھا کر آپ کے نبی ہونے کا اعلان کرتا،، بحیرا راہب کا کلام جملہ اسمیہ موکد بہ قسم ہے فعل مضارع اخبار عن مستقبل کی صورت میں نہیں۔ جیسا کہ تحقیقات نے سمجھا اور تحریر کیا ہے،،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالقوۃ نبی نہیں تھے آپ کی نبوت متحقق فی الخارج تھی اگرچہ بالفعل نہ تھی،،

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے نقل فرمایا :" قال سعید بن جبیر المراد بالنور الثانی ھنا محمد ﷺ وقولہ تعالی مثل نورہ ای نور محمد ﷺ ثم قال مثل نور محمد ﷺ اذ کان مستودعا فی الاصلاب کمشکاۃ صفتھا کذا واراد بالمصباح قلبہ و بالزجاجۃ صدرہ ای کانہ کوکب دری لما فیہ الایمان والحکمۃ یوقد من شجرۃ مبارکۃ ای من نور ابراھیم علیہ السلام مظھر او نسلا و دعوۃ فضرب المثل بالشجرۃ المبارکۃ وقولہ یکاد زیتھا یضیء ای تکاد نبوۃ محمد ﷺ تبین للناس قبل کلامہ وظھرت انواع معجزاتہ دعوتہ ونور وجودہ قبل وجودہ " (شفاء شریف :جواھر البحار ج ۱ :ص ۴۰ تا ۴۱)

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا، دوسرے نور سے مراد اس مقام پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فرمان مثل نورہ سے مراد نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے پھر کہا نور محمد کی مثال جب اصلاب اور پشتوں میں ودیعت رکھا گیا تھا مشکوۃ کی طرح تھا جس کی شان یہ ہے مصباح سے مراد دل اور زجاجہ سے مراد آپ کا سینہ اقدس ہے گویا وہ ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے کیونکہ سینہ اور دل اقدس ایمان اور حکمت سے لبریز ہے، جس دل کو شجرہ مبارکہ یعنی ابراہیم علیہ السلام کے نور سے روشن اور درخشاں کیا گیا ہے یہ نور ابراہیم کے نور کا مظہر ، ابراہیم علیہ السلام کی نسل اور دعا ہے جس کی شجرہ مبارکہ سے مثال دی گئی ہے اور ارشاد باری تعالیٰ یکاد زیتھا یضیء سے مراد یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس قدر درخشاں اور بلندی پر ہے کہ آپ کے

اعلان نبوت سے قبل لوگوں کے سامنے ظاہر ہونیکی قوت رکھتی ہے اور آپ کے گونا گوں معجزات کی حالت یہ ہے کہ دعوی نبوت سے پہلے ہی ظاہر ہونے کی کیفیت میں ہیں اور آپ کے وجود کا نور آپ کی موجودگی سے قبل ظاہر ہو جانے کی طاقت رکھتا ہے،،

یہ آیہء کریمہ اس بات پر برہان قاطع ہے کہ آپ ﷺ اعلان نبوت سے قبل بھی نبی تھے اور نبی ہونے کی بناء پر آپ کا سینہ اور قلب اطہر ایمان اور حکمت سے لبریز تھے اور نبی ہونے کے ناطے ہر قسم کے معجزہ کے اظہار پر قادر تھے اگر نبی نہ ہوتے تو قلب وصدر ایمان اور حکمت سے کیوں لبریز ہوتے؟ اگر نبی نہ ہوتے تو ادعائے نبوت سے قبل آپ گونا گوں معجزات دکھانے کی صلاحیت اور قدرت کیوں رکھتے:

علامہ بیضاوی رحمہ اللہ نے فرمایا:" **الاترى ان الانبياء لما فاقت قوتهم واشتعلت قريحتهم بحيث يكاد زيتها يضيء ولولم تمسه نارا رسل اليهم الملائكة ،ومن كان منهم اعلى رتبة كلمه بلا واسطة كما كلم موسى عليه السلام فى الميقات ومحمد ﷺ ليلة المعراج** "(بیضاوی زیر آیت انی جاعل فی الارض خلیفة)

ترجمہ: کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب انبیاء کرام کی روحانی اور جسمانی قوت فائق ہوئی اور ان کی فطرت اور طبیعت شعلہ نور بن گئی اور اس حد تک مشعل نور ہوئی کہ اس میں جلنے والا زیتون از خود روشن ہو گیا اگر چہ اس کو آگ نے نہ چھوا تب اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ملائکہ کو بھیجا، اور جو ان میں سے برتر مرتبہ والے تھے ان سے براہ راست کلام فرمایا، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے ساتھ میقات میں کلام فرمایا، اور محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شب معراج میں بلا واسطہ کلام فرمایا:

تحقیقات نے لکھا کہ: بالقوۃ اور بالفعل کی تقسیم کے بارے میں جلیل القدر مفسر امام بیضاوی علیہ الرحمہ کا نقطہ نظر بھی ملاحظہ ہو(ص: ۳۷۴) تحقیقات نے علامہ بیضاوی علیہ الرحمہ کا مذکورہ بالا کلام اس ثبوت میں نقل کیا ہے کہ انبیاء کرام نزول وحی سے قبل بالقوۃ نبی ہوتے ہیں اور اعلان نبوت کے بعد بالفعل نبی ہوتے ہیں،،

توضیحاً کہا جائے گا کہ بالقوۃ کی اصطلاح نبوت کے عنوان میں غلط ہے پہلے اس پر گفتگو ہو چکی ہے کہ

نبوت امر موہوب من اللہ ہے اس میں کسب وعمل کا کوئی دخل نہیں جبکہ بالقوۃ کی صفت میں افراد کثیرہ متصف اور مشارک ہوتے ہیں کسی بھی فرد کیلئے وجہ امتیاز اور سبب ترجیح نہیں ہوتی، ترجیح اس وقت ہوتی ہے جب بالقوۃ کی صفت کورو بعمل لایا جائے،، رو بعمل لانے سے قبل یہ وصف بطریق مساوات مگر بصورت ابہام افراد کثیرہ کیلئے ثابت ہوتا ہے مگر بالقوۃ کی اصطلاح اور اطلاق انبیاء کرام پر قطعی غلط ہے اس لئے کہ انبیاء کی نبوت انبیاء کیلئے ازل سے ثابت ممیز اور مخصوص ہے اور موہوبہ من اللہ ہے جس میں انبیاء کرام کے علاوہ کوئی فرد بشر مشارک نہیں اور نہ فعلی اور عملی طور پر نبوت کو حاصل کرنے کی طاقت رکھتا ہے اصطلاحی معنوی اور حکمی انفرادیت کے باوجود نبوت کے منصب کو بالقوۃ اور بالفعل کی صفت سے موصوف اور ان میں تقسیم کرنا خطائے فاحش ہے۔ (فتفکر)

مزید اگر نبوت کو بالقوۃ اور بالفعل کے مفروضات اور مخترعات میں منحصر کردیا جائے تو رسول اللہ ﷺ کی نبوت جو بعد از وفات باقی اور ساری ہے اس کا سلب اور نفی لازم آتی ہے کیونکہ احکام، وحی اور خود حاضری کے انقطاع سے نبوت عملی اور نبوت بالفعل نہیں لہٰذا نبوت بالقوۃ اور نبوت بالفعل کا قول بنیادی طور پر غلط اور بے اصل ہے۔

جبکہ بالفعل کی صفت سے متصف ہونے والے افراد ممتاز، منفرد اور مخصوص ہوتے ہیں، جیسے کتابت، علم، اور دیگر فنون لطیفہ وغیرہ میں افراد کثیرہ بالقوۃ کے وصف میں بلا امتیاز داخل شامل اور متصف ہیں،،

ثانیاً: نبوت کا منصب کس کو ارزاں کیا جائے گا؟ اس کا علم اور اس بارے مشیت صرف اللہ تعالیٰ کیلئے مختص ہے جبکہ بالقوۃ کی صفت کا علم مخلوق میں ہر کس و ناکس کو ہوتا ہے ہر شخص جانتا ہے کہ کتابت کا ہنر اور علم جو چاہے سیکھ سکتا ہے مختصر یہ کہ بالقوۃ نبوت کے قول میں نبی کریم ﷺ کی نبوت خاصہ اور اعزاز مخصوص کی نفی اور سلب لازم آتا ہے جو باطل ہے کیونکہ منصوصات اور تصریحات کے معارض ہے۔

ثالثاً: بالقوۃ کی صفت میں افراد کثیرہ کی شرکت جائز بلکہ امر واقع ہے جبکہ نبوت میں فرد واحد حقیقی کے علاوہ شرکت غیرے ممنوع اور محال ہے،، لہٰذا نبوت بالقوہ میں اجتماع منافات اور تضادات لازم آتے ہیں جو بھی محال ہے،،

رابعاً: علامہ بیضاوی نے نفس نبوت کو دو حصوں میں تقسیم فرما کر بالقوۃ کے کلیہ کو توڑ دیا ہے اور فرمایا ہے ''ومن کان منھم اعلی رتبۃ کلمہ بلا واسطۃ کما کلمہ موسی علیہ السلام فی المیقات و محمدا ﷺ لیلۃ المعراج'' یعنی بالقوۃ کا کلیہ علی سبیل الفرض دوسرے انبیاء کیلئے تو ہو سکتا ہے لیکن چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضور سید العالمین ﷺ سے بلا واسطہ براہ راست کلام فرمایا ہے اس لئے علامہ بیضاوی رحمہ اللہ کا وضع کردہ بالقوۃ اور بالفعل کا کلیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سید الانبیاء ﷺ پر منطبق ہوتا ہے نہ صادق آتا ہے استثنائے حکم۔ سے رسول اللہ ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جزی حقیقی کی صورت میں ممتاز اور منفرد ہو گئے، لہٰذا ان کی حد تک بالقوۃ نبی ہونے کا حکم ساقط اور غیر موثر ہے۔

خامساً: جب علامہ بیضاوی کے کلام سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ مرتبہ علیاء اور درجہ رفیعہ کی بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اس کلیہ سے استثناء حاصل ہے تو اب یہ دیکھنا پڑے گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ میں افضل کون ہے؟

یہ امر مسلمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضور پرنور ﷺ سے بلا واسطہ اور براہ راست کلام فرمایا ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام سے میقات یعنی کوہ طور پر اور رسول اللہ ﷺ سے شب معراج یعنی لامکاں میں۔

علامہ بیضاوی رحمہ اللہ نے ''من کان منھم اعلی رتبۃ کلمۃ اللہ بلا واسطۃ الخ سے یہ واضح کر دیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضور پرنور ﷺ کا مقام اور مرتبہ دیگر انبیائے کرام سے بلند تر ہے کیونکہ انہیں بلا واسطہ شرف ہمکلامی حاصل ہے اسی شرف ہمکلامی نے ہر دو کو مخصوص اور ممتاز فرما کر جزی حقیقی بنا دیا، مگر دیگر انبیاء کرام کی شرکت ممنوع بنا دی، جس سے بالقوۃ نبوت کا قول باطل ہو گیا ورنہ علامہ بیضاوی کا قول مبنی بر تضاد ہو کر غیر موثر ہوگا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی انفرادیت اور رسول اللہ ﷺ کی رفعت مکاں کی علت شرف ہم کلامی ہے جو ہر دو کیلئے خاصہ لازمہ منفردہ بیّنہ ہے لیکن یہ خاصہ بھی افراد موصوفہ کے لحاظ سے مختلف ہے،، حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے جائے کلام میقات اور

شرف ہمکلامی بلا رؤیت ہے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بدوں مکانیت اور برؤیۃ ہے اس لحاظ سے یہ خاصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بصورت بلند مرتبت جزئیت حقیقیہ حاصل ہے، جس میں کوئی نبی اور رسول مشارک نہیں ،لہٰذا آپ کی نبوت کو بالقوۃ نبوت کہنا علامہ بیضاوی کے کلام کی روشنی میں بھی باطل ہے،، مزید علامہ بیضاوی کا کلام " الاتری ان الانبیاء لمافاقت قوتھم واشتعلت قریحتھم یکاد ذیتھا یضیء ولولم تمسه نار ارسل الیھم الملائکة :ثابت کرتا ہے کہ انبیاء کرام کی نبوت خارج اور نفس الامر میں یکاد ذیتھا کے ارفع وصف سے متصف تھی بالقوۃ کے وصف عام اور غیر موجود فی الخارج نہ تھی۔

اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا شرف بے مثال اور عظمت لازوال ہے لیکن اس اعتبار سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور مرتبہ موسیٰ علیہ السلام سے بلند و بالا ہے کیونکہ کہاں میقات اور کہاں لامکاں؟ پردہ والی گفتگو، بے پردہ اور بے حجاب والی گفتگو سے کس طرح مساوی ہوسکتی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقام و مرتبہ سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر آج موسیٰ علیہ السلام زندہ موجود ہوتے تو ان کیلئے بھی میری اتباع کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہوتا،، جب آپ کا مقام اور مرتبہ تمام انبیاء اور رسولوں سے بلند ہے تو بالقوۃ نبوت کے تحت آپ کی نبوت ہوگی نہ رسالت۔

تو گویا آپ کا نبی الانبیاء ہونا لامکاں میں بدوں واسطہ کلام کرنا ذات باری تعالیٰ کا بلاحجاب سر کی آنکھوں سے دیدار کرنا وہ خواص لازمہ بینہ ہیں جو آپ کی نبوت اور رسالت کی انفرادیت پر مہر تصدیق ثبت کرکے آپ کی نبوت کو نبوت بالقوۃ کے عموم میں داخل ہونے سے روکتے ہیں، لامکاں میں ہم کلام ہونا اور ذات باری تعالیٰ کا سر کی آنکھوں سے دیدار کرنا امور حقیقیہ، خارجیہ ہیں جب کہ بالقوۃ کا وصف غیر متحقق فی الخارج ہے، بالفعل کی قوۃ سے معرض وجود میں لایا جاتا ہے، علامہ ناصر السلاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: "فحقیقة المصطفیٰ کانت قبل خلق آدم متھیة لنبوة فاتاھا اللہ ذالك الوصف وافاض علیھا تلك الانوار فصار نبیا ، وکتب اسمه علی العرش واخبر عنه بالرسالة

لتعلم الملائكة وغيرهم كرامته عند ربه فحقيقته موجودة من ذالك الوقت وان تاخر جسده الشريف المتصف بها" (جواهر البحار :ج::ص:)

ترجمہ: مصطفیٰ ﷺ کی حقیقت مقدسہ کو آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل نبوت کے اہل بنا دیا گیا تھا ،یعنی حقیقت محمد یہ نبوت کی استعداد اور اہلیت رکھتی تھی ،اللہ تعالیٰ نے حقیقت محمد یہ کو نبوت عطا فرمائی اور اس حقیقت پر انوار وتجلیات کی برسات فرمائی ،پس آپ نبی ہوئے یعنی آپ کو بالفعل نبی بنایا گیا ،اور آپ کا اسم گرامی عرش پر لکھا گیا اور آپ کی رسالت کی خبر دی گئی تا کہ ملائکہ اور دیگر نوری مخلوق کو آپ کا جو مقام اور مرتبہ اللہ کے ہاں ہے اس کا علم ہو جائے (یعنی یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد ان کا مقام و مرتبہ ہے اور آپ ﷺ اللہ کے نبی اور رسول ہیں) آپ کی حقیقت اس وقت سے اس وصف نبوت اور رسالت سے متصف چلی آرہی ہے اگر چہ جسم اقدس اس نبوت اور رسالت سے اتصاف میں متاخر ہے یعنی چالیس کے بعد اس نبوت کے اظہار کا حکم دیا گیا ہے۔

علامہ ناصر سلاوی رحمہ اللہ کے کلام سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ اپنے وجود حقیقی کے لحاظ سے مخلوق اول ہیں اور نبوت کا تعلق حقیقت مقدسہ کے ساتھ ہے،آپ کا وجود حقیقی تخلیقی اور فطری طور پر نبوت اور رسالت کا محل اور موصوف ہے اسی لئے استعداد اور اہلیت رکھتا ہے وجود حقیقی کی تخلیق پر ہی آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا،،

عرش اعظم پر آپ کا نام لکھ کر آپ کی نبوت اور رسالت کو عالم بالا کی مخلوق میں مشتہر کیا گیا آپ کی حقیقت مقدسہ اس وقت سے نبوت اور رسالت سے متصف چلی آرہی ہے اگر چہ آپ کے جسم اطہر کو ظہور قدسی ہونے پر تاخیر سے وصف نبوت سے متصف کیا گیا کیونکہ عالم دنیا میں نبی اور رسول کی بعثت کا مقصد انسانوں کو رشد و ہدایت کی تعلیم دینا صراط مستقیم دکھانا ،اور توحید باری تعالیٰ سے روشناس کرانا ہے لیکن ان امور کا معرض وجود میں لانا پختہ عمر، پختہ ذہن ،فہم مستقیم کا متقاضی ہے،قانون قدرت کے تحت جس کی حد چالیس سال کی عمر ہے اس عمر کی تکمیل پر آپ ﷺ کو عملی اور فعلی طور پر نبی بنایا گیا ،نہ یہ کہ اس عمر میں آپ کو نبوت دی گئی ،آپ کی حقیقت مقدسہ وہی ہے جو تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل وجود

پذیر یہ ہو کر وصف نبوت سے متصف ہو کر مشتہر ہوئی، جب حقیقت محمد یہ وہی ہے تو نبوت بھی وہی ہے یہ نبوت خاصہ ہے جو آپ کیلئے مختص ہے، دوسرا کوئی نبی اور کوئی رسول آپ کے ساتھ اس میں مساوی ہے نہ مشارک، تو آپ کے بالقوۃ نبی ہونے کا قول کہاں سے آ گیا؟

علامہ ناصر سلاوی کا قول آپ کی دائمی استمراری نبوت کی واضح دلیل ہے، کیونکہ علامہ نے جسمانی اتصاف کو متاخر فرمایا ہے، جس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کے بعد نبوت نہیں دی گئی بلکہ چالیس سال کی تکمیل پر نبوت اور رسالت کے اظہار اعلان اور دعوت وتبلیغ کا حکم دیا گیا ہے، اتصاف میں تاخر وجود شیء کو مستلزم ہوتا ہے عدم شیء کو نہیں جب یہ امر محقق اور ثابت ہے کہ آپ کی حقیقت نوریہ اور روح مبارکہ اول الامر سے ہی وصف نبوت سے متصف ہیں تو چالیس سال کی تاخیر سے اتصاف کا مقصد؟ جبکہ چالیس سال کی عمر شریف سے قبل نبوت کے دلائل آثار اور خوارق کثرت سے پائے گئے ہیں تو تسلیم کرنا ہوگا کہ چالیس سال کی تکمیل پر آپ کو نبوت نہیں دی گئی بلکہ بحثیت نبی رسول مبعوث فرما کر نبوت کے اظہار دعوت توحید اور تبلیغ احکام کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔

بالقوۃ اور بالفعل کا قول انکار نبوت کو مستلزم ہے محالات شرعیہ کا موجب ہے

جسکی توضیح درج ذیل ہے

بالقوۃ، بالفعل کا تعلق اتصاف اور لزوم، خاصہ سے ہے خاصہ کلی خارجی ہے نہ شیء یعنی مختص بہا کی ماہیت کا عین ہے نہ ماہیت کی جز، خارج عن الماہیت ہو کر متحدۃ الحقیقت افراد پر اطلاق ہوتا ہے مختلفۃ الحقیقت افراد کیلئے اس کا اتصاف اور تعلق ممنوع اور محال اصطلاحی عرفی ہے، جیسے کتابت انسان کا خاصہ ہے جس کا اطلاق زید، عمرو، بکر وغیرہ تمام افراد انسانی پر بطریق مساوات اور تواطو ہوتا ہے اسی اشتمال عام کی وجہ سے اس کا نام خاصہ شاملہ ہے، ارباب فن نے اس کی مثال کاتب بالقوۃ سے پیش کی ہے اور یہ کہا ہے کہ اسی وجہ سے ہر انسان کاتب بالقوۃ ہے اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ کہا جائے عندیہ رکھا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال سے قبل یا اعلان نبوت، یا نزول وحی سے قبل، بالقوۃ نبی تھے تو اس سے دو خرابیاں لازم آتی ہیں: (۱) کہ ہر فرد انسان بلا امتیاز اور بدوں تمیز نبوت بالقوۃ کا حامل اور

اس سے متصف ہو، کیونکہ یہ خاصہ شاملہ برائے افرادانسانی ہے اور یہ خاصہ ءلازمہ ہے کیونکہ اس کا انفکاک ماہیت انسانیہ اوراس کے افراد سے محال ہے انسان کے علاوہ نبوت اورکسی بھی ماہیت اوراس کے افراد کا خاصہ نہیں ہے خاصہ اپنی تعریف ،اپنے عنوان میں معروض واحد کوقبول کرتا ہے" مایو جدفیه ولا یو جد فی غیره " یہ اس خاصہ کا فطری تقاضا ہے کتابت بالقوۃ نے افرادانسانی کواپنے مفہوم کلی ،اور اطلاق عام میں شامل کر کے رسول اللہ ﷺ کی نبوت خاصہ منفردہ کا مقام اور امتیاز سلب کرلیا ہے؟ جوانکارنبوت کے مترادف ہے،،اوراگر دیگرافرادانسانی سے کتابت بالقوۃ کے اختصاص کوسلب یانفی کر کے رسول اللہ ﷺ کیلئے ہی نبوت کومختص کرلیا جائے تو یہ بھی محال اصطلاحی عرفی ہے کیونکہ خاصہ کا ماہیت اوراس کے افراد سے انفکاک بوجہ لزوم محال ہے،،

(۲) رسول اللہ ﷺ کو ماہیت انسانیہ کے تحت لاکر ،فردانسانی قرار دے کر آپ کا نبی بالقوۃ ہونا اور قرار دینا محال شرعی ہے،،ابن جریراورابن کثیر رحمہما اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اسی حدیث کوروایت کیا ہے:" وروی ان اللــــه تعالیٰ لما خلق نور نبیا محمد ﷺ واخرج منه انورا الانبیاء و کمله بافاضة الکمالات والنبوة امره ان ینظر الی انوار الانبیاء "الخ ،،

کلام علامہ محقق شیخ احمد بن محمد بن ناصر سلاوی رحمہ اللہ ،بحوالہ جواہر البحار،ج:۴،ص،۲۰۰)

روایت ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے جب ہمارے نبی محمد ﷺ کا نور پیدا فرمایا اوراس نور مبارک سے انبیاء کرام کے انوارکوتخریج فرمایا،اورمحمد ﷺ کے نورکوکمالات کے فیضان سے مکمل فرمایا،اورنبوت عطا فرمائی تو آپ کے نورمعہ وصف نبوت کوحکم فرمایا کہ انبیاء کرام کے انوارمقدسہ کوملاحظہ فرمائیں،،

علامہ سلاوی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا:" وهو مروی عن ابن عباس ایضا موقوف علیهما لفظا ومرفوع ،حکما"

علامہ سلاوی نے فرمایا یہ حدیث لفظا موقوف ہے مگر حکما مرفوع ہے ثابت ہوا آپ ﷺ کی نبوت کا محل اورموصوف ،ماہیت انسانی نہیں بلکہ حقیقت نوری ہے اور نہ ہی فردانسانی ہونے کے ناطے آپ کو پہلے

پیدا کیا گیا ،اور اس کو وصف نبوت سے سرفراز فرمایا گیا ہے آپ کی نبوت تمام انبیاء کی نبوتوں سے پہلے معرض وجود میں آئی ،اب دیکھنا یہ ہے کہ ایک طرف حدیث موقوف ،حدیث مرفوع حکمی ہے اور دوسری طرف تحقیقات اور غلام محمد بندیالوی شرقپوری کا ذاتی کلیہ اور ذاتی قول ہے حدیث کے مقابل تحقیقات اور بندیالوی شرقپوری کا قول باطل ہے۔

سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا:"واعلم انه لما تعلقت ارادہ الحق بالیجادالخلق ابراز الحقیقة الا حمدیة من کمون الحضرة الاحدیة فمیزہ بمیم الامکان وجعله رحمة للعالمین وشرف به نوع الانسان بل جمیع العالمین "(جواھر البحار ج ص)

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ مخلوق کی ایجاد سے متعلق ہوا یعنی اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو عالم اجساد میں لانے کا ارادہ فرمایا تو اپنی بارگاہ احدیت میں مخفی اور مستور حقیقت احمدیہ کو ظاہر فرمایا اور وصف امکان سے ممتاز فرما کر اس حقیقت احمدیہ کو تمام اجساد کیلئے رحمۃ للعالمین بنایا ،یعنی درگاہ احدیت میں آپ کی پوشیدہ اور مستورہ حقیقت احمدیہ کو عالم امکان میں لاکر ظاہر فرمایا ،اور اس حقیقت احمدیہ کو رحمۃ للعالمین بنایا ،اس کی وضاحت فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:" انا من اللہ والمؤمنون من فیض نوری "(جواھر البحار ایضاً) جب آپ کی حقیقت اور ماہیت اللہ تعالیٰ کے نور کا عکس ،پرتو اور تجلی ہے تو آپ ﷺ کو ماہیت انسانیہ کے تابع لاکر اس نبوت ازلیہ اوّلیہ پر مناطقہ کا کلیہ بالقوۃ اور بالفعل جاری اور چسپاں کرنا غلط ہے اور احادیث مذکورہ بالا کے خلاف اعلان بغاوت ہے جو محال شرعی ہونے کے علاوہ انکار نبوت کو مستلزم ہے۔،،

علامہ محقق ناصرالدین سلاوی رحمہ اللہ نے فرمایا:" فحقیقة المصطفی کانت قبل خلق آدم متهیئة للنبوة فاتا اللہ ذالك الوصف وافاض علیها تلك الانوار وصار نبیا وکتب اسمه علی العرش واخبرعنه بالرسالة لتعلم الملائکة وغیرهم کرامته عند ربه فحقیقته موجودة من ذالك الوقت "(جواھر البحار ج ص)

مصطفےٰ ﷺ کی حقیقت مقدسہ کو تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے نبوت کا اہل بنادیا گیا تھا اور اس وقت

(تخلیق آدم سے پہلے) آپ کو نبی بنادیا گیا تھا، اور آپ پر توحید و رسالت کے انوار کا فیضان فرما کر نبی بنادیا گیا تھا،، اور آپ کا نام عرش پر لکھا جاچکا تھا اور آپ کے رسول ہونے کی خبر دی جا چکی تھی تا کہ ملائکہ اور دوسری نوری مخلوق کو علم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کا یہ مرتبہ ہے پس آپ کی حقیقت اس وقت موجود تھی ،، حقیقت انسانیہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی جبکہ رسول اللہ ﷺ کی حقیقت اور رسالت تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے موجود تھی اور آپ کا اسم مبارک رسالت کے وصف کے ساتھ یعنی محمد رسول اللہ کی صورت میں عرش اعظم پر تحریر فرما کر عالم نور میں آپ کی رسالت کو بھی مشتہر کیا گیا تھا تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل آپ کی حقیقت اور رسالت کو آج نبوت بالقوۃ اور نبوت بالفعل کے زیر حکم لانا کہاں کا علم اور کہاں کی دانش ہے؟

سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا :" بل ان اللہ خلق روحه قبل سائر الارواح وخلع علیها خلعة التشریف بالنبوۃ ای ثبت لها ذالك الوصف دون غیرها ،الخ"

(جواہر البحار: ج:۳:ص:۳۵۲)

عالم ارواح میں آپ کی حقیقت جو اللہ تعالیٰ کے نور کا عکس، پرتو، اور تجلی ہے کے ظہور کے بعد آپ کی روح کو پیدا کیا گیا اور روح کو نبوت کا تاج پہنایا گیا گویا روح آدم علیہ السلام سے قبل آپ اپنی حقیقت احمدیہ، روح اقدس اور نبوت کا مجموعہ ہو کر محمد رسول اللہ تھے، عالم نور میں آپ کی نبوت اور رسالت حسی اور وجودی طور پر موجود تھی، جب آپ کی نبوت حقیقت روز اول سے وجودی حسی طور پر موجود چلی آرہی ہے تو آپ کی نبوت کو بالقوۃ اور بالفعل کے مفروضوں سے ثابت کرنا دائرہ ایمان میں رہنے والے شخص کیلئے جائز ہے؟" فتفکر"

چالیس سال کے بعد آپ کو بالفعل نبی کہنا بھی باطل ہے کیونکہ یہ خاصہ غیر شاملہ ہے کتب منطق میں اس کی مثال کتابت بالفعل سے دی گئی ہے خاصہء غیر شاملہ کا انفکاک مختص بہا سے محال نہیں بلکہ جائز اور امر واقعی ہے اس لیئے اس کا دوسرا نام عرض مفارق ہے جبکہ نبوت خاصہ لازمہ ہے ذات نبی سے اس کا زوال، انفکاک اور عدم، محال شرعی اور محال عقلی ہے لہٰذا نبوت بالفعل کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کیلئے نبوت عرض مفارق ہوگا، اور نبوت کا زوال، سلب، انفکاک یعنی عدم، امر واقعی اور جائز ہوگا یہ محال

شرعی ہے، رسول اللہ ﷺ روز ازل سے لے کر عرصہ محشر تک بہ تسلسل بدوں انقطاع نبی اور رسول ہیں، بالفعل نبی کہنے سے آپ سے نبوت کا انقطاع، سلب اور عدم جائز ہوگا جو محال شرعی ہے جس کا مسلمان تصور تک نہیں کرسکتا،،

ثانیاً: بالفعل نبی ماننے سے آپ کی نبوت کا دورانیہ صرف تئیس سال تک ہوگا،، کیونکہ آپ کی ظاہری عملی اور بالفعل نبوت کا عرصہ حیات ظاہریہ تک ہے آپ کی عملی اور بالفعل نبوت، برزخی نبوت پر صادق نہیں آتی کیونکہ عالم برزخ میں احکام ووحی کا نزول ہے نہ دعوت وتبلیغ، باوجودیکہ آپ ﷺ نبی مرسل ہیں، بالفعل نبی کہنے سے برزخی نبوت کا انکار اور سلب لازم آتا ہے جو بھی محال شرعی ہے مومن اس کا بھولے سے تصور بھی نہیں کرسکتا بالقوۃ نبوت اور بالفعل نبوت کی اختراعات اور مفروضات نصوص قطعیہ کے مغائر، متضاد اور مناقض ہوکر ابطل الاباطیل ہیں، اندریں مندرجات اور تفصیلات تحقیقات اور غلام محمد بندیالوی شرقپوری کا رسول اللہ ﷺ کی نبوت کو نبوت بالقوۃ اور نبوت بالفعل کے فرضی، شخصی اصولوں کے تحت لانا غلط ہے،، تامل حق التامل'

ہر دو کو بنظر غائر ملاحظہ کر کے فکر ایمان وآخرت کرنی چاہیے۔

موصوف نے خود تحریر کیا کہ خاصہ دو قسم ہے: (۱) لازمہ (۲) مفارقہ

لازمہ: جیسے کتابت بالقوۃ

مفارقہ: جیسے کتابت بالفعل

خاصہ لازمہ مختص بہا کے مساوی ہوتا ہے خاصہ لازمہ انسان کے مساوی ہے جیسے ہر فرد انسانی کا بالقوۃ کاتب ہونا ضروری ہے،، (تحقیقات: ص:۳۱)

اس کلام سے ثابت ہوا کہ خاصہ لازمہ اور مختص بہا باہم مساوی ہونگے یعنی ان کے درمیان نسبت تساوی ہوگی، اور ایک دوسرے پر اطلاق اور حمل جائز اور صادق ہوگا یعنی اصل اور عکس مستوی دونوں صادق ہونگے۔

خاصہ لازمہ (کتابت بالقوۃ) کے مذکورہ بالا قاعدہ کی روشنی میں نبوت بالقوۃ خاصہ لازمہ ہے اور

مختص بہا کے مساوی ہے؟ مختص بہا انسان ہے کیونکہ انسان کے علاوہ کوئی مخلوق از قسم جنات اور ملائکہ نبی نہیں، جب نبوت بالقوۃ انسان کے مساوی ہوئی تو ہر فرد انسان کا بالقوۃ نبی ہونا ضروری ہوا، ورنہ خاصہ لازمہ نہ ہوگا، جب ہر فرد انسان بالقوۃ نبی ہوا تو رسول اللہ ﷺ کیلئے اس میں کیا امتیاز اور کیا اختصاص باقی رہا؟ ہر فرد انسان کی شرکت اور اس پر اطلاق نے آپ سے نبوت کی خصوصیت اور انفرادیت کو سلب کرلیا ہے،، بحیثیت نبی بالقوۃ دیگر انسانوں اور آپ میں کیا فرق رہا؟ جبکہ آپ کی نبوت مختصہ، منفردہ اور جزی حقیقی کے حکم میں ہے، جس میں افراد کثیرہ کی شرکت محال ہے، قاضی عیاض رحمہ اللہ نے مثل نورہ الایۃ کے تحت فرمایا: "ای **تکاد نبوۃ محمد** ﷺ **تبین للناس قبل کلامہ و ظہرت انواع معجزاتہ دعوتہ و نور وجودہ قبل وجودہ** "(شفاء شریف، جواہر البحار: ج: ۴: ص: ۱۷۸، ۱۷۹)

جب اعلان نبوت سے قبل آپ کی نبوت، معجزات کا ظہور، دعوت، توحید اور آپ کے وجود اقدس کے نور کا یہ حال ہے کہ ہر وصف نبوت عروج و کمال کو پہنچا ہوا ہے اور ہر وصف آپ کی ذات کریمہ میں بھرپور انداز میں موجود اور موجزن ہے آپ کی ذات نبوی میں موجود ہو کر بوساطت نور ذات متحقق ہے تو ایسی حالت اور ان صفات کی وجودی کیفیات کی موجودگی میں آپ کی نبوت کو نبوت بالقوۃ کا نام دینا کیسے اور کیوں درست ہے؟ قرآن کا اعلان تو یہ ہے کہ **یکاد ذیتھا یضیء ولو لم تمسہ نار** "اگر یہ نبوت بالقوۃ ہے تو دیگر انبیاء کرام اور دیگر افراد انسانیت اس میں کیوں شریک نہیں؟ ان کی شرکت تو محال شرعی ہے کیونکہ مصباح سے مراد آپ کا قلب مقدس ہے، زجاجہ سے مراد آپ کا صدر شریف ہے جس میں ایمان اور حکمت کی بیکرانیاں موجزن ہیں شجرہ مبارکہ سے مراد، حضرت ابرہیم علیہ السلام ہیں، جب قرآن کے الفاظ اور ان کے معانی، اور تفاسیر شرکت غیرے کو محال شرعی قرار دیتے ہیں تو ان الفاظ اور ان معانی کو آپ کی نبوت بالقوۃ کی دلیل بنانا، اور اس پر اطلاق کرنا غلط بلکہ باطل ہے، قرآن حکیم کے تمام الفاظ اور ان کے مخصوص اور متعین معانی ثابت کرتے ہیں کہ جسطرح آپ کی ذات اقدس ساری کائنات میں جزی حقیقی ہے اسی طرح آپ کی نبوت بھی نبوات میں جزی حقیقی ہے بالقوۃ میں شرکت ضروریہ کے وجود سے پاک اور شفاف ہے۔

موصوف نے آگے تحریر کیا کہ عصمت نبوت اور رسالت کا خاصہ ہے خاصہ لازمہ بھی ہوتا ہے اور مفارقہ بھی ہوتا ہے عصمت انبیائے کرام علیہم السلام کا خاصہ ہے مگر یہ عام ہے اور خاصہ ء ہے مگر یہ عام ہے اور خاصہ ء حقیقیہ نہیں بلکہ اضافیہ ہے ملائکہ بھی معصوم ہیں اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام بھی معصوم ہیں۔

(ص:۳۱)

توضیحاً کہا جائے گا اگر عصمت خاصہ انبیاء ہے مگر اضافیہ ہے تو پھر عرض عام ہوئی خاصہ نہ رہی، خاصہ تو "مایوجد فیه ولا یوجد فی غیره" کا نام ہے خاصہ تب ہوتی جب اس کا مختص بہا فقط ملائکہ ہوتے یا صرف انبیائے کرام، جب عصمة ایک ہی معنی، ایک ہی وقت میں دو مختلفة الحقیقت افراد میں پائی گئی تو خاصہ نہ رہی خاصہ کی تعریف میں ارباب فن نے فرمایا: "الخاصة وهو الخارج المقول علی ماتحت حقيقة واحدة فقط" صرف ایک ہی حقیقت کے تحت آنے والے افراد پر بولا جاتا ہے لیکن یہاں دو مختلف حقیقت کے حامل افراد پر عصمت کا اطلاق ہو رہا ہے اور یہ تعریف عرض عام کی ہے، کیونکہ عرض عام کی تعریف وهو الخارج المقول علیها وعلی غیرها" کے الفاظ میں کی گئی ہے عصمت جب نبوت کا لازمہ ہے تو پھر دیکھنا یہ ہے کہ ماہیت نبوت کو لازم ہے یا افراد کو، جب یہ امر مسلمہ ہے کہ نبی، اعلان نبوت سے پہلے بھی واجب العصمة ہے اور بعد از اعلان بھی تو ثابت ہوا کہ عصمت عرض لازم للماہیة ہے، لیکن چونکہ ماہیت نبوت مفہوم کلی ہے اس کا وجود اور تحقق افراد کے ضمن میں ہوگا، لہٰذا وجود عصمت افراد کو مستلزم ہوگا، جو معروض بہا ہیں، کیونکہ عرض کا قیام اور وجود معروض کے بغیر محال ہے لہٰذا غلام محمد بندیالوی شرقپوری کا یہ کہنا کہ عصمت کے تحقق سے بالفعل نبوت کا تحقق تو کجا انسانیت کا تحقق بھی لازم نہیں آتا، غلط اور خلاف اصول ہے، عصمت کا تحقق انسان معہ وصف نبوت کو مستلزم ہے۔ تامل حق التامل، بقول شرقپوری جب عصمت نبوت اور رسالت کا خاصہ ہے تو کیا خاصہ کا وجود اور تحقق مختص بہا کے وجود کے بغیر ممکن ہے؟ مختص بہا، انسان ہے جو وصف نبوت سے متصف ہے کیا عصمت کے تحقق پر انسان کا تحقق نہیں ہوگا؟ یہ کس دنیا کا اصول ہے کہ خاصہ، عرض لازم متحقق ہو اور اس کا معروض بہا اور مختص بہا معدوم اور منتفی ہو...............

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات

معجزات کی تین قسمیں ہیں:

(۱) ارہاصات: جو اعلان نبوت سے قبل ظاہر ہو،

(۲) جو زمانہ نبوت میں ظاہر ہو

(۳) جو نبوت کے بعد ظاہر ہو اس کو کرامت ولی کہا جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تینوں قسم کے معجزات حاصل ہیں، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: و معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سہ قسم است قسمی کہ پیش از نبوت ظہور یافتہ بود، و قسمی در زمان نبوت، و قسمی دیگر بعد از نبوت کہ کرامت اولیاء امت است، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تین قسمیں ہیں، ایک قسم وہ ہے جو ظہور قدسی سے پہلے ظاہر ہوئی، اور دوسری قسم وہ ہے جو زمانہ نبوت میں ظہور پذیر ہوئی، اور تیسری قسم وہ ہے جو بعد از نبوت (یعنی دنیا میں ظہور قدسی سے قبل ظاہر ہونے والے معجزات کا نام ارہاص ہے شیخ محقق رحمہ اللہ نے اس کی مثال واقعہ اصحاب فیل، یعنی خانہ کعبہ پر ابرہہ کی چڑھائی کرنا پیش فرمائی ہے جیسا کہ فرمایا: وایں قصہ از معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ پیش از نبوت ظاہر شد وایں قسم از معجزات را ارہاصات گویند کہ بمعنی تاسیس و بنیاد نہادن است'' (مدارج النبوت: ج:۲:ص:۸)

واقعہ اصحاب فیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے ہے جس کا ظہور آپ کی دنیا میں تشریف آوری سے قبل ہوا،، اور جو معجزات ظہور قدسی سے قبل رونما ہوئے ان کو ارہاصات کہا جاتا ہے جس کا معنی بنیاد رکھنا ہے مزید فرمایا: ''وسایہ کردن ابر را برا آنحضرت نیز پیش از بعثت بود'' (مدارج النبوت:۲:ص:۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل بادل کا ٹکڑا آپ پر سایہ کیا کرتا تھا یہ بھی معجزہ ہے، شیخ رحمہ اللہ نے تاکیداً فرمایا: ''ازاں جملہ سایہ کردن ابر است مر آنحضرت را در گرمیء آفتاب'' (مدارج النبوت: ج:۲:ص:

۱۱۶) اعلان نبوت سے قبل ظاہر ہونے والے معجزات سے بادل کے ٹکڑے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کرنا بھی ہے،، شیخ محقق رحمہ اللہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو تین اقسام میں بیان فرمانا اور دو مثالیں پیش فرمانا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ اعلان نبوت جو چالیس سال کی عمر شریف کی تکمیل پر ہوا اس سے قبل بھی

آپ نبی تھے، بلکہ دنیا میں تشریف آوری سے قبل بھی آپ نبی تھے، تمام مفسرین نے اصحاب فیل کے واقعہ کو آپ ﷺ کا معجزہ قرار دیا ہے، لیکن قبل از اظہار نبوت اور بعد از اعلان نبوت کے فرق کو واضح کرتے ہوئے ظہور قدسی اور اعلان نبوت سے قبل ظاہر ہونے والے معجزات کو ارہاصات کہا ہے شیخ محقق رحمہ اللہ نے آپ ﷺ کی ولادت طیبہ کے وقت ظہور ہونے والے واقعات اور خوارق عادات کی فہرست نقل فرمائی ہے اور ان کو معجزات فرمایا ہے ملاحظہ ہو: ودر وقت ولادت شریف بتان ہمہ سرنگوں افتادند وجن اشعار خواندند، وبر آمد از شکم مادر مختون ونظیف بے چرک وناف بریدہ، ودر وقت ولادت ساجد وراکع نظر بجانب آسمان داشتہ وانگشت شہادت برداشتہ ودید مادر او کہ نورے از وبر آمدہ کہ روشن شد بآں کوشکہائے شام، ومی جنبد مہد وے، بجنبانیدن ملائکہ وتکلم کرد در مہد، ونوشتہ اند او را کہ سخن میکرد بوے قمر در مہد ومیل مے کرد بہر جانب کہ اشارت میکرد از اں جملہ سایہ کردن ابر است مر آنحضرت را در گرمی آفتاب" مدارج النبوت: ج:۱:ص:۱۱۶)

ترجمہ: آپ کی ولادت شریفہ کے وقت بتوں کا منہ کے بل گرنا اور جنات کا آپ کی مدح میں اشعار پڑھنا اور شکم مادر سے ختنہ شدہ اور پاک وصاف بغیر کسی آلائش کے تولد ہونا، ناف بریدہ ہونا پیدا ہوتے ہی رکوع اور سجود کرنا آسمان کی طرف نظر کیے ہوئے ہونا، شہادت کی انگلی کو اٹھائے ہوئے ہونا آپ کی والدہ ماجدہ سے ایک نور عظیم کا ظاہر ہونا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے آپ کے مہد کا ملائکہ کے حرکت دینے سے حرکت کرنا مہد میں کلام فرمانا، محدثین نے یہ لکھا ہے کہ مہد میں چاند کا آپ سے باتیں کرنا اور آپ کے اشارے پر ادھر ہی جھک جانا، اور ان معجزات سے ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ سورج کی گرمی میں بادل آپ پر سایہ کرتا تھا،، (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

شیخ محقق رحمہ اللہ نے بوقت ولادت شریفہ ستاروں کے حجرہ مبارکہ پر جھک آنے پر بحث کرتے ہوئے فرمایا: "آنکہ تدلی نجوم وتساقط کواکب وشہب واقع شدہ بداں استدلال بلیل نتواں کرد زیرا کہ زمان نبوت وولادت زمان ظہور خوارق عادات است پس تواند کہ سقوط نجوم در نہار باشد" (مدارج النبوت :ج:۲:ص:۱۵)

ترجمہ: نجوم کا نیچے آنا اور کواکب کا گرنا اور شہاب کا مارا جانا اس بات کی دلیل نہیں کہ آپ ﷺ کی ولادت طیبہ رات کو ہوئی ہے اس لئے کہ یہ نبوت وولادت کا زمانہ ہے جس میں خوارق عادات کا ظہور ہوا ہے پس ممکن ہے ستاروں کے گرنے کا واقعہ دن میں ہو، شیخ محقق رحمہ اللہ نے آپ کے ظہور ہوا ہے پس ممکن ہے ستاروں کے گرنے کا واقعہ دن میں ہو،، شیخ محقق رحمہ اللہ نے فرمایا آپ کے ظہور قدسی اور ولادت طیبہ کے زمانے کو نبوت کا زمانہ قرار دیا ہے اور واضح کر دیا ہے کہ سقوط، نجوم، تدلی نجوم، شہاب کا وقوع معجزات ہیں، جن کا وقوع دن میں بھی ممکن ہے،،

مندرجہ ان واقعات سے ثابت ہوا کہ یہ خوارق عادات (معجزت) ہیں، جو آپ کی ولادت مقدسہ سے قبل ولادت کے وقت، ولادت کے بعد کے اوقات، نبوت کے اوقات اور زمانہ ہیں، جن میں ظاہر ہونے والے خوارق عادات معجزات ہیں اسی لئے شیخ محقق رحمہ اللہ نے آپ ﷺ کے معجزات کو تین اقسام میں بیان فرمایا ہے، شیخ محقق رحمہ اللہ نے اصحاب فیل کے واقعہ کو انفراداً، اختصاصاً معجزہ قرار دیا ہے جو آپ ﷺ کی ولادت سے چالیس یا پچاس روز قبل پیش آیا، اگر یہ واقعہ معجزہ ہے تو بتوں کا منہ کے بل گرنا ستاروں کا حجرہ شریفہ کے قریب آجانا، آپ ﷺ کے ہمراہ نور عظیم کا نکلنا، والدہ ماجدہ کا اس نور عظیم کی روشنی میں ملک شام میں واقع محلات کو دیکھنا وغیرہ کیوں معجزات نہیں، یہ خوارق عادات تو عین ولادت شریفہ کے وقت ظہور پذیر ہوئے ہیں اور جو خوارق عادات بعد از ولادت مبارکہ ظہور میں آئے مثلاً بحالت رکوع اور سجدہ، مختون و مسرور تولد ہونا، جسم اطہر کا نمونہ تطہیر و تقدیس ہونا تولد ہوتے ہی الحمد للہ کہنا بطریق اولیٰ معجزات ہیں اسی طرح پنگھوڑے کو فرشتوں کا حرکت دینا اور پنگھوڑے مین چاند کا آپ سے ہم کلام ہونا، اور آپ کی انگلی کے اشارے پر ادہر ہی جھک جانا، وغیرہ ایسے حسی آفاقی اور عظیم معجزات ہیں جن کا انکار کرنا ممکن نہیں، محدثین، مورخین نے بڑے احسن پیرائے اور آپ ﷺ کے خصوصی فضائل اور خصائص میں ان کا ذکر کیا ہے، اگر رسول اللہ ﷺ پیدائشی طور پر نبی نہ ہوتے تو ان خوارق عادات کا ظہور معجزات کی صورت میں کیوں ہوتا؟ اور دنیائے تحقیق کے بے تاج بادشاہ اور برکتہ المصطفیٰ، علیہ التحیۃ والثناء الی یوم الحساب والجزاء ان خوارق عادات کو معجزات کا نام کیوں دیتے؟ علوم

وتحقیق کے حوالے سے تحقیقات کا مقام شیخ محقق رحمہ اللہ سے بلند ہے؟ مذکورہ بالا تحقیقات اور تفصیلات سے یہ ثابت اور معلوم ہوا کہ تحقیقات کا موقف، عقیدۂ شیخ رحمہ اللہ کے قطعی مغائر ہے،

شیخ رحمہ اللہ کا عقیدہ آپ کے پیدائشی نبی ہونے کا ہے، جبکہ تحقیقات کے عقیدہ میں آپ کو چالیس سال کے بعد نبی بنایا گیا (صلی اللہ علیہ وسلم)

شیخ محقق رحمہ اللہ کے عقیدے پر ایک زبردست دلیل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے ایک بالائی بزرگ کا نام الیاس ہے،

شیخ محقق رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں نقل فرمایا: ''آوردہ اند کہ وے از صلب خود آواز تلبیہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم می شنید صلعم بحج ''(مدارج النبوت: ج:۲:ص:۹)

ترجمہ: الیاس موسم حج میں اپنی پشت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلبیہ کی آواز سنا کرتے تھے جو تلبیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے موقعہ پر کہا کرتے تھے،،

یعنی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مقدس حضرت آدم علیہ السلام سے منتقل ہوتا ہوا جد اعلیٰ الیاس کی پیشانی میں جلوہ گر ہوا تو جب آپ حج کی تیاری کرتے یا حج کرتے تو، حج کے تلبیہ "لبيك اللهم لبيك ، لبيك لاشريك لك لبيك ان الحمد و النعمة لك و الملك لاشريك لك " کی آواز اپنی پشت سے سنا کرتے تھے، یہ آواز کس کی تھی، اس کا پڑھنے والا کون تھا؟ یہ نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھا جو جناب آدم علیہ السلام سے منتقل ہوتا ہوا آپ کے وجود اور ذات میں آیا تھا، اس نور کا پڑھنا کیونکر ممکن ہوا؟ وہ اس طرح کہ یہ نور مصطفیٰ جو آپ کی حقیقت اصلیہ ہے وصف نبوت سے متصف آ رہا تھا اور فی الواقع نور نبوت سے آراستہ اور مزین تھا، جس کے لیے تلبیہ حج کا کہنا ناممکن یا محال نہ تھا۔ یہ وہ حقیقت نور یہ تھی جس کی تعبیر وتشریح کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے كنت نبيا و آدم بين الروح والجسد اور یہ وہی تلبیہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت کے بعد پڑھا اور اپنی امت کو پڑھنے کا حکم دیا ہے، سینکڑوں برس پہلے اپنے جد اعلیٰ الیاس کی پشت میں نور ہو کر پڑھنا آپ کا معجزہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی اور استمراری نبوت کی دلیل ہے، مزید شیخ محقق رحمۃ اللہ کا بطور خاص نقل فرمانا عقیدۂ شیخ رحمۃ اللہ

علیہ کی برہان ذی شان ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ شیخ محقق رحمہ اللہ کا آپ ﷺ کے معجزات کو تین اقسام میں بیان کرنا ثابت کرتا ہے کہ آپ کی نبوت روز ازل، عالم ارواح سے لیکر قیام قیامت تک جاری، ساری، ہر دور، اور ہر شئی کو شامل اور محیط ہے اگر آپ کی نبوت فی الجملہ یا فی وقت من الاوقات ہوتی تو آپ ﷺ چالیس سال سے قبل نبی ہوتے نہ بعد از رحلت نبی ہوتے، ان حقائق

مذکورہ بالا کی روشنی میں چالیس سال سے قبل نبی نہ ہونے کا عندیہ بھی غلط بے بنیاد اور غیر معتبر ثابت ہوا۔

بالقوۃ اور بالفعل کی تقسیم غلط ہے

اسی طرح نبوت کو بالقوہ اور بالفعل کی طرف تقسیم کرنا بھی باطل ٹھہرا کیونکہ بالقوہ نبی ہوتے تو مذکورہ بالا جلیل القدر خوارق عادات کا آپ کی ولادت کے وقت ولادت سے قبل اور ولادت کے بعد ظہور نہ ہوتا یہ خوارق عادات معجزات ہیں جیسا کہ شیخ محقق رحمہ اللہ نے فرمایا ہے، مسلمہ امر ہے کہ بالقوہ نبوت کے لیے ظہور معجزہ شرط نہیں، کیونکہ اظہار معجزہ نبوت بالفعل کا لازم ہے پھر بالقوہ میں نبوت وصف مشترک ہو گا جس میں افراد کثیرہ مشارک اور اس سے موصوف ہوں گے اگر نبوت بالقوہ کے لیے بھی معجزے کا ظہور ضروری ہو تو یہ ظہور معجزہ دو حال سے خالی نہیں سب کے لیے معجزہ ہو گا یا کسی فرد خاص معین کے لیے، سب کے لیے ہو تو بوجود دلیل (معجزہ) نبوت، سب نبی ہوں گے، یہ باطل ہے کیونکہ ایک ہی وقت بلکہ ایک ہی مقام پر افراد کثیرہ کا ایک ہی وصف سے متصف ہو کر نبی ہونا محال شرعی ہے کیونکہ اس سے افراد کثیرہ علی طریق الابہام کا نبی ہونا لازم آتا ہے مزید یہ مفہوم اصطلاحی اور اختراعی ہے، جبکہ نبی کا انتخاب اور نامزدگی وہبی اور امر توقیفی ہے، قیاس اور قواعد کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں'' اور اگر ظہور معجزہ فرد خاص، فرد معین کے لیے ہو تو اس کی نبوت حسی، موجودہ فی الخارج ہوگی یعنی وہ بالفعل نبی ہو گا پھر بھی نبوت بالقو کا قول مستلزم استحالہ ہو کر باطل ہو گا'' مزید نبوت بالقوہ کے قول پر ترجیح بلا مرجح بھی لازم آئیگی جو بھی باطل ہے۔

اسی طرح بالفعل نبوت کا قول مستلزم استحالہ ہو کر باطل ہے، کیونکہ بالفعل نبوت کا مفہوم اور

اطلاق عملی اور فعلی نبوت پر ہے عملی اور فعلی نبوت، وحی کی آمد، اور احکام خداوندی کے نزول کا نام ہے، اس کا دورانیہ تادم مرگ ہے، بعد از مرگ اس کا وجود اور ثبوت نہیں۔ کیونکہ وحی کی آمد احکامات خداوندی کی تنزیل ونزول کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے جس سے نبوت کا وجود اور تحقیق حیات ظاہریہ تک محدود اور محصور ہو جاتا ہے رسول اللہ ﷺ کے لیے چالیس سال کی عمر شریف کے بعد بالفعل نبی ہونے کا قول بھی مستلزم استحالہ ہے، کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ آپ وقت رحلت تک نبی ہوں، کیونکہ رحلت تک ہی آپ نے تبلیغ فرمائی، اور رحلت تک ہی آپ پر وحی کی آمد کا سلسلہ جاری رہا اور احکام نازل ہوتے رہے رحلت کے بعد آپ کی عملی اور فعلی نبوت باقی نہ رہی اور بعد از رحلت آپ کی نبوت اور رسالت کی نفی ہو گئی، یہ محال شرعی ہے کیونکہ قیام قیامت اور عرصہ محشر میں آپ کے نبی اور رسول ہونے پر نصوص قطعیہ موجود ہیں جن کا انکار لازم آتا ہے لہٰذا چالیس سال کی عمر شریف مکمل ہونے پر آپ کے بالفعل نبی ہونے، اور بنائے جانے کا قول بھی باطل ہے، آپ ﷺ بدوں قید بالقوہ اور بالفعل علی الاطلاق نبی ہیں، آپ ﷺ کی نبوت فی الجملہ اور فی وقت من الاوقات کی حد بندیوں سے پاک ہے"۔

بالقوہ اور بالفعل کا دائرہ کار اور وجود انسان کے عمل اور اختیار کے گرد گھومتا ہے، جن افراد میں کتابت کا ہنر اور شغل موجود ہو مگر عملی طور پر کتابت نہ کریں وہ کاتب بالقوہ ہیں، مگر اس قوت یعنی صلاحیت کو حسب منشاء کسی وقت بھی بروئے کار لایا جا سکتا ہے جب کتابت روبعمل لائی گئی تو وہ افراد کاتب بالفعل ہوئے، اس میں بھی آدمی کا منشاء اور اس کا عمل دخیل کار ہیں، پھر جب چاہے عمل کتابت کو ترک کر سکتا ہے، لیکن نبوت بالقوہ میں انسان میں ایسی صلاحیت اور قوت موجود ہی نہیں ہوتی جس کو روبعمل لا کر منصب نبوت حاصل کرے بلکہ یہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہے، وہ جس کو چاہے شان نبوت عطا فرماتا ہے اور جس کو نبی بنایا جاتا ہے اس کا انتخاب روز ازل سے ہے، اور اس کی تخلیق بحیثیت نبی مخصوص طریقہ پر ہوئی ہے۔ جو انسان کی سوچ اور فکر و عمل سے بالاتر ہے اسی طرح نبوت بالفعل کا قول کاتب بالفعل کے ہم معنی ہے کاتب جب چاہے اپنے عمل کتابت کو اپنی مرضی سے روک چھوڑ اور ترک کر سکتا ہے مگر وصف نبوت سے متصف ہونے والی ذات اس کے حصول سے عاری اور ترک سے بے

بس ہوتی ہے کیونکہ نبوت ایک ایسا انعام سرمدی ہے، جس میں معزولیت ہے نہ سلب وترک ، ماننا پڑے گا کہ نبوت کے عنوان میں بالقوہ اور بالفعل کا قول غلط اور موجب خرابات ہے۔

کلام شیخ رحمہ اللہ تحقیقات کے موقف کا رد ہے

شیخ محقق رحمہ اللہ نے ایام ولادت میں ظاہر ہونے والے خوارق عادات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں شمار کرتے ہوئے فرمایا: وآنچہ ظاہر شدہ است درایام مولد ومبعث از امور غریبہ عجیبہ الخ، آگے فرمایا: چنانکہ قصہء اصحاب فیل وخمود نار فارس، وسقوط شرقات ایوان کسریٰ وخشکی آب دریائے ساوہ وسماع ہواتف صارخہ نبوت وصفات وے صلی اللہ علیہ وسلم وآنچہ نقل کردہ شدہ است دراخبار مشہورہ از ظہور عجائب دروقت ولادت شریف وایام حضانت وبعداز وے تازمان بعث وظہور، (مدارج النبوت جلد ا۔ ۱۷۴) ترجمہ ایام ولادت اور بعثت کے موقعہ پر عجیب وغریب واقعات کا رونما ہونا، اصحاب فیل کا واقعہ، فارس کی آگ کا بجھ جانا ایوان کسریٰ کے کنگروں کا گر پڑنا، دریائے ساوہ کے پانی کا خشک ہوجانا اور ہواتف غیبیہ کا چیخ، چیخ کر آپ کی نبوت کا اعلان کرنا اور آپ کی صفات عالیہ کو بیان کرنا جیسا کہ احادیث مشہورہ میں منقول ہے کہ آپ کی ولادت شریفہ اور ایام شیر خوارگی اور آپ کے زمانہ بعثت تک کے تمام امور عجیبہ وغریبہ کا ظہور معجزات ہیں، جو قبل از بعثت آپ کے نبی ہونے کے ظاہر، باہر دلائل ہیں" شیخ رحمہ اللہ کے اس کلام سے جو انہوں نے مدارج النبوت۔ جلد اول باب ششم معجزات کے عنوان میں ص ۱۷۴ پر نقل فرمایا ہے" معلوم ہوا کہ شیخ کا عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت (چالیس سال کی عمر شریف مکمل ہونے) سے قبل بھی نبی تھے، ہواتف غیبیہ کے ذریعے آپ کی نبوت پر معجزات کی صورت میں امور مندرجہ بالا کا ظہور ہوا" شیخ رحمہ اللہ کے کلام میں تازمانہء بعث وظہور کے الفاظ قابل غور ہیں، جن کا صاف شفاف مفہوم یہ ہے کہ آپ کی بعثت کے زمانہ تک جتنے بھی امور عجیبہ وغریبہ رونما ہوئے وہ معجزات اور دلائل نبوت ہیں، معجزات اور دلائل نبوت اسی لیے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبل از بعثت بھی نبی ہیں، معجزہ دلیل نبوت ہے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فی الواقع اور فی الخارج نبی نہ ہوتے تو معجزات، اور دلائل نبوت کی صورت میں ان خوارق عادات کا ظہور اور وجود نہ ہوتا۔

مزید شیخ رحمہ اللہ کے اس کلام سے واضح ہوا کہ چالیس سال عمر کی تکمیل پر آپ کو نبوت نہیں دی گئی بلکہ مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہے۔ کلام شیخ رحمہ اللہ نے تحقیقات کے موقف کو رد کر دیا ہے۔ جس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ معجزہ کے لیے تحدی یعنی اعلان نبوت شرط نہیں، دعوی نبوت ضروری نہیں، چنانچہ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا:

وتحقیق آں است کہ در معجزہ تحدی شرط نیست، چندیں از معجزات از حضرت رسالت ظاہر میشد کہ تحدی درانجا نبود، مگر آنکہ گویند مراد آنست کہ از شان وے تحدی باشد'' (مدارج النبوت۔ ج۔ا ص۔۱۷۳) ترجمہ تحقیق یہ ہے کہ معجزہ میں تحدی شرط نہیں، کیونکہ آپ ﷺ کے چند ایسے معجزات بھی ہیں جن میں تحدی نہیں یعنی ایسے معجزات بھی ہیں جو آپ کے دعوی نبوت سے پہلے ظاہر ہوئے جس طرح ایام ولادت۔ اور زمانہ بعثت کے قبل کے خوراق عادات بدوں تحدی معجزات ہیں تمام محدثین اور علمائے کلام فرماتے ہیں کہ تحدی کا معنی یہ ہے کہ معجزہ اس قدر عظمت کا حامل ہو کہ اس کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہو کہ اس کا ظہور اور صدور نبی کے بغیر ناممکن ہے، اس کی تہہ میں شان نبوت کارفرما ہے۔ شیخ محقق رحمہ اللہ نے اوپر جن واقعات عجیبہ کا تذکرہ کیا ہے بابانگ دہل یہ اعلان کرتے، اور ثابت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ روز ولادت سے ہی نبی ہیں چالیس سال کی تکمیل پر آپ کو نبوت نہیں دی گئی بلکہ مبعوث فرمایا گیا ہے۔ وھوالمراد''

کلامِ شیخ رحمہ اللہ کی روشنی میں مطلقہ عامہ کا قول باطل ہے

مزید کلام شیخ رحمہ اللہ سے تحقیقات کے اس موقف کی بھی نفی ہوتی ہے اور تردید کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے نبوت کا ثبوت مطلقہ عامہ کے تحت ہے جس میں محمول کا ثبوت ذات موضوع کے لیے بالفعل فی زمن من ازمنہ الثلثۃ کافی ہوتا ہے، لیکن شیخ محقق رحمہ اللہ نے معجزہ کے لیے تحدی کی شرط کو غیر لازم، غیر ضروری قرار دیکر مطلقہ عامہ کے موقف کو رد کر دیا ہے بلکہ یہ تصریح فرمادی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے معجزات تحدی یعنی اظہار نبوت اور ادعائے نبوت کے علاوہ بھی ہیں، اور یہ وہی معجزات ہیں جو ولادت کے ایام، اور بعثت تک کے زمانے میں ظہور پذیر ہوئے ہیں، ان ادوار اور ان احوال میں

معجزات کا ظہور آپ کی نبوت کے تسلسل کو مستلزم ہے جس کے ہوتے ہوئے آپ کے لیے نبوت کا ثبوت مطلقہ عامہ کے عنوان میں ثابت کرنا از خود باطل ہو جاتا ہے کیونکہ مطلقہ عامہ کے تحت آپ کی نبوت بالفعل ہوگی اور اس اثناء اور اس دورانیہ میں معجزات کا صدور بشرط تحدی ہوگا۔ اور بدوں تحدی ظاہر ہونے والے معجزات کا انکار اور نفی لازم آئیگی جو بھی محال ہے، کیونکہ بدوں تحدی معجزات کا انکار، آپ کی قبل از بعث نبوت کا انکار ہے جو کلام شیخ رحمہ اللہ کے مطابق باطل محض ہے شیخ محقق نے معجزات کو بشرط تحدی اور بدوں تحدی دو اقسام میں تقسیم فرما کر ان لوگوں کے موقف کو غلط قرار دیا ہے۔ جو چالیس سال سے قبل آپ کی نبوت کے قائل نہیں۔ جیسا کہ سہیل احمد سیالوی نے لکھا۔ لیکن عالم اجسام میں بشمول سید عالم ﷺ کسی نبی کو بھی چالیس سال سے پہلے مقام نبوت پر فائز نہیں کیا گیا۔ (تحقیقات۔ص ۱۶)

یہ اس لیے بھی مردود ہے کہ اگر آپ چالیس سال سے پہلے نبی نہ ہوتے تو اصحاب فیل کا واقعہ، اور وقت ولادت رونما ہونے والے عجیب وغریب واقعات، اور ولادت کے بعد ظاہر ہونے والے امور خوارق عادات کو علماء معجزات نہ کہتے۔ اسی طرح سہیل احمد سیالوی کا یہ کہنا بھی باطل قرار پاتا ہے کہ پیدائشی طور پر نبی تسلیم کرنا قرآن وسنت کی تصریحات اور اکابر کی سینکڑوں وضاحتوں کے تو خلاف ہے ہی۔ (تحقیقات۔ص ۱۷)

شیخ محقق رحمہ اللہ نے اور دیگر جلیل القدر مفسرین نے اصحاب فیل کے واقعہ کو آپ کے معجزات میں سے قرار دیا ہے یہ واقعہ آپ کی ولادت طیبہ سے چالیس یا پچاس روز پہلے وقوع پذیر ہوا۔ اگر آپ ﷺ پیدائشی نبی نہ ہوتے تو اصحاب فیل کا یہ واقعہ آپ کا معجزہ کیسے ہوتا؟ اور مفسرین اگر آپ کو پیدائشی نبی تسلیم نہ کرتے تو اس واقعہ کو آپ کا معجزہ کیوں تحریر فرماتے، شیخ محقق اور امام فخر الدین رازی رحمہما اللہ کے مقابل سہیل احمد سیالوی کی کیا حیثیت ہے، سیالوی اور بندیالوی ہونے سے شرف مجددیت حاصل نہیں ہوتا، سہیل احمد سیالوی کی یہ انوکھی سوچ اور بے بنیاد عندیہ بلاشبہ قرآن، حدیث اور علماء و عرفاء کی درخشاں تصریحات کے مخالف اور معارض ہو کر مردود ہے محمد عمر حیات باروی نے تحریر کیا کہ

جوں جوں مرورایام سے کائنات کے پردے انسانی عقل وفکر کے سامنے کھلتے جارہے ہیں تجس وتحقیق کے عمل مسلسل کی ضرورت بڑھتی جارہی ہے ان تبدیلیوں اور ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے خالق ارض وسماء نے اپنے فضل وکرم سے امت محمدیہ ﷺ میں ایسے لوگ پیدا فرمائے اور فرماتا رہے گا۔ جو اس کامل ومکمل دین کو افراط وتفریط سے بچا کرنئی نسلوں تک پہنچاتے رہیں گے اسی مردم خیزی اور شان مجددیت کی طرف آقائے دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ لو کان العلم عند ثریا الذهب به الرجل من فارس او من ابنائے فارس حتی یتناوله (صحیح مسلم ص ۲۳۱۔۲)

ترجمہ: اگر دین ثریا پر ہوتا تب بھی فارس کا ایک شخص یا فارس کے لوگوں میں سے ایک شخص اس کو حاصل کر لیتا (تحقیقات ص ۲۷)

معلوم ہوا عمر حیات باروی کے نزدیک، اشرف سیالوی مجدد وقت ہیں، اور ان کا علمی مقام ثریا سے بھی بلند ہے یہ باروی کی اپنی سوچ اور اپنا عقیدہ ہے، اس معاملہ میں وہ خود مختار اور آزاد ہیں، البتہ یہ دریافت کرنا ہمارا حق ہے کہ اشرف سیالوی فارس کے رہنے والے ہیں یا سیال شریف کے؟ اگر سیال شریف کے رہنے والے ہیں تو سیاق حدیث ان کے لیے نہیں، باروی نے فرط عقیدت میں ڈوب کر حدیث پاک کو اپنے مفہوم اور مصداق سے پلٹا کر غلط ستدلال کیا ہے، اگر اشرف سیالوی رجل فارسی یا ابنائے فارس میں سے ہیں تو سیالوی کیوں؟ جس ملک وخطہ کی عظمت، زبان رسالتمآب ﷺ سے بیان ہوئی ہے اس کی طرف نسبت کیوں نہیں؟ باروی کے نزدیک امت کے مفسرین اعاظم علماء وعرفا کے عقیدہ کے خلاف، اور اپنی راہ چلنا تجدید دین ہے؟ اشرف سیالوی کا موقف اگر مبنی بر حقیقت و صداقت، امت کے علماء وعرفاء کے تصریحات اور توضیحات کی روشنی میں ہوتا تو اہل سنت و جماعت کی پوری جمعیت سراپا احتجاج ہو کر رد کیوں کرتی؟

مرور زمانہ سے کائنات کی دبتیر تہہ میں مستور ومحجوب حقائق، اور تغیرات سامنے آرہے ہیں کائناتی حوادث رنگ بدل رہے ہیں اور صبح قیامت تک بدلتے رہیں گے، مگر دین اسلام ایک ازلی، سرمدی حقیقت ہے جس کی بقاء اور تحفظ کی ضمانت خود اللہ تعالیٰ نے دے رکھی ہے توحید ورسالت اسلام

کے ایسے بنیادی اصول اور محکم ستون ہیں جن کی بنیادیں نصوص قطعیہ پر ہیں جن میں تغیر و تبدل حرام اور ممنوع ہے، جہاں تک رسول اللہ ﷺ کی ذات، اور اس سے متعلقہ امور کا تعلق ہے، اسلاف ان کے وجود، ثبوت، اور صدور کی گہرائیوں میں نور بصیرت سے مسلح ہو کر اترے، ضعف و ثقاہت، صحت و سقم کو کھنگال کر اصل روح پیش فرمائی، جو بعد میں آنے والی امت مسلمہ کے لیے مینارۂ نور اور مشعل راہ قرار پائی، جس پر ڈیڑھ ہزار برس سے امت مسلمہ کاربند چلی آ رہی ہے۔ چالیس سال سے قبل نبوت کا حصول اور اعطاء اگر ممنوع، محال اور امر واقعی اور ثبوت و دلائل سے مبرہن ہوتا، اور امت کے علماء و عرفاء اس کے خلاف چلتے یا اس مسئلہ کو سرد خانے میں ڈالا گیا ہوتا اور اشرف سیالوی اس کا احیاء اور اس کو جدید تحقیقی اور علمی خطوط پر استوار کرتے اور اہل علم اعتراف کرتے ہوئے داد تحسین دیتے اور کسی سمت سے مخالف آواز نہ اٹھتی تو مسئلہ زیر بحث میں اشرف سیالوی مجدد ہوتے لیکن حقائق ارضیہ اس کی تائید و توثیق نہیں کرتے، اشرف سیالوی کے چند تلامذہ کے علاوہ اہل سنت کا کوئی ذی شعور فرد ان کا ہم نوا نہیں، رسول اللہ ﷺ کا پیدائشی نبی ہونا ایک ایسا اتفاقی مسئلہ ہے جس پر امت کے اعاظم، علماء عرفاء اور محققین نے ثبوت و دلائل کا وسیع ذخیرہ سپرد قلم فرمایا ہے، جس کے ملاحظہ اور مطالعہ کے بعد اشرف سیالوی اور اس کے ہم نواؤں کے عقیدۂ جدیدہ اور دلائل عجیبہ کی تردید کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ برصغیر میں شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کا تحقیقی اور تجزیاتی مقام کسی اور کا مقدر نہ بن سکا، آپ نے نقل فرمایا: وسماع ہواتف صارفہ بنبوت وصفات وے ﷺ، وآنچہ نقل کردہ شدہ است در اخبار مشہورہ از ظہور عجائب در وقت ولادت شریف وایام حضانت و بعد از وے تا زمان بعث وظہور'' (مدارج النبوت جلد۔ اول ص ۱۷۴) آپ کی ولادت شریفہ کے وقت ہواتف غیبیہ نے پکار پکار کر آپ کی نبوت اور آپ کے اوصاف جمیلہ کو مشتہر کیا، اخبار مشہورہ (احادیث مشہورہ) میں وہ عجائبات مذکور ہیں جو آپ کی ولادت کے وقت، اور رضاعت کے ایام اور بعثت تک ظہور پذیر ہوئے۔'' معلوم ہوا، ولادت کے وقت، اور ایام رضاعت سے لے کر بعثت تک جو خوارق عادت یعنی معجزات ظاہر ہوئے۔ ان کے وجود، ثبوت اور صحت پر اخبار مشہورہ بطور دلائل موجود ہیں، یہ دلائل بعثت سے قبل آپ کے نبی ہونے پر حد

شہرت کو پہنچے ہوئے ہیں، چالیس سال کی عمر شریف سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار، اخبار مشہورہ سے ثابت ہونے والے معجزات بلاتحدی کا انکار ہے جو شیخ محقق رحمہ اللہ کی تحقیق اور تفتیش کی روشنی میں مردود اور باطل ہے، کیا شیخ محقق رحمہ اللہ کی تحقیق کے خلاف چلنا تجدید دین، اور شان مجدد ہے؟ بحمد اللہ تحقیقات کے ذاتی، انفرادی موقف کے خلاف، ہم نے تحقیقات میں مندرجہ علماء اور عرفاء کے اقوال سے استشاد کیا ہے جن کو پڑھنے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

غلام محمد بندیالوی شرقپوری نے تحریر کیا کہ بعض اکابرین کے نزدیک صرف آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنانے کی تشہیر اور اعلانات مقصود تھے یا مستقبل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی بنائے جانے کے تحقیقی اور یقینی وقوع کے پیش نظر صیغہ ماضی کے ساتھ اس کو تعبیر کر دیا گیا۔ (تحقیقات ص 33)

توضیحا کہا جائے گا کہ یہ قول اور یہ تاویل بالبداہتہ باطل ہے کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ نے جب پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے، اور مستقبل میں آپ کے نبی بنائے جانے کا امکان ہی نہیں بلکہ محال ہے، ایسے میں تشبیہ، اعلان یا تعبیر مستقبل کیسے ہو سکتی ہے؟ اگر علم وایمان کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر مستقبل یا اعلان وتشہیر تسلیم کیا جائے تو وآدم بین الماء والطین کی حالت اور کیفیت بھی مستقبل سے وابستہ اور معلق ہوگی جو بھی باطل ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امر واقعہ اور چشم دید آدم علیہ السلام کی تخلیق، حال اور کیفیت کو بیان فرمایا ہے، بالفرض اگر یہ اعلان ہے تو یہ اعلان کب پورا ہوا؟ روز ولادت یا روز بعثت؟ اگر بوقت ولادت پورا ہوا تو چالیس سال کے بعد نبوت دیئے جانے کا موقف غلط قرار پایا، اور اگر چالیس سال عمر شریف کی تکمیل پر مکمل ہوا تو عالم ارواح والی نبوت کا سلب، انکار، اور نفی لازم آئی، جبکہ شیخ محقق رحمہ اللہ نے عالم ارواح میں آپ کی نبوت کو، نبوت خارجی، اور بالفعل تسلیم اور تحریر کیا ہے ملاحظہ ہو، پس وے صلی اللہ علیہ وسلم نبی مرسل بود درآں عالم بالفعل درخارجہ نہ درعلم الٰہی فقط (مدارج النبوۃ۔ جلد دوم۔ ص۔ ۳) مزید فرمایا۔ انبیاء دیگر درعلم الٰہی بودنہ درخارج۔ (مدارج النبوت۔ جلد اول ص ۸۴)

مزید فرمایا۔ نبوت آنحضرت وکمالات وے صلی اللہ علیہ وسلم درعالم ارواح ظاہر کردہ بودند (ایضا)

معلوم ہوا حدیث کنت نبیا وآدم بین الماء والطین حدیث صحیح اور اپنے ظاہری اور حقیقی معنی میں ہے غلام محمد بندیالوی شرقپوری کا نقل کردہ قول غلط بے بنیاد اور خلاف حقائق ہے۔

چالیس سال سے قبل آپ کا نبی ہونا

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا:۔ دخود جماعہ بودہ اند کہ پیش از وجود وظہور صورت عنصری آنحضرت ایمان بوے صلی اللہ علیہ وسلم آوردہ، مثل حبیب نجار وغیرہ بلکہ خصوصیت حبیب نجار باشخاص چیست تمامہ رسل وانبیاء وامم الیشاں یا آنحضرت ایمان آوردہ اند'' (مدارج النبوۃ ۔جلد دوم ص ۳۲)

ترجمہ: ورقہ بن نوفل کے علاوہ بھی ایک جماعت ہوئی ہے جو آپ کے وجود (اقدس، صورت عنصری (صورت بشری) کے موجود اور متحقق ہونے سے پہلے اور پیشتر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا چکی ہے، جیسے حبیب نجار و غیرہ، بلکہ ایمان لانے والے عام اشخاص کی کیا خصوصیت ہے، تمام رسول اور انبیاء اور ان کی امتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا چکے ہیں'' واضح امر ہے کہ رسولوں، انبیاء اور ان کی امتوں کا زمانہ مقدم ہے، جس میں آپ جسد عنصری کے ساتھ موجود نہیں، تو آپ کی نبوت بھی موجود متحقق فی الخارج اور عملی طور پر موجود نہیں ہوگی، کیونکہ تحقیقات کے موقف کے مطابق نبی کی نبوت کا ثبوت اس کا وجود، چالیس سال عمر کی تکمیل اور نبی کے قوم میں بہ نفس نفیس موجود ہونے پر موقوف ہے۔ (ص ۱۴۲)

پھر شرح عقائد کے حوالے سے لکھا'' انسان بعثه الله تعالیٰ الی الخلق لتبلیغ الاحکام '' (ص۔ ۸۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے وجود اور ثبوت بارے لکھا، یعنی آپ کے نبی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا اور معجزات ظاہر فرمائے (اور ہر ایسا شخص جو دعوی نبوت بھی کرے اور معجزات بھی ظاہر کرے وہ نبی ہوتا ہے لہٰذا آپ نبی ہیں، تو معلوم ہوا کہ دعویٰ نبوت اور اظہار معجزہ کے بغیر نبوت ثابت نہیں ہوتی ۔ (ص ٦٩)

تحقیقات کے مندرجہ بالا ان اقوال اور مندرجہ شرائط کی روشنی میں ظہور قدسی کے بعد چالیس

سال کی عمر مکمل ہونے تک آپ نبی ہیں نہ آپ ﷺ کی نبوت موجود ہے، جب آپ وجود عنصری کے ساتھ موجود ہو کر نبی مبلغ ہی نہیں تو نبوت کا تحقق اور ثبوت کیسے ہوا؟ اور ایمان لانے والے مومنین کیسے اور کیوں ہوئے؟ جبکہ ایمان لانے والوں میں انبیاء کرام، رسل عظام اور ان کی امتوں کی پوری جمعیت موجود ہے، اور شیخ محقق نے تحقیق کامل اور تامل اکمل کے بعد یہ فرمان جاری کیا اور نقل فرمایا ہے''۔

ثابت ہوا تحقیقات کے وضع کردہ تمام قواعد وضوابط غلط اور امور واقعیہ کے خلاف ہیں، کیونکہ تحقیقات کے خود ساختہ اصول وشرائط کے مطابق قول شیخ اور کلام شیخ رحمہ اللہ کی تردید اور تکذیب لازم آتی ہے جو بھی خطائے فاحش ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ حبیب نجار انبیاء رسولوں اور ان کی امتوں کا مومنین ہونا اس معنی میں درست ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت مستقبل میں متحقق ثابت اور عنداللہ موجود ہو کر رہے گی جس کے خلاف ہونا محال شرعی ہے، تو کہا جائے گا کہ نبوت آپ ﷺ کے لیے عرض لازم ہے، عرض لازم کا تحقق اور وجود ذات معروض کے تحقق اور وجود پر موقوف ہوتا ہے، جب آپ کا وجود عنصری، اور جسم بشری انبیاء رسولوں اور ان کی امتوں کے ادوار میں موجود ہی نہیں تو نبوت جو آپ کی ذات کے لیے عرض لازم ہے کا تحقق اور وجود کیونکر اور کیسے ہوگا؟ اور یہ حکم کیسے صادق، اور حق بجانب ہوگا کہ انبیاء اور رسول، اور ان کی امتیں، آپ کی عدم موجودگی، اور آپ کی نبوت کے عدم تحقق کے باوجود مومنین مخلصین ہیں تسلیم کرنا ہوگا کہ آپ کی نبوت آپ کی حقیقت نوریہ اور ماہیت مجردہ عن وجود عنصری، معہا روح مقدسہ کے لیے عرض لازم ہے وجود عنصری، اور شخص بشری اس کے اظہار اور اعلان کا آلہ کار ہے آپ کی روح طاہرہ مطہرہ، آپ کے جوہر جسمانی، اور مادۂ نورانی کے فیض وبرکات عالم اجساد میں ہزاروں سال موجود رہے جس سے ہر دور کی انسانیت محظوظ اور مستفیض ہوتی رہی ہے، تحقیقات کا اپنا اعتراف ہے کہ الغرض آپ ﷺ کی روح مبارک بمع آپ کے جوہر جسمانی اور مادۂ نورانی کے ہزاروں سال عالم اجسام میں موجود رہی اور اس کے فیوض وبرکات سے آباؤ اجداد، قبائل اور علاقے مستفید ہوتے رہے (ص ۸۷) اس طرح بدوں وجود رہی اور اس کے فیوض وبرکات سے آباؤ اجداد، قبائل اور علاقے مستفید ہوتے رہے (ص۔۸۷) اس طرح بدوں وجود عنصری انبیاء، رسولوں، اور ان

کی امتوں کا آپ ﷺ پر ایمان لانا امر محال نہیں، بلکہ آپ کی دائمی اور مستمرہ نبوت کی دلیل ہے، اگر نبوت کیلئے تحقیقات کے مقرر کردہ اصول وقواعد، اور شرائط کو لازمی قرار دیا جائے تو کنت نبیا وآدم بین الماء والطین کا انکار اور نفی لازم آئیگی کیونکہ اس وقت آپ نبی مرسل تھے مگر وجود عنصری اور جسم بشری نہ تھا۔ اور عمر شریف کے مقررہ اور مطلوبہ چالیس سال کا تصور تک نہ تھا لیکن اس کے باوجود آپ نے اپنی ذات اور وجود کے لیے ضمیر متکلم کو استعمال فرمایا، جس سے واضح ہوا کہ نبوت کا تعلق اور محل بشریت اور اس کا چالیس سالہ ہونا نہیں بلکہ نبوت کا تعلق حقیقت نوریہ اور روح مقدسہ سے ہے

شیخ احمد بن محمد بن ناصر اسلاوی رحمہ اللہ نے فرمایا۔ ان الاشارة بحديث كنت نبيا الى روحه الشريفة والى حقيقة من الحقائق يعلمها الله سبحانه فيكون للنبوة محل اذ ذالك قامت به على ان الاشتراط المحل الذى تقوم به النبوة انماهو فى النبوة المتعلقة بالجسد بعد ارتباط الروح به فلانيافى ان افاضةالنبوة على الروح ووصفها حقيقة جائز لعدم اشتراط المحل الذى تقوم به النبوة وهو خارج عن هذا (جلد رابع ص)

کنت نبیا میں روح اور آپ کی حقیقت کی طرف اشارہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، عالم ارواح یہ دو ہی چیزیں نبوت کا محل ھین اور نبوت کا قیام انہی دو کے ساتھ تھا، جسد عنصری نبوت کا محل اس وقت ہو گا جب روح کا اس کے ساتھ ربط ہوگا، لہٰذا روح کا محل نبوت ہونا، جسد عنصری کے محل نبوت ہونے کے لیے منافی نہیں، معلوم ہوا روح نبوت کا محل ہے، جو روح اور حقیقت عالم ارواح میں نبوت کا محل اور موضوف تھی جسد عنصری میں وہی روح تھی، اور وہی نبوت موجود تھی۔ جس کا تحقق اور وجود وجود عنصری کی موجودگی پر پایا گیا چالیس سال بعد نبوت کا قول پھر بھی غلط ہے۔

عمر کا چالیس سالہ ہونا قابل اقتداء اور لائق تقلید ہونے کے لیے ہے، عمر کی یہ حد گفتار وکردار کے نکھار، ذہانت وفطانت کی پختگی اور افزودگی کے لیے ہے، یہ حد عمر نبوت کے لیے لولاہ لامتنع کے حکم میں نہیں جیسا کہ تحقیقات کا موقف ہے بلکہ علماء اعلام نے عمر کی اس حد کو حد بعثت قرار دیا ہے نہ کہ حد نبوت، علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ نے فرمایا: والواقع عندهو لآء البعث بعد البلوغ

وحکی اللقانی عن بعض اشتراطه فیه ویترجح عندی اشتراطه فیه دون اصل النبوة لما ان النفوس فی الاغلب تانف عن اتباع الصغیر وان کبر فضلا کالرقیق والانثی و صرح جمع بان الاعم الاغلب کون البعثة علی راس الاربعین کما وقع لنبینا ﷺ (روح المعانی جلد ۲۶۔ص۔۱۷) ان حضرات کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام کی بعثت بھی بلوغت کے بعد ہوئی ہے، علامہ لقانی نے بلوغت کو بعض علماء کے قول پر نبوت کے لیے شرط قرار دیا ہے۔اور میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ بلوغت بعثت کے لیے شرط ہے اصل نبوت کے لیے اس کو شرط قرار دنیا مناسب نہیں، کیونکہ نفوس انسانیہ اغلب طور پر چھوٹی عمر والے انسان کی اطاعت واتباع سے نفرت کرتے ہیں، اگرچہ مقام اور مرتبے کے لحاظ سے وہ بڑا ہی کیوں نہ ہو جس طرح عورت اور غلام کی اتباع سے لوگ نفرت کرتے ہیں علماء کی ایک جماعت نے تصریح فرمائی ہے کہ عام تر، اور اکثر واغلب یہی ہے کہ بعثت چالیس سال کی عمر مکمل ہونے پر پائی گئی ہے جیسا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے لیے یہی صورت وقوع پذیر ہوئی ہے''

ثابت ہوا وجود عنصری، اور جسم بشری، اور چالیس سال عمر کی، تکمیل بعثت کے لیے ہے نفس نبوت کے لیے شرط نہیں ہے علمائے محققین کے نزدیک یہ غلط ہے'' قابل تسلیم نہیں۔

ہر شی کی تخلیق اور وجود سے آپ کی نبوت مقدم ہے

مزید علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ کے کلام سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ بعثت کے وقت سے پہلے نبی تھے، چالیس سال کی عمر شریف کی تکمیل پر آپ کو مبعوث فرمایا گیا ہے، نبوت نہیں دی گئی، کیونکہ علامہ کا کلام واضح ہے کہ: وصرح جمع بان الاعم الاغلب کون البعثة علی راس الاربعین کما وقع لنبینا ﷺ، علامہ رحمہ اللہ نے چالیس سال کی عمر شریف سے قبل آپ کے نبی ہونے پر فرمایا: والافھو صلی اللہ علیہ وسلم نبی ولا آدم ولا ماء ولا طین، ولا یعقل نبی بدون ایحاء (بحوالہ تحقیقات۔ص۳۲۰) کیونکہ آپ (ﷺ) اس وقت بھی نبی تھے جبکہ آدم علیہ السلام تھے نہ پانی اور مٹی جبکہ بغیر وحی کے نبی ہونے کا تصور ہی نہیں، یعنی ہر چیز کی تخلیق اور اس کے وجود

پر آپ کی نبوت کو تقدم حاصل ہے اور جب سے آپ نبی ہیں اسی وقت سے آپ پر وحی آتی ہے۔''۔

علامہ شیخ نورالدین علی بن زین الدین ابی المواہب ابن الجزار رحمہ اللہ نے فرمایا:

وهو صلى الله عليه وسلم مطبوع على الحق والخير و اخلاق الكرام الموفقة لما جاء ت به شريعته بالهام الله له من حين نشا صغيرا (جواہر البحار۔ج ۳۔۸۷) اور آپ ﷺ کی تخلیق ہی حق اور خیر پر ہوئی ہے اور ان اخلاق کریمہ پر جو آپ کی شریعت میں وارد اور نازل ہونے والے احکام کے موافق تھے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بچپن میں ہی الہامات کے ذریعے آپ کو آگاہ فرمایا تھا''۔ یعنی آپ کی شریعت کے نمایاں احکام، عرفان باری تعالیٰ، دعوت حق علم خیر، تبلیغ خیر اور اخلاق کریمہ ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے بچپن میں ہی الہامات کے ذریعے آپ کو سکھائے تھے۔ بچپن سے ہی آپ کی سیرت اور کردار کو حق، خیر، اور اخلاق کریمہ پر استوار کرنا، الہامات کے ذریعے دنیا، اور اپنی توجہ خاص کا محور اور مرکز بنانا ثابت کرتا ہے کہ آپ روز ولادت سے ہی نبی تھے، ورنہ الہامات کے ذریعے آپ کی تعلیم و تربیت کا اہتمام نہ کیا جاتا۔

صغر سنی میں آپ پر وحی ہوتی تھی

علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ نے فرمایا: واذا كان بعض اخوانه من الانبياء عليهم السلام قد اوتى الحكم صبيًّا ابن سنتين او ثلاث وهو عليه الصلوة والسلام اولى بان يوحى اليه ذالك النوع من الايحاء صبيًّا ايضا، ومن علم مقامه صلى الله عليه وسلم وصدق بانه الحبيب الذى كان نبيا و آدم بين الماء والطين لم يستبعد ذالك (روح المعانی ج ۲۵۔ص ۵۶،۵۷)

ترجمہ: اور جب کہ آپ کے بعض انبیاء بھائی بچپن میں دو یا تین سال کی عمر میں، حکم اور فہم دین عطا کیے گئے تھے تو آنحضرت ﷺ کے مقام اور مرتبہ کو جو جانتا ہے، اور اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ آپ وہی اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں جو اس وقت بھی نبی تھے جبکہ آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے، تو وہ اس طرح کی وحی کو آپ کے حق میں بعید (محال نہیں سمجھتے گا۔

۱۔ علامہ رحمہ اللہ کا کلام اس امر کی دلیل ہے کہ وحی کے لیے چالیس سال عمر کا ہونا لازمی اور ضروری نہیں، اور نہ ہی عمر کی یہ حد نزول وحی کے لیے موقوف علیہ ہے۔

۲۔ چالیس سال عمر کی تکمیل نبوت کے لیے شرط نہیں، بلکہ نبوت ایک امر موہوب من اللہ ہے جو انسانی کسب وعمل، اور انسانی کے مقرر کردہ اصول وقواعد سے وراء الوری ہے۔

۳۔ چالیس سال کی تکمیل سے قبل نبوت کا وجود متحقق فی الخارج بلکہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔

۴۔ نبی کے لیے وحی (جو بھی صورت ہو) خاصہ لازمہ ہے، جس شخص پر وحی ہو وہ ہر صورت نبی ہے غیر نبی پر وحی کا نزول محال شرعی ہے۔

۵۔ صغر سنی میں بعض انبیاء پر وحی کا آنا اس بات کو مستلزم ہے کہ آپ ﷺ پر بحالت بچپن وحی آئے اور وجہ لزوم اور امر تلازم آپ ﷺ کا تمام انبیاء سے افضل ہونا ہے۔

۶۔ بچپن میں آپ پر وحی کے آنے کی علت آپ کا فرمان کنت نبیا وآدم بین الماء والطین ہے جو آپ کی حقیقت نوریہ اور جسد بشری کے لیے دائمی اور مستمرہ نبوت کو ثابت کر رہا ہے۔

۷۔ بحالت بچپن آپ پر نزول وحی (کوئی بھی صورت ہو) کا ہونا محال نہیں کیونکہ آپ ﷺ روز ازل سے ہی اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے تمام حالات دینیہ ہوں یا اخرویہ ان کی انجام دہی میں وحی کا تسلسل جاری رہا۔ علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ نے فرمایا: وکان لہ صلی اللہ علیہ وسلم فی کل حال من احوالہ فیہا نوع من الوحی (بحوالہ تحقیقات ص۳۲۰) آنحضرت ﷺ کے لیے جملہ احوال (دینویہ ہوں یا اخرویہ) میں سے ہر ہر حال میں وحی کا کوئی نہ کوئی قسم حاصل ہوتا تھا۔ فی کل حال میں لفظ کل کا افرادی استغراقی ہونا اور من کا ابتدائیہ بیانیہ ہونا، اور احوال کا مفید جنسیت ہونا ثابت کرتا ہے کہ جس حال کو بھی آپ ﷺ کی صفت لازمہ بننے کا اعزاز حاصل ہوا اس کے وجود اور تحقق میں وحی دخیل کار ہے۔ احوال کا سلسلہ زمانہ بچپن سے لے کر وقت رحلت تک ہے تو لامحالہ وحی کا ہونا بھی زمانہ بچپن سے لے کر وقت رحلت تک کے عرصہ کو محیط ہے، اور اس پورے عرصہ پر وحی کی چھاپ کا ہونا آپ کی نبوت کو مستلزم ہے، جو اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ روز

ولادت سے ہی نبی ہیں، لہٰذا تحقیقات کا چالیس سال عمر کی تکمیل پر آپ کے لیے نبوت کو ثابت کرنا علامہ کے موقف اور کلام کے مغائر ہے"۔

تحقیقات نے لکھا کہ (۱) نبی کے لیے وحی ہونا ضروری ہے (۲) وحی نبوت کے مترادف ہے (ص،۳۶۳) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احوال میں وحی کا وجود بہ تسلسل موجود ہے تو چالیس سال سے قبل بھی ہر لمحہ نبوت موجود ہے ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے فرمایا: قال ابن برهان قديكون قبل بعثة النبي صلی اللہ علیہ وسلم شئ شبه المعجزات يعني التي تسمى ارهاصا ويحتمل ان يكون نبيا قبل اربعين غير مرسل، والاظهر انه كان قبل الاربعين وليا ثم بعدها نبيا ثم صار رسولا۔ (مرقات، ج،۳۔ص،۳۰۸)

علامہ ابن برہان نے فرمایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے قبل ان سے معجزات کے مشابہ خوارق عادات سرزد ہوئے ہیں جن کو ارہاص کہا جاتا ہے، اور یہ احتمال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال سے قبل نبی ہوں رسول نہ ہوں، اور زیادہ نمایاں امر یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال سے پہلے ولی ہوں، پھر نبی اور پھر رسول بنائے گئے، مندرجہ اس کلام سے ثابت ہوا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے چالیس سال سے قبل آپ کے نبی ہونے کی نفی کی نہ انکار کیا ہے بلکہ چالیس سال سے قبل خوارق عادات کے ظہور وصدور کو آپ کے نبی ہونے کی علت اور دلیل قرار دیا ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ چالیس سال عمر شریف کے مکمل ہونے پر آپ کو رسول بنایا گیا ہے نبوت تو پہلے سے موجود چلی آ رہی ہے کیونکہ ارہاصات (معجزات) صادر ہوتے رہے ہیں۔ جو آپ کے نبی ہونے کے دلائل ہیں۔

واضح رہے کہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو تین اقسام میں تقسیم فرمایا جس میں ارہاصات شامل ہیں، ملاحظہ ہو مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۸

امام رازی اور سید محمود آلوسی رحمہ اللہ نے زیر آیت الم نشرح لک صدرک نقل فرمایا کہ: فان تقدم الخارق على النبوت جائز عندنا ونسميه ارهاصا والاخبار كثيرة في وقوعه له عليه الصلوٰة والسلام قبل النبوة (روح المعانی، جلد ۳۰ تفسیر کبیر۔ جلد ۳۰) امر خارق للعادۃ کا

اعلان نبوت سے پہلے وقوع پذیر اور صادر ہونا اہل سنت و جماعت کے نزدیک جائز ہے اور ہم اس کو ارہاص کے نام سے موسوم کرتے ہیں، اخبار کثیرہ سے ثابت ہے کہ آپ کے اعلان نبوت فرمانے سے قبل، آپ کی ذات اقدس سے ارہاصات (معجزات) کا صدور ہوا ہے۔

واضح رہے کہ معجزات کے صدور اور ظہور میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تحدی یعنی نبوت کے اعلان اور دعویٰ کو شرط قرار نہیں دیا، یعنی ارہاص کا ظہور نبوت کے وجود اور تحقق پر موقوف ہے مگر یہ نبوت بدوں دعویٰ نبوت اور بدوں اظہار کے ہے اور معجزہ دعویٰ نبوت پر موقوف ہے' شیخ محقق نے ارہاص، معجزہ اور کرامت کو معجزہ ہی فرمایا ہے، مدارج النبوۃ، جلد دوم۔ص ۷ پر معجزات کی بحث میں تحدی کی شرط کو غیر لازم اور غیر ضروری قرار دے کر ص۔۸ پر واضح کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے معجزات تین قسم کے ہیں۔ ارہاص معجزہ اور کرامت بقول شیخ رحمہ اللہ ارہاص اور معجزہ میں کوئی فرق نہیں فرق صرف نبوت کے اعلان اور اظہار کا ہے۔

ارہاص کا معنی بیان کرتے ہوئے تحقیقات نے لکھا کہ ارہاص کا معنی بنیاد رکھنا ہے، کیونکہ ان امور سے لوگوں کو اندازہ بلکہ یقین ہو جاتا ہے کہ یہ شخصیت زمانہ مستقبل میں اعلیٰ مرتبہ اور بلند ترین مقام کی مالک بننے والی شخصیت ہے۔ (ص ۲۹۲) تحقیقات کا یہ تبصرہ شیخ محقق ملا علی قاری، امام فخر الدین رازی، اور دیگر گرانقدر علماء اور عرفاء کے موقف اور تصریحات کے خلاف ہے بلکہ تحقیقات کے خود اپنے موقف کے خلاف ہے، چنانچہ غلام محمد بندیالوی شرقپوری نے لکھا: اور اللہ تعالیٰ نے جن ہستیوں کو اس اعلیٰ ترین منصب پر فائز کرنا ہوتا ہے روز ازل سے ہی ان کو اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے تحت طاہر و مطہر اور بے داغ سیرت و کردار کا مالک بنا دیتا ہے (ص ۳۵) یعنی جنہوں نے منصب نبوت پر فائز ہونا ہے روز ازل سے ہی ان کا انتخاب اور روز ولادت سے ہی وصف نبوت سے اتصاف کر دیا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ نبی اعلان نبوت سے قبل بھی معصوم ہوتا ہے اور اعلان نبوت کے بعد بھی'' چنانچہ امام اہل سنت علامہ ابوشکور محمد بن عبدالعید السالمی رحمہ اللہ نے فرمایا۔ اہل سنت و جماعت فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام قبل وحی انبیاء ہوتے ہیں، اور معصوم واجب العصمت (التمہید، ص ۱۲۶، فرید بک سٹال

اردو بازار لاہور)

جب ہر نبی نزول وحی سے قبل معصوم اور نبی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطریق اولیٰ نبی ہیں، بلکہ آپ کی نبوت میں شائبہ وہم و گمان نہیں اس لیے کہ آپ سے بے شمار خوارق عادات بلکہ جلیل القدر خوارق عادات کا ظہور ہوا ہے'' شیخ محقق رحمہ اللہ نے بجا طور پر معجزات کو تین اقسام میں تقسیم فرمایا۔ اور یہ واضح فرمایا کہ ارہاص معجزہ ہے، جس میں تحدی نہیں۔ نیز نبوت کا نور اصلی اور حقیقی ہے، جو نبی کی ذات کے ساتھ ہی تخلیق ہوتا ہے اسی نور نبوت کی وجہ سے نبی وحی سے قبل اور بعد معصوم ہوتا ہے غوث کبیر سیدی عبدالعزیز الدباغ رحمہ اللہ نے فرمایا: بان نور النبوة اصلی، ذاتی، حقیقی مخلوق مع الذات فی اصل نشاتها ولذا کان النبی معصوما فی حال (جواہر البحار جلد ثانی ص ۱۶۳) نبوت کا نور اصلی، ذاتی، حقیقی ہے، جو نبی کی ذات کی اصل تخلیق میں، تخلیق کیا جاتا ہے اسی وجہ سے نبی اپنے تمام احوال واطوار میں معصوم ہوتا ہے، یعنی نور نبوت نبی کی ذات کی تخلیق کے وقت ہی پیدا، اور نبی کی ذات وقت پیدائش سے ہی اس نور نبوت سے متصف ہوتی ہے اور نبی اعلان نبوت کے قبل اور بعد اپنے تمام احوال اور اطوار میں معصوم ہوتا ہے۔ اسی لیے اہل سنت و جماعت کے مذہب میں نبی اعلان نبوت سے قبل بھی نبی اور معصوم ہے جیسا کہ امام اہل سنت علامہ ابوشکور سالمی نے فرمایا ہے، نبی کے لیے اعلان نبوت سے پہلے بھی معصوم ہونا اس کے نبی ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ نبوت کے لیے عصمت لازم ماہیت ہے'' کلام غوث رحمہ اللہ سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت سے ہی آپ کی نبوت بطور خاصہ لازمہ موجود اور متحقق ہے یہی وجہ ہے کہ اعلان نبوت سے پہلے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزات کا ظہور اور صدور ہوا ہے۔

چالیس سال سے قبل نبی ہونے پر ایک اور دلیل

شیخ اسماعیل حقی رحمہ اللہ نے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کا قول نقل فرمایا: ان معاریجه علیه الصلوٰة والسلام اربع و ثلاثون منها مرة واحدة بجسده والباقی بروحه رؤیاها ای

قبل النبوة وبعدها و كان الاسراء الذی حصل له صلی اللہ علیہ وسلم قبل ان یوحی الیه توطئة له وتیسیرا علیه کما کان بدء نبوته الرؤیا الصادقه (جواہر البحار۔جلد ثانی،ص ۲۲۳) بے شک نبی کریم ﷺ کو چونتیس مرتبہ معراج کرائی گئی ہے ان میں سے ایک معراج جسمانی ہے اور بقیہ روحانی ہیں، روحانی معراجیں آپ ﷺ کو اعلان نبوت سے قبل بھی اور بعد بھی کرائی گئی ہیں'' نزول وحی سے قبل معراج کرانے کا مقصد، جسمانی معراج کے لیے بنیاد بنانا، اور آسانی پیدا کرنا تھا، جس طرح نبوت کی ابتدا سچے خوابوں کے ذریعے کی گئی تاکہ نزول وحی، اور وحی کے بعد آنے والے واقعات کے لیے تحمل پیدا ہو۔

معلوم ہوا جس طرح سچے خواب نبوت کے اجزاء میں سے ہیں اسی طرح ۳۴۔مرتبہ آپ کو اعلان نبوت سے قبل اور بعد اسراء سے سرفراز فرمایا جانا آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔ اگر چالیس سال عمر سریف کی تکمیل سے قبل آپ نبی نہ ہوتے تو اتنی کثیر تعداد میں اسرائے روحانی سے آپ کو مشرف نہ فرمایا جاتا، کیونکہ معراج روحانی ہو یا جسمانی نبوت کا خاصہ ہے۔

آپ کا جسم اطہر عالم علوی سے تھا اس وجہ سے آپ کا سایہ نہ تھا

جواہر البحار میں ہے:'' وقد ذکروا ان جبریل علیہ السلام اخذ طینة النبی ﷺ فعجلها بمیاہ الجنة وغسلها من کل کثافة کدورة فکان جسدہ الطاھر کان من العالم العلوی کروحه الشریف'' (جلد ثانی،ص ۲۲۳)

علماء نے فرمایا ہے نبی کریم ﷺ کی طینت مقدسہ جس سے آپ کا جسد اطہر بنایا گیا تھا جبریل علیہ السلام نے اس کو جنت کے پانیوں سے گوندھا اور دھوکر ہر قسم کی کثافت اور کدورت سے پاک کیا تو آپ کا جسم طاہر بھی عالم علوی (عالم نور) سے ہو گیا جس طرح آپ کی روح انور لطیف اور عالم علوی سے ہے۔

کلام غوث رحمہ اللہ اس بات پر شاہد ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا جسد عنصری ہر قسم کی کثافت اور کدورت سے پاک ہے، اور بلند پایہ لطافت کی بناء پر عالم علوی یعنی عالم نور سے ہے کثافت کے

ازالے، اور مادی آلائشوں اور کدورتوں سے پاک ہونے اور پاک کرنے کا محتاج نہیں، جنت اور اسمیں موجود انہار، اثمار، میاء اور محلات سب نوری حقائق ہیں، جب نوری حقیقت رکھنے والے پانیوں سے جن کا وجود جنت میں ہے جن کی گزرگاہ جنت ہے سے طینت طیبہ طاہرہ کو دھودھو کر لطافت و نظافت کی انتہا کر دی گئی، اور نوری حالت اور کیفیت سے زینت بخشی گئی تو وجود نوری علوی میں کدورت و کثافت کہاں؟ یا وہ ان کے ازالے کا دست نگر کیوں؟ جبکہ تحقیقات کا موقف یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ لباس بشری کثیف تھا کیوں کہ وہ ماں باپ دونوں کے مادۂ تولید کی آمیزش سے تیار ہوا تھا لہٰذا وہ نسبتاً کثیف تھا اس لیے اس کی کثافت کو بار بار کے شق صدر اور چلہ کشی وغیرہ کے ذریعے جب لطیف کر دیا گیا اور حقیقت نوریہ کا ہم رنگ تو یہ منصب سونپا گیا۔ (ص۔۱۶۰)

تحقیقات کا موقف اس لیے بھی غلط ہے کہ ہر جسم کثیف کے اپنے اپنے اثرات اور لوازمات ہیں، بے جان جسم کثیف اور جاندار جسم کثیف کے الگ الگ اثرات اور لوازمات ہیں، جاندار جسم کثیف پر عمل قلیل کا اثر احساس اور درد کی صورت میں بطور لازم ظاہر ہوتا ہے بسا اوقات عمل کے اثرات بھی نمایاں ہوتے ہیں، جیسا کہ مار پیٹ یا زخمی کرنے کے اثرات کا موجود ہونا جاندار جسم کثیف پر عمل کثیر اور فعل کبیر کے اثرات۔ خون کے اظہار و سیلان، نشان فعل، احساس، اور تکلیف کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں، اور بسا اوقات فعل کبیر ضیاع جان پر منتج ہو جاتا ہے یہ حقائق ارضیہ ہیں جن کا انکار، یا تردید ممکن ہی نہیں، شق صدر جو حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ہوا۔ یہ چار سال کی عمر شریف میں ہوا، اور دوسری بار بیس سال کی عمر شریف میں ہوا در منثور کی روایت کے مطابق آپ ﷺ کا فرمان ان الفاظ میں ہے۔

لا اجد لا خذهما مسا پھر فرمایا **ففلقه فيما اری بلا دم و لا وجع** (روح المعانی، جز۔۳۰ زیر آیت الم نشرح لک الایۃ)

یعنی مجھے ان کے پکڑنے کا محسوس ہی نہیں ہوا، انہوں نے میرا سینہ اور پیٹ چاک کیا، میرا دل چیرا میں دیکھ رہا تھا، میرا خون نکلا نہ مجھے درد ہوا نہ تکلیف ہوئی، سوچنے کی بات ہے، لباس بشری موجود ہے، جو ماں باپ کے مادہ تولید سے تیار ہوا شباب کا زمانہ ہے، فرشتوں کے عمل کثیر اور فعل کبیر کا

پورا پورا علم ہے، کھانا پینا عربی معمول اور ماحول کے مطابق ہے اتنا بڑا عمل ہونے کے باوجود جسم اطہر سے خون نکلا ہے نہ درد ہوا ہے، بلکہ فرشتوں کے پکڑنے، زمین پر لٹانے کا احساس تک نہیں ہوا دل کو اپنی جگہ سے باہر نکالا گیا، چیرا گیا، مگر زندگی بدستور موجود ہے، لباس بشری ہے، مگر خون نہیں نکلا جو دلیل کثافت ہے، سینہ اور دل شق ہیں، مگر درد نہیں جو لباس بشریت کا لازم ہے، پکڑنے اور زمین پر لٹانے کا احساس نہیں جو بھی دلیل کثافت ہے، بدوں دل زندگی رواں دواں ، علم، شعور، آگاہی ، بدستور موجود ہے۔ یہ لطافت جسم اطہر کے کائنات علوی نوری میں سے ہونیکی واضح دلیل نہیں؟ جیسا کہ غوث کبیر سیدی عبدالعزیز الدباغ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے، اور حرکت قلب کے بغیر زندگی کا باقی اور موجود رہنا آپ کا معجزہ نہیں؟ جیسا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقات شرح مشکوٰۃ ص ۱۲۳ پر فرمایا ہے۔

اسی طرح غار حرا میں آپ کا چلہ کش ہونا ازالہ کثافت کے لیے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس کی صفات کی طرف کامل اور مکمل توجہ کے لیے ہے، یکسوئی اور دلجمعی کے حصول کے لیے ہے، جسم اقدس تو روز تخلیق سے ہی لطافت و نظافت کا پیکر ہے اگر جسم اقدس کثیف ہوتا تو باقی اجسام کی طرح سایہ دار ہوتا، مگر آپ کا سایہ نہیں، یہ کیسے ممکن ہے کہ جسم مادی، کثیف تو ہو مگر سایہ نہ ہو، کے لباس بشری جو والدین کریمین رضی اللہ عنہما کے مادہ تولید سے تیار ہوا ہو اس کا سایہ کیوں نہیں؟ آپ کے جسم اطہر (بقول تحقیقات لباس بشری، جسم مادی) کا سایہ نہ ہونا ثابت اور امر محقق ہے ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا۔ **انه صلى الله عليه وسلم كان من خصائصه انه كان نورا و كان اذا مشى فى الشمس او القمره لايظهر له ظل** "(شرح شفاء ص ۵۱۰ ۔ ج ۱)

آپ ﷺ کا نور ہونا آپ کے خصائص میں سے ہے، اور یہی وجہ تھی کہ جب آپ سورج یا چاند کی روشنی یں چلتے تو آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا، بدیہی امر ہے اگر آپ کا جسم کثیف ہوتا تو عام اجسام کی طرح آپ کا جسم بھی سائے کو ظاہر کرتا، سایہ کا نہ ہونا اس بات کی نفی کرتا ہے کہ لباس بشری کثیف تھا کیوں کہ وہ ماں باپ کے مادۂ تولید سے تیار ہوا تھا جیسا کہ تحقیقات نے ۔ ص ۱۶۰ پر واضح طور پر کہا ہے،

امام المحدثین قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے فرمایا: **من انه كان لاظل لشخصه فى**

شمس و لا قمر لانه کان نورا (شرح شفاء۔ج۔اص۔۷۵۴) آپ کے خصائص میں سے ہے کہ سورج اور چاند کی روشنی میں آپ کے وجود پاک کا سایہ نہیں ہوتا تھا، اس پر ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا۔ای بنفسه و النور لاظل له لعدم جرمه و هذا معنى مافي النوادر و لفظها لم يكن لها ظل في شمس ولا قمر و نقله الحلبي عن ابن سبع ايضا (شرح شفا۔جلد اول۔ص ۷۵۵) یعنی آپ کا نفس مقدس نور تھا، یعنی آپ کی ذات کریمہ جو روح اور جسم کا مجموعہ ہے نور تھی، اور نور کا جسم مادی نہیں ہوتا، نوادر الاصول میں حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے یہی معنی بیان فرمایا ہے یعنی ای بنفسه والنور لاظل له لعدم جرمه۔لیکن الفاظ لم يكن لها ظل في شمس ولا قمر تحریر فرمائے ہیں، علی بن برہان الدین الحلبی رحمہ اللہ نے بھی محدث ابن سبع کی روایت کو اسی طرح نقل فرمایا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ روح، اور جسم دونوں کے لحاظ سے مجسمہ نور و لطافت تھے، کثافت نام کی کوئی چیز آپ کے جسم اطہر میں موجود نہ تھی، جسم اطہر ہونے کے باوجود نورانیت اور لطافت کی تعبیر و تصویر تھا اس میں ماں باپ کے مادہ تولید سے پیدا ہونے والی کثافت کہاں تھی؟

مندرجہ بالا ان علماء اعلام کی تصریحات سے یہ ثابت ہوا کہ آپ کا جسم آپ کی حقیقت اور روح کے ہم رنگ تھا یعنی لطافت اور نورانیت کی آماجگاہ اور جلوہ گاہ تھا اس میں لطافت پیدا کرنے کے لیے شق صدر، اور چلہ کشی کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ جیسا کہ تحقیقات نے لکھا ہے کہ نبی مکرم ﷺ کا لباس بشری ماں، باپ دونوں کے مادۂ تولید کی آمیزش سے تیار ہوا لہٰذا وہ نسبتاً کثیف تھا اس لیے اس کی کثافت کو بار بار کے شق صدر، اور چلہ کشی وغیرہ کے ذریعے جب لطیف کر دیا گیا اور حقیقت نوریہ کا ہم رنگ تب یہ منصب آپ کو سونپا گیا۔(۔۱۶۰)

تحقیقات کا یہ موقف غلط اور بے بنیاد ہے کیونکہ ملا علی قاری، قاضی عیاض، حکیم امام ترمذی، محدث ابن سبع اور امام برہان الدین الحلبی رحمہم اللہ نے فرمایا کہ انه كان نورا، ضمیر کا مرجع آپ کی ذات شریفہ ہے جس کو ای بنفسه سے تعبیر کیا گیا ہے، جب آپ کی ذات مقدسہ ہی سراپا نور ہے تو مزید نوری بنانے اور ہم رنگ کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تحقیقات کا موازنہ کرنا غلط ہے

تحقیقات نے لکھا کہ: رہا معاملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چالیس سال کی عمر سے پہلے نبی بن جانے کا تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ محض بشر نہ تھے وہ نصف نصف تھے آدھے بشر تھے اور روحانی، پھر لکھا ان میں بشریت والا ضعف روح الآمین کے نفخ کی آمیزش سے قوت اور توانائی میں بدل گیا اور دوسرے انبیاء علیہم السلام پر قوت برداشت اور اس قدر تحمل میں زائد بن گئے تو والدہ ماجدہ میں روح آلامین کے نفخ کی وجہ سے حاصل ہونے والی ملکی قوت کی وجہ سے چالیس سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے ان کو مبعوث فرمادیا گیا، (ص۔۱۵۹)

توضیحا کہا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے انا من اللہ تعالیٰ والمومنون من فیض نوری" (جواہر البحار جلد ثانی ص ۲۲۵) جواہر البحار جلد ثالث ص ۳۷۴) میں اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی ہوں، اور تمام مومنین کا وجود میرے نور کا فیضان ہے قابل توجہ یہ بات ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا آدھا وجود جبریل علیہ السلام کی پھونک کا نتیجہ ہے اور آدھا بشر ہے، جبریل علیہ السلام کی پھونک نے بشریت کے ضعف اور اسکی ناتوانی کو قوت اور استعداد تحمل میں بدل دیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں ہی نبوت کے منصب پر فائز کیا گیا، تو جو ذات اپنی حقیقت اصلیہ اور وجود ذاتی کے اعتبار سے نور ہو اور نور الٰہی کی تجلی ہو وہ نبوت کے منصب سے کیوں محروم ہو؟ اگر جبریل کی پھونک نبوت کے لیے اہلیت اور استعداد پیدا کر سکتی ہے تو جو ہے ہی اللہ تعالیٰ کا نور اور اس کی تجلی اس میں نبوت کے برداشت کی قوت اور تحمل نہیں پھر عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت ایک خاص مقصد اور خاص ضرورت کے تحت معرض وجود میں آئی جبکہ جبریل اور عیسیٰ علیہ السلام کو تعلیم دینے والی اور تربیت کرنے والی ذات عالم ارواح سے ہی نبوت کے وصف سے متصف چلی آ رہی ہے۔ پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ نفخ جبریل کس حال اور کس کیفیت میں ہوا جبکہ وہ بشرا سویا، اور رجل شاب کی حالت میں تھے، اگر اس حال، اور اس کیفیت کی پھونک نبوت کے

تحمل کی قوت پیدا کر سکتی ہے تو جو ذات اول الامر سے ہی وصف نبوت سے سرفراز ہے اور عالم ارواح میں بالفعل نبوت کا اظہار اور متعلقہ امور بھی سرانجام دے چکی ہو وہ استعداد نبوت سے محروم کیوں؟ پھر جبریل علیہ السلام سے نفخ کا فعل بشری صورت میں ہوا، بشرا سویا کے طور پر ہوا اگر اس میں اتنا کمال اور اعجاز ہے تو جو ذات ہر لحاظ سے نور کا منبع بن کر آئی وہ نبوت کی اہلیت سے عاری ہے؟ یا للعجب

والدہ ماجدہ کی عفت، طہارت اور پاکدامنی کو زبان قال سے بیان کرنا ان کے نبی ہونے کی دلیل ہے، جبکہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور قدسی کے وقت آفاقی معجزات کا ظہور ہوا، پھر آپ نے بحالت رکوع اور سجود ہو کر الحمد للہ فرمایا جس نے آپ کے نبی ہونے پر مہر تصدیق ثبت فرما دی، اور نبی نہ ہونے کے تمام دروازوں کو بند فرما دیا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں آپ کا کلام کرنا وہ بھی ایک ضرورت اور مجبوری کے تحت ہے اور اخبار بالغیب نمایاں ہیں جو آپ کے نبی ہونے کے دلائل واضحہ ہیں لیکن ولادت باسعادت سے لے کر اعلان نبوت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کثیر ہیں، تقابل اور توازن کی صورت میں جس طرح عیسیٰ علیہ السلام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور مرتبہ ارفع اور اعلیٰ ہے اسی طرح آپ کے معجزات بھی شان رفیع کے حامل ہیں۔ لہٰذا تحقیقات کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے نفخ جبریل کی بنیاد پر نبوت کو ثابت کرنا اور اعلان نبوت سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نبوت کی نفی کرنا خلاف دلیل ہے۔

جناب عیسیٰ علیہ السلام کی نصف بشریت مسلمہ ہے جو کثافت کی حامل ہے اگر آپ کی آدھی بشریت کثافت کی حامل ہو کر مانع نبوت نہیں تو وہ ذات جس کا لباس بشریت عالم بالا سے ہو، عالم نور کا ہو اس میں نبوت کی قوت نہیں؟ جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا لباس بشری ہر قسم کی کثافتوں اور کدورتوں سے مبراء، حقیقت اور روح کے انوار سے ہم پلہ اور صفات قدسیہ سے متجلی ہو وہ نبوت کے تحمل اور قوت برداشت سے عاری اور عاجز ہو کیوں؟ اور کیسے؟ احادیث میں نور نبیک، انا من اللہ اول ما خلق اللہ نوری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کو ضمیر متکلم سے ہی تعبیر فرمایا ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت ذات نور ہیں، ذات روح اور لباس بشری کے مجموعے کا نام ہے اس کا اطلاق اس

وجود مقدس پر ہے جو ولادت کے وقت عالم دنیا میں جلوہ گر ہوا، لباس بشری یا اس کی ناتوانی، اور ضعف کی بنیاد پر چالیس سال سے قبل آپ کے نبی نہ ہونے پر استدلال کرنا غلط ہے۔ تحقیقات اگر اپنے ہی صفحات ۷۴ تا ۷۷ دیکھ لیتی تو عیسیٰ علیہ السلام کے لیے نبوت ثابت کرنے میں بے جان اور منقوض تاویل کی مرتکب نہ ہوتی۔ خلاصہ بحث یہ ہے کہ تحقیقات نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے نبوت کے استحقاق استعداد اور قوت پر جو لیل پیش کی ہے وہ غلط ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ بشرا سویا کی حالت میں آنے والے جبریل کی پھونک کی تاثیر اور قوت اللہ کے نور کی تجلی سے اقوی اور اس سے اغلب ہو اور یہ محال ہے۔ کیونکہ مفضول افضل سے افضل نہیں ہو سکتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدس بجمیع وجوہ ذات جبریل سے افضل ہے۔ تحقیقات نے روح الآمین اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب اور مدارج کا فرق واضح کرتے ہوئے تحریر کیا۔ کہ گیارہ سال کے قلیل عرصہ میں روح الامین علیہ السلام کا مکان اور مستقر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعتوں کے مقابل گرد راہ بن کر رہ گیا اور آپ نے عرش اعظم سے بھی آگے ہزار ہا حجابات عظمت کو عبور کر کے لا مکان کو اپنا مکان بنایا اور لامکانی ذات اقدس کا جلوۂ ذات سر کی آنکھوں سے مشاہدہ فرمایا، وہی لامکان کے مکین ہوئے سر عرش تخت نشین ہوئے۔

وہ نبی ہیں جن کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں۔ (ص ۱۴۱۔۱۴۲) قابل غور امر یہ ہے کہ جب جبریل علیہ السلام کی نورانیت محضہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت میں اتنا تفاوت، اتنے مدارج اس قدر مراتب کا فرق ملحوظ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام عبدیت اور شان بشریت میں رہ کر بشری اور انسانی چشمائے مبارک سے ذات حق جل وعلا کا مشاہدہ فرمالیا ہے تو یہ کہنا کہ نبوت کے لیے قوت اور استعداد میں جبریل علیہ السلام کی پھونک موثر اور کارگر ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ جو نور الٰہی ہے، جس کا وجود عنصری بھی ملائے اعلیٰ سے ہے اس میں نبوت کے تحمل کی قوت برداشت نہیں؟ باعث تعجب نہیں تو پھر اور کیا ہے؟

مزید جبریل علیہ السلام کی پھونک لبادۂ بشریت میں تھی اگرچہ باطن اور حقیقت کے اعتبار سے نوری تھے، بشرا سویا کی حالت میں تھے یعنی حقیقت نور یہ بشرا سویا کے لباس میں تھی، اس لباس میں

ہونے کے باوجود وہ نوری فرشتہ ہے جس کا اصلی مکان سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ زمین پر موجودگی کے باوجود آپ سدرۃ المنتہیٰ پر ہوتے، یہ لبادۂ بشری کا کمال نہیں بلکہ اس حقیقت نوریہ کا اثر مرتب اور خاصہ ہے جو بحیثیت رسول ملکی آپ کو حاصل ہے۔ دنیا اور سدرۃ المنتہیٰ ہر دو جگہ پر موجود ہونا ثابت کرتا ہے آپ کے خصائص اور لوازمات تغیر اور تبدل سے محفوظ ہیں، تو رسول اللہ ﷺ کا لباس بشری جو ماں اور باپ کے مادۂ تولید کی آمیزش سے تیار ہوا۔ آپ کی حقیقت نوریہ کو کیسے سلب اور کیسے غیر موثر کر سکتا ہے، اور آپ کی نبوت خاصہ کے معارض اور منافی کیسے ہو سکتا ہے؟ کیونکہ نبوت آپ کی حقیقت محمدیہ اور ماہیت نوریہ کا خاصہ ہے۔

نبوت روح کا خاصہ ہے آپ کی روح اول المخلوقات ہے (ﷺ)

سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا: ”واذا کانت النبوۃ صفة روحه علم انه صلی اللہ علیه وسلم بعد موته نبی رسول ولا یضرا انقطاع الاحکام والوحی“ (جواہر البحار، جلد ثالث ص ۳۵۷) جب یہ مسلمہ امر ہے کہ نبوت آپ ﷺ کی روح کی صفت ہے تو اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آپ ﷺ وفات شریفہ کے بعد بھی نبی اور رسول ہیں، ایسی صورت میں آپ پر وحی کا نہ آنا، اور احکام شرع کا نازل نہ ہونا۔ آپ کی نبوت اور رسالت کے لیے مضر نہیں علامہ رحمہ اللہ کے کلام حقیقت ترجمان سے ثابت ہوا کہ۔

۱۔ نبوت آپ کی روح طاہرہ مطہرہ کی صفت ہے، جسد عنصری میں جب سے روح اقدس کا حلول اور سریان ہوا ہے، اس وقت سے آپ ﷺ کی نبوت متحقق اور موجود ہے“

۲۔ بعد از وفات آپ ﷺ کی نبوت اور رسالت کی بقاء دوام اور استمرار اس بات کی دلیل ہے کہ نبوت کا اتصاف روح سے ہے اور محل نبوت آپ کی روح اطہر ہے۔

۳۔ آپ ﷺ عالم برزخ میں بحیات دنیاوی بلکہ اس سے بھی ارفع اور بلند تر زندگی کے ساتھ

زندہ ہیں آپ کی حیات طیبہ طاہرہ بحیثیت نبی اور رسول کے ہے، اگر نبوت روح کی صفت نہ ہوتی تو آپ زندہ ہوتے نہ نبی اور رسول کیونکہ آپ کی روح مبارکہ وہی ہے جو روز اول سے وصف نبوت سے متصف چلی آ رہی ہے۔

۴۔ نبوت کا موصوف اور محل آپ کی روح طیبہ طاہرہ ہے انقطاع الروح عن الجسد (موت) ہونے کے باوجود وصف نبوت روح انور سے سلب ہوئی نہ منفی کیونکہ آپ کی روح کی حقیقت کے لیے نبوت خاصہ ہے، اور خاصہ لازمہ کا تعلق شی کے وجود سے ہوتا ہے شی جب بھی جہاں بھی موجود اور متحقق ہوگی اس کے ساتھ لوازم اور خواص بھی متحقق ہوں گے، لہٰذا روز اول سے لیکر عرصہ محشر تک روح اطہر کے ہمراہ اور معانبوت کا حصول اور وجود تقاضائے اصول وقواعد ہے۔

آپ کی روح مقدسہ اول المخلوقات ہے، شیخ علی ددہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فالروح الاول الاعظم اول المخلوقات وھوروح النبی ﷺ بقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اول ماخلق اللہ روحی (جواہر البحار جلد رابع ص ۱۷۲) تمام خلائق سے پہلے اللہ تعالیٰ نے الروح الاعظم کو پیدا فرمایا اور وہ نبی کریم ﷺ کی روح انور ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو چیز تخلیق فرمائی وہ میری روح ہے۔

قطب ربانی الشیخ السید الشریف ابوالعباس التیجانی نے فرمایا: ''اول موجود اوجدہ اللہ تعالیٰ من حضرۃ الغیب ھوروح سیدنا محمد ﷺ (جواہر البحار جلد ثالث ص ۵۰) موجودات میں حضرت غیب سے جو چیز اول موجود ہوئی وہ ہمارے سردار محمد ﷺ کی روح اقدس ہے۔

نبوت روح کے لیے خاصہ ہے روح جہاں ہوگی
نبوت وہیں ثابت اور متحقق ہوگی

سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا: ولیس المعنی انہ کان نبیا فی علم اللہ تعالیٰ

كما قيل لانه لايختص به بل ان الله خلق روحه قبل سائر الارواح و خلع عليها خلعة التشريف بالنبوة اى ثبت لها ذالك الوصف دون غيرها فى عالم الارواح الخ (جواہر البحار۔ جلد ثالث۔ ص ۳۵۷)

کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد کا معنی یہ نہیں کہ آپ ﷺ کا نبی ہونا علم الٰہی میں مقرر ہو چکا تھا، کیوں کہ علم الٰہی میں آپ کی نبوت کے مقدر ہونے میں آپ کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ حدیث کا معنی اور مفہوم یہ ہے کہ تمام ارواح سے قبل اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی روح کو پیدا فرمایا، اور روح کو نبوت عطا فرما کر خلعت شرافت بخشی، وصف نبوت عالم ارواح میں صرف آپ کی روح مبارکہ کو حاصل اور ثابت تھا اور کوئی بھی روح وصف نبوت سے متصف نہ تھی۔ علامہ رحمہ اللہ کے کلام سے ثابت ہوا اول الموجودات اور اول المخلوقات آپ ﷺ کی روح مبارک ہے عالم الروح میں صرف آپ کی روح کو نبوت کا منصب حاصل تھا، اور کسی بھی نبی کی روح کو یہ منصب حاصل ہوا نہ ثابت تھا۔ معلوم ہوا نبوت آپ کی روح مبارکہ کے لیے بطور خاصہ ثابت تھی، اگر خاصہ نہ ہوتی تو انبیاء کرام کی ارواح کے لیے بھی ثابت ہوتی۔ نبوت کے ثبوت میں روح انور کی انفرادیت اس بات کی روشن دلیل ہے کہ عالم ارواح میں آپ کی روح مبارک کے لیے نبوت کا ثبوت بطور خاصہ تھا، جس کی بناء پر یہ تسلیم کرنا ضروری ہوگا کہ روح جہاں ہوگی نبوت کا ثبوت بطور خاصہ وہیں موجود اور متحقق ہوگا، توجہ طلب معاملہ یہ ہے کہ روح کا وجود عالم ارواح تک محدود اور محصور ہے یا اس کے بعد عالم اجسام میں بھی اس کی جلوہ گری ہوئی ہے؟ اس بارے تحقیقات کا موقف ملاحظہ ہو۔

الغرض آپ ﷺ کی روح مبارک بمع آپ کے جوہر جسمانی اور مادۂ نورانی کے ہزاروں سال عالم اجسام میں موجود رہی اور اس کے فیوض و برکات سے آباؤ اجداد اور قبائل اور علاقے مستفید ہوتے رہے۔ (ص۔ ۷۸)

تحقیقات کے اس اقتباس سے ثابت ہوا کہ روح مبارک کا دائرہ وجود، اور حلقہ فیوض و برکات عالم ارواح تک محدود اور محسوب نہیں بلکہ بقول تحقیقات عالم اجسام، (دنیا میں) ہزاروں برس

تک اس کی موجودگی اور فیضان رسانی موجود اور متحقق ہے پھر یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ جوہر جسمانی سے کیا مراد ہے؟ اور مادۂ نورانی کا مدلول اور مصداق کیا ہے؟ جوہر جسمانی کا اطلاق جسم عنصری پر ہو نہیں سکتا کیونکہ اس کے ظہور اور وجود کا مرحلہ ابھی بہت دور اور بہت آگے ہے اور لامحالہ اس سے مراد حقیقت روح، وجود روح، اور مادۂ نورانی سے مراد حقیقت محمدیہ ہے جو نور الٰہی اور تجلی ربانی ہے اور جو روح کا محل اور موصوف ہے، روح مبارکہ حقیقۃ محمدیہ کے جوہر جسمانی سے اتصاف اور الحاق کی بدولت ہزاروں برس تک کائنات ارضی کے لیے فیض بار رہی، اس سارے دورانیے اور سارے عمل میں روح اور حقیقت اصلیہ کو منصب نبوت سے معزول، مسلوب اور معری کرنا نصوص قطعیہ کے معارض اور منافی ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وما ارسلناك الا رحمة للعالمين۔

امام عارف باللہ الامیر عبدالقادر الجزائری الحسنی رحمہ اللہ نے فرمایا۔ اعلم انه ليس المراد من ارساله رحمة للعالمين هذا رساله ﷺ من حيث ظهور جسمه الشريف الطبيعي فقط وان قال به جمهور المفسرين وعامتهم فانه من هذه الحيثية غير عامة الرحمة لجميع العالمين فان العالم اسم لماسوى الحق تعالىٰ بل المراد ارساله ﷺ من حيث حقيقته التي هي حقيقة الحقائق ومن حيث روحه الذي هو روح الارواح فان حقيقته ﷺ هي الرحمة التي وسعت كل شيء (جواہر البحار، جلد ثالث ص ۲۵۵)

جان لو کہ آپ کے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجنے کا معنی یہ نہیں کہ آپ اپنے جسم شریف جو طبیعی ہے، کے ظہور کی وجہ سے فقط رحمۃ للعالمین ہیں۔ اگرچہ عام علماء اور جمہور مفسرین اسی کے قائل ہیں یہ معنی درست نہ ہونیکی وجہ یہ ہے کہ اس معنی کی بناء پر آپ تمام عالمین کے لیے رحمت نہیں ہوں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر شئی عالم ہے بل آیہ مقدسہ کا معنی یہ ہے کہ آپ کی حقیقت جو تمام حقائق کی حقیقت ہے اس کے لحاظ سے اور اپنی روح مبارک جو تمام ارواح کی روح ہے کے لحاظ سے رحمۃ للعالمین ہیں۔ اور آپ کی حقیقت مقدسہ ایسی رحمۃ ہے جو کائنات کی ہر ہر شئی کو شامل اور محیط ہے۔ جب آپ کی حقیقت تمام حقائق کی حقیقت ہے تو آپ کی حقیقت سب سے اول اور سب سے مقدم ہوئی، اسی طرح آپ کی

روح مبارک سب ارواح کی روح ہے تو آپ کی روح تمام ارواح سے مقدم ہوگی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ کی حقیقت کو اپنی ذات کے نور سے بصورت تجلی ظاہر فرمایا پھر آپ کی روح مبارک کو پیدا فرما کر اس کو نبوت سے سرفراز فرمایا، ان تینوں کا مجموعہ آپ کی ذات شریفہ ہے جب حقیقت، روح اور نبوت سب سے پہلے موجود ہیں اور ان سے تمام عوالم پر فیضان رحمت بدوں کسی قید اور بلاشرط ہوا تو آپ کی نبوت کو روز اول سے لیکر عرصہ محشر تک تسلیم کرنا لازمی ہوگا، جس سے انکار کی کوئی صورت نہیں،

الشیخ ابومحمد عبدالجلیل القصری رحمہ اللہ نے فرمایا: ان النبی ﷺ عقدت له النبوة قبل كل شى وانه دعا الخليقة عند خلق الارواح (جواہر البحار۔جلد ثانی۔ص ۱۹۴) .

ہر شی سے قبل آپ کے لیے نبوت منعقد ہوئی، جب ارواح کو تخلیق کیا گیا تو اس وقت آپ نے مخلوق کو دعوت توحید دی ثابت ہوا ہر شی سے قبل آپ ﷺ کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔

امام تاج الدین السبکی نے فرمایا آپ کے فرمان بعثت الى الخلق كافة کے بارے میں ہمارا گمان یہ تھا کہ اس سے مراد آپ کے زمانہ اقدس ﷺ سے لے کر قیامت تک کی بعثت ہے، لیکن بعد میں پتہ چلا: فبان انه جميع الناس اولهم و آخرهم (جواہر البحار۔جلد ثانی۔ص ۱۹۵) کہ یہ بعثت اولین، آخرین بلکہ تمام انسانیت کو شامل ہے۔

الشیخ ابوعثمان الفرغانی نے فرمایا: فلم يكن داعيا حقيقتاً من الابتداء الى الانتهاء الاهذه الحقيقة الاحمدية التى هى اصل جميع الانبياء وهم كالاجزا والتفصيل لحقيقته وكانت دعوتهم من حيث جزئيتهم عن خلافة من كلهم بعض اجزائه وكانت دعوته دعوة الكل جميع اجزائه الى كلية والا شارة الى ذالك قوله تعالىٰ وما ارسلنا ك الا كافه للناس والانبياء والرسل وجمع اممهم وجميع المتقدمين والمتاخرين داخلون فى كافة الناس وكان هوصلى الله عليه وسلم داعيا لا صالة وجميع الانبياء والرسل عليهم السلام يدعون الخلق الى الحق عن تبعيته صلى الله عليه وسلم وكانوا خلفآء ه ونوابه فى الدعوة وفى البردة وكل آى اتى الرسل الكرام

بھا ، فانما اتصلت من نورہ بھم۔فانه شمس فضل هم کواکبھا یظھرن انوار ھا للناس فی الظلم"(جواہرالبحار،جلد ثانی۔ص ۱۹۵)

ابتداء سے لے کرانتہا تک حقیقی داعی حقیقۃ احمد یہ ہی ہے جوتمام انبیاء کرام کے لیے اصل، اورانبیاءاس کے لیے اجزاءاور تفصیل کی مانند ہیں۔انبیاء کرام کی دعوت جوایک دوسرے کی خلافت میں ہوئی یہ ان کے حقیقت احمد یہ کے اجزاء ہونے کے لحاظ سے ہے۔

یعنی حقیقت احمد یہ کے اجزاء ہونے کی بناء پر ہےاور آپ کی دعوت،تمام اجزاء کی دعوت ہے۔اللہ تعالٰی کےفرمان و ما ارسلنك الا کافة للناس کااشارہ اسی طرف ہے،تمام انبیاء کرام اور رسل عظام اوران کی امتیں اورتمام متقدمین اورمتاخرین کافتہ الناس میں داخل ہیں،اورآپ ﷺ اصلی داعی ہیں،تمام انبیاءاوررسولوں نے آپ کی متابعت میں مخلوق کواللہ کی طرف بلایا اردعوت دی ہے، تمام انبیاءاوررسول آپ کے خلفاءاورنائب تھے۔امام بوصیری رحمہ اللہ نے قصیدہ بردہ میں فرمایا ہے۔

رسل کرام کے تمام معجزات جوان کوعطا کئے گئے،وہ آپ ﷺ کے نور کا فیضان ہے جوان تک پہنچا ہے۔

آپ فضل کے سورج اورانبیاءورسل اس کے ستارے ہیں۔جو جہالت کی ظلمات میں لوگوں کوروشنی پہنچاتے رہے۔

یعنی آپ ﷺ کی حقیقت احمد یہ داعی حقیقی ہوکر ہر نبی اور ہر رسول کے زمانہ میں جلوہ گررہی ہے، ہر نبی اور ہر رسول نے اس حقیقت احمد یہ کے جز کی حیثیت سے دعوت وتبلیغ کا کام کیا،آپ کی دعوت تمام انبیاءاورتمام رسولوں کی دعوت ہے وہ آپ کے اجزاء ہیں جنہوں نے اپنی اپنی باری پرمخلوق کودعوت توحیددی ہے،یہ دعوت آپ کی متابعت اوراقتداء میں دی ہے کیونکہ کوئی دورابتداء سے لے کر انتہاء تک آپ کی حقیقت سے خالی نہیں رہا،آپ کی حقیقت اصلیہ جوحقیقت احمد یہ ہے کہ اعتباد سے ہر نبی کے زمانہ میں آپ کی رسالت موجودرہی،انبیاءاوررسول اس وقت بھی آپ کی متابعت میں دعوت وتبلیغ کا کام کرتے رہے ہیں اللہ تعالٰی نے اسی حقیقت احمد یہ جووصف رسالت سے متصف رہی ہے کی

طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، کہ ہم نے آپ کو تمام متقدمین، اور متاخرین مخلوق کے لیے رسالت دے کر بھیجا ہے، آپ کی ذات ساری کائنات کے لیے فیضان کا سورج ہے جس سے متقدم کائنات کا ہر ذرہ مستفید اور فیضاب ہوا، اسی طرح متاخر کائنات بھی آپ کی حقیقت احمدیہ اور نور رسالت سے فیض یاب ہوئی، ہر نبی اور ہر رسول کے دور میں آپ کا حقیقی اور اصلی داعی ہونا، اور ہر نبی اور ہر رسول کا آپ کی اتباع اور اقتداء میں دعوت و تبلیغ کا فریضہ ادا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی نبوت دائمہ مستمرہ ہے، جس کا دائرہ وجود روز اول سے لے کر حشر و نشر کی مدتوں تک پھیلا ہوا ہے، تحقیقات کا چالیس سال کی عمر شریف کی تکمیل سے پہلے آپ کی نبوت کا انکار کرنا غلط اور بلا دلیل ہے نصوص قطعیہ اس کی اجازت نہیں دیتیں۔ امام مناوی رحمۃ اللہ نے فرمایا: ''قد جعل اللہ حقیقتہ صلی اللہ علیہ وسلم تقصر عقولنا عن معرفتھا و افاض علیھا وصف النبوۃ من ذالک الوقت (جواہر البحار، جلد ثانی۔ ص ۱۶۱) رسول اللہ ﷺ کی حقیقۃ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے کہ ہمارے عقول (عقول انسانیہ) اس کی معرفت سے عاجز اور قاصر ہیں، حقیقت مقدسہ کے وجود پر ہی اللہ تعالیٰ نے اس پر نبوت کا فیضان فرمایا۔ معلوم ہوا جب سے آپ کی حقیقت ہے اسی وقت سے آپ کے لیے نبوت ثابت اور متحقق ہے۔

''آگے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے کنت نبیا فرمایا ہے: ولم یقل کنت انسانا ولا کنت موجودا اشارۃ الی ان نبوتہ ﷺ کانت موجودۃ فی اول خلق الزمان فی عالم الغیب دون عالم الشھادۃ اور کنت انسانا یا کنت موجودا نہیں فرمایا۔ اس میں اس بات کی طرف اسارہ ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت عالم غیب میں زمانے کی تخلیق کے اول (ابتداء) میں ہی موجود تھی، عالم شہادت یعنی عالم اجسام میں نہ تھی کیونکہ عالم شہادت ابھی مخلوق ہی نہیں ہوا تھا۔

مندرجہ ان علمائے اعلام اور عرفائے اعاظم کی تصریحات اس بات پر واضح دلائل ہیں کہ آپ ﷺ کی حقیقت مقدسہ کو سب سے پہلے نور کی تجلی کے ذریعے ظاہر فرمایا گیا اور نبوت عطا کی گئی، اور پھر ساری کائنات کو اس حقیقت اور نبوت کے انوار سے فیضاب فرمایا گیا، اس حقیقت نوریہ اور نبوت

اصلیہ حقیقیہ کا اعلان ہر دور میں ہر نبی اور ہر رسول کی زبان سے کرایا گیا اور ہر نبی نے آپ کی نبوت کے سائے میں نائب، متبع ہو کر نبوت کا کردار سر انجام دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی حقیقت کے ادراک اور علم و آگاہی سے عقول انسانی عاجز اور قاصر ہیں، آپ ﷺ کی حقیقت مقدسہ کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مخلوق کا علم شعور، اور تصور و خیال اس تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ہے:

''یا ابابکر والذی یعثنی بالحق لم یعلمنی حقیقتی غیر ربی'' (جواہر البحار، جلد ثانی ص ۱۹۷) اے ابا بکر قسم ہے اس ذات وحدہ لاشریک کی جس نے مجھے حق کے ساتھ معبوث فرمایا ہے میری حقیقت کا علم میرے رب کے علاوہ کسی کو نہیں''۔

جب مخلوق آپ ﷺ کی حقیقت کے ادراک اور علم سے قاصر اور عاجز ہے تو لا محالہ مخلوق آپ کی نبوت کے احاطہ اور علم و شعور سے بھی عاجز اور قاصر ہے، کیونکہ نبوت حقیقت کا وصف اور خاصہ ہے، وصف اور خاصہ کی حیثیت سے اس کا حقیقت کے مطابق اور مساوی ہونا تقاضائے ضرورت ہے، جب عقول انسانی آپ کی حقیقت اور نبوت کا ادراک ہی نہیں رکھتے تو یہ حکم جاری کرنا کہ آپ فلاں وقت نبی تھے اور فلاں وقت نبی نہیں تھے۔ کیسے جائز اور کیوں روا ہے؟

امام بوصیری رحمہ اللہ کا عقیدہ آپ کی نبوت کے دائمی اور مستمرہ ہونے کا ہے

رسول اللہ ﷺ کے عشاقان غلاموں اور نعت خوانوں میں امام بوصیری رحمہ اللہ کا مقام و مرتبہ ڈھکا چھپا نہیں، آپ عشاقان مصطفیٰ ﷺ کی صف اول میں ایستادہ ہیں، ان کے دور سے لے کر قیام قیامت تک کے مدح سرائی، اور نعت خوانی کرنیوالے نفوس قدسیہ کے سالار اعلیٰ اور بے تاج بادشاہ ہیں، قصیدہ مبارکہ کے مندرجات، اور بیان کئے گئے احساسات کی حقانیت اور صدق پر جو بردہ شریف

کی محسوس موجودہ شکل میں بطور تحفہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے عطا ہوا وہ آپ کی ذات اور آپ کے کلام کے منظور نظر اور اجابت کا زندہ جاوید معجزہ ہے جس کا ظہور اور صدور امام بوصیری کی ذات اور عظمت شان کا مقدر بنا، در حبیب ﷺ سے بردہ کی عطاء بوصیری اور قصیدہ کی پیشانی کا وہ جھومر ہے کہ رہتی دنیا تک عشاق اور قصیدہ خوانوں کے قلوب واذہان جس کی چمک سے روشن اور منور رہیں گے امام بوصیری رحمہ اللہ نے فرمایا۔

''وکل آی اتی الرسل الکرام بھا۔ فانما اتصلت من نورہ بھم دنیا میں جتنے پیغمبر اور رسول آئے، اور انہوں نے اپنی، اپنی نبوت کا اعلان اور اظہار فرمایا۔ لوگوں تک اللہ تعالیٰ کے احکامات پہنچائے، دعوت توحید ورسالت دی لوگوں نے جھٹلایا نبی اور رسول ہونے کے صدق وحقانیت پر دلیل مانگی اور ثبوت کا مطالبہ کیا تو انبیائے کرام اور رسل عظام نے معجزات دکھائے، جن کا منبع، مرکز، اور جائے اصل آپ کا نور نبوت تھا جس سے ہر نبی اور ہر رسول فیضیاب ہو کر اپنا نبی ہونا ظاہر کر رہا تھا اور معجزات دکھا رہا تھا۔ امام نے آپ ﷺ کی ذات کو انبیاء و رسل کے لیے منبع فیوصات اور مبداء کمالات و معجزات قرار دیتے ہوئے فرمایا۔

فانہ شمس فضل ھم کواکبھا یظھرن انوار ھا للناس فی انظلم

بدوں شک وشبہ اور وہم وتخیل آپ ﷺ فضائل وکمالات کا آفتاب ہیں، سورج کی طرح آپ نے ہر دور میں ہر نبی اور ہر رسول کو اپنی نبوت کے نور سے فیضیاب فرمایا، اور ہر نبی اور ہر رسول کو کمالات اور معجزات دکھانے کی قوت بخشی، آپ ﷺ اور دیگر انبیاء اور رسولوں کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے فرمایا کہ فیوض وکمالات کے حوالے سے آپ ﷺ سورج ہیں، جن سے کائنات کا ذرہ ذرہ مستفید ہوا، انبیاء اور رسولوں کو مناصب نبوت اور مقامات رسالت عطا ہوئے۔ کمالات اور معجزات کے اظہار اور صادر کرنے کی قوت اور استعداد ملی، باقی انبیاء اور رسول ستارون کی مانند ہیں، جو جہالت اور کفر وشرک کے اندھیرون میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور وحدانیت کا اجالا کرتے اور نور بکھیرتے رہے امام رضی اللہ عنہ نے اس شعر میں اپنا عقیدہ بتایا اور آخری فیصلہ سنا دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات

کریمہ فیوض و برکات، نبوات اور معجزات کا سورج ہے جس سے انبیاء رسول، رسولوں کی امتیں بلکہ ساری انسانیت مستفیض ہوئی بدیہی بات ہے کہ کائنات ارضی کا وجود اس کی تمام توانائیاں اس کے حسن ونگہت رونق و دل کشی کی تمام رعنائیاں سورج کی مرہون منت ہیں اسی طرح عالم علوی ہو یا عالم سفلی، عالم قدس ہو یا عالم خاک آپ کی ذات مقدسہ ہی اس کی روح رواں ہے، مادیات کی بقاء وارتقاء ہو یا اعمال و روحانیت کا قرب و رضا ہر ایک کی تہہ میں آپ کی ذات اور نبوت کی تاثیر اور اعجاز کارفرما ہے، بدیہی امر ہے کہ سورج کا نور اصل ہے ستاروں کا نور، سورج کے نور کا عکس اور پرتو ہے ستاروں کا نور، سورج کے نور سے مستعار لیا ہوا ہے، ستارے اپنے عمل نور میں سورج کے محتاج ہیں اسی طرح ظہور قدسی سے قبل آپ کی نبوت اصل، اور حقیقی ہے، منبع فیض و کمالات ہے، جبکہ باقی انبیاء اور رسول آپ کی نبوت اور ذات کے خوشہ چین ہیں۔ مختصر یہ کہ آپ کی حقیقت اور نبوت روز ازل سے ہی کائنات میں جلوہ گر رہی ہے، ظہور قدسی سے قبل، ظہور قدسی کے وقت، موجود، اور رحلت کے بعد بھی بدستور قائم اور دائم ہے۔ جس کا انکار حقائق و دلائل کا انکار ہے۔

سید احمد عابدین، قطب ابوالعباس التیجانی، عارف باللہ امیر عبدالقادر الجزائری الشیخ ابو محمد القصری، امام تاج الدین السبکی، الشیخ ابوعثمان الفرغانی، امام مناوی، اور امام بوصیری رحمہم اللہ کی تصریحات منیفہ، اور اقوال نفیسہ سے ثابت ہوا کہ آپ کی حقیقت روز تخلیق سے وصف نبوت سے متصف ہے ہر نبی کی نبوت اور دعوت توحید آپ کی ہی دعوت ہے امور نبوات اور نظام کائنات میں آپ کی حقیقت اور حیثیت سورج کی طرح ہے جو تمام عوام کے لیے مربی اور فیض رساں ہے۔ بقول تحقیقات اگر آپ کی روح مبارک جوہر جسمانی اور مادۂ نورانیت کی معیت میں ہزاروں سال عالم اجسام میں جلوہ گر رہی ہے (ص ۷۸) تو نبوت سے معزول اور معری ہو کر نہیں رہی بلکہ نبوت سمیت موجود رہی ہے تو ظہور قدسی سے لے کر چالیس سال کی عمر شریف کی تکمیل تک وجود نبوت کے لیے امور نافیہ اور اسباب مانعہ کیا ہیں؟ اعظم علمائے امت نے تو ظہور قدسی کے وقت ظاہر اور صادر ہونے والے امور خارقہ للعادت کو آپ کی نبوت کے دلائل اور معجزات قرار دیا ہے تفصیل پہلے آ چکی ہے۔ اعادہ

ضرورت محسوسہ نہیں۔

تحقیقات کا مغالطہ اور اس کا جواب

تحقیقات نے لکھا کہ: اگر بچپن سے ہی آپ منصب نبوت پر فائز ہوتے اور تین دفعہ شق صدر بھی ہو چکا تھا تو چالیس سال کے طویل عرصہ تک وہ مرتبہ اور مقام کیوں حاصل نہ ہوا جو ابتدائے وحی کے گیارہ سال بعد اور چوتھے شق صدر اکیاون سال کی عمر میں ہو رہا ہے جبکہ بدن سے تعلق اور حلول سے قبل ہزاروں لاکھوں سال آپ کو وصل باری تعالیٰ کا عظیم و جلیل مرتبہ حاصل رہا تھا۔ (ص۔۱۴۱)

توضیحاً کہا جائیگا کہ شق صدر اول، اور دس سال کی عمر شریف میں ہونے ولا دوسرا شق صدر آپ کی نبوت کے دلائل ہیں، جن سے کسی بھی اہل علم کے لیے انحراف اور اعراض کرنا روا اور ممکن نہیں، چار سال کی عمر شریف میں شق صدر کا واقعہ اور اس کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا۔ بس پر شد دل من بنور و آں نور نبوت و حکمت بود امداج جلد دوم۔ ص۲۲) دس سال کی عمر شریف میں ہونے والے شق صدر کے بارے میں آپ کا فرمان اس طرح ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ما اول مارائت من امر النبوۃ الخ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی نبوت کے متعلق پوچھا اور اس کی علامت اور نشانی کے متعلق سوال کیا تو آپ نے شق صدر کا واقعہ کیفیت سمیت بیان فرمایا۔ لہذا نبوت کے تحقق اور وجود کے دلائل کے علاوہ ان کا کوئی اور محمل تلاش کرنا اور نفی نبوت میں پیش کرنا خطائے فاحش ہے۔ اس کے لیے درمنثور روح المعانی کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ تیسرا اور چوتھا شق صدر، پہلے دو کی طرح علامات نبوت اور از قبیل معجزات ہیں کیونکہ ہر شق صدر میں آپ کے شکم اطہر کو شق اور قلب مبارک کو جسم اقدس سے باہر نکال کر چیرا گیا۔ خون نکلا نہ احساس نہ درد اس عمل کثیر اور فعل کبیر کے باوجود آپ کا باہوش رہنا، اور سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھنا اور موت سے ہمکنار نہ ہونا معجزات نہیں؟ اور آپ کے ان ادوار میں نبی ہونے کی علامات اور دلائل نہیں، آپ تو نبوت اور نبوت کے متعلقہ اوصاف کمالات سے اس وقت بھی

متصف اور محل تھے جب آپ ﷺ اللہ کی معیت میں تھے اللہ تعالیٰ اور آپ کے علاوہ تیسری کوئی ذات موجود نہ تھی، غوث کبیر حضرت شیخ عبدالعزیز الدیاغ نے فرمایا:

"ان المعرفة حصلت للنبی ﷺ حین کان الحبیب مع الحبیب ولا ثالث معهما فهو ﷺ اول المخلوقات فهناك سقیت روحه الكريمة من الانوار القدسية والمعارف الربانية ما صارت به اصلالكل ملتمس ومادة لكل مقتبس الخ (بحوالہ تحقیقات ص ۱۴۱) نبی کریم ﷺ کو یہ معرفت اس وقت سے حاصل تھی جبکہ حبیب کریم ﷺ اپنے حبیب کبریا جل وعلا کے ساتھ تھے اور کوئی تیسری ذات ان کے ساتھ موجود نہیں تھی، نبی کریم ﷺ اولین مخلوق ہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ معیت کے اس مقام پر آپ کی روح اقدس کو انوار قدسیہ اور معارف ربانیہ کے ساتھ اس قدر سیراب کیا گیا کہ آپ ﷺ بعد میں آنے والے اہل التماس، اور آپ سے اقتباس کرنے والوں کے لیے بنیاد اور اساس قرار پائے۔

غوث کبیر رضی اللہ عنہ کا کلام معرفت، جامعیت اور معنویت کا سمندر نا پیدا کنار ہے جس کی گہرائی تک پہنچنا، اور ساحل مراد تک رسائی حاصل کرنا مشکل ہے تاہم غوث کبیر نے ابتدائے آفرینش سے لے کر ظہور قدسی، اور اعلان نبوت کے تمام احوال اور تمام ادوار کا خاکہ معدود الفاظ میں پیش فرمایا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت نزول قرآن اور آمد وحی سے نہیں ہوئی تا کہ یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے انوار قدسیہ اور معارف ربانیہ کا حصول اور ظہور آپ کے نبی بنائے جانے پر ہوا بلکہ یہ امور آپ کی حقیقت مقدسہ کے خواص، لوازمات ہیں جن سے آپ کی روح مبارک کو سیراب کیا گیا یعنی اسقدر برسات کی گئی کہ معرفت خداوندی کی التماس کرنے والوں، اور پیاس رکھنے والوں کے لیے بنیاد اور اصل بن گئے، قابل غور امر یہ ہے کہ اہل التماس اور اہل اقتباس (طلبگار) کون ہیں؟ کہاں کہاں ہیں؟ ساری کائنات اس میں داخل اور شامل ہے لیکن ملائکہ، انبیاء اور رسول بطور خاص اہل التماس اور اہل اقتباس ہیں اور اسی طرح باقی مخلوق بھی چونکہ تخلیق کائنات سے پہلے بحیثیت نبی اللہ تعالیٰ کے انوار قدسیہ، اور معارف ربانیہ سے سیرابی کی حد تک آپ کو محظوظ کیا جا چکا تھا۔

اس لیے عالم ارواح میں ملائکہ اور ارواح انبیاء کے لیے آپ کو داعی، اور معلم بنایا گیا، جب انبیاء کرام اور رسل عظام کو مبعوث کیا جاتا رہا تو آپ ﷺ ان کی نبوت اور رسالت کے معاملات میں بھی دخیل کار اور فیض رساں رہے، ظہور قدسی کے وقت وہ انوار قدسیہ اور معارف ربانیہ موجود اور روبعمل تھے جن کا اظہار اور ثبوت خوارق عادات کی صورت میں ہوا اور امت کے محققین، علمائے اعلام اور عرفائے عظام کو معجزات کا نام دینا پڑا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی والدہ شفاء رضی اللہ عنہا کی روائت ہے کہ جب آپ ﷺ میرے ہاتھوں میں آئے تو آپ کو چھینک آئی، آپ ﷺ نے الحمد للہ کہا۔

آپ کی والدہ محترمہ کا اظہار ہے کہ آپ ﷺ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا اور شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے حضرت شفاء کا اظہار ہے کہ آپ کی ولادت کے وقت ایک نور نکلا جس سے مشرق و مغرب کے تمام گوشے روشن اور منور ہو گئے اور میں نے اس نور کے اجالے میں شام کے کچھ محلات دیکھ لیے، حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ کی والدہ ماجدہ کی زبانی روایت کرتی ہیں کہ ظہور قدسی کے وقت ایک شہاب کا خروج ہوا تھا جس کی وجہ سے تمام زمین روشن ہو گئی تھی۔ یہ روایت بھی ہے کہ آپ ﷺ نے جلوہ فرما ہوتے ہی پہلے رکوع کیا اور پھر سجدہ ان تمام روایات کو شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے مدارج النبوت میں نقل فرمایا ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ ان انوار قدسیہ اور معارف ربانیہ کا حصول اور ان سے اتصاف اس وقت خاص اور قرب حقیقی تک محدود اور مخصوص تھا یا آپ کی حقیقت ذات اور وصف نبوت کے لیے بطور خاصہ تھا، ظاہر ہے ان کے حصول اور ثبوت کا محور اور مرکز وہ حقیقت نوریہ تھی جو اللہ کے نور کے تجلی اور پرتو تھی اور وصف نبوت تھا جو سب سے پہلے آپ کی ذات نوریہ کو عطا کیا گیا، ظہور قدسی کے وقت یہ نورانیت اور نبوت دونوں موجود تھے، نبوت کے وجود پر متحقق دلائل اختصار کے ساتھ نقل کر دیئے ہیں نورانیت کی موجودگی پر دیگر شواہد کے علاوہ آپ کا یہ ارشاد بھی موجود ہے جو آپ ﷺ نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں فرمایا: جس کے الفاظ یہ ہیں۔ ''ورویا امی التی رأت حین وضعتنی وقد خرج لھا نور اضآء لھامنہ قصور الشام رواہ فی شرح السنہ ورواہ

احمد عن ابی امامة من قوله ساخبر کم الخ (بحوالہ مشکوۃ شریف) میں وہ خواب حقیقت ہوں جو میری ماں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا تھا کہ ایک نور نکلا جس نور سے ان کے سامنے شام کے محلات روشن ہو گئے، امام طیبی وغیرہ رحمہم اللہ نے فرمایا۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا نے یہ نور بحالت خواب دیکھا ہو یہ ممکن ہے کہ بحالت بیداری دیکھا ہو دونوں صورتیں ممکن ہیں، حضرت شفاء رضی اللہ عنہا نے بذات خود یہ نور دیکھا جیسا کہ شیخ محقق رحمہ اللہ نے مدارج النبوت جلد دوم ص ۱۶ پر تفصیل سے درج فرمایا ہے، والدہ محترمہ اور حضرت شفاء رضی اللہ عنہما نے بوقت ولادت جو نور دیکھا تھا، عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے اس کی تائید اور توثیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے فرمائی ہے، جس سے اس پر وارد ہونے والے ہر قسم کے اعتراض کا خاتمہ ہو گیا اور ضعف کے طعن کا احتمال بھی جاتا رہا ہے، حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ ظہور قدسی کے وقت آپ کی ذات کریمہ وصف نبوت سے متصف تھی امام احمد نے اسی حدیث کو ابی امامہ کی سند سے روایت کیا ہے جس کا آغاز ساخبر کم باول امری سے ہوا ہے۔ اور اول امری سے مراد آپ کی نبوت کا ظہور ہے، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: "ای باول ماظهر من نبوتی ورفعتی فی الدنیا علی لسان ابی الملة ابراهيم عليه السلام" (مرقات۔ جلد ۱۱ ص۔ ۵۹)

سب سے پہلے میری نبوت کا ظہور، اور میری رفعت کا بیان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے ہوا۔ جو ابو الملۃ ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعائے مستجاب میں ربنا وابعث فیهم رسولا کے الفاظ ادا کیے تھے، رسول کی بعثت کا سوال کیا تھا، تخلیق کا نہیں بعثت کے لیے مبعوث کا پہلے موجود ہونا ضروری ہے یعنی بارگاہ الوہیت میں یہ عرض کی کہ سب سے پہلے نبی بننے اور ہونے والے، عالم ارواح میں ارواح انبیاء اور ملائکہ کو فیضان نبوت سے مشرف فرمانے والے رسول اور نبی کو بھیج اب تیرا گھر زیارت، حج اور ہر قسم کی عبادت کے لیے تیار کر دیا گیا ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہور قدسی سے قبل نبی نہ ہوتے تو جناب خلیل علیہ السلام ربنا وابعث فیهم رسولا کے الفاظ اور انداز میں دعا

مانگتے نہ التجاء کرتے۔

بوقت ولادت نور نبوت کا ظہور پذیر ہونا

ولادت باسعادت کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ اور حضرت شفاء نے جو نور دیکھا وہ نبوت کا ظہور تھا، ملا علی رحمہ اللہ نے فرمایا:

وذالك النور عبارة عن ظهور نبوته مابين المشرق والمغرب واضمحل بها ظلمة الكفر والضلالة (مرقات ۱۱ص۵۹) یہ نور آپ ﷺ کی نبوت کا ظہور تھا جو مشرق اور مغرب کے درمیان پھیلا، کفر اور گمراہی کی تاریکیاں جس سے کافور ہوئیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ شریفہ بند تھا اور آپ رضی اللہ عنہا کمرہ میں تنہا تھیں، مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون اور حوران جنت کمرہ میں موجود ہوئیں، آپ رضی اللہ عنہا نے ان کی آمد اور ظہور پر تعجب کیا۔ جیسا کہ پورا واقعہ شیخ محقق رحمہ اللہ نے مدراج نبوت جلد دوم ص ۱۶ پر درج فرمایا ہے۔ مشرق تا مغرب نور کا پھیل جانا ظہور نبوت ہے۔ مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کا بوقت ولادت آنا، معجزہ ہے جو آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے زمانے کی وفات یافتہ خواتین کا آپ کی ولادت طیبہ کے وقت ظاہر ہونا، آنا معجزہ نہیں تو اور کیا ہے؟ مختصر یہ کہ روز ولادت سے ہی آپ نبی تھے اگر نبی نہ ہوتے تو پوری روئے زمین کو روشن کرنے والا نور ظاہر ہوتا نہ مریم بنت عمران، اور آسیہ زوجہ فرعون کی آمد ہوتی اس نور کے نور نبوت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ مکہ المکرمہ سے لے کر شام تک کے سارے علاقے حجاب اور رکاوٹ نہ بن سکے جو چیز بھی اس کے سامنے آئی جو چیز بھی اس سے محظوظ ہوئی وہ خود روشن اور دوسری اشیاء کو روشن کرتی گئی، یہ خاصہ نور نبوت کا ہے، جبکہ بقیہ تمام انوار کے لیے ہر کثیف شی حاجب اور رکاوٹ ہے جس طرح یہ نور، اظہار و ظہور نبوت ہے اسی طرح بند کمرے سے اشیاء خارجیہ کا علم اور رؤیت، مکۃ المکرمہ سے شام تک کے تمام علاقوں اور ساری کائنات کا ملاحظہ امور عادیہ سے نہیں بلکہ یہ سب امور خوارق عادات ہیں، بوقت ولادت ان خوارق عادات کا وجود اور ثبوت آپ کے نبی ہونے کے واضح دلائل ہیں۔

غوث کبیر شیخ عبدالعزیز الدباغ رحمہ اللہ کے کلام معرفت بیان سے واضح اور ثابت ہوا۔

آپ ﷺ جب اللہ تعالیٰ کی معیت میں تھے اور کوئی تیسری ذات موجود نہ تھی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور آپ کی روح اقدس کو انوار قدسیہ اور معارف ربانیہ سے سینچا کیوں کہ وہ وصف نبوت سے موصوف اور متصف تھی، رسول اللہ ﷺ کی ذات اول الخلق، اور آپ کی نبوت اول النبوات ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح مبارک کو انوار قدسیہ (ذات کی تجلیات) اور معارف ربانیہ یعنی وہ علوم اور معرفت عطا فرمائے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے مقرب بننے والے ہر شخص کے راہ نما اور مقتداء بن گئے، کل ملتمس اور کل کا مفہوم کلی اور معنی عموم ثابت کرتا ہے کہ آپ روز ازل سے قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے ہادی رہنما، اور مقتداء ہیں، اور اسی لئے ہیں کہ آپ کی نبوت اگلوں، پچھلوں، پوری انسانیت کے لیے شاملہ، عامہ مطلقہ اور جامعہ ہے، آپ کی نبوت سے سب انبیاء رسل، اور ان کی امتوں نے رہنمائی حاصل کی، ہر نبی اور ہر رسول نے آپ کے نور نبوت، اور آپ کی رسالت کی ضیاء پاشیوں سے دعوت وتبلیغ کی روشنی حاصل کی، جس سے ثابت ہوا کہ التماس واقتباس کی اس شاہراہ عام کی ابتداء اور انتہاء آپ کی دائمی اور مستمرہ نبوت ہے، جس کی بدولت روز ازل سے ہی آپ پر انوار قدسیہ کی برسات، اور معارف الٰہیہ کا فیضان شروع ہو گیا تھا۔ غوث کبیر نے ذات وحدہ لاشریک کو رسول اللہ کا حبیب اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا حبیب فرمایا ہے، خود رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے انا حبیب اللہ میں اللہ کا حبیب ہوں انسانی دنیا کے حبیب غلبہ شوق ومحبت میں جان نچھاور کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے،

جب رسول اللہ ﷺ اللہ کے حبیب ہیں تو انوار قدسیہ کے نزول اور معارف یزدانیہ کی ارزانی بارے سوچنا یا توقف کرنا انا حبیب اللہ کے صدق اور یقینی تحقق کو شک کی نظروں سے دیکھنے کے مترادف ہے جو حیات ایمانیہ کے لیے سم قاتل ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر انوار قدسیہ کا نزول حتمی، اور معارف الٰہیہ کی عطاء قطعی ہے تو اسکی دلیل کیا ہے؟

اس کی دلیل قرآن حکیم کی یہ آیہ مقدسہ انا اعطینٰک الکوثر ہے، علامہ سید محمود آلوسی

رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ''عن الحسن انہ القرآن و فضائلہ لاتحصی، وقیل ھوالاسلام، وقال عکرمۃ ھوالنبوۃ'' (روح المعانی جلد ۱۵۔ص ۲۸۳) امام رازی رحمہ اللہ نے بھی الکوثر سے یہی تین چیزیں مراد لی ہیں جیسا کہ پہلے نقل ہو چکا ہے یہ نبوت عالم ارواح تک محدود ہے یا اس کے بعد بھی جریان وسریان موجود، قائم، باقی اور دائمی ہے، مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام اور قرآن قیام قیامت تک زندہ اور تابندہ ہیں۔قرآن اسلام، نبوت کے دلائل اور عوارض ماہیت وذات ہیں، وجود عوارض، وجود معروض کو مستلزم ہے گر صبح قیامت تک اسلام اور قرآن کا وجود ثابت، قائم اور دائم ہے تو نبوت جوان کا معروض حقیقی ہے کا وجود اور ثبوت قائم اور دائم ہے، کلمہ طیبہ اس کی واضح مثال ہے، جس کی بقاء اور حکم تعمیل روز قیامت تک ہے اسی طرح آپ کی نبوت اپنے دلائل اور عوارض کے ساتھ موجود، ثابت، قائم، دائم اور روبعمل ہے باوجودیکہ وحی کی آمد ہے نہ احکام کا نزول جب بدوں آمد وحی اور نزول احکام آپ کی نبوت بطریق دوام اور استمرار موجود ہے تو نزول وحی سے قبل آپ کی نبوت، بدوں وحی اور بدوں نزول احکام کیوں موجود نہیں؟ اگر نبوت موجود نہیں تھی تو یہ واقعہ کیوں اور کیسے رونما ہوا؟ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا۔گفت حلیمہ شبے چند در مکہ نزول ما بود، شبے می بینم کہ نور گردوے غاشیہ شدہ ومردے سبز جامہ بر بالین وے ایستادہ است پس شوہر را بیدار کردم و گفتم برخیز و ببیں شوہر گفت ای حلیمہ خاموش باش وامر خود را پنہاں دار، (مدارج النبوت، جلد دوم، ص ۲۰) حلیمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارے قیام مکہ کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس رہے۔ایک رات میں (حلیمہ سعدیہ) نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں طرف نور موجود ہے جس نے آپ کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے اور ایک مرد سبز رنگ کا لباس پہنے آپ کے سرہانے کھڑا ہے پس میں نے (حلیمہ سعدیہ) نے اپنے شوہر کو جگایا اور یہ کہا کہ اٹھو دیکھو (شوہر اٹھا، اس نے دیکھا) اور کہا کہ اے حلیمہ خاموش رہو، اور اس واقعہ کو اپنے دل میں ہی رکھو، اتنی چھوٹی عمر میں آپ کی آرامگاہ کے چاروں طرف نور کی موجودگی اور پھیلاؤ، اور اس نور کا آپ کے وجود مسعود کو اپنی آغوش میں لیے رہنا سبز لباس میں ملبوس فرشتہ کا آپ کے سرہانے کھڑے ہو کر پہرہ دینا اور نگرانی وحفاظت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ

آپ کی ذات، وجود نوری اور وصف نبوت سے متصف ہے اس لیے تو فرشتہ آپ کے سرہانے کھڑا ہو کر فرائض غلامی سرانجام دے رہا ہے۔ اگر اس وقت آپ نبی نہ ہوتے تو چاروں طرف نور کا پھیلاؤ ہوتا نہ فرشتہ سرہانے کھڑے ہو کر آداب غلامی بجالاتا۔

پھر سوال یہ ہے کہ عالم ارواح میں آپ کی نبوت عملی طور پر موجود ہے، اور چالیس سال کی عمر شریف کی تکمیل پر آپ عملاً نبی ہیں اور بقول تحقیقات روح جو ہر جسمانی مادۂ نورانی کے ساتھ ہزاروں اور لاکھوں سال موجود، آباؤ اجداد قبائل اور علاقوں کے لیے مفیض اور مفید رہی ہے، تو روح مبارک نبوت کے ساتھ موجود رہی ہے، کیوں کہ بدوں نبوت افاضہ دستفاضہ افادہ، استفادہ ناممکن ہے، جب عالم رواح میں عملی طور پر آپ نبی ہیں، روح نبوت سے متصف ہو کر لاکھوں سال منبع فیوض و برکات ہو کر عالم اجسام کو فیضان سے نوازتی رہی ہے تو کیا ظہور قدسی کا تعلق عالم اجسام سے نہیں؟

پھر ظہور قدسی سے لیکر چالیس سال تک روح ہے مگر نبوت نہیں؟ نبوت خاصہ ہے اور محل روح انور ہے، اس عرصہ میں نبوت کہاں گئی؟ جبکہ عرفاء کے فرامین پہلے آ چکے ہیں کہ نبوت کا محل روح ہے، جب سے روح ہے اسی وقت سے نبوت بھی ہے روح ہے تو نبوت کیوں موجود نہیں؟ شی کا وجود جب ہو جہاں بھی ہو اپنے عوارض اور لوازمات کے ساتھ متحقق ہوتا ہے۔

روح مجرد، اور روح متعلق بالبدن کا چکر غلط اور کم فہمی پر مبنی ہے

غوث کبیر شیخ عبدالعزیز الدباغ کے کلام معرفت نشان سے ثابت ہوا بوقت ظہور حقیقت محمد یہ ہی روح مبارک کی تخلیق ہوئی، جس کو تاج نبوت پہنایا گیا، یہ وقت محبوبیت، اور اس کے جلوے سمیٹنے اور اس کے مقتضیات کے لینے اور دینے کا ایسا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ ہی موجود ہیں یہ وقت ذات وحدہ لاشریک کے انوار قدسیہ کے مشاہدے کا ہے جو مشاہدہ بلا حجاب ہے، نبی بنائے جانے پر معرفت ربانیہ کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں، روح انور کو کامل اور اکمل طور پر جلالت ذات کے انوار، اور معرفت ذات وصفات کی گہرائیوں میں اتار دیا گیا ہے، دینے والے محبوب کو علم ہے کہ اس نے اپنے محبوب کو ذات کے انوار وجلال کی معرفت اور عطائی کو کس قدر بلندی اور اوج

کمال عطا فرمایا اور لینے والا محبوب ہی جانتا ہے کہ اس نے مع اللہ ہو کر کس قدر جلال ذات اور عرفان صفات کی دولت لازوال کو لوٹا لیکن اس نے اتنا ضرور بتایا کہ میری روز ازل والی معیت، انوار قدسیہ، اور معارف ربانیہ کی ذخیرہ اندوزی مجھ میں تعطل اور سلب کئے بغیر موجود دائم اور قائم ہے آپ کا ارشاد ہے لی مع اللہ وقت لایسعنی فیه غیر ربی (بحوالہ تحقیقات۔ص ۱۴۸)

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھی وہ معیت الٰہیہ حاصل ہے جو روز ازل حاصل تھی تو معلوم ہوا کہ معیت الٰہیہ بھی سلب نہیں ہوئی انوار قدسیہ کا نزول اور معارف ربانیہ کی معلومات وتعلیمات بھی ختم نہیں ہوئیں کیونکہ ان تمام فضائل اور خصائص کی بنیاد آپ کی نبوت خاصہ ہے جس کا موصوف اور محل آپ کی روح مبارک ہے ماننا پڑے گا کہ جب معیت یعنی وحدۃ الوجود اور مقام جمع الجمع آپ سے سلب اور زائل نہیں ہوا تو نبوت ہر دور میں موجود ہے اس کا سلب اور انتفاء ہرگز نہیں ہوا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح نبوت مع اللہ، انور قدسیہ سے فیضیاب، اور معارف ربانیہ کا پیکر تھی تو بدن اقدس میں سریان اور حلول کے وقت ان اوصاف جلیلہ سے مفارق اور معری کیسے ہوئی؟ خواص تو ماہیت اور اس کے فرد، افراد سے جدا نہیں ہوتے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح انور ہے کسی عام فرد بشر کی روح نہیں کہ احکامات کی تبدیلی اور حیثیات کے تغیر وتبدل کا حکم دیا جائے آپ کی روح تو روح الارواح، اور آپ کی حقیقت تو حقیقۃ الحقائق ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، عارف باللہ امام عبدالقادر الجزائری الحسنی رحمہ اللہ اور امام تاج الدین السبکی کے کلام جو انہوں نے کنت نبیا وآدم بین الماء والطین ،اور بعثت الی الخلق کافة وما ارسلناك الا رحمة للعالمین کے تحت فرمایا ہے کہ آپ روز اول سے لے کر عرصہ محشر تک اگلی، پچھلی تمام مخلوق کے لیے رسول ہیں، تمام متقدمین اور متاخرین کے لیے آپ کی بعثت ہوئی ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اس لیے کہ آپ کی حقیقت مقدسہ تمام حقائق کی حقیقت اور آپ کی روح مبارک تمام ارواح کی روح ہے اس قول سے معلوم ہوا کہ نبوت ایک حقیقت ہے، جس کی انجام دہی کے لیے انبیاء اور رسول مختلف ادوار، اور مختلف مقامات میں مبعوث ہوئے، ہر نبی نے جب اپنی نبوت کا اظہار اور اعلان کیا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت موجود تھی، جو ہر نبی کی نبوت کے لیے

باعث ظہور اور ذریعہ وجود تھی، مسلمہ اصول ہے کہ حقیقت اور ماہیت کے بغیر شیء کا وجود اور امور لازمہ متحقق نہیں ہو سکتے، اسی طرح انبیاء اور رسولوں کا اپنا وجود اور ظہور آپ کی روح مبارک کی تاثیر اور ظہور ہے۔ روح کے بغیر جسم انسانی اور اس کے عوارض ولوازم موثر بعمل نہیں ہوتے، ماننا پڑے گا کہ ہر نبی کی نبوت، اس کی دعوت وتبلیغ، اور اظہار معجزات آپ کی حقیقت مقدسہ اور روح مبارک کی تاثیرات اور نتائج ہیں جن سے آپ کی نبوت کے دوام اور استمرار کا ثبوت ملتا ہے، اگر ظہور قدسی کے بعد اور چالیس سال عمر شریف کی تکمیل سے پہلے نبی نہ ہوتے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر کہ وہ کونسی نشانی دلیل اور علامت دیکھی تھی جس کی وجہ سے آپ کو اطمینان اور یقین کامل ہو گیا کہ آپ اللہ کے نبی ہیں تو آپ ﷺ نے شق صدر کا پورا واقعہ معہا کیفیت بیان فرمایا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ایک طرف حدیث مرفوع ہے، اور دوسری طرف تحقیقات کا قول ہے ان میں سے لائق ترجیح اور قابل عمل کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ تحقیقات کی رائے اور قول، حدیث مرفوع کے مقابل مردود اور باطل ہے مزید برآں الحافظ الامام جلال الدین السیوطی امام احمد، علامہ سید محمود آلوسی رحمہم اللہ کا اپنی اپنی تصانیف میں اس حدیث کا نقل کرنا اس کے رفع اور صحت کی دلیل ہے جس سے اعراض اور انحراف کرنا ایمان کے چولہوں کو ہلا کر رکھ دیتا ہے۔

آپ کی بعثت عالم ارواح اور عالم اجسام دونوں کے لیے ہے

سیدی علی الخواص رحمہ اللہ یقول کان صلی اللہ علیہ وسلم مبعوثا الی الخلق اجمعین فی عالم الارواح والاجسام من لدن آدم الی قیام الساعۃ. (جواہر البحار، جلد ثانی۔ ص ۴۸) سید علی الخواص رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تمام مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہے عالم ارواح میں ہو یا اجسام میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیام قیامت تک،،

مسلم شریف اور دیگر کتب احادیث میں ہے ارسلت الی الخلق کافۃ مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا: اذھو ﷺ مبعوث الی

جمیع الخلق من لدن آدم الی قیام الساعة فکانت الانبیاء کلهم نوابه مدة غیبة جسمه الشریف و کان کل نبی یبعث بطائفة من شرعه ﷺ لایتعداها (جواہر البحار، جلد ثانی۔ص ۴۸)

آپ ساری انسانیت کے لیے رسول اسی لیے ہیں کہ آپ کی بعثت آدم علیہ السلام سے لے کر قیام قیامت تک ہے آپ کے جسم شریف کی غیبت اور عدم، کی موجودگی میں تمام انبیاء آپکے نائبین تھے ہر نبی آپ کی شریعت کا ایک حصہ لے کر مبعوث ہوا وہ نبی آگے نہ بڑھ سکا۔ مسلم شریف کی حدیث، سیدی علی الخواص، اور امام جلال الدین کے کلام سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی بعثت عالم ارواح اور عالم اجسام دونوں کے لیے ہے کوئی روح اور کوئی جسم ایسا نہیں جس پر آپ کی رسالت کا حکم جاری، ثابت اور لاگو نہیں، واضح امر ہے کہ بعثت عالم امر سے ہے جو اللہ کے علم، مرضی اور مشاء کے تابع ہے لیکن بعثت سے پہلے نبی کی ذات وجود اور حقیقت نبوت کا پایا جانا ضروری ہے کیوں کہ نبوت عرض ہے، عرض کا قیام وجود معروض کے بغیر محال ہے، جب آپ کی بعثت حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیام قیامت تک ہے تو آپ کی حقیقت ذات، اور وصف نبوت کا اس مدت مدید تک پایا جانا ضروری ہے، اور اصولی تقاضا ہے، یہی وجہ ہے کہ علمائے اعلام اور عرفائے عظام نے فرمایا ہے کہ ہر نبی نے اپنے دور نبوت میں مستقل اور اصلی داعی اور حقیقی مبلغ کا کردار ادا نہیں کیا بلکہ آپ کی شریعت کے احکام لوگوں تک پہنچا کر آپ کے نائب اور جانشین کا کردار ادا کیا ہے ایسا کیوں تھا اس لیے کہ آپ کی ذات معہا وصف نبوت کے ساتھ ہر دور میں موجود اور موثر رہی ہے۔

منصوصات نے واضح کر دیا کہ آپ کی نبوت عالم ارواح اور عالم اجسام کے ہر ہر فرد کے لیے ہے: سوال یہ ہے کہ اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ عالم ارواح کے بعد آپ کی نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا، آپ چالیس سال کی عمر شریف مکمل ہونے پر نبی بنائے گئے ہیں، تو اس دورانیہ میں آپ کی نبوت کا انتفاء اور ارتفاع لازم آئے گا اور اس عرصہ میں قائم ارواح اور موجود اجسام کے لیے آپ کی بعثت نہ ہو گی یہ منصوصات کے مدلولات، اطلاقات اور مفاہیم کے خلاف ہے علمائے اعلام اور عرفائے امت کی

توضیحات کے خلاف بغاوت ہے جو کسی طور پر بھی لائق اعتناء اور قابل عمل نہیں اگر یہ کہا جائے کہ آپ ﷺ کی بعثت زمانہ ظہور جو چالیس سال کے بعد شروع ہوتا ہے اس کے لیے ہے تو الی الخلق کافہ کا مفہوم کیا ہوگا؟ یہ تو قرینہ لفظیہ ہے جو بدوں تخصیص اور بدوں قید آپ کی نبوت عامہ شاملہ کو ساری مخلوق کے لیے ثابت کر رہا ہے، تمام انبیاء اور رسول، اور ان کی امتیں آپ ﷺ پر ایمان لائیں، ان کے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ یہ ایمان مایول الیہ کے اعتبار سے ہے یعنی چونکہ مستقبل میں یقیناً نبی ہونا ہے اس لیے ایمان لائے، یا فی الواقع ادوار انبیاء میں آپ کی نبوت موجود تھی، اگر یہ ایمان مایول الیہ کے اعتبار سے ہو تو یہ خرابی لازم آتی ہے کہ انبیاء و رسل اور ان کی امتیں ایمان بالغیب پر قائم ہوں، اور صرف مومنین ہوں، جبکہ آپ کے دور نبوت میں ایمان لانے والوں کے ایمان، ایمان بالمشاہدہ، ایمان بالرؤیۃ ہوں، اور پھر وصف صحابیت ان میں افضل آخر ہو، یہ محال ہے کیوں کہ غیر نبی، نبی سے افضل نہیں ہوسکتا، تسلیم کرنا پڑے گا کہ انبیاء کرام اور ان کی امتوں کا ایمان آپ کی حقیقت بہ نبوت اور آپ کی شریعت کی تصدیق کا نام ہے، ادوار انبیاء میں آپ کی شریعت کا موجود ہونا اور اس کا تبلیغ کیا جانا ایک عرض لازم کا ثبوت ہے، ثبوت عرض، ثبوت محل، اور وجود معروض کو مستلزم ہے، محل، اور معروض کیا ہے آپ کے ذات مقدسہ ہے جو وجود انبیاء کے وقت بھی بطور وجو اصلی حقیقی اور بحیثیت داعی حقیقی موجود، اور بطور اصل کام کر رہی ہے۔ مختصر یہ کہ چالیس سال سے قبل آپ کی نبوت کا انکار کسی بھی طور پر درست نہیں انبیائے کرام اور رسل عظام، ان کی امتیں اور حبیب نجار وغیرہ کا جسد عنصری کے ظہور سے قبل ایمان لانا ثابت کرتا ہے کہ آپ کی حقیقت محمد یہ اور وصف نبوت خارج میں موجود تھے اس لیے ان کا ایمان معتبر اور وہ مومن کہلائے۔ اگر جسم عنصری کا موجود ہونا اور عمر شریف کا چالیس سالہ ہونا ضروری اور لابدی ہوتا تو انبیاء رسل ان کی امتوں، اور حبیب نجار وغیرہ کا ایمان معتبر ہوتا نہ وہ مومنین مخلصین ہوتے۔" فتفکر"

ورقہ بن نوفل کا ایمان لانا

جب جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کو تین بار اپنے وجود عنصری سے لگا کر بھینچا وضوء

کرایا اور نماز پڑھائی اور شجر و حجر اسلام علیک یا رسول اللہ کی صدائیں بلند کرنے لگے تو آپ کی دلی اور جسمانی کیفیت برقرار نہ رہی، مراجعت فرمائے خانہ ہوئے، حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا سے تذکرہ فرمایا، وہ آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، انہوں نے واقعہ کی تفصیلات معلوم کیں اور اپنی علمی، ماہرانہ رائے اور خیال کا اظہار کیا، آپ کو نبی مان کر ایمان لائے شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث رحمہ اللہ نے نقل فرمایا۔ پس دیر شد کر ورقہ وفات یافت، وزمان ظہور دعوت درنیافت دوے از ایمان آرندگان و تصدیق کنندگان آنحضرت است، وزمان نبوت را درنیافت (مدارج النبوت جلد دوم۔ص ۳۲) کچھ وقت کے بعد ورقہ بن نوفل وفات پا گئے، ظاہری دعوت و تبلیغ کا زمانہ نہ پا سکے، ورقہ بن نوفل آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں اور تصدیق کرنے والوں میں سے تھے باوجودیکہ آپ کی نبوت کا زمانہ پانہ سکے۔

معلوم ہوا کہ نبی دعوت و تبلیغ سے پہلے بھی نبی ہوتا ہے، جس طرح آپ ﷺ اعلان نبوت اور دعوت و تبلیغ سے پہلے نبی ہیں، لیکن مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ظہور خوارق شرط نبوت است نہ شرط ولایت، مکتوبات شریف ج۔ دوم، ص ۴۶۴) کہ نبوت کے لیے معجزہ کا اظہار اور صدور شرط ہے، بدوں اظہار و صدور معجزہ نبوت کا ثبوت ہے نہ وجود، حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا جب آپ ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں یہ وقت نبوت کا ہے مگر معجزے کا صدور ہوا ہے نہ اظہار، لہٰذا تحقیقات کا یہ کہنا کہ اس پر معجزے کے ذریعے مہر تصدیق ثبت کرنا بھی لازم اور ضروری ہے ص۔ ۸۰ غلط ہے، تحقیقات کے مطابق یہ وقت آپ ﷺ کی نبوت کا نہیں، آپ اس عرصہ میں نبی نہیں جبکہ شیخ محقق نے اس وقت بھی آپ ﷺ کو نبی تسلیم اور تحریر کیا ہے، بلکہ شیخ محقق رحمہ اللہ نے نقل فرمایا کہ آپ کے ظہور قدسی اور ولادت باسعادت کا وقت، نبوت اور خوارق عادات کا ہے، ملاحظہ ہو آنکہ تدلی نجوم و تساقط کواکب و شہب واقع شدہ بداں استدلال بلیل نتواں کرد زیرا کہ زمان نبوت و ولادت زمان ظہور خوارق عادات است (مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ص ۱۴) نجوم کا قریب آجانا اور ستاروں کا گرنا، شہاب کا مارا جانا، اس بات کی دلیل نہیں کہ آپ کی ولادت باسعادت رات کو ہوئی ہے، کیونکہ نبوت کا

زمانہ اور آپ کی پیدائش کا زمانہ خوارق عادات کے ظہور کا ہے۔ شیخ محقق رحمہ اللہ کا بیان حقیقت ترجمان، اس امر پر دال ہے کہ ولادت کا زمانہ، زمانہ نبوت ہے، خوارق عادات کا ظہور اور صدور اس کے وقت نبوت ہونے کا ثبوت ہے۔ جب ولادت کے وقت خوارق عادات کا ظہور اور صدور موجود ہے اور یہ وقت نبوت کا وقت ہے تو وحی کی آمد کا موقعہ تو بطریق اولی نبوت کا ہے مگر خوارق عادات کا ظہور اور صدور نہیں، ثابت ہوا وجود نبوت کے لئے معجزے کا ظہور اور صدور ضروری نہیں معجزے کا ظہور اور صدور اعلان نبوت کے لیے شرط لازم ہے نفس نبوت اس سے مشروط نہیں، مطلق نبوت کے لیے تحقیقات کا صدور و اظہار معجزہ کی شرط کو لازم قرار دینا غلط ہے، ورنہ معجزہ کے اظہار سے قبل کا زمانہ، نبوت کا زمانہ، نہ ہوگا، اسی طرح دعوت و تبلیغ بھی شرط نہیں۔

تحقیقات نے اپنے موقف کی تائید کہ نبی کے لیے معجزہ سے مہر تصدیق ثبت کرنا لازم اور ضروری ہے۔ میں شرح عقائد نسفی سے نقل کیا کہ: وامانبوۃ محمد ﷺ فلانہ ادعی النبوۃ و اظہر المعجزات یعنی آپ کے نبی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے نبوت کا دعوی کیا اور معجزات دکھائے۔ (تحقیقات۔ص۔۶۹)

علامہ سعد الدین تفتازانی کی یہ عبارت مسئلہ زیر بحث کے لیے موثر نہیں کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ دعویٰ نبوت اور اظہار معجزہ سے قبل آپ ﷺ نبی نہ ہوں، یہ غلط اور خلاف نقل ہے کیونکہ ورقہ بن نوفل مومن ہیں، وہ دعوی نبوت اور اظہار معجزات سے پہلے ایمان لائے، اسی طرح بحیرا راہب بھی ادعائے نبوت اور اظہار معجزہ سے قبل ایمان لائے۔ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا۔ پس ایمان آورد بحیرا بآ نحضرت و تصدیق نمود و اقرار کرد بہ نبوت وے، پس وے یکے از کسانیست کہ ایمان آوردند بآنحضرت پیش از نبوت مثل حبیب نجار در قصہ اصحاب القریہ وغیرہ (مدارج النبوت۔ جلد دوم ص ۲۶) پس بحیرا راہب آپ ﷺ پر ایمان لایا اور آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور اقرار کیا، پس بحیرا راہب بھی ان لوگوں میں سے ایک ہے جو آپ کے اعلان نبوت سے پہلے ایمان لائے جیسے حبیب نجار، جس کا پورا واقعہ اصحاب القریہ کے ضمن میں مذکور ہے، ثابت ہوا رسول اللہ ﷺ اعلان نبوت یعنی

چالیس سے پہلے نبی تھے، چالیس سال کی تکمیل اور شرط پر آپ کی نبوت کو موقوف اور معلق رکھنا غلط ہے جیسا کہ تحقیقات کا موقف ہے۔

بحیرا راہب نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور نبی ہونے کا اقرار کیا اور ایمان لایا جبکہ آپ کی عمر شریف بارہ سال کی تھی اور آپ اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ بغرض تجارت سفر شام پر تھے۔ آپ کی عمر شریف بارہ سال ہے، چالیس سال کی نہیں جو تحقیقات کا موقف اور مبنائے استدلال ہے لیکن اسکے باوجود آپ ﷺ نبی ہیں اور آپ پر ایمان لانے والا بحیرا راہب مومن ہو رہا ہے۔

بحیرا راہب کے ایمان لانے کی وجوہات

بحیرا راہب نصاری کا بڑا عالم، عابد، زاہد، نامور اور ممتاز شخص تھا، اس نے توراۃ، انجیل اور دیگر کتب سماویہ میں آپ کی خصوصیات، اور صفات پڑھ رکھی تھیں ان کو دیکھا اور پا کر آپ کو نبی کی حیثیت سے شناخت کر لیا۔ چنانچہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا۔ دریں سفر قصہ بحیرا راہب است کہ آنحضرت ۔ را بصفات پیغمبر آخر الزماں کہ در توریت و انجیل، و دیگر کتب سماویہ خواندہ بود بشناخت، (مدارج النبوت ۔ جلد دوم، ص ۲۵) سفر شام میں بحیراء راہب کا واقعہ بھی پیش آیا۔ بحیراء راہب نے آپ کی صفات بحیثیت پیغمبر آخر الزماں، توراۃ، انجیل اور دیگر آسمانی کتب میں پڑھ رکھی تھیں، رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور ملاقات کے شوق میں عمر بسر کر رہا تھا، ان صفات کو موجود دیکھ اور پا کر آنحضرت ﷺ کو پہچان لیا۔ یہ صفات آپ کے خصائص اور لوازم فرد تھے، جو آپ کی نبوت پر دلالت کر رہے تھے، وہ خصائص نبوت کیا تھے؟ سب سے پہلے دیکھا کہ بادل کا ٹکڑا آپ پر سایہ کناں تھا، جب آپ بیری کے درخت کے نیچے بیٹھے تو بادل کا ٹکڑا درخت کے اوپر آ گیا بحیراء اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ جب بحیراء نے آپ ﷺ کو کھانے پر بلایا تو بادل کا ٹکڑا سر اقدس پر سایہ کرتے ہوئے ساتھ آیا۔ اور جب قافلہ گھاٹی سے نیچے اترا تو بحیراء نے ہر شجر و حجر کو اسلام علیک یا رسول اللہ کہتے ہوئے اپنے کانوں سے سنا، اور مہر نبوت کو دیکھ کر بوسہ دیا، (ہم نے ترجمہ پر اکتفاء کیا ہے پورا واقعہ مدارج النبوت جلد دوم ص ۔ ۲۵ ۔ ۲۶ پر موجود ہے)

شیخ محقق رحمہ اللہ نے فرمایا بحیرا بدلائل واضحہ نبوت آنحضرت بایشاں اشارت کرد۔ بحیراء راہب نے آنحضرت کی نبوت کے دلائل واضحہ دیکھ کر اہل قافلہ کو اشارہ کیا کہ یہ پیغمبر آخر الزمان ہیں، بادل کا سایہ کرنا، درختوں اور پتھروں کا السلام علیک یا رسول اللہ کہنا معجزات ہیں۔ شیخ محقق رحمہ اللہ نے فرمایا وسایہ ابر برسر آنحضرت از معجزات بود۔ (اشعۃ اللمعات، جلد چہارم ص ۵۸۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر بادل کا سایہ کرنا آپ کے معجزات میں سے امام ماوردی رحمہ اللہ نے بجرہ بنت ابی نجراۃ کی روایت سے نقل فرمایا: لما اراد کرامة رسوله صلی اللہ علیہ وسلم بالنبوة کان لایمر بشجر ولا حجر الاقال السلام علیك یا رسول الله الخ (جواہر البحار۔ جلد اول ص ۱۰۵) جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے ساتھ تکریم بخشنے کا ارادہ فرمایا تو آپ جس درخت اور جس پتھر کے پاس سے گزرتے وہ آپ کو السلام علیک یا رسول اللہ کہتا۔

ثابت ہوا السلام علیک یا رسول اللہ کہنا دلیل نبوت یعنی معجزہ ہے، بحیراء راہب نے نبوت کے ان دلائل واضحہ کو دیکھ کر کہا کہ یہ نبی آخر الزمان ہیں، یہ دلائل واضحہ آپ کے معجزات ہیں، اور معجزات اسی لیے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فی الواقع اور فی الوقت نبی ہیں بحیرا راہب نے جن خوارق عادات کو دلائل واضحہ کہا ہے ان کی تفصیل اور تمیز تورات، انجیل اور دیگر کتب سماویہ میں مذکور تھی گویا یہ لوازم فرد من الماہیۃ تھے کہ نبی آخر الزمان کے خواص اور لوازم یہ ہوں گے، ان کو دیکھ اور پرکھ کر بحیرا راہب نے آپ کے نبی ہونے کی تصدیق کی، اور پھر اقرار بھی کیا، اور مومنین کی صف میں ایستادہ ہو گیا، اگر یہ امور آپ کے خواص اور لوازمات نہ ہوتے کتب سماویہ میں مندرجہ تخصیص اور تعیین کے مطابق نہ ہوتے تو بحیرا راہب ہرگز تصدیق کرتا نہ اقرار و ایمان لاتا۔ ان امور کو شیخ محقق رحمہ اللہ نے دلائل واضحہ فرمایا ہے، جو دلائل نبوت یعنی معجزات ہیں، کیونکہ دلیل سے شیء کی حقیقت اور وجود ثابت ہوتا ہے لہٰذا ان دلائل واضحہ کا آپ کی نبوت کو ثابت کرنا تقاضائے اصول ہے، اور پھر یہ دلائل نظری فکری نہیں بلکہ حسی ہیں، سایہ کرنا اور ساتھ ساتھ چلنا، شجر و حجر کا نطق سے متصف ہو کر، آپ کی نبوت کو جان اور مان کر، علم وادراک، تعارف اور شعور سے مسلح ہو کر السلام علیک یا رسول اللہ کہنا واضح اور محسوس شدہ معجزات ہیں، جو

آپ کی حسی نبوت کا اظہار وظہور ہے یا در ہے کہ ابو بکر صدیق اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما اس وقت اس سفر میں شریک نہ تھے۔ شیخ محقق نے شرکت کے واقعہ کو الحاقی قرار دیکر رد کر دیا ہے۔

آپ کی تخلیق نور الٰہی سے ہوئی ہے

جب یہ امور ثابت اور محقق ہیں کہ بارہ سال کی عمر مبارک میں ان خوارق عادات کا ظہور ہوا جن کو دیکھ کر بحیرا راہب ایمان لے آیا'' جس سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ا۔ نبوت کے وجود، ثبوت اور تحقق کے لیے عمر کا چالیس سال ہونا شرط نہیں، بالخصوص آپ کی نبوت کے بارے میں یہ کلیہ قائم کرنا اور ضابطہ مقرر کرنا انتہائی غلط اور آپ کی حقیقت ذات سے لاعلم ہونے کی دلیل ہے۔ شیخ محقق رحمہ اللہ نے فرمایا۔ قسم ثانی از تعلق معنوی استحضار حقیقت کاملہ، موصوفہ باوصاف کمال وے کہ جامع است میان جمال وجلال، ومتحلی باوصاف خدائے کبیر متعال مشرف نبور ذات الٰہی درآباد وازاں محیط بکل کمال خفی و جلی مستوعب ہر فضیلت و وجود، صورۃ ومعنا حقیقتاً وحکماعینا وشہادۃ ظاہراو باطنا (مدارج النبوت۔ جلد دوم ص ۶۲۲) دوسری قسم استحصار معنوی میں ہے اور وہ یہ کہ آپ کی حقیقت مقدسہ کو اپنے دل میں حاضر کرو کیونکہ آپ کی حقیقت کاملہ ہے جو تمام اوصاف کمال سے متصف ہے، جلال و جمال کی جامع ہے اللہ جو سب سے بڑا اور سب سے بلند ہے کے صفات سے روشن اور منور ہے ازل وابد سے ذات الٰہی کے نور سے مشرف ہے ہر جلی اور خفی کمال کو محیط ہے، آپ کا وجود مقدس ظاہری، باطنی،

صوری، معنوی، حقیقی، حکمی، عینی، ، ظاہری اور باطنی طور پر ہر ہر وصف اور ہر ہر خوبی کا پیکر ہے، پھر فرمایا: وے صلی اللہ علیہ وسلم برزخ کلی است قائم درحقائق وجود قدیم وحدیث پس او راست حقیقت ہر یک از جہتیں ذاتا وصفاتا زیرا کہ مخلوق است از نور ذات، جامع اسماء وصفات، آثار وافعال۔ (مدارج النبوت جلد دوم۔ ص ۶۲۲)

آپ برزخ بھی ہیں جو موجودات کے وجود میں قائم، موجودات قدیم ہوں یا جدید، ہر چیز کی حقیقت آپ ہی ہیں۔ ذات کا معاملہ ہو یا صفات کا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے نور ذات سے پیدا ہوئے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور اوصاف جلیلہ کے حقیقتاً اور حکما جامع ہیں، شاہ عبدالحق محدث

دہلوی رحمہ اللہ کے کلام حق ترجمان سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ آپ کی حقیقت ذات الٰہی کا نور ہے اور اسی نور سے آپ کو تخلیق کیا گیا ہے۔

۲۔ آپ کی حقیقت کائنات حادث ہو یا قدیم کے ذرے ذرے میں موجود ہے۔

۳۔ آپ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور صفات کمالیہ کے جامع ہیں۔

۴۔ آپ کا وجود برزخ کلی ہے نہ صرف حقیقت ذات ہے اور نہ محض بشر

۵۔ آپ کا وجود اقدس، وجود کائنات کے لیے ذریعہ فیضان ہے۔

۶۔ آپ کی ذات اللہ تعالیٰ کی صفات سے مشرف اور متجلی ہے۔

یہ تمام اوصاف آپ کے عوارض لازمہ بینہ ہیں کوئی فرد کائنات ان میں آپ سے مشارک ہے نہ مساوی، آپ کی حقیقت اور ذات وصفات کو انسانی اختراعی اصول وضوابط کے تحت لانا کم علمی، اور کج فہمی ہے۔

بالفرض اگر تحقیقات کا کلیہ اور اصول تسلیم کرلیا جائے کہ چالیس سال سے قبل آپ نبی نہیں تھے، تو بحیراء راہب نے جو دلائل اور امارات نبوت آپ میں دیکھیں اور ایمان لایا یہ کس چیز کا کرشمہ ہے، اور ان کا مبدا، محل، اور وجہ صدور، اور موصوف کیا ہے؟ یہ امور موہومہ یا امور فرضیہ نہیں بلکہ حقائق اور امور حسیہ ہیں، بقول تحقیقات عمر شریف تو ان کی متحمل نہیں، لامحالہ ان امور خارجیہ حسیہ کا محل، موصوف اور وجہ ظہور وصدور آپ کی ذات، اور حقیقت ہے جو ذات الٰہی کے نور کا عکس پرتو اور تجلی ہے، اور یہی حقیقت اوللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور صفات کمالیہ کی جامع ہے اور امور خوارق عادت کا ظہور اور صدور اس لیے ہے کہ وہ وصف نبوت سے متصف ہے پھر بھی ثابت ہوا کہ آپ روز تخلیق اور روز ولادت سے ہی نبی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے آپ کو ہر مقام پر ضمیر خطاب یا حرف خطاب سے جیسے: وما ارسلنا ك الا كافة للناس، وما ارسلناك الا رحمة للعالمين يا ايها النبى اور يا ايها الرسول سے یعنی حقیقت اصلیہ اور اس سے متعلقہ نبوت اور رسالت کے مقامات سے یاد فرمایا، اور آپ نے اپنی حقیقت ذات اور منصب کو یاء متکلم کا عنوان بنایا، مختصر یہ کہ حقیقت ذات ملحوظ ہو،

یا اعتبار روح انور، صفات وکمالات کو مدنظر کھا جائے یا ان سب کا مجموعہ بدوں شکوک وشبہات آپ کی دائمی ابدی، اور استمراری نبوت کا ثبوت اور ظہور ملتا ہے تحقیقات نے لکھا کہ آپ ﷺ کا لباس بشری ماں، باپ دونوں کے مادۂ تولید کی آمیزش سے تیار ہوا تھا لہٰذا وہ نسبتاً کثیف تھا اس لیے اس کی کثافت کو بار بار کے شق صدر اور چلہ کشی وغرہ کے ذریعے جب لطیف کر دیا گیا اور حقیقت نوریہ کا ہم رنگ تب یہ منصب آپ کو سنایا گیا۔ (ص۔۱۶۰)

نبوت چلہ کشی اور شق صدر سے نہیں ملی تحقیقات کا موقف غلط ہے

توضیحاً کہا جائے گا کہ نبوت ایک شی موہوب ہے اس میں کسب وعمل، ریاضت اور عبادت کا کوئی عمل دخل نہیں۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا وخیال نکنند کہ ظہور نبوت و ورود وحی اثر مجاہدہ ریاضت وعبادت بود زیرا کہ نبوت محض موھبت وعنایت است وکسب وعمل را دراں دخل نیست

تبارك الله وحي بمكتسب.....ولا نبي على غيب بمتهم

(مدارج النبوت۔ جلد دوم ص ۲۳۹)

لیکن یہ قطعا خیال نہ کریں کہ آپ کی نبوت کا ظہور اور وحی کا ورود اس مجاہدہ وریاضت، اور عبادت کا اثر اور نتیجہ ہے کیونکہ نبوت خالص امر موہوب، اور عنایت ربانی ہے کسب وعمل کا اس کے حصول میں کوئی دخل نہیں۔ امام بوصیری رحمہ اللہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات ہی برکت والی ہے، وحی کا ورود کسب وعمل پر موقوف نہیں، اور نہ کسی نبی کو غیب کے جاننے پر تہمت کا محل ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ تحقیقات کا موقف اور شیخ محقق رحمہ اللہ کی تصریح کے درمیان موازنہ کرنے سے یہ اظہر من الشمس ہے کہ نبوت کے حصول اور وحی کے ورود میں ریاضت وعبادت کا کوئی عمل دخل نہیں۔ نبوت امر موہوب من اللہ ہے وہ جس کو چاہے جب چاہے عطا فرماتا ہے، پھر چلہ کشی کا دورانیہ چالیس سال عمر شریف ہونے کے لگ بھگ ہے چلہ کشی کی تکمیل اور اختتام پر آپ کو نبوت نہیں دی گئی بلکہ نبوت کا ظہور ہوا ہے، یعنی عمر شریف کے چالیس سال مکمل ہونے پر آپ نے اعلان نبوت کے ذریعے اپنا نبی ہونا ظاہر فرمایا ہے،

جیسا کہ شیخ محقق کے الفاظ صریحہ (ظہور نبوت وورود وحی) قرائن لفظیہ کی صورت میں موجود ہیں، لہٰذا تحقیقات کا یہ کہنا کہ چلے کشی کے ذریعے کثافت کو لطافت میں بدلا گیا اور پھر آپ کو نبوت عطا کی گئی خطائے فاحش ہے۔

شق صدر ہوا اور چار بار ہونے کی حکمت

اسی طرح شق صدر کے ذریعے ازالہ کثافت کا قول بھی غلط ہے، اس لیے کہ چار سال اور بیس سال کی عمر میں ہونے والا شق صدر آپ کے لیے عصمت پیدا کرنے اور اس کو یقینی بنانے کے لیے ہے آپ کو معصوم کیوں بنایا گیا کہ آپ نبی تھے اور نبی کے لیے معصوم ہونا ضروری ہے ہر دو شق صدر فرشتوں کے ذریعے ہوئے فرشتے کا انسان عام پر شق صدر کا یہ عمل محال ہے، کیونکہ انسان عام فرشتے کے اس جارحانہ عمل کا متحمل نہیں ہوسکتا ہر دو شق صدر میں فرشتے کا عمل کثیر اور فعل کبیر ہوا مگر آپ کی ہمت اور طاقت برداشت آپ کا ہی خاصہ تھی، اگر آپ کی حقیقت مقدسہ روح مبارک وصف نبوت سے متصف نہ ہوتے اور آپ کا جسد عنصری تمام لطائف کی اصل، ملائے اعلیٰ کی مخلوق کی طرح نہ ہوتا، ملائے اعلیٰ کے مکینوں کی صفات سے مزین نہ ہوتا فرشتے آپ کا شق صدر کرتے نہ آپ زندہ رہتے، فرشتوں کا شق صدر کرنا اور آپ کا باحواس خمسہ ہوکر سب کاروائی کو برداشت کرنا، دیکھنا، بیان کرنا، (احساس کا ہونا نہ خون) کا نکلنا، درد کا ہونا نہ تکلیف کا ہونا ازالہ کثافت ہے یا دلیل نبوت ہے، اللہ چاہتا تو دل اقدس میں منجمد خون پیدا ہی نہ کرتا، نکالنے کی نوبت ہی نہ آتی، مگر پیدا کر کے انسانی جسم کی تکمیل فرمائی۔ فرشتوں کے ذریعے شق صدر کرا کر نکلوایا اور یہ ظاہر فرمایا کہ انسان ہوکر یہ معصوم ہیں اور میرے نبی ہیں، شکم انور کو شق کرایا، دل انور کو اپنی جگہ سے باہر نکلوایا، پھر اس کو چیرا گیا۔ موت نہ دی جس سے آپ کے معجزہ پر مہر تصدیق ثبت کروائی، جسم انور جب ہے ہی لطیف تو کثافت کہاں؟ پہلے دو شق صدر آپ کی عصمت کے لیے کئے گئے چونکہ آپ نبی تھے اور ایسا کرایا جانا تقاضائے نبوت تھا تاکہ آپ کے جسم اطہر سے وساوس شیطانی کی آماجگاہوں رصدگاہوں اور گزرگاہوں کو ختم کیا جائے۔ اور جسم اطہر کو طہارت وعصمت کا پیکر بنا کر نور نبوت سے آراستہ اور پیراستہ فرمایا جائے۔ معراج اور اسراء اور اعراج

کے مواقع پر شق صدر کا مقصد حقیقت ملکیہ قوت ملکیہ اور حقیقت حقیہ سے سرفراز فرمایا جانا تھا کیونکہ آپ نے عالم ملکوت کے بلند قدر عجائبات کو ملاحظہ فرمانا تھا، اور عالم ملکوت سے اوپر لامکان میں دنا فتدلی فکان قاب قوسین اوادنی کی بلندیوں اور قرابتوں کے منظر میں بلاحجاب سر کی آنکھوں سے ذات کبیر یا جل وعلا کا دیدار اور مشاہدہ کرنا تھا۔ ثابت ہوا چار بار کا شق صدر ازالہ کثافت کے لیے نہیں۔ بلکہ عصمت عالم ملکوت کے مشاہدے اور ذات کبریا جل وعلا کے دیدار اور مشاہدے کے لیے تھا، تحقیقات کی مجددانہ رائے اور جدت بھرا تبصرہ خلاف حقائق اور مخالف دلائل ہے۔

تحقیقات کا موقف ہے کہ روح مجرد اور روح متعلق بالبدن کے احکامات الگ الگ ہیں۔ یعنی عالم ارواح میں تو آپ نبی بالفعل تھے مگر عالم اجسام میں چالیس سال کے بعد آپ کو نبوت دی گئی ہے سوال یہ ہے کہ چالیس سال کے بعد جو نبوت آپ کو دی ہے یہ اسی نبوت کا تسلسل و استمرار ہے یا آپ کو اس سے الگ از سر نو نبوت سے نوازا گیا ہے اگر وہی نبوت ہے تو یہ موقف درست اور مبنی بر حقیقت ہے، اور اگر یہ نبوت الگ از سر نو دی گئی ہے تو آپ ﷺ کا یہ فرمان کیسے صادق آئے گا۔ انا اول النبیین خلقا و آخرھم بعثا اور حدیث اسراء میں واقع اللہ کا یہ فرمان جعلتك اول النبیین خلقا و آخرھم بعثا کما رواہ الیزاز من حدیث ابی ھریرہ (بحوالہ شرح فقہ اکبر ص ۲۷) ان دو احادیث سے ثابت ہوا کہ روز ازل سے لے کر بعثت تک آپ کی نبوت کا دوام اور استمرار موجود ہے چالیس سال کی عمر پر آپ کی بعثت ہوئی ہے ان احادیث اور قول ابن حجر ہیتمی کی موجودگی میں تحقیقات کا موقف غلط اور مردود ہے۔

اور سورہ شعراء کی آیت نمبر ۲۱۹ وتقلبك فی الساجدین کی حضرت عباس سے مروی اور منقول تفسیر من بنی الی نبی حتی (اخرجت نبیا کا کیا جواب ہوگا؟ (البدائیہ والنہایہ) مزید عالم ارواح والی نبوت اور عالم اجسام والی نبوت کے درمیان فرق پیدا کرنا امت کے علماء اور عرفاء کی تصریحات کے خلاف ہے جیسا کہ پہلے بالتفصیل آچکا ہے۔ مزید شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"اعلم ان الله تعالیٰ شرف نبیه ﷺ سبق نبوته فی سابق ازلیته، و ذالك انه تعالیٰ لما تعلقت ارادته بایجاد الخلق ابرز الحقیقة المحمدیة من محض النور قبل وجود ما هو کائن من المخلوقات بعد ثم سلخ منها العوالم کلها ثم اعلمه الله تعالیٰ بسبق نبوته و بشره بعظیم رسالته کل ذالك و آدم لم یوجد ثم انبجست منه ﷺ عنوان الارواح فظهر بالملا الاعلی اصلاممد اللعوالم کلها (جواہر البحار، جلد ثالث۔ص ۳۳۱)

معلوم ہوا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو ازل سابق میں ہی نبوت کو سب سے پہلے عطا فرما کر مشرف فرمایا ہے، اور یہ ایسے کہ جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ مخلوق کی ایجاد سے متعلق ہوا (مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا) تو حقیقت محمدیہ کو نور خالص سے ساری مخلوقات سے پہلے ظاہر فرمایا، پھر اس حقیقت محمدیہ سے تمام عوالم (ساری کائنات) کی تخریج فرمائی پھر اللہ تعالیٰ نے تمام عوالم کو سب سے پہلے نبی ہونے کا بتایا، اور یہ خوشخبری دی کہ آپ ﷺ ساری مخلوق کے رسول عظیم ہیں، ابھی تک آدم علیہ السلام کو وجود میں نہیں لایا گیا تھا۔ پھر آپ ﷺ کے وجود نوری سے تمام ارواح کی ذوات کو تخلیق فرمایا گیا، پھر آپ کا وجود نوری ملائے اعلیٰ (ملائکہ مقربین) کیلئے بطور اصل ظاہر کیا گیا، اور تمام عوالم (کائنات) کے لیے معاون اور مددگار بنایا گیا۔ امام ابن حجر رحمہ اللہ کے کلام سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ا۔ آپ کی حقیقت نور خالص ہے، بشریت آپ کا لبادہ اور لباس ہے۔

۲۔ نبوت روز ازل سے ہی آپ کو عطا فرمائی گئی ہے آپ کی حقیقت کو ظاہر فرمانے کے بعد اس کو وصف نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔

ارواح نوری اور عالم لطائف سے اس لیے ہیں کہ آپ کا وجود نوری ان کا مبداء اصل ہے۔

آپ ﷺ اپنے وجود نوری اور منصب نبوت و رسالت کی وجہ سے تمام عوالم (عالم ملکوت، عالم ناسوت) کے لیے معاون اور مددگار ہیں۔

توجہ طلب امر یہ ہے کہ جب آپ کی حقیقت محمدیہ وصف نبوت سے متصف ہے اور روز ازل

سے متصف ہے، تمام عوالم عالم ملکوت اور عالم ناسوت کی معاون اور مددگار ہے تو عالم ناسوت کا آغاز و جود آدم سے لے کر عرصہ محشر تک طویل و عریض ہے تو اس پورے عالم ناسوت کے لیے آپ کی حقیقت اور نبوت کا معاون اور مددگار ہونا ضروری ہے انبیائے سابقین کے لیے تعاون اور امداد کرنا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قصیدہ سے بھی مترشح ہے، تحقیقات نے یہ قصیدہ ص ۷۵، تا ۷۷ پر خود نقل کیا ہے، بلکہ وہ حدیث بھی اس امر پر شاہد عدل ہے جو تحقیقات نے۔ص ۷۴ پر نقل کی ہے، حدیث پاک میں آپ ﷺ نے اپنی حقیقت اور نبوت کو ضمیر متکلم کے ساتھ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ضمیر خطاب سے تعبیر فرمایا ہے، اور خود تحقیقات نے اس امر کو تسلیم کرتے ہوئے یہ تحریر کیا ہے کہ۔لہٰذا اس کلام کو آپ کی ذات اقدس اور روح مبارک کے جوہر نوری سے متعلق ہونے ان مراحل سے گزرنے پر محمول کرنا لازم ہے۔(ص۔۷۷) یعنی آپ کی ذات (حقیقت محمدیہ جو نور خالص ہے) اور آپ کی روح ان تمام ادوار میں عالم اجسام میں موجود رہی ہے نبوت آپ کی حقیقت اور روح کا خاصہ لازمہ ہے، اس لیے اس کا موجود ہونا لازمی اور ضروری ٹھہرا، کیونکہ حقیقت روح اور نبوت کے بغیر تعاون اور امداد کرنا ناممکن ہے، لہٰذا چالیس سال سے قبل آپ کو نبی تسلیم نہ کرنا خود تحقیقات کے تبصرہ اور مندرجہ حدیث اور قصیدہ کے خلاف ہے۔

ظہور قدسی سے قبل آپ کے اسم باطن کا زمانہ ہے

امام التلمسانی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''نزل جبریل فسلم علی فقال فی سلامه السلام علیك یا اول السلام علیك یا اخر السلام علیك یا ظاهر، السلام علیك یا باطن فانکرت ذالك علیه وقلت یا جبریل کیف تکون هذه الصفة لمخلوق مثلی وانما هذه الصفة للخالق الذی لا تلیق الا به فقال یا محمد اعلم ان الله امرنی ان اسلم بها علیك لانه قد فضلك بهذه الصفة الخ (شرح شفاء جلد اول ص ۵۱۵) جبریل علیہ السلام مجھ پر نازل ہوئے اور مجھے سلام دیا، انہوں نے اپنے سلام میں کہا السلام علیک یا اول، السلام علیک یا آخر السلام علیک یا

ظاہر السلام علیک یا باطن، میں نے ان کے سامنے اس طرح کے سلام کا انکار کیا اور کہا کہ اے جبریل یہ صفت "باطن" میری جیسی مخلوق کے لیے کیسے ہوسکتی ہے؟ یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اسی کے لائق ہے، تو جبریل نے کہا کہ اے محمد آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اس صفت (باطن) کے ساتھ سلام پیش کروں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس صفت کے ساتھ مخلوق پر فضیلت عطا فرمائی ہے امام تلمسانی رحمہ اللہ کی نقل فرمودہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ کا اسم شریف الباطن ہے، اس اسم مبارک کے حوالے سے آپ کا زمانہ بھی ہے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے "فتوحات میں اور امام ابن حجر نے النعمۃ الکبری میں نقل فرمایا کہ: لما انتهى الزمان بالاسم الباطن في حقه ﷺ الى وجود جسمه وارتباط الروح انتقل حكم الزمان الى اسم الظاهر فظهر محمد ﷺ بكليته جسما وروحا وان تاخر وجوده هو خزانة السر فلا ينعقد امر الامنه ولا ينتقل خير الا عنه۔ (جواہر البحار، جلد ثالث، ص ۲۵۵) اسم باطن کے لحاظ سے جب آپ کے حق میں زمانہ ختم ہوا، اور آپ کے جسم عنصری کے وجود اور روح مبارک کے اس کے ساتھ تعلق اور ربط کا زمانہ آیا تو اسم باطن کے زمانے کا حکم اسم ظاہر کی طرف منتقل ہوگیا۔ تو محمد ﷺ کلی طور پر روح اور جسم کے ساتھ ظہور پذیر ہوئے۔ اگرچہ آپ کا وجود عنصری متاخر ہے مگر آپ کی ذات عالم سر کا خزانہ رہی ہے، ہر حکم کا جاری اور نافذ ہونا آپ کے وجود کا مرہون منت ہے، کسی کو جو بھلائی بھی منتقل ہوتی ہے وہ آپ سے ہی منتقل ہوتی ہے۔

مندرجہ بالا حدیث تلمسانی شیخ اکبر، اور امام ابن حجر کے کلام سے ثابت ہوا کہ الباطن اللہ کا صفاتی نام ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اپنا صفاتی نام عطا فرما کر بقیہ مخلوقات پر فضیلت عطا فرمائی ہے جس طرح اسم ظاہر کا زمانہ ہے اور وہ زمانہ جسم عنصری کے ظہور سے لے کر عرصہ محشر تک ہے اسی طرح اسم باطن کا بھی زمانہ ہے، اور وہ زمانہ روز اول سے لے کر آپ کے ظہور قدسی تک ہے اس زمانہ میں آپ ﷺ کا اسم باطن سے موسوم اور مشرف ہونا حقیقت محمدیہ نوریہ اور روح کے لحاظ سے ہے۔ اگر حقیقت محمدیہ نوریہ اور روح وصف نبوت سے متصف نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے صفاتی نام میں

ہرگز شریک نہ فرماتا اللہ تعالیٰ کا آپ کو اپنے صفاتی نام الباطن میں شریک کرنا اور جبریل کا اس صفاتی نام کو پکار کر سلام پیش کرنا واضح اور ثابت کرتا ہے کہ اس صفاتی نام سے موسومیت کے وقت آپ نبی تھے اور اس صفاتی نام کی بدولت آپ ﷺ کا زمانہ تھا اور وہ زمانہ ازل سے لے کر ظہور قدسی تک طویل اور مدید ہے، اسم باطن سے موسوم ہونا، روز اول سے لے کر جسم عنصری کے وجود، اور وجود کے ساتھ ارتباط روح تک کا ہر زمانہ، ہر دور آپ کی نبوت دائمہ اور مستمرہ کا ہے کسی زمانے اور کسی دور میں آپ کی نبوت کا انقطاع نہیں ہوا۔

شیخ اکبر، اور امام ابن حجر کے کلام سے یہ واضح اور ثابت ہوا اگرچہ آپ کا ظہور قدسی سب انبیاء کے آخر میں ہوا مگر آپ کی ذات کریمہ عالم سر کی خزانہ تھی، جو حکم بھی جاری اور نافذ ہوا وہ آپ ہی ذات سے ہوا، جو خیر بھی کسی کو نصیب ہوا اس کے مبداء فیض آپ ہی تھے ظہور قدسی سے قبل اگر آپ کی نبوت کا زمانہ نہ ہوتا تو کسی بھی حکم کا اجراء ہوتا نہ نفاذ، اگر جسم عنصری کے وجود اور ظہور سے قبل آپ کی نبوت کا دوام اور استمرار نہ ہوتا تو کائنات خیرات، برکات اور فیوضات سے کیسے بہرہ ور ہوتی۔"

تحقیقات کے قلم نے آوارگی کی انتہا کر دی

اگر آنحضرت ﷺ آغاز ولادت سے نبی ہوتے یا عالم ارواح والی نبوت دائم اور مستمر ہوتی اور آپ کو اس کے احکام مستحضر ہوتے تو علمائے کرام کے اذہان میں یہ سوال ہی کیوں پیدا ہوتا کہ آپ کسی شریعت پر عمل پیرا تھے یا نہیں؟ (ص۔۱۲۳۸)

تحقیقات نے آنحضرت ﷺ کی آغاز ولادت سے نبی ہونے کا انکار کر دیا ہے۔ جبکہ بحمد اللہ ہم نے اس کے ثبوت اور وجود پر احادیث مبارکہ، آیات قرآنیہ علمائے اعلام اور عرفائے عظام کی تصریحات کا ایک معتد بہ ذخیرہ پہلے نقل کر دیا ہے اعادہ بلاضرورت ہے۔

تحقیقات کی معلومات میں اضافہ کے لیے رسول اللہ ﷺ کے اسمائے حسنی، الباطن، الظاہر، کے معنی اور تفاسیر کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر رسول اللہ ﷺ نے ان اسماء کے ساتھ سلام سننے اور قبول کرنے سے انکار فرمایا۔ اور ساتھ ہی یہ وضاحت فرمائی کہ یہ اسمائے باری تعالیٰ ہیں اسی کی

شان کبریائی کے لائق ہیں، مجھ جیسی مخلوق کے لیے ان کا اطلاق جائز نہیں جبریل علیہ السلام نے عرض کیا الباطن الظاہر اور دیگر اسمائے حسنی سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو موصوف فرمایا اور فضیلت بخشی ہے، لہٰذا آپ بھی الظاہر اور الباطن ہیں، الباطن کا اسم، اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم ﷺ کا ایک مشترکہ اسم مبارک ہے اس کا مفہوم معنی اور رزمانہ ہے، جب اس کی نسبت ذات باری کی طرف ہوگی تو اس کا معنی ذات الوہیت کے اعتبار سے ہوگا اور مراد یہ ہوگی کہ ظاہر اور باطن کے لحاظ سے اللہ ہر شی کا خالق مالک اور وحدہ لاشریک ہے اور جب اس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف ہوگی تو اس کا معنی یہ ہوگا ظاہر اور باطن میں حقیقی داعی اور مبلغ آپ ﷺ ہیں کیونکہ ظاہر اور باطن کے لحاظ سے حقیقی نبوت آپ کی ہے۔ الشیخ ابوعثمان الفرغانی رحمہ اللہ نے فرمایا، فلم یکن داعیا حقیقیا من الابتداء الی الانتهاء الا هذه الحقیقه الاحمدیة هی اصل جمیع الانبیاء وما ارسلناك الا كافة للناس کے تحت فرمایا: والا نبیاء والرسل و جمیع اممهم و جمیع المقتد مین والمتاخرین یدخلون فی کافة الناس، وکان هو ﷺ راعیا بالاصالة و جمیع الانبیاء والرسل علیهم السلام یدعون الخلق الی الحق عن تبعیته ﷺ وكانوا خلفائه و نوابه فی الدعوة (جواہر البحار، جلد ثانی ص ۱۹۵) حقیقت احمدیہ علیہ التحیۃ والثناء کے علاوہ کوئی نبی اور کوئی رسول ابتداء (روز ازل) سے لے کر انتہاء (وقت وفات) تک داعی حقیقی نہیں ہے، تمام انبیاء اور رسول علیہم السلام نے آپ کے تابع ہو کر مخلوق کو دعوت الی الحق دی ہے، دعوت الی الحق میں وہ آپ کے خلفاء اور نائبین تھے۔ اس عنوان میں کافی مواد پہلے بھی آ چکا ہے۔ سردست اسی پر اکتفاء کرتے ہوئے برسر مطلب آتے ہیں۔ جب آپ روز ازل سے وفات تک داعی حقیقی ہیں اور باقی تمام انبیاء اور رسول آپ کے نائب اور خلیفہ ہیں، تو روز ازل سے لے کر وقت وفات تک کے لیے آپ کے لیے نبوت کا ثبوت لازمی ہے کیونکہ داعی ہونا نبی اور نبوت کے لیے خاصہ لازمہ ہے۔

اسی طرح جب آپ ﷺ الباطن کے اسم سے موصوف اور موسوم ہیں تو اللہ کے اس صفاتی اسم سے موصوف ہونے کی بناپر روز ازل سے لے کر جسم عنصری کے ظہور تک عالم باطن کے لیے آپ کا

نبی ہونا امر لازم ہے۔ کیونکہ اگر باطنی دور کے لیے آپ نبی نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اس اسم صفاتی سے موسوم اور موصوف نہ فرماتا، اسم الباطن سے موصوف اور موسوم فرمایا جانا آپ کی نبوت دائمہ مستمرہ کی دلیل ہے، علامہ الشیخ جمل کا موقف دربارۂ نبوت دائمہ مستمرہ، خود تحقیقات نے۔ ۱۴۷ پر، اور اس پر اپنا تائیدی تبصرہ ص ۱۴۸ پر نقل کیا ہے علامہ جمل رحمہ اللہ کا اصل کلام تحقیقات نے ص ۱۴۷ اور علامہ یوسف نبہانی رحمہ اللہ نے جواہر البحار۔ جلد ثانی ص ۳۷۳ پر نقل فرمایا ہے۔

لیکن باعث حیرت اور لائق تعجب یہ بات ہے کہ تحقیقات نے روز ولادت سے آپ کی نبوت کا انکار اس لیے کیا ہے کہ علماء نے سوال اٹھایا ہے کہ نزول قرآن سے پہلے آپ کس شریعت پر عمل پیرا تھے؟ تحقیقات نے علماء کے اس سوال پر آپ کے پیدائشی نبی ہونے کا انکار کر دیا ہے، امام تلمسانی رحمہ اللہ نے حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کی جس میں اول، آخر، ظاہر، باطن کے جلی اسمائے صفاتیہ کا ذکر ہے، اللہ تعالیٰ نے الظاہر کے اسم صفت میں آپ ﷺ کو شریک فرمایا، یہ اسم ظاہر اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام بھی ہے اور آپ ﷺ کا بھی اب غور طلب امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس نام صفاتی میں کس حیثیت سے شریک فرمایا، محض بشری رسول ہونے کی وجہ سے یا اپنی ذات کے نور اور تجلی ہونے کی وجہ سے اگر الظاہر کے صفاتی نام کے اطلاق کی وجہ آپ کی رسالت بشریہ ہوتی تو اس کا اطلاق اور اس کا موصوف کوئی اور نبی اور رسول بھی ہوتا لیکن ایسا نہیں، معلوم ہوا آپ کا اس اسم صفاتی سے اتصاف اور آپ پر اطلاق اس نور ذات کی وجہ سے ہے جو روح اور نبوت کا محل ہے، الظاہر کی حقیقی اور معنوی حد روز ولادت سے ہے، لہٰذا نبوت کا ثبوت اور وجود روز ولادت سے ہے شیخ اکبر اور امام ابن حجر رحمہما اللہ کا کلام پہلے گزر چکا ہے کہ روز اول سے لے کر جسم اقدس کے ظہور تک کے تمام ادوار کے لیے آپ کی حقیقت احمدیہ اور نبوت کا مجموعہ الباطن ہے، جسم شریف کے ظہور سے لے کر آپ اپنی حقیقت اور نبوت کے لحاظ سے عرصہ محشر تک الظاہر ہیں، لہٰذا تحقیقات کا یہ کہنا کہ آپ آغاز ولادت سے نبی نہیں تھے غلط اور بے بنیاد ہے۔

تحقیقات نے لکھا عالم ارواح والی نبوت دائم اور مستمر ہوتی اور آپ کو احکام مستحضر ہوتے،

(ص ۲۳۸)

توضیحاً کہا جائے گا کہ آپ کو اپنا نبی ہونا اور آدم علیہ اسلام کا آب وگل کے درمیان ہونا یاد اور متحضر ہے جس سے باور کیا جا سکتا ہے کہ اگر عالم ارواح والی نبوت کے احکامات دنیاوی اور جسمانی نبوت کے احکامات کے طرح ہوتے تو یقیناً آپ کو معلوم ہوتے۔

عالم ارواح میں آپ کی نبوت نبوت دعوت تھی، یعنی آپ ﷺ ارواح میں داعی تھے، علامہ امام شیخ الجمل رحمہ اللہ نے فرمایا: وقد دعا ﷺ الخليقة في عالم الارواح والذرفدعت روحه الشريفة جميع الارواح ودلتها على الله الخليقة في عالم الارواح والذرفدعت روحه الشريفة جميع الارواح ودلتها على الله وعلى توحيده وعرفتها بربها ودعت ذرته الشريفة جميع الذرات وارشدتها وعرفتها بربها (جواہر البحار، جلد ثانی ص ۳۷۳)

رسول اللہ ﷺ نے عالم ارواح اور عالم ذر میں مخلوق کو دعوت دی آپ ﷺ کی روح نے تمام ارواح کو دعوت دی اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی توحید کی طرف راہ نمائی فرمائی، اور انہیں اپنے رب کی پہچان کروائی، آپ کے مواد شریفہ نے تمام اجسام کے مواد کو دعوت دی، اور انہیں اپنے رب کی طرف راہ نمائی فرمائی، اور پہچان کروائی۔

علامہ الجمل رحمہ اللہ کے کلام سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو ارواح اور ملائکہ کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اور یہ رسالت دعوت توحید کی حد تک تھی، علامہ محقق شیخ احمد بن محمد بن ناصر سلاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: اى انه بناه الله تعالىٰ في عالم الارواح واطلع الارواح على ذالك وامرها بمعرفة نبوته والاقرار بها (جواہر البحار جلد چہارم۔ص ۲۱۰)

اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں آپ کو نبی بنایا اور آپ کے نبی ہونے پر تمام ارواح کو مطلع فرمایا۔ آپ کی نبوت کو پہچاننے اور اس کا اقرار کرنے کا حکم دیا۔

علامہ سلمان الجمل رحمہ اللہ نے فرمایا: انه نبي في عالم الارواح والنور وارسل اليها بالفعل جواہر البحار جلد ثانی ص ۳۷۳) بے شک رسول اللہ ﷺ عالم ارواح اور عالم نور (عالم ملکوت)

میں نبی تھے، ان کی طرف آپ کو بالفعل نبی بنا کر بھیجا گیا تھا، مندرجہ بالا اقتباسات سے ثابت ہوا کہ عالم ارواح میں آپ بالفعل نبی تھے، اور آپ کو ملائکہ اور ارواح کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا تھا سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا: یسبح ذالك النور وتسبيح الملائكة يتسبيح وهذا يويد انه ﷺ مرسل للملائكة كغير هم (جواہر البحار، جلد ثالث، ص ۳۵۷) یہ نور مصطفیٰ ﷺ اللہ کی تسبیح پڑھتا تھا، اور فرشتے بھی آپ کی تسبیح کو سن کر تسبیح پڑھتے تھے، یہ طرز عمل ثابت اور اس بات کی تائید کرتا ہے کہ آپ ﷺ کو ارواح کی طرح فرشتوں کا بھی رسول بنایا گیا تھا۔ ثابت ہوا کہ آپ کی رسالت کا کام اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت کی تعلیم دینا اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کا بیان کرنا تھا۔ عالم ارواح جب عالم اجساد ہے نہیں تو احکام شرعیہ نماز، روزہ، حج، اور زکوۃ کا وجود کہاں، یہ تو عالم اجساد کے عوارض ولوازم ہیں، عالم ارواح میں عالم اجساد کے احکام کو تلاش کرنا شان مجدد ہے جیسا کہ عمر حیات باروی اشرف سیالوی کو مجدد کہلوانے کے درپے ہے جب عالم ارواح کے معمولات دعوت وتبلیغ، معرفت اور تسبیح وتحمید ہے تو تحقیقات کا یہ کہنا کہ اگر آپ ﷺ عالم ارواح میں نبی ہوتے تو آپ کو اس کے احکام متحضر ہوتے کس قدر بھونڈی بات ہے۔

لیکن تحقیقات کی معلومات میں اضافہ کی خاطر یہ تحریر کرنا ضروری ہے کہ آپ ﷺ نے پیدا ہوتے ہی رکوع کیا اور سجدہ کیا۔ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا۔ کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔ وزائیدم محمد راپس دیدم اورا در سجدہ برداشتہ، وہر دوانگشت مسبحہ را بسوئے آسمان مانند متفرع، مبتہل" (مدارج النبوت۔ جلد دوم ص ۱۶)

جب میں نے محمد ﷺ کو جنم دیا تو میں نے دیکھا کہ آپ سجدہ کر رہے ہیں، اور آپ کی شہادت والی دونوں انگلیاں آسمان کی طرف اس طرح اٹھی ہوئی ہیں جس طرح اللہ کے سامنے عاجزی اور انکساری کرنے والا آدمی اٹھایا کرتا ہے۔

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ چون ہنگام سخن گفتن شد، شنیدم از وے کہ میگفت اللہ اکبر اللہ اکبر، الحمد للہ رب العلمین، سبحان اللہ بکرۃ واصیلا، پھر کہا کہ شنیدم از وے کہ در دل بشب میفرمود

لا الہ الا اللہ قد وسا قد نامت العیون، والرحمٰن لا تاخذہ سنۃ ولا نوم" (مدارج النبوت جلد دوم، ص ۲۱)

معلوم ہوا آپ نے ظہور فرماتے ہی سجدہ کیا اور بلند آواز سے الحمد للہ کہا انگشتہائے شہادت کو اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی عبدیت اور عاجزی، انکساری کا واضح اعلان فرمایا، جب بولنے اور گفتگو کرنے کا وقت آیا تو اللہ کی تکبیر، اللہ کے لیے تمام محامد اور عالمین کے لیے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اظہار اور اقرار کیا۔ صبح وشام اللہ کے لیے تسبیح کا تکلم فرمایا۔ رات آتی تو دل میں لا الہ الا اللہ کا ورد فرماتے اور ساتھ ہی یہ پڑھتے مخلوق کی آنکھیں سوگئی ہیں۔ لیکن رحمٰن کو اونگھ آتی ہے نہ نیند۔

تحقیقات غور کرے کہ عالم ارواح کی تعلیمات، اور احکامات اس کے سوا کیا تھے؟ کیا سارے کلمات طیبات عالم ارواح میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پڑھے کیا ارواح اور فرشتوں نے آپ کو اپنا نبی مان کہ ان اسمائے حسنیٰ، اور کلمات طیبات کا ورد نہیں کیا، آدم کی پیدائش کے سلسلے میں فرشتوں سے مشاورت میں فرشتوں نے کہا نحن تسبیح بحمدك وتقدس لك یہ جملے اور یہ کلمے کس کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا، تسلیم کرنا پڑے گا کہ بوقت پیدائش اور حلیمہ سعدیہ کے ہاں دور حضانت ورضاعت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان اسماء اور کلمات کا تلفظ کرنا، عالم ارواح کے احکام کا استحضار تھا، تحقیقات کا احکام کے استحضار کا طعنہ دینا غلط اور کلمہ گو مسلمان کے شایان شان نہیں۔

حضرت امام مناوی رحمہ اللہ نے فرمایا: کنت بنیا ولم یقل کنت انسانا ولا کنت موجودا اشارة الی ان نبوته صلی اللہ علیہ وسلم کانت موجودة فی اول خلق الزمان فی عالم الغیب دون عالم الشهادة فلما انتهى الزمان باسم الباطن الى وجود جسمه وارتباط الروح به صلی اللہ علیہ وسلم انتقل حکم الزمان فی جریانه الى اسم الظاهر فظهر بذاته جسما وروحا فکان الحکم له باطنا اولا فی کل ماظهر من الشرائع علی ایدی الانبیاء والرسل ثم صار الحکم له ظاهرا فنسخ کل شرع ابرزه الاسم الباطن بحکم الاسم الظاهر لبیان اختلاف حکم الاسمین وکان المشرع واحد (جواہر البحار، جلد ثانی ص ۱۶۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کنتُ نبیا کنت انسانا، یا کنت موجودا نہیں فرمایا کنت

بنیا فرما کر آپ نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ زمانہ کی تخلیق کے شروع میں آپ کی نبوت موجود تھی، عالم شہادت کے علاوہ عالم غیب میں موجود تھی، جب اسم باطن کا زمانہ آپ کے جسم مقدس کے وجود، اور روح کے اس کے ساتھ مرتبط ہونے پر انتہا کو پہنچا تو زمانہ باطن کا حکم زمانے کے جریان (تسلسل) کی وجہ سے اسم ظاہر کی طرف منتقل ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسم اور روح کے ساتھ اپنی ذات کا اظہار فرمایا انبیاء سابقین اور رسولوں کے ادوار میں جتنے احکام شرائع ظاہر ہوئے وہ آپ کا حکم باطن تھا۔ ذات اقدس کے ظہور قدسی کے اظہار پر اسم باطن کا حکم اسم ظاہر کی طرف منتقل ہوا، تا کہ اسم باطن اور اسم ظاہر کا اختلاف حکم واضح ہو جائے اگر چہ شریعت اور صاحب شریعت ایک ہی ہے۔

امام مناوی رحمہ اللہ کا کلام بڑا واضح ہے امام کے نزدیک زمانہ کے تخلیق سے قبل آپ کی نبوت موجود تھی، اور یہ نبوت عالم غیب یعنی آپ کے ظہور تک اسم باطن کے مفہوم اور مدلول میں تھی عالم ازل سے لے کر آپ کے ظہور قدسی تک کا زمانہ عالم غیب ہے اس عالم میں آپ کی نبوت موجود تھی آپ کی شریعت کا پرچار کرنا اور دعوت دینا ہر نبی اور ہر رسول کا آپ کا نائب ہو کر معجزات دکھانا اور دعوت و تبلیغ کرنا آپ کی نبوت کا کرشمہ تھا اس عالم غیب کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو الباطن فرمایا ہے۔

اگر روز ازل سے لے کر آپ کے جسمانی ظہور تک آپ کی نبوت کا دوام، اور استمرار تسلیم نہ کیا جائے تو الباطن جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بطور خاص صفاتی نام عطا فرمایا ہے اس پر عقیدہ اور عمل کیسے ہو گا؟ جب تخلیق زمانہ سے لے کر آپ کے جسمانی ظہور تک کا سارا زمانہ عالم غیب ہے اور اس عالم غیب کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسم الباطن کا صفاتی نام دیا گیا ہے تو پورے عالم غیب کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم الباطن بھی ہیں، اور نبی بھی ہیں آپ کی نبوت کا انکار کرنا درحقیقت آپ کے الباطن ہونے کا انکار ہے جو ایک کلمہ گو مسلمان کے لیے روا نہیں۔

اسی طرح علامہ مناوی کا قول ہے کہ جسم عنصری کی موجودگی اور اس کے ساتھ ربط روح کا زمانہ عالم شہادت ہے اور اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسم الظاہر کے صفاتی نام سے موسوم فرمایا

ہے، معلوم ہوا وجود جسمانی سے ہی آپ الظاہر ہیں، تو جسم عنصری کے ظہور سے ہی آپ نبی ہیں جس طرح روز ازل سے لے کر ظہور قدسی تک آپ کی نبوت موجود اور آپ نبی ہیں اسی طرح ظہور قدسی سے لے کر عرصہ محشر تک کا سارا عرصہ عالم الشہادہ ہے، جس کے لیے آپ ﷺ کو الظاہر کے صفاتی نام سے موسوم کیا گیا۔ اور آپ کی نبوت کا دائرہ روز ازل سے لے کر ابد تک پھیلا دیا گیا ہے، جس کا انکار اہل قدر و دانش کے لیے ممکن نہیں۔

تحقیقات کا مبلغ علم

بحمد اللہ ہم امت محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء کے معروف آسمان علم و معرفت کے نیر ہائے تاباں کے اسمائے گرامی نقل کر آئے ہیں جو روز ازل سے لے کر عرصہ محشر تک ایک لمحہ اور ایک ساعت کے لیے آپ کی نبوت کے انقطاع، سلب، یا منصب نبوت سے معزولی کا عقیدہ نہیں رکھتے، علم و معرفت کے ان بحار سے ان کے معرفت اور علم بھرے زمانے میں کوئی مساوی ہے نہ افضل ان کے فرمودات کے انوار سے آج بھی اہل ایمان مستفید ہو رہے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے، ان کے پایۂ علم تک رسائی حاصل کرنا محال نہ سہی ناممکن ضرور ہے، تحقیقات کا منطقی اور معقولی مبلغ علم یہ ہے کہ ازمنہ ثلثہ میں سے کسی ایک وقت میں آپ کے لیے نبوت کا ثبوت و عروض مطلقہ عامہ کے عنوان، مدلول اور مصداق میں کافی ہے یعنی تحقیقات کے نزدیک محمد رسول اللہ قضیہ مطلقہ عامہ ہے، یعنی ازمنہ ثلثہ میں سے کسی ایک وقت میں آپ کو نبی اور رسول مان کر ایمان کامل مکمل ہو جاتا ہے اور تحقیقات کے منقولی علم کا پایہ اتنا بلند ہے کہ حدیث کنت نبیا وآدم بین الماء والطین اپنے ظاہری معنی پر نہیں، جبکہ مفسرین محدثین، علمائے کلام اور عرفاء امت نے مدلول حدیث کو درست اور رسول اللہ علیہ وسلم کا خاصہ قرار دیا ہے لیکن عمر حیات یاروی نے تحقیقات کے مندرجات کو رشحات مجدد اور شان مجدد قرار دیا ہے شاگرد و مرید کی عقیدت اندھی ہو سکتی ہے لیکن اس کے لیے بھی ایک حد ہونی چاہیے، ارضی حقائق اور زمینی دلائل کے خلاف قائم ہونے والی ارادت کو دنیا خفت عقل پر محمول کرتی ہے، جو پیر و استاد کی عزت کا باعث نہیں بنتی، بلکہ اس کے تشخص اور منصب کو مجروح کرتی ہے لیکن عمر حیات باروی مرد آزاد ہے، مرد آزاد قواعد و

ضوابط سے آزاد من چلا اور من پسند ہوتا ہے۔

لہٰذا باروی صاحب کو ان کے حال پر چھوڑتے ہوئے ہم رواں بہ منزل ہوتے ہیں۔ وباللہ التوفیق (تحقیقات کی ایک اور علمی لغزش) تحقیقات نے آغاز ولادت سے اور عالم ارواح والی نبوت کی نفی اور انکار میں لکھا کہ علمائے کرام کے اذہان میں یہ سوال ہی کیوں پیدا ہوتا ہے کہ شریعت پر عمل پیرا تھے یا نہیں؟ اور عمل پیرا ہونے کی صورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کا تابع ہونا مختار اور راجح کیوں ٹھہراتے؟

توضیحا کہا جائیگا کہ علمائے کرام کے سوال کا منشا یہ نہیں وہ نبی نہیں تھے، بلکہ منشاء سوال یہ ہے کہ غار حراء میں چلہ کشی کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کس شریعت پر تھی، اس کی توضیح کرتے ہوئے شیخ نورالدین علی بن زین الدین ابی المواہب الشہیر بابن الجزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اختلف فیما کان یتعبد به صلی اللہ علیہ وسلم قبل الوحی والنبوة فقیل بشریعة ابراهیم وقیل بغیره مذاهب اصحها واجلها واولاها مذهب من ذهب الی الوقوف عن ذالك والسكوت، وهو صلی اللہ علیه وسلم مطبوع علی الحق والخیر واخلاق الكرام الموافقة جاء ت به شریعته یالهام اللہ له من حین نشاء صغیر ا'' (جواہر البحار ج۳ ص ۔۸۷)

اس امر میں علماء کا اختلاف ہے کہ اعلان نبوت اور نزول وحی سے قبل آپ کس شریعت پر عبادت کرتے تھے۔ بعض نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت پر عمل کرنے کا قول کیا ہے، لیکن سب سے زیادہ صحیح اور سب سے جلیل اور قبول کرنے کے زیادہ لائق قول ان علماء کا ہے جنہوں نے اس بارے میں توقف اور سکوت کیا ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق ہی حق، خیر، اور ان اخلاق کریمہ پر ہوئی ہے جو آپ کی شریعت کا حصہ بننے والے تھے، اور ان اخلاق کریمہ پر عمل کرنے کا سبب یہ تھا کہ بچپن میں ہی آپ پر الہامات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ کلام شیخ رحمہ اللہ سے ثابت ہوا کہ آپ کسی نبی بشمول حضرت ابراہیم کی شریعت پر عمل پیرا نہ تھے، یہ عقیدہ سب سے افضل، اعلیٰ اور صحیح ہے کیونکہ امور خیر اور طریق عبادت میں، انہی امور کا الہام ہوتا تھا جنہوں نے آگے نزول وحی پر آپ کی شریعت کا

حصہ بنتا تھا اعلان نبوت اور نزول وحی سے قبل آپ کا طریق عبادت آپ کی شریعت کے مطابق تھا، اور جو امور آپ بجالاتے بذریعہ الہام ان کو اپنانے اور روبعمل لانے کا حکم دیا جاتا تھا، یہ الہامات عبادت تھے جو نزول وحی اور اعلان نبوت سے کچھ عرصہ پہلے ہوتے رہے، اس دور میں الہامات کا انکار ممکن نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر الہامات کا سلسلہ بچپن میں ہی شروع ہو گیا تھا۔

واضح رہے کہ شیخ ابن الجزار کا یہی کلام تحقیقات نے ص ۲۳۲ پر نقل کیا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روز ولادت سے ہی نبی ہیں۔ اگر نبی نہ ہوتے تو آپ اپنی ہی شریعت کے احکامات اور طریقوں پر عبادت کیوں کرتے؟ شریعت ابراہیمی کے پیروکار ہوتے، اگر روز ولادت سے نبی نہ ہوتے تو بچپن میں ہی آپ پر الہامات کرنے کا سلسلہ کیوں شروع کیا جاتا۔ ثابت ہوا آپ روز ولادت سے ہی نبی ہیں، آپ شریعت ابراہیمی کے پیروکار نہ تھے۔

امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ان العلماء اختلفوا هل كان صلی اللہ علیہ وسلم قبل بعثته متعبدا بشرع من قبله او لا فقال الجمهور لم يكن متعبد الشئ واحتجوا بان ذالك لو وقع نقل ولما امكن كتمه وستره في العادة ولا فتخر به اهل تلك الشريعة واحتجوا به عليه صلی اللہ علیہ وسلم فلما لم يقع شيء من ذالك علمنا انه لم يكن متعبدا بشرع نبي قبله (جواہر البحار، جلد ثانی، ۱۰۳) علماء کا اس امر میں اختلاف ہے کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیشتر و کسی نبی کی شریعت پر عبادت کرتے تھے یا نہ؟ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ آپ کسی بھی نبی کی شریعت کے پیرکار نہ تھے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو منقول ہوتا، امر عادی ہونے کی وجہ سے اس کا چھپانا یا صیغہ راز میں رکھنا ممکن نہ تھا۔ اور اگر کسی نبی کی شریعت پر عمل پیرا ہوتے تو اس شریعت کے پیروکار اس پر فخر کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حجت پیش کرتے، جب ایسی کوئی بات ہی نہیں تو ہمیں علم ہو گیا کہ آپ اپنے سے قبل کسی بھی نبی کے پیروکار نہ تھے۔ تحقیقات نے جمہور کا فیصلہ اور قول محکم دیکھے بغیر کیسے لکھ دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا مسئلہ اختلافی ہے اگر نبی ہوتے یہ مسئلہ اختلافی کیوں ہوتا؟ قول جمہور اس بات پر حجت قویہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت اور آمد وحی سے

قبل نبی تھے، آپ کی شریعت کے احکام ہی آپ پر الہام کیے جاتے تھے۔ امام ابوالحسن الماوردی رحمہ اللہ نے فرمایا۔ اختلف اهل العلم هل كان قبل مبعثه متعبدا بشريعة من تقدمه من الانبياء فذهب اكثر المتكلمين و بعض الفقهاء من اصحاب الشافعي و ابي حنيفة رضي الله عنه الى انه ﷺ لم يكن متعبد البشريعة من تقدمه من الانبياء الخ (جواہر البحار، جلد اول ص ۱۰۴) اہل علم نے اختلاف کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیشرو انبیائے کرام میں سے کسی نبی کی شریعت پر عمل پیرا تھے، اکثر متکلمین، امام شافعی امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے بعض فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ آپ انبیائے سابقین میں سے کسی بھی نبی کی شریعت پر عبادت نہیں کرتے تھے۔ تحقیقات کی اس دلیل کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ علماء کے اختلاف کا بہانہ تراش کر بعثت اور اعلان نبوت سے قبل آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کیا گیا ہے، تحقیقات نے دیگر علماء وعرفاء کے اقوال دیکھے نہ قول جمہور ملاحظہ کیا امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے فرمایا: فهذه جملة المذاهب في هذه المسئلة واظهر الاول وهو الذي عليه الجمهور (جواہر البحار، جلد ثانی، ص ۱۰۳) اس مسئلہ میں تمام مذاہب سے افضل، اظہر اور قابل اعتماد جمہور کا مذہب ہے قول جمہور کی موجودگی میں دوسرے مذاہب کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔

تحقیقات کا عقیدۃ کیسا ہے؟

یہ امر بھی توجہ طلب ہے کہ تحقیقات نے لکھا کہ آپ ﷺ وحی خفی اور کشف صحیح کے ذریعے اپنی شریعت کا علم حاصل کر کے اس پر عمل نہیں فرماتے تھے بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی شریعتوں میں سے جو امر حق وصواب راجح اور وزنی معلوم ہوتا تھا اس پر عمل فرماتے تھے۔ تو اس نبوت میں اور ولایت کبریٰ میں کیا تفریق اور تمیز ہو سکے گی، ص ۳۴۹۔ توضیحا کہا جائے گا کہ بفضل اللہ ہم نے علماء وعرفاء کے اقوال ذکر کر دیئے ہیں، اور قول جمہور بھی نقل ہو چکا ہے، امام ابن

حجر رحمۃ اللہ نے تمام اقوال اور قول جمہور کے درمیان تجزیہ کرنے کے بعد فرمایا کہ سب سے افضل راجح اور قابل اعتقاد و عمل عقیدۂ جمہور ہے۔ کیا تحقیقات کی تحقیق اور مبلغ علم، جمہور اور امام ابن حجر رحمہ الہ سے بلند اور فائق ہے؟ جملہ انبیاء کرام کی شرائع منزل من اللہ ہیں، حق وصواب کی پیکر اور حق وصواب کی ترجمان ہیں، ان کی ہر شی، اور ہر حکم اپنے اپنے زمانے میں امر راجح تھا اسی لیے انبیاء اور مخلوق کو ان کا مکلف بنایا گیا، تحقیقات نے کیسے کہہ دیا ہے کہ جو ان میں حق وصواب اور راجح اور وزنی معلوم ہوتا تھا اس پر عمل کرتے تھے۔ تحقیقات کے نزدیک شرائع سابقہ حق وصواب اور وزنی نہیں؟

نیز تحقیقات کا یہ کہنا بھی بے بنیاد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شریعت ابراہیمی کے پیروکار تھے، جیسا کہ لکھا مختار قول یہی ہے کہ آپ ابراہیم السلام کے دین و مذہب کے تابع تھے۔ ص ۲۳۸

ثانیاً تحقیقات نے تحریر کیا علیکم بالجماعة، يدالله على الجماعة (ص ۳۴۸) فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم جزو ایمان ہے اور ہم بھی یہی عقیدہ رکھتے اور کہتے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ الجماعۃ کیا ہے؟ وہ کون لوگ ہیں؟ کیا تحقیقات اور ان کے چند تلامذہ الجماعۃ کا مدلول اور مفہوم ہیں؟ جن علماء عرفاء نے بچپن سے آپ پر الہامات ہونے کا ذکر فرمایا ہے وہ الجماعۃ سے خارج ہیں، ان علماء و عرفاء کے اسمائے گرامی پہلے نقل ہو چکے ہیں، اگر علم و معرفت کے یہ شموس و کواکب الجماعۃ میں شامل اور داخل نہیں تو پھر اور کون ہے؟ جو لوگ علماء امت عرفاء ملت کی توضیحات کے خلاف حدیث کنت نبیا کی صحت، معنوی نفس الامری اور خارجی حیثیت کو تسلیم نہیں کرتے وہ لوگ الجماعۃ ہیں؟ ان کی پیروی لازم ہے؟ اگر الجماعۃ کا مدلول بننے والوں کی نظر علم قصیدۂ حضرت عباس اور ان کے ایمان لانے کی وجہ اور علت پر پڑتی تو خوش فہمی کا شکار ہوتے اور نہ جمہور کے مقابل اپنی راہ چلتے تحقیقات نے جواہر البحار کے کثیر حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ مگر جواہر البحار کی ہر چہار جلدات میں کنت نبیا و آدم بین الماء والطین پر سمندر سے گہری، اور مشارق و مغارب کی پہنائیوں سے زیادہ وسیع و عریض علماء اور عرفاء کی ابحاث نظر نہ آئیں اور اپنی انوکھی سوچ اور فکر کو الجماعۃ کا لبادہ اوڑھا دیا۔ اس بارے شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کا عقیدہ اور موقف معلوم کرنے کی زحمت گوارا نہ کی، شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا ظاہر آں است کہ از

جانب حق نور رشد و ہدایت در دل مے تافتہ بود کہ بداں مقرب و مرضی درگاہ بعمل مے آید بے اتباع شریعتے وحکم عقل ۔(اشعۃ اللمعات، جلد چہارم ص ۵۰۶) ظاہر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور رشد و ہدایت آپ کے دل میں تابندہ تھا اس نور رشد و ہدایت کی روشنی یں آپ ایسے اعمال کرتے جو اللہ کے قریب کرنے والے اور اللہ کی مرضی کے مطابق ہوتے، آپ کسی شریعت کے پیروکار نہ تھے۔ جواہر البحار کے حوالہ جات اور شیخ محقق رحمہ اللہ کی توضیح کے بعد تحقیقات کا قول مردود ہے'' مدعیان الجماعۃ کومندرجہ بالا تمام اقتباسات کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

تحقیقات کا ایک اور ایمان سوز عندیہ

جبکہ ایک ہستی نبی ہے تو اس کے پاس لوگوں کے رشد و ہدایت اور اصلاح کا سامان نہیں تھا تو کم از کم اپنی تربیت کا سامان ہونا چاہیے تھا ص ۲۳۸ مقصد یہ کہ اعلان نبوت سے قبل آپ نبی نہیں ہیں گر آپ نبی ہوتے تو آپ کے پاس اپنی تربیت کا سامان ہوتا۔

توضیحا کہا جائے گا کہ آپ روز ولادت سے نبی ہیں، آپ کی خلقت حق اور خیر پر ہوئی ہے آپ کی حقیقت مقدسہ اور روح وصف نبوت سے متصف ہیں ان حقائق کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ آپ کے پاس اپنی تربیت کا سامان نہ تھا انتہائی غلط اور گستاخانہ رویہ اور عندیہ ہے، جو نوک قلم پر نہیں آنا چاہیے تھا، یہ عندیہ امت کے علماء اور عرفاء کے خلاف ہے، آپ کی اصلاح اور تربیت کی ذمہ داری خود خالق کائنات نے لے رکھی تھی، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا چوں وفات یافت عبداللہ گفتند ملائکہ الٰہنا وسیدنا یتیم شد محمد پیغمبر تو وحبیب تو فرمود خداوند تعالیٰ من اورا حافظ ونصیرم وکفیل اویم صلوات وسلام فرستید بروے و برکات خواہید ودعا کنید مراورا، صلوات اللہ وملائکۃ والنبیین ولصدیقین والشہداء والصالحین علی محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب و برکاتہ، وسلامہ، (مدارج النبوت، جلد دوم، ص ۴) جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو فرشتوں نے کہا اے ہمارے معبود ہمارے آقا اور سردار یتیم ہو گئے ہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے پیغمبر اور حبیب ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میں اس کا محافظ ہوں، میں اس کا مددگار ہوں، میں اس کا کفیل یعنی ذمہ دار ہوں، تم ان پر صلوٰت والسلام بھیجو، اور

برکات کے نازل کرنے کی مجھ سے استدعا کرو، اور اس کی رفعت شان کے لیے دعا کرتے رہو، اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں، نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کی صلوٰت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب پر، اللہ تعالیٰ کی برکات اور سلام نازل ہوان پر ثانیا بقول تحقیقات اگر یہ تسلیم کرلیا جائے آپ نبی اس لیے نہیں تھے کہ لوگ تو لوگ رہے اپنی اصلاح اور تربیت کیلئے آپ کے پاس کچھ نہ تھا تو سوال یہ ہے کہ اگر آپ نبی نہیں تھے تو حضرت اسرافیل علیہ السلام اور حضرت جبریل علیہ السلام کو غیر نبی کیلئے مصاحب اور خادم کیوں بنایا گیا؟ کیا ایک عام آدمی جو عامۃ البشر میں سے ہو اس کیلئے ان اولوالعزم فرشتوں کو اصلاح کار بنایا جا سکتا ہے؟ شیخ محقق رحمہ اللہ نے تو فرمایا ہے کہ غار حراء میں آمد سے قبل جبریل علیہ السلام اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان پورا تعارف بلکہ دوستانہ تھا، تعجب ہے جبریل علیہ السلام اور غیر نبی کے لئے دوستی اور جان پہچان؟ کوئی عقل وشعور رکھنے والا شخص تسلیم کر سکتا ہے؟ اور دنیا میں جلوہ گری سے قبل اللہ تعالیٰ نے جس کی حفاظت، مدد کفالت کی ذمہ داری خود لے رکھی ہو اور وہ ذات ہو بھی اللہ کی رسول اور حبیب تو اس کے متعلق کہنا کہ اس کے پاس اپنی تربیت اور اصلاح کا سامان نہ تھا کس قدر لایعنی اور گھٹیا سوچ ہے جس ذات کی محافظ ذات باری تعالیٰ، جس کا مددگار رب ذوالجلال ہو جس کی دینی جسمانی اور روحانی کفالت خدائے ذوالجلال نے اپنے ذمہ لے رکھی ہو، اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنا حبیب بنا رکھا ہو اس کے پاس اپنی تربیت اور اصلاح کا سامان نہیں؟ جس کی رفعت شان اور عظمت مقام کا حال یہ ہے کہ اولعزم فرشتے خدمت کے لیے جس کے مصاحب رہے ہوں، وہ اپنی ترتیب اور اصلاح کا سامان نہیں رکھتا تھا کس قدر لایعنی اور گھٹیا پچ ہے جس کی رفعت شان، اور عظمت مقام کا حال یہ ہے کہ اولعزم فرشتے خدمت کے لیے جس کے مصاحب رہے ہوں، وہ اپنی تربیت سے عاجز قاصر اور تہی دست ہے؟ یا للعجب

عالم الغیب میں نبوت کے لیے وجود عنصری شرط نہیں بلکہ حقیقت محمدیہ اور روح کا ہونا ضروری ہے

پہلے علمائے اعلام اور عرفائے عظام کے اقوال سے تحریر ہو چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی الباطن بھی ہے، جس کا مدلول آپ کی تخلیق سے لے کر آپ کے ظہور قدسی تک ہے، جس کی تعبیر وتفصیل یہ ہے کہ ہر نبی اور ہر رسول کے دور میں حقیقی داعی اور حقیقی نبی آپ ہی تھے، ہر نبی اور ہر رسول نے آپ کی قیادت اور خلافت میں دعوت وتبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا، بلکہ ساری کائنات کے وجود اور ساری مخلوق کی رگ، رگ میں آپ کی نبوت کا فیضان کارفرما تھا۔ اسی کا نام عالم الغیب ہے جس کی ابتداء تخلیق زمانہ سے ہوئی اور انتہاء آپ کے جسم مقدس کے ظہور پر ہوئی، جسم مقدس کے ظہور پر آپ ﷺ کو الظاہر کے اسم صفاتی سے موسم فرمایا۔ یعنی جس طرح آپ ﷺ الاول، الآخر ہیں اسی طرح آپ الباطن اور الظاہر بھی ہیں، نبوت ایک عرض لازم ہے، اس کے لیے معروض اور محل کا ہونا ضروری ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

عالم غیب اور چالیس سے قبل نبوت کا انکار محال شرعی ہے

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر آپ کو عالم غیب کے لیے نبی مان کر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آپ الباطن ہیں تو نبوت کا محل اور معروض کیا ہوگا؟ جسم عنصری تو بہت بعد ظہور میں آیا ہے، جبکہ نبوت کے لیے جسد عنصری کا ہونا لازمی ہے، جواباً کہا جائے گا کہ عالم غیب، اور الباطن ہونے کے اعتبار سے آپ ﷺ بلاشبہ نبی ہیں، لیکن الباطن اور عالم غیب کے حوالے سے آپ کی نبوت کے لیے جسد عنصری کا وجود ضروری نہیں، اگر جسد عنصری کو لازمی قرار دیا جائے تو حدیث کنت نبیا کی تکذیب اور انکار لازم آئیگا جو محال شرعی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے کنت نبیا میں اپنی حقیقت مقدسہ اور روح انور کے نبی ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے، جو الباطن ہونے کی بناء پر وصف نبوت سے متصف اور محل تھے۔

علامہ محقق شیخ احمد بن محمد بن ناصر سلاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ان الاشارۃ بحدیث کنت

نبیا الی روحہ الشریفة والی حقیقة من الحقائق یعلمها اللہ سبحانہ فیکون النبوۃ محل (جواہر البحار، جلد رابع ص ۲۱۰) حدیث کنت نبیاء میں آپ کی روح شریفہ اور حقیقت مقدسہ کی طرف اشارہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ عالم غیب یعنی جسم اقدس کے ظہور سے پہلے نبوت کا محل یہی دو چیزیں تھیں۔ یعنی آپ ﷺ اپنی حقیقت مقدسہ اور روح انور جو نبوت کا معروض اور محل تھے کے ذریعے انبیاء، رسولوں اور دیگر مخلوقات کو نبوت کے فیضان سے مستفید فرما رہے تھے۔ اور جب آپ جسم اطہر کے ساتھ جلوہ گر ہوئے، اور الظاہر کا منطوق، اور مدلول بنے تو آپ کا جسم اطہر نبوت کا معروض اور محل بنا، کیونکہ الظاہر کا اطلاق عالم دنیا میں جلوہ گری پر ہوا، اس سے قبل آپ ﷺ الباطن کا مدلول اور منطوق تھے، اس سے ثابت ہوا کہ اگرچہ آپ الظاہر اور الباطن ہیں مگر زمانے کے لحاظ سے دونوں کے احکامات الگ الگ ہیں، امر نبوت کا دوام اور استمرار موجود ہے صرف نبوت کے معروض اور محل میں تبدیلی آئی ہے۔

علامہ ناصر سلاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: علی ان اشتراط المحل الذی تقوم بہ النبوۃ انما ھو فی النبوۃ المتعلقة بالجسد بعد ارتباط الروح بہ (جواہر البحار، جلد رابع۔ ص ۲۱۰) ہاں جس نبوت کے لیے محل اور معروض کو شرط لازم قرار دیا گیا ہے، اس سے مراد وہ نبوت ہے جس کا تعلق جسم سے ہو اور اس جسم سے روح کا رابطہ قائم ہو چکا ہو۔ علامہ کے کلام سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ جب آپ عالم غیب میں تھے اور آپ الباطن کے مدلول اور مصداق تھے تو حقیقت مقدسہ اور روح شریفہ نبوت سے متصف تھے، سارا عالم غیب آپ کی نبوت سے فیض یاب ہو رہا تھا۔ اور جب آپ عالم شہادت (ظہور قدسی) میں جلوہ گر ہوئے تو الظاہر کے صفاتی اسم سے موصوف اور متصف ہو کر عالم شہادت (دنیا) کے لیے فیض رساں ہوئے'' واضح بات ہے کہ الظاہر کا اطلاق اس روز سے ہے جب جسد عنصری وجود میں آیا اور اس میں نبوت کا منصب رکھنے والی روح اس میں ڈالی گئی۔ اگر یہ کہا جائے کہ آپ کو نبوت چالیس سال کے بعد ملی ہے تو ماننا پڑے گا کہ چالیس سال قبل آپ کی روح مبارکہ نبوت سے عاری اور معزول ہو یہ بھی باطل ہے کیونکہ ظہور قدسی کے وقت خوارق عادات کا ظہور

ہوا ہے، علمائے اعلام، اور عرفائے عظام نے ان کوار ہاصات (معجزات) قرار دیا اور تسلیم کیا ہے۔ پھر سوال یہ ہے کہ جسم اقدس میں روح وہی ہے یا کوئی اور؟ اگر وہی ہے تو ظہور قدسی کے وقت نبوت کی نفی کیسی اور انکار کیوں؟ اگر کوئی اور ہے تو محتاج ثبوت ہے؟ اور پھر محال شرعی ہے، کیونکہ اس سے متعلق احادیث مبارکہ کی نفی اور تکذیب لازم آتی ہے، پھر آپ کے اسم صفاتی الظاہر کا انکار اور نفی لازم آتی ہے۔ غرضیکہ کسی بھی صورت ظہور قدسی سے پہلے اور چالیس سال سے قبل آپ کی نبوت کا انکار اور نفی ممکن نہیں۔ بلکہ محال شرعی ہے روز ازل سے لے کر آپ کے ظہور قدسی تک کا سارا زمانہ اور سارا عرصہ عالم غیب ہے اور اس کے لیے آپ الباطن ہیں عالم غیب میں آپ کی نبوت کا موصوف اور محل آپ کی حقیقت مقدسہ اور روح انور ہے اس نبوت کا محل جسد عنصری نہیں تاکہ کوئی محذور لازم آئے۔ جسد انور کی موجودگی پر آپ الظاہر ہیں جس کا اطلاق روز ولادت سے ہے الباطن اور الظاہر قضیہ مشروطہ علامہ کی صورت میں آپ کے لوازم ہیں کہ جب تک آپ نبی ہیں الباطن بھی ہیں اور الظاہر بھی۔

عارف باللہ شیخ علی ددہ رحمہ اللہ نے وقولہ یکاد ذیتھا کے تحت فرمایا: ای تکاد نبوۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تبین للناس قبل کلامہ وظھرت انواع معجزاتہ قبل دعوتہ ونور وجودہ قبل وجودہ (جواہر البحار جلد رابع۔ص ۱۷۹) اعلان نبوت سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا یہ عالم تھا کہ اگر آپ نبوت کا اعلان نہ فرماتے تو بھی آپ کی نبوت لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جاتی، اور دعویٰ نبوت کئے بغیر آپ کی ذات سے ہر قسم کی معجزات صادر اور ظاہر ہو جاتے۔ اور آپ کے وجود مقدس سے قبل ہی آپ کی ذات اقدس کا نور جگمگانے لگتا، غور طلب امر یہ ہے کہ اگر آپ اعلان نبوت سے پہلے نبی نہ ہوتے، اور آپ کی روح انور نبوت سے متصف نہ ہوتی تو اعلان اور دعویٰ نبوت سے قبل نبوت، معجزات، اور نور ذات کا ظہور اور صدور کیوں اور کیسے ہوتا بہر حال علی الاطلاق یہ کہنا کہ چالیس سال سے قبل آپ نبی نہیں تھے، غلط اور خلاف حقائق ہے، تحقیقات نے خود۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اپنے والدین کریمین تک تمام ادوار، اور تمام انساب کو بیان فرمایا اور اپنی ذات مقدسہ کو یائے متکلم سے تعبیر فرمایا تحقیقات۔ص ۴۷

اسی طرح حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو صحابہ کے کثیر مجمع میں جو قصیدہ پیش کیا، اس میں جنت، جنت سے بذریعہ آدم علیہ السلام دنیا میں تشریف آوری اور ان سے لیکر آپ کے ظہور قدسی تک تمام مراحل اور تمام احوال مدارج کا تذکرہ موجود ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کی ذات بابرکات کو ضمیر مخاطب سے ذکر کیا اور تعبیر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی واقعہ حال، اور دور کا انکار فرمایا اور نہ رد فرمایا جس سے یہ قصیدہ حدیث تقریری میں بدل گیا اور صداقت کا نشان اور ترجمان بن گیا اور چونکہ یہ فعل تکلم اور نذرانہ عقیدت وحقیقت آپ کی موجودگی اور وقت خاص میں ہوا اس لیے یہ قصیدہ حدیث مرفوع کہلایا اس قصیدہ کا آخری شعر توجہ طلب ہے۔

وانت لما ولدت اشرقت الارض وضاءت نبورك الافق یہ غیر فطری، غیر عادی پوری روئے زمین اور آفاق سماوی کو اپنی لپیٹ میں لینے والا نور، نور نبوت ہے جو آپ کے نبی ہونے کی واضح دلیل اور معجزہ ہے حدیث تقریری، اور حدیث مرفوع سے ثابت ہونے والے امر کا انکار اور تکذیب ایمان کے لیے سم قاتل ہے۔

آیہء کریمہ و تقلیلك فی الساجدین کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ کا قول۔من نبی الی نبی حتی اخرجت نبیا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا اپنے ایمان لانے کا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود ارشاد فرمانا کہ میں وہ نور ہوں جو میری والدہ ماجدہ نے دیکھا تھا اور بوقت ولادت اس نور کی روشنی سے میری ماں نے شام کے محلات دیکھ لیے تھے یہ تمام احادیث آپ کے روز ولادت سے ہی آپ کے نبی ہونے پر دلالت کرتی ہیں، ان کی موجودگی میں چالیس سال سے قبل یا روز ولادت سے نبی نہ ہونے کا عندیہ کیسے درست ہوسکتا ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے متی وجبت لک النبوۃ میں نبوت کا کل زمانہ پوچھا ہے

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا متی وجبت لك النبوۃ یا رسول اللہ فرمایا و آدم بین الرواح والجسد ،صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اگر سوال دنیا میں

حاصل ہونے والی نبوت کے متعلق کیا ہوتا تو آپ جواب بھی اسی کے مطابق ارشاد فرماتے اور یوں فرماتے وجبت لی النبوۃ عند الولادۃ مجھے وقت ولادت سے ہی نبوت حاصل ہو چکی تھی عالم ارواح کی بابت بتلانے کی کیا ضرورت تھی؟ (ص ۳۴۳)

توضیحا کیا جائے گا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو چالیس سال کے بعد ظاہر کی جانے والی اور اعلان فرمائی جانے والی نبوت کا علم تھا اگر صحابہ کرام روز ولادت سے آپ کو نبی نہ مانتے ہوتے تو ضرور سوال کرتے، صحابہ کا سوال نہ کرنا ثابت کرتا ہے کہ ان کا عقیدہ تھا کہ رز ولادت سے ہی آپ نبی ہیں۔ اگر آپ چالیس سال کے بعد نبی ہوتے تو فوراً ٹوک دیتے کہ تمہیں میری نبوت کے متعلق علم ہے تو پھر کیوں پوچھتے ہو۔

ثانیا: سوال مطلق ہے، سوال میں دنیاوی یا عالم ارواح والی نبوت کا ذکر نہیں اس لیے آپ ﷺ نے علی الاطلاق نبوت کا ذکر فرمایا۔

ثالثاً: صحابہ کرام کا علم ہونے کے باوجود سوال کرنا ثابت کرتا ہے کہ دنیاوی نبوت کے بارے میں نہیں پوچھا گیا، کیونکہ دنیاوی نبوت کے سال، دن، مہینے، اور ولادت باسعادت کے واقعات ان کے سامنے تھے، انہیں پورا پورا علم تھا، اگر سوال دنیاوی نبوت کے بارے میں ہوتا تو آپ ﷺ جواب مرحمت فرماتے، صحابہ کرام نے متی وجبت لك النبوۃ کے الفاظ پر مبنی سوال کیا متی زمانہ کے عموم اور اس کی کلیت پر دلالت کرتا ہے نورالانوار میں ہے: و اذا و متی یدلان علی عموم الزمان و کلیتہ وجبت کا معنی ثبتت ہے ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا۔ ای ثبتت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا کے ثابت شد مر ترا نبوت ۔ معلوم ہوا وجبت کا معنی ثابت ہے۔ لک میں ''ک''، ضمیر خطاب ہے اور اس کا مدلول، مصداق اور مراد آپ کی ذات من حیث النبی ہے (ﷺ) اور النبوۃ معرف بالام سے مراد آپ کی نبوت ہے جو موجودہ وقت سوال ہے اور جس کا محل آپ کی ذات کریمہ ہے۔

سوال کا سیدھا سادا مفہوم اور مقصود یہ ہے کہ آپ اس وقت تو بالفعل نبی ہیں، لیکن یہ نبوت

کب سے اور کس زمانے سے آپ کو حاصل اور آپ کے لیے ثابت چلی آ رہی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنت نبیا و آدم بین المآء و الطین سے جواب ارشاد فرمایا میرے لیے نبوت کا ثبوت اس وقت سے ہے جب آدم علیہ السلام پانی اور کیچڑ کے درمیان تھے۔

اس میں زمانے کے تعین کی کوئی قید نہیں، اور نہ ہی صحابہ کا سوال کسی خاص زمانے سے متعلق مشروط اور مقید ہے بلکہ صحابہ کرام کے سوال کرنے کا مقصد اس ساری مدت کے عموم اور سارے زمانے کی کلیت کو معلوم کرنا ہے جس میں آپ کے لیے نبوت کا ثبوت اور قیام چلا آ رہا ہے تو آپ نے مذکورہ حدیث میں پوری مدت اور کل زمانہ بیان فرمایا شیخ محقق نے حدیث متی و جبت لك النبوة کا مفہوم بیان فرمایا: ثابت شد مرترا نبوت و در کدام وقت بداں نامزد گشتی، قال و آدم بین الروح والجسد، آپ کے لیے نبوت کا ثبوت کب سے ہے، اور کس وقت منصب نبوت کے لیے آپ نامزد ہوئے ہیں؟ تو جواب میں فرمایا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

شیخ محقق نے فرمایا: گفت آنحضرت ثابت شد مرا نبوت و حال آنکہ آدم میان روح و جسد بود۔ (اشعۃ اللمعات۔ ج ۴۔ ۴۷۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے لیے نبوت اس وقت بھی ثابت تھی جس وقت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے، ملا علی قاری اور شیخ محقق کی تصریحات سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام نے پوچھا کہ نبوت کے لیے آپ کی نامزدگی کب ہوئی، کب سے آپ کے لیے نبوت کا ثبوت موجود ہے؟ صحابہ نے لفظ متی سے سوال کا آغاز فرمایا کہ اور یہ واضح کر دیا کہ ہمارے سوال کا تعلق روز ازل سے لے کر ظہور نبوت تک کے سارے دورانیے کو شامل ہے، روز ولادت سے لے کر چالیس سال کی عمر شریف تک محدود نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کنت نبیا الحدیث سے جواب مرحمت فرما کر یہ واضح فرما دیا کہ میں روز ازل سے نبی ہوں، روز ازل سے ہی میری نبوت ثابت اور موجود چلی آ رہی ہے، تحقیقات کا روز ولادت سے آپ کی نبوت کا انکار اور نفی کرنا مفہوم حدیث اور منشائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث مذکورہ بالا سے جواب ارشاد فرما کر یہ واضح کر دیا کہ روز ازل سے

لے کر اس وقت تک میری نبوت بطریق دوام اور استمرار چلی آ رہی ہے، صحابہ کرام نے اس نبوت متحققہ اور ثابتہ فی الخارج کو سوال کا عنوان بنایا اور اس کی مدت اور سارے زمانے کو مدنظر رکھ کر سوال کیا کہ اس کا ثبوت کب سے ہے؟ اور اس کے لیے آپ کی نامزدگی کب ہوئی تھی؟ تو آپ نے الفاظ حدیث پر مبنی جواب ارشاد فرمایا اس میں وہ کون سا جملہ یا لفظ ہے جو آپ کی پیدائشی نبوت کی نفی کر رہا ہے؟ تحقیقات نے کس قرینہ کا سہارا لے کر روز ولادت سے لے کر چالیس سال کی عمر شریف تک آپ کی نبوت کا انکار کیا ہے۔

تحقیقات کا ملا علی قاری رحمہ اللہ کا موقف رد کرنا اور اس کا جواب

علامہ قاری کے اعتراف (کما قال جماعة) کے مطابق علمائے اعلام اور اسلاف کرام کی جماعت جوان پر بھی سبقت رکھنے والے ہیں اس کے قائل و معترف اور معتقد ہیں آپ کی نبوت جسمانی چالیس سال کے بعد والے عرصہ میں منحصر ہے تو ان کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟

توضیحا کہا جائے گا کہ جماعت سے مراد، پوری امت کی جمعیت نہیں، بلکہ بعض علماء ہیں، جن سے مراد، تین بھی ہو سکتے ہیں، مافوق الواحد کو علوم وفنون کی رسومات اور اصطلاحات میں جماعت کہا جاتا ہے، پھر یہ لفظ ملا علی قاری رحمہ اللہ کے قلم سے سرزد ہوا، زبان رسالتماب ﷺ سے نطق نہیں کیا گیا۔ لہٰذا علیکم بالجماعۃ اور ید اللہ علی الجماعۃ کے فرمان رسول ﷺ سے استشہاد کرنا اور اس کا سہارا لے کر علمائے اعلام اور عرفائے عظام کو پابند عمل کرنا درست نہیں۔

ثانیا: اگر علیکم بالجماعۃ ید اللہ علی الجماعۃ کی پاسداری اور عمل داری ضروری تھی تو خود تحقیقات نے اس کی خلاف ورزی کیوں کی ہے؟ علامہ سید جمل شیخ محقق علامہ ناصر سلاوی قطب شہیر علامہ التیجانی امام رازی، غوث کبیر عبدالعزیز الدباغ علامہ سید محمود آلوسی اور دیگر لاتعداد علماء عرفاء کے بارے میں تحقیقات کا کیا فتویٰ ہے؟ کیا وہ علیکم بالجماعۃ کو نہ سمجھ پائے اور ید اللہ علی الجماعۃ کی عظمتوں، فضیلتوں سے محروم رہے؟

ثالثا: مندرجہ ان عظماء امت کے اقوال تحقیقات نے نقل کئے ہیں خود تو نقل کر دیے مگر طعن

اور فتوی دوسروں پر۔

رابعا: بلاشبہ ملا علی قاری سے بھی بڑے بڑے لوگ ہو کر گزرے ہیں، لیکن ملا علی قاری رحمہ اللہ کا عقیدہ وہی ہے جو جمہور اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے، چنانچہ امام اہل سنت علامہ ابوشکور محمد بن عبدالسعید السالمی رحمہ اللہ نے فرمایا اہل سنت و جماعت فرماتے ہیں، کہ انبیاء علیہم السلام قبل وحی انبیاء ہوتے ہیں اور معصوم واجب العصمۃ اور رسول قبل وحی رسول اور نبی ہوتا ہے۔ پھر نقل فرمایا۔ نبوت جیسا کہ ہم نے بیان کیا انبیاء سے نزول وحی سے قبل ثابت ہوتی ہے تو بعد الوفات نبوت زائل نہیں ہوتی (تمہید ابوشکور سالمی۔ص ۱۶۶۔۱۸۳) مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور

امام سالمی پانچویں صدی ہجری کے نصف آخر کے عظیم عالم اور متکلم ہیں، داتا گنج بخش علی ہجویری کے ہم عصر تھے، بابا فرید الدین گنج شکر اس کا درس دیا کرتے تھے، امام ربانی مجدد الف ثانی نے اس کے حوالے دیئے، ملا علی قاری اور دیگر علمائے نے بھی حوالہ جات دیئے جس سے ثابت ہوا کہ اہل سنت و جماعت کا متفقہ عقیدہ یہی ہے کہ انبیاء کرام نزول وحی سے قبل بھی نبی ہوتے ہیں، نزول وحی سے قبل انبیاء کو نبی نہ ماننا تو راہ اعتزال ہے، چنانچہ علامہ سالمی رحمہ اللہ نے فرمایا۔ معتزلہ میں سے بعض کہتے ہیں کہ نبی نزول وحی سے قبل نہ نبی ہوتا ہے نہ معصوم (ص ۱۶۶) لہٰذا ملا علی قاری رحمہ اللہ پر کم علمی اور کم فہمی کا فتوی چسپاں کرنا ملا علی قاری اور عقیدۂ اہل سنت و جماعت کے خلاف ایک جسارت ہے جو ہرگز قابل قبول اور لائق تقلید نہیں۔

آیئے دیکھیں پیدائشی نبوت کا عقیدہ کب سے چلا آ رہا ہے؟

امام رازی رحمہ اللہ ۵۴۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۰۶ھ میں انتقال فرمایا: ملا علی قاری نے ۱۰۱۴ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا علامہ سید محمود آلوسی نے ۱۲۷۰ھ میں رحلت فرمائی۔ اسی طرح شیخ محقق رحمہ اللہ ۹۵۸ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۰۵۲ء میں انتقال فرمایا، یہ عظماء امت آسمان علم و تحقیق کے وہ آفتاب جہاں تاب ہیں جن کے فیضان نور سے دنیائے سنیت فیضیاب ہوتی آ رہی ہے، یہی وہ محقق و تدقیق کے جابر حکمران ہیں، جن کی جلالت علمی اور شوکت نظری کا پرچم صدیوں سے قصر اسلام کی چوٹی

پرلہرا رہا ہے۔ یہی وہ غواص حقیقی ہیں جو تبحر علمی کی گہرائیوں میں اترے اور گوہر ہائے حق وصداقت کو نکال کر بدعقیدگی بے اعتدالی اور جہالت کی کساد بازاری میں پیش فرمایا، اصل ونقل کے فرق سے امت کو روشناس فرمایا، یہی وہ مقتداء امت ہیں جنہوں نے اپنے خون ناب سے جادۂ مستقیم کو تابندہ فرمایا اور اعتقاد وعمل کی ایسی شاہراہ تعمیر کی جس کا اختتام آستان نبوت کی دہلیز پر ہوتا ہے۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔ بات تھوڑی سی آگے بڑھ گئی ہے، بتانا یہ مقصود ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دائمی اور مستمرہ نبوت کا عقیدہ کسی فرد واحد کا نہیں، بلکہ اہل سنت و جماعت کا متحدہ اور متفقہ عقیدہ ہے جو صدیوں پرانا ہے، اس عقیدہ میں رئیس المحدثین، شیخ المتکلمین، امام الفقہاء ملا علی قاری رحمہ اللہ نہیں تاکہ ان کے مبلغ علم کو ناپا جائے اور ان کی آفاقی شخصیت کو ہدف تنقید کا نشانہ بنایا جائے بلکہ یہ عقیدہ جمہور علمائے امت کا ہے۔

تحقیقات کی ایک اور علمی لغزش

تحقیقات نے لکھا کہ: یہ طے شدہ امر ہے اور مسلمہ حقیقت ہے کہ نبی کی ذات مقدسہ نبوت سے قبل ولی ہوتی ہے، ص ۲۹۸ پر عنوان ہے اور منقولہ عبارت ص ۲۹۹ پر ہے۔

توضیحا کہا جائے گا، مسئلہ زیر بحث رسول اللہ ﷺ کی نبوت قبل البعثت ہے۔ اور یہ نبوت خاصہ ہے اور یہ نبوت آپ کو اس وقت دی گئی جب آپ کی حقیقت مقدسہ اور آپ کی روح انور کو تخلیق فرمایا گیا اس نبوت کا ثبوت، اور وجود اس وقت سے ہے جب صرف اللہ وحدہ لاشریک کی ذات اور آپ وصف حقیقت اور وصف نبوت کے ساتھ موجود تھے اور کوئی تیسری ذات موجود نہ تھی، کسی بھی نبی کی نبوت موجود تھی نہ وجود کائنات تھا، آپ کی ذات (حقیقت) کی تخلیق کے معا روح کو پیدا کیا گیا اور نبوت عطا فرمائی گئی تفصیل پہلے آچکی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی نبوت آپ کی ذات کے لیے لازم ذات ہے جس کا سلب اور انتزاع محال ہے لازم ذات ہونے پر حدیث کنت نبیا وآدم بین الماء والطین دلیل صریح کے طور پر موجود ہے جب آپ کی حقیقت خاصہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا تو اس حقیقت کے لائق جو نبوت

ہے اس کو بھی اللہ کے بغیر کوئی نہیں جانتا، وہ بھی نبوت خاصہ ہے، اس نبوت پر مطلقہ عامہ کے احکام جاری کرنا غلط ہے۔ رسول اللہ ﷺ روز اول (تخلیق ذات) کے وقت سے ہی نبی چلے آ رہے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی نبوت خاصہ کو دیگر انبیاء کرام کی نبوتوں پر قیاس کرنا، قیاس مع الفارق ہے، اور اسی طرح آپ کی نبوت کو علم الکلام کے اختراعی قواعد وضوابط کے تحت لانا بھی غلط ہے۔ امام ابوشکور سالمی نے اہل سنت کا مذہب یہ تحریر کیا ہے کہ نبی، نزول وحی سے قبل نبی اور واجب العصمۃ ہے۔ (تمہید ص ۱۶۶)

جس سے صاف ظاہر ہے کہ نبی روز اول سے ہی نبی ہے، ولایت اور نبوت کے درمیان، تغایر معنوی اور تغایر حکمی موجود ہے، وجوہات درج ذیل ہیں۔

۱۔ شرح عقائد کے متن میں ہے: **لا يبلغ ولى درجة الانبياء عليهم السلام**

کوئی ولی انبیاء علیہم السلام کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا، یعنی ولایت اور نبوت کی **ماهيات من حيث هى هى متغائر** ہیں۔

۲۔ علامہ سعد الدین التفتازانی نے فرمایا: لان الانبیاء معصومون مامون عن خوف الخاتمۃ انبیاء کرام گناہان صغیرہ اور کبیرہ سے معصوم ہوتے ہیں، ان کا خاتمہ، خرابی، اور ہر فساد سے پاک ہوتا ہے۔

۳۔ مکرمون بالوحی ومشاہدۃ الملک نزول وحی، اور فرشتہ کے مشاہدہ کی وجہ سے صاحب تکریم ہوتے ہیں، جبکہ ولی ان امور سے محروم اور معری ہوتا ہے۔

۴۔ ماموروں، بتبلیغ الاحکام وارشاد الانام بعد الاتصاف بکمالات الاولیاء۔

مخلوق کی رشد وہدایت اور احکامات الٰہیہ کی تبلیغ پر مامور ہوتے ہیں، اولیاء کے کمالات سے متصف ہونے کے بعد یعنی انبیاء کرام پہلے کمالات اولیاء سے متصف ہوتے ہیں اس کے بعد اوصاف نبوت سے موصوف اور مزین ہوتے ہیں تحقیقات نے شق نمبر ۴ پر اعتماد کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو چالیس سال کی عمر شریف سے قبل ولی کہا اور نبی نہ ہونے پر تحقیقات کو چار صد تقریبا صفحات کی ضخامت اوڑھا دی، لیکن یہ شق نمبر ۴ توجہ طلب ہے کہ امام ابوشکور سالمی رحمہ اللہ نے ہر نبی کے لیے نزول وحی سے

قبل بھی نبوت کا قول کیا ہے اور یہی قول راجح ہے، غوث زمان سید عبد العزیز الدباغ رحمہ اللہ نے فرمایا:

بان نور النبوة اصلی، ذاتی حقیقی مخلوق مع الذات فی اصل نشاتها ولذا کان النبی معصومًا فی کل احواله ونور الولایة بخلاف ذالك (جواہر البحار جلد ثانی۔ص ۲۶۳) بلاشبہ نبوت کا نور اصلی ہے، ذاتی، اور حقیقی ہے، ابتدائے تخلیق سے نبی کی ذات کے ساتھ پیدا ہوتا ہے (یعنی جب نبی کی ذات تخلیق ہوتی ہے اس کے معاً نبوت کا نور پیدا ہوتا ہے) اسی وجہ سے نبی اعلان نبوت سے پہلے بھی معصوم ہوتا ہے۔ غوث زماں کا یہ ارشاد اس بات کی دلیل ہے کہ نبی یوم پیدائش سے ہی نبی اور معصوم ہوتا ہے، غوث زماں رحمہ اللہ کی وضاحت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ روز ولادت سے نبی ہیں، کیونکہ آپ کو اس وقت نبوت سے سرفراز فرمایا گیا، جب کائنات کا نام ونشان تک نہ تھا، صرف اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہ لاشریک اور آپ ﷺ کے علاوہ اور تیسرا کوئی موجود نہ تھا۔ غوث کبیر رحمہ اللہ کے کلام معرفت التیام سے یہ بھی واضح ہوا کہ نبی کے لیے عصمت اسی لیے لازم اور واجب ہے کہ وہ اپنی تخلیق ذات میں نور نبوت کو لے کر پیدا ہوا ہے، جو نور اصلی، ذاتی اور حقیقی ہے۔ مذکورہ بالا ان شواہد کی موجودگی میں تحقیقات کا موقف مردود اور نبوت سے پہلے ولایت ہونے کا قول اور عندیہ لانسلم ہے، تحقیقات نے امام ابوشکور سالمی رحمہ اللہ کی کتاب التمہید سے درج ذیل اقتباس نقل کیا اور غور وفکر سے مطالعہ کرنے کی دعوت دی ہے۔ وہ اقتباس ملاحظہ ہو، قال عامة الفقهآء من اهل السنة والجماعة انه یجوز ان یکون للولی کرامة خرقا للطبیعة ناقضا للعادة وکرامة الاولیاء لایورث الشبهة فی معجزة الانبیاء بل یکون دلیلا علی صحة المعجزة لان کرامة الولی معجزه لنبی زمانه تحقیقا لرسول ایامه والذی یدل علی صحة هذا وهو ان الکرامة لولم یجز اثباتها للاولیاء فلا یجوز اثباتها للانبیآء لان النبی قبل الوحی وقبل ظهور النبوة یکون ولیا عند الناس وان کان نبیا عند الله تعالیٰ الخ ص ۱۱۱ اہل سنت وجماعت کے جمہور فقہاء کرام نے فرمایا ہے ولی کے لیے کرامت کا ثبوت وتحقق خرق طبیعت اور نقض عادت کے طور پر جائز اور درست ہے اور کرامات اولیاء علیہم الرضوان انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں

قطعاً شک وشبہ کے موجب نہیں ہو سکتے، بلکہ معجزات کے برحق ہونے کی دلیل وحجت بن جائیں گے۔ کیونکہ ولی کی کرامت اس کے نبی زماں اور رسول ایام کے لیے معجزہ ہوگی، ہمارے دعوے کی دلیل یہ ہے کہ اگر اولیائے کرام کے یے کرامت اس کے نبی زماں اور رسول ایام کے لیے معجزہ ہوگی، ہمارے دعوے کی دلیل یہ ہے کہ اگر اولیائے کرام کے لیے کرامت کا ثبوت درست نہ ہوتو انبیائے کرام علیہم السلام کے لیے بھی ان کا ثابت کرنا درست نہ ہوگا، کیونکہ نبی ورسول کی ذات اقدس وحی اور ظہور نبوت سے قبل لوگوں کے نزدیک ولی ہوتی ہے اگرچہ عنداللہ نبی ہوتی ہے۔تمہید کی مندرجہ بالا عبارت کو ہم نے غور وفکر سے پڑھا ہے۔جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ ولی سے کرامت کا صدور ظہور جائز ہے۔یہ امر اتفاقی ہے۔

۲۔ کرامت نبی کے معجزہ کی تائید ہے، اور درحقیقت زمانے کے نبی اور رسول کے صدق اور حقانیت کی دلیل ہے۔

۳۔ اگر انبیاء ظہور نبوت سے پہلے ولی ہیں، اور ان سے خرق عادات کا ظہور اور صدور کرامت ہے تو ان کی ولایت دو حال سے خالی نہیں اگر کسی اور نبی اور رسول کی اطاعت اور اقتداء کا نتیجہ ہے جو ان کے زمانے میں پایا گیا اور موجود ہے تو صدور کرامت میں نبی ہو کر احتیاج لغیرہ لازم آتی ہے جبکہ نبی اظہار معجزہ (کرامت) میں کسی اور نبی کا محتاج نہیں، اور اگر صدور کرامت میں نبی اپنی ہی نبوت کے تابع اور زیر اثر ہے تو دور لازم آتا ہے وہ یوں کہ نبی ظہور نبوت سے پہلے ولی ہے، اس ولایت کا وجود، اور اس سے صادر ہونے والا امر خارق للعادت اس کی اپنی نبوت پر موقوف ہے، اور نبوت کا وجود اس کی کرامت پر موقوف ہے کیونکہ کرامت سے ہی نبی کی نبوت اور معجزہ کا تحقق ہوا ہے۔

دور چونکہ غیر پسندیدہ اور غیر مسلم ہے اس لیے ماننا پڑے گا کہ نبی روز تخلیق سے ہی نبی ہے جیسا کہ امام ابوشکور سالمی کا نقل فرمودہ اہل سنت وجماعت کا عقیدہ تمہید ص ۱۲۶ سے نقل ہو چکا ہے، جس کی تائید وتوثیق غوث کبیر شیخ عبدالعزیز الدباغ کے قول سے بھی پہلے آ چکی ہے۔

بایں ہمہ امام سالمی رحمہ اللہ کا یہ کلیہ یکون ولیا عنه الناس و ان کان نبیا عنداللہ تعالیٰ

رسول اللہ ﷺ پر صادق نہیں آتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت عند الناس مشہور اور معروف تھی، ہر نبی نے اپنے زمانہ نبوت میں آپ کی نبوت کا اعلان فرمایا۔ الہامی کتب نے آپ کی صورت سیرت جائے پیدائش، خاندان، مقام ہجرت، اور شخصی علامات کی تصویر پیش کی، بلکہ ولادت باسعادت کے وقت تک کی تفصیل بیان فرمائی۔ جملہ انبیاء اور ان کی امتیں یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم کے مدلول اور منطوق بنے، حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب پر قاتلانہ حملہ ہوا جبکہ وہ اکیلے ایک صحراء میں شکار کھیل رہے تھے۔

جب بحیرا راہب نے آپ کے اہتمام میں اہل قافلے کو دعوت دی تو ابو طالب کو وصیت کی کہ آنحضرت ﷺ کو واپس مکہ لے جاؤ کہ اہل روم کے سات آدمی ان کو قتل کرنے نکلے ہوئے ہیں، جس وقت آپ تولد ہوئے صبح ایک یہودی چیختا ہوا آیا آج رات نجم احمد طلوع ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نبی آخرالزمان آج رات پیدا ہو چکے ہیں، اگر آپ کی نبوت ہر دور میں مشتہر نہ ہوتی مدینہ طیبہ کیسے شہر بنتا اور سالہا سال پہلے زمانے کے دانشور آپ کی جھلک دیکھنے کے انتظار میں زندگیاں کیوں گزار دیتے، آفاقی اور کائنات کے نبی کی آمد کا ہر فرد کائنات سراپا انتظار کیوں بنتا، ارضی اور سماوی مخلوق آپ کی تشریف آوری پر اپنی آنکھوں کو فرش راہ کیوں بناتی؟ تسلیم کرنا ہوگا کہ علامہ سالمی کا وضع کردہ کلیہ رسول اللہ ﷺ پر منطبق نہیں ہوتا۔ بصورت دیگر کثیرالتعداد، اخبار، آثار، اقوال کی نفی اور انکار کے ہمراہ علامہ رحمہ اللہ اپنے ہی ہاتھوں تضاد بیانی کا شکار ہو جائیں گے، مزید اگر آپ کی نبوت تعارف اور شہرت کی حد بندیوں سے پار نہ ہوتی، اور عالم غیب، اور عالم شہادت آپ کی نبوت سے معمور اور منور نہ ہوتے تو حبیب نجار، بحیرا راہب ورقہ بن نوفل، بلکہ جملہ انبیاء رسول اور ان کی امتیں ایمان کیوں اور کیسے لائیں۔؟

اگر انبیائے کرام بشمول نبی کریم ﷺ اعلان نبوت سے قبل ولی تھے تو مندرجہ ذیل خرابیاں لازم آئیں گی۔

۱۔ نور نبوت اصلی حقیقی، ذاتی نہ ہو جبکہ نور نبوت اصلی حقیقی، اور ذاتی ہے، اصل ذات کی تخلیق کی

معیت میں ہی پیدا ہوتا ہے۔

۲۔ ولایت کو عصمت لازم نہیں، جبکہ نبی فطری اور تخلیقی طور پر معصوم ہوتا ہے۔

۳۔ بحیثیت ولی غیر معصوم ہیں اور بحیثیت نبی واجب العصمۃ ہوں گے لازم آئے گا شخص واحد وجود واحد دو متضاد صفات سے متصف اور دو متضاد احکام کا محل ہو یہ بھی محال ہے۔

۳۔ فرع اور اثر مقدم ہو اصل اور حقیقت پر یہ بھی باطل ہے، کیونکہ ولایت کے لیے نبوت کا تقدم وجودی ضروری ہے۔

۴۔ وجہ تقدم وجودی امر کسبی، فعل انسانی، امر وہبی پر مقدم ہو کر افضل ہو یہ بھی باطل ہے۔ خود تحقیقات نے لکھا ہے کہ۔ یہاں یہ امر ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے کہ نبوت وہبی ہوتی ہے اور ولایت کسبی ہوتی ہے لہٰذا ولایت کے حصول کے لیے تقوی اور طہارت پر رہنے کی سعی اور جدوجہد ولی کی طرف سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اس کی نیت اور ارادہ اور اخلاص کے مطابق فضل وکرم فرماتے ہیں، اور درجہ ولایت پر فائز فرماتا ہے۔ (ص ۳۰۹)

۵۔ سوال یہ ہے کہ منصب نبوت عطا ہونے پر ولایت کبری موجود ہے یا سلب ومعزول ہوگئی ہے؟ اگر بعد از اعطاء نبوت سلب ہو یہ بھی باطل ہے کیونکہ جب یہ شخص عند اللہ نبی ہے جیسا کہ امام ابوشکور سالمی نے فرمایا اصل عبارت پہلے آ چکی ہے، نبی سے کسی بھی وصف کمال کا سلب محال ہے۔ اور اگر نبوت اور ولایت دونوں موجود ہوں تو بلحاظ نبوت اس شخص کے لیے عصمت واجبہ ہے اور بلحاظ ولایت عصمت واجب نہیں لازم آئے گا کہ ایک ہی ذات ایک ہی وقت میں دو متضاد احکام کا محل ہو۔ بقول تحقیقات اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال سے قبل ولایت کبری کے درجے پر فائز تھے تو تحقیقات کے مذکورہ بالا کلام کے مطابق اس کے حصول میں آپ کے عمل کسب، تقوی، طہارت کے عوامل کارفرما ہیں، اور ان عوامل کا کسی نبی کی شریعت کے تابع ہونا لازمی، ضروری اور بنیادی امر ہے، جبکہ جمہور علماء کے مذہب کے مطابق آپ کسی نبی کی شریعت کے پیروکار نہیں تھے، شیخ محقق رحمہ اللہ کا عقیدہ اور تحقیق بھی یہی ہے۔

۶۔ اگر ولایت کو تقدم وجودی حاصل ہو اور نبوت کو تاخر زمانی تو لازم آئے گا کہ ولایت کا نور ذاتی، اصلی، حقیقی ہو، اور نبی کا اعلان نبوت سے قبل معصوم ہونا واجب اور ضروری نہ ہو یہ باطل ہے کیونکہ یہ بھی جمہور اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کے خلاف ہے، ماننا پڑے گا کہ نبی اپنی تخلیق میں ہی نبی ہے، نبی کی ذات اپنی تخلیق سے ہی نور نبوت سے متصف اور مزین ہوتی ہے اور نبی یوم تخلیق سے ہی شان عصمت کا حامل ہوتا ہے، رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس تو اس وقت بھی نبی تھی، جب کوئی فرد کائنات موجود نہ تھا اور آپ ایسی حقیقت کے ساتھ موجود تھے جس کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا،، جب صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔ تو اسی طرح آپ کی نبوت بھی ایک خاص قسم کی نبوت ہے، جس کو انسانی قواعد وضوابط کے تحت لایا جاسکتا ہے نہ دیگر انبیاء کی نبوت پر قیاس کیا جاسکتا ہے تحقیقات نے روز ولادت سے آپ کے نبی نہ ہونے پر جو، تانے، بانے جوڑ کر استشہاد کیا ہے وہ لاتسلم ہیں، کیونکہ وہ خلاف قواعد، اور عقیدۂ جمہور کے مغائر ہیں۔

شق صدر کا ہونا، بادلوں کا سایہ کرنا کرامت نہیں معجزات ہیں

تحقیقات نے شرح مواقف اور شرح مواہب کے حوالے سے لکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے اعلان نبوت سے قبل جو امور خوارق عادات کی صورت میں ظہور پذیر ہوئے ہیں وہ معجزات نہیں بلکہ کرامات ہیں۔ جیسے بادلوں کا سایہ کرنا شق صدر کا ہونا وغیرہ۔ اولیاء سے ان کا صدور وظہور جائز اور درست ہے۔ (ص ۳۰۰۔۳۰۱)۔

توضیحا کہا جائے گا کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت خاصہ کو دیگر انبیائے کرام پر قیاس کرنا، اور پھر اصطلاحی اور معروضی حکم جاری کرنا غلط ہے۔ صاحب مواہب نے معجزہ کی جو تعریف کی ہے، اس سے مراد وہ معجزہ ہے جو ادعائے نبوت کے بعد صدق وحقانیت کی دلیل ہو اور مخالف کے مطالبۂ ثبوت پر حجت تامہ ہو، ادعائے نبوت سے قبل نفس نبوت کے وجود اور ثبوت کے لیے جو امر خارق للعادۃ ہو وہ بھی معجزہ ہے، دونوں کے درمیان امتیاز اور فرق پیدا کرنے کے لیے نام تبدیل کئے گئے ہیں، دعویٰ نبوت سے قبل ظاہر ہونے والے امر خارق للعادۃ کو ارہاص اور دعویٰ نبوت کے بعد ظاہر ہونے والے امر

خارق للعادۃ کو معجزہ کہا گیا ہے، اس موضوع پر بحث پہلے ہو چکی ہے، شیخ محقق رحمہ اللہ کی تحقیق مدارج النبوت جلد اول ص ۱۱۵، ۱۱۶ مدارج النبوت جلد دوم ص ۸ اشعۃ اللمعات ۔ جلد ۴ ص ۔ ۵۸۰ پر مرقوم اور موجود ہے، نیز معجزہ کے لیے دعویٰ نبوت شرط نہیں، دیکھیے مدارج النبوۃ ج ا ص ۱۷۳

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے تفسیر کبیر، سورہ الم نشرح کے تحت واقعہ شق صدر کو آپ ﷺ کے معجزات میں سے قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اہل سنت کے نزدیک اعلان نبوت سے قبل معجزہ کا اظہار جائز ہے، اور یہ کہنا کہ دعویٰ نبوت ورسالت سے قبل معجزہ نہیں ہوسکتا یہ مذہب اعتزال ہے۔

ہم پہلے نقل کر چکے ہیں کہ ملا علی قاری، اور شیخ محقق، رحمہا اللہ کے نزدیک شق صدر کا ورقعہ معجزہ ہے۔

یہ محقق اور ثابت شدہ امر ہے کہ معجزہ نفس نبوت کا لازم ماہیت ہے، جہاں وجود نبوت ہے وہاں معجزہ اپنی ماہیت اور حقیقت کے ساتھ موجود ہے جس کے ظہور اور صدور کے دو مواقع ہیں، دعویٰ نبوت سے قبل، اور دعویٰ نبوت کے بعد دعوی نبوت سے قبل معجزہ کا ظہور اور صدور ارہاص ہے اس کے ظہور اور صدور میں شخص اور فرد کا کوئی عمل دخل نہیں اس کے ظہور اور صدور کا تعلق ذات باری تعالیٰ سے ہے، اس کے ظہور اور صدور کا مقصد اس شخص اور فرد کی نبوت بارے خبر دینا ہے کہ یہ شخص نبی ہے یا نبی ہو گا، علمائے مفسرین، علمائے محدثین اور علمائے کلام کے ہاں اس معجزے کا نام ارہاص یعنی نبی ہونے کی بنیاد، اساس یا علامت ونشانی ہے، اظہار نبوت کے بعد جو معجزہ ظاہر اور صادر ہوتا ہے۔ وہ بھی اللہ کی عطاء اور کرم فرمائی ہے مگر اس کا صدور اور ظہور نبی کے ہاتھ سے ہے اور منکر کے سامنے اس کے مطالبہ پر مبنی ثبوت حق ہے۔ جو بطور دلیل اور ثبوت پیش کیا جاتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ارہاص بھی معجزہ ہے جو تحدی سے پہلے من جانب اللہ امر خارق للعادۃ کی شکل میں ظاہر اور صادر کیا جاتا ہے۔

یہ امر محقق اور مسلم ہے کہ آپ روز اول سے ہی نبی ہیں، روز اول، عالم ارواح، سے لے کر ظہور قدسی، اور ظہور قدسی سے لیکر اعلان نبوتک آپ کی نبوت قائم، دائم اور مستمر ہے، لہٰذا کسی بھی مرحلہ پر امر خارق للعادت کا ظہور کرامت نہیں معجزہ ہے، جب معجزہ ہے تو اس کو کرامت کہنا، اور ولایت کبری

کی صفت سے متصف کرنا غلط ہے۔ شیخ محقق رحمہ اللہ کے اظہار معجزہ کے لیے تحدی یعنی اعلان نبوت کو شرط قرار نہ دینے سے تحقیقات کے مندرجات، اور موقف بالبداہت غلط اور باطل قرار پاتے ہیں۔ اور اگر صدق معجزہ، اور وجود معجزہ کے لیے تحدی یعنی نزول وحی اور اعلان نبوت کو شرط لازم قرار دیا جائے تو بحیرا راہب، ورقہ بن نوفل، حبیب نجار، انبیاء اور ان کی امتوں کا آپ ﷺ پر ایمان لانا ایمان کیسے ہو گا؟ جبکہ تحقیقات نے امام اہل سنت ابوشکور سالمی کا قول نقل کیا ملاحظہ ہو۔ و اجمعنا جميعا على انه لايجوز الايمان قبل الوحي والدعوى ولا يسمى نبيا فيكون وليا عند الناس ونبيا عندالله تعالىٰ (ص ۲۴)

ہم تمام اہل سنت و جماعت کا اس امر پر اجماع ہے کہ نزول وحی اور دعوی نبوت سے قبل اس کو نبی کہا جا سکتا ہے نہ اس پر ایمان لانا جائز ہے وہ عوام کے نزدیک ولی ہو گا اگرچہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبی ہے۔

توجہ فرمائیے اور فیصلہ کیجیے

مذکورہ بالا امام سالمی کا کلام بالکل واضح اور توجہ طلب ہے، جب تک کسی شخص جو عندالناس ولی اور عنداللہ نبی ہے پر وحی کا نزول نہ ہو اور وہ اپنے نبی ہونے کا دعوی نہ کرے اس کو نبی کہنا تسلیم کرنا، نبوت سے موسوم کرنا جائز ہے نہ اس پر ایمان لانا درست ہے۔ اور اس مسئلہ میں اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے بحیرا راہب اور حبیب نجار کا تذکرہ کرتے ہوئے شیخ محقق رحمہ اللہ نے فرمایا: پس وے یکے ازاں کسانیست کہ ایمان آوردند بآنحضرت پیش از نبوت مثل حبیب نجار، درقصہ اصحاب القریہ

ورقہ بن نوفل کے بارے میں فرمایا:۔ وبریں تقدیر ورقہ بن نوفل اقرب باشد باطلاق اسم صحابی کہ درمبادیٔ نبوت بود (مدارج النبوت جلد دوم۔ ص ۲۶) جب اہل سنت و جماعت کا اس پر اجماع ہے کہ جب تک مدعی نبوت پر وحی کا نزول نہ ہو اور وہ نبوت کا دعوی نہ کرے اس وقت تک وہ نبی نہیں اور نہ ہی اس پر ایمان لانا جائز اور مومن ہونے کے لیے کافی ہے۔ تو علمائے محدثین نے بحیرا رہب، ورقہ بن نوفل اور حبیب نجار کو مومن کہا۔ جبکہ اس وقت آپ نے نبوت کا اعلان نہیں فرمایا

تھا، ورقہ بن نوفل نے رسول اللہ ﷺ اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی زبانی نزول وحی کی کیفیت سماعت کی تھی، دیکھنا یہ ہے کہ شرائط نبوت اور شرائط ایمان موجود نہیں لیکن اس کے باوجود ان حضرات کو محدثین نے مومنین فرمایا اور نقل کیا ہے۔

بلکہ تمام انبیاء اور رسل ان کی امتیں آپ کے جسد عنصری کے ظہور سے قبل ایمان لائے، شیخ رحمہ اللہ نے نقل فرمایا۔ بلکہ خصوصیت باشخاص چسیت تمام رسل و انبیاء و امم ایشاں بآنحضرت ایمان آوردہ اند، آنکہ ورقہ راصحابی تواں گفت (مدارج النبوت۔ جلد دوم ص۔۳۲) دیگر لوگوں کے ایمان کی کیا خصوصیت ہے، تمام رسول اور انبیاء کرام اور ان کی امتیں رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں، ورقہ بن نوفل کو صحابی کہا جاسکتا ہے۔

ورقہ بن نوفل صحابی ہیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی اور ایمان لائے، جبکہ وحی کا نزول ہو چکا تھا۔

لیکن آپ ﷺ نے نبوت کا اعلان نہیں فرمایا تھا اگر اعلان نبوت نہ ہو تو نبوت نبوت ہے نہ ایمان لانا جائز ہے، جملہ محدثین بشمول شیخ محقق رحمہ اللہ نے ان سب کو بیک زبان اور بیک قلم مومنین کہا اور تحریر فرمایا، بحیرا راہب نے آپ ﷺ کو بارہ سال کی عمر شریف میں دیکھا، اس وقت نہ وحی ہے، اور نہ اعلان نبوت ورقہ بن نوفل نے آپ کی زیارت نزول وحی کے بعد کی، مگر ابھی نبوت کا اعلان ہونا باقی ہے۔ حبیب نجار، انبیاء رسل اور ان کی امتوں نے آپ کی زیارت نہیں کی کیونکہ آپ کے جسد عنصری کا ابھی ظہور ہی نہیں ہوا آپ عالم غیب میں جلوہ فرما ہیں، نزول وحی کہاں؟ اور اعلان نبوت کہاں؟

مگر محدثین نے ان تمام اشخاص، جملہ انبیاء، رسل اور ان کی امتوں کو مومنین مخلصین فرمایا۔

بظاہر امام سالمی رحمہ اللہ کا اجماعی کلیہ یہاں صادق نہیں آرہا۔ بلکہ محدثین اور اہل سنت وجماعت کے اجماعی عقیدہ کے درمیان تضاد پایا گیا ہے، تضاد کی صورت میں اعتقاد و عمل کی بنیادیں کمزور پڑ جائیں گی، لیکن محدثین کا موقف اور امام سالمی رحمہ اللہ کا کلیہ ہر دو صورتوں میں تحقیقات کے

موقف اور دلائل کے لئے سم قاتل ہے جس نے تحقیقات کے موقف اور دلائل کو موت کے گھاٹ اتارا دیا ہے۔ اگر تحقیقات کے موقف اور دلائل کو قابل اعتماد گردانا جائے تو ورقہ بن نوفل حبیب نجار، بحیرا راہب، انبیاء، رسل، اور ان کی امتوں کے ایمان کا خون ہو جائیگا، ان نفوس قدسیہ کے ایمان پر نفی اور انکار کا لیبل لگانا محدثین کے پاکیزہ قابل اعتماد گروہ کے خلاف اعلان بغاوت ہے جو ہرگز درست اور روا نہیں۔ لہٰذا اقلیم دانش وعلم کے باسیوں کو اعتراف کرنا ہوگا کہ تحقیقات کا موقف نقل کے خلاف تو ہے ہی عقل کے بھی خلاف ہے۔

امام سالمی رحمہ اللہ کے کلام کی حقیقت

بے شک تحقیقات نے امام سالمی کے کلام کو اپنی تائید سمجھا، لکھا مگر وہ کلام نبی کریم ﷺ کے لیے اعلان نبوت سے قبل، نبی نہ ہونے کو ثابت کرتا ہے اور نہ ہی درحقیقت تحقیقات کے لیے موید اور قوت بخش ہے وہ اس لیے کہ یہ اہل سنت و جماعت کا اجماعی فیصلہ اس نبوت کے لیے کارگر ہے جس کا نزول وحی اور اعلان سے قبل ظہور ہو نہ تحقق خارجی، لوگ اس کی نبوت سے متعارف ہوں نہ منتظر، اخبار و آثار نے اس نبی کے ظہور و آمد کی خبر دی ہو، نہ قبل از آمد اس کا تعارف ہو نہ تشہیر رسول اللہ ﷺ کی نبوت، نبوت خاصہ شاملہ عامہ، اور دائمہ ہے جس کی تخلیق وتوصیف روز اول میں ہوئی، ارواح پیدا ہوئے تو ان کو بحیثیت نبی اور مربی تعارف کرایا گیا، عالم نور میں ملائکہ کا معلم بنایا گیا، جنت کے حور وقصور کو آپ کی نبوت اور رسالت سے روشناس کرایا گیا۔ بلکہ قصور ہائے جنت کی پیشانیوں اور رفعتوں کو عظمت نام کے جھومر سے سجایا گیا۔ پیشانی آدم میں رکھ کر وجود آدم کو ملائکہ کے لیے سجدہ گاہ بنایا گیا، آدم علیہ السلام کے بعد ہر نبی کے دور نبوت میں آپ کی نبوت کا پرچار کرایا گیا۔ ہر نبی اور ہر رسول کے دور تبلیغ میں نبی حقیقی اور داعی اصلی کا مقام اور کردار بخشا گیا۔ الہامی کتب میں آپ کی ذات، صفات، اور نبوت کے عنوان قائم ہوئے۔

صبح وشام آپ کے مقام، شان، نام اور نبوت کی تلاوت ہونے لگی، انبیاء رسل اور ان کی امتیں اعتراف نبوت اور اقرار رسالت کے بعد مومنین اولین کی صف اول میں ایستادہ ہوئیں اور یوں

آپ کی نبوت کا نور عالم باطن میں تابندہ اور درخشاں رہا یہود و نصاریٰ کی معرفت کا یہ عالم ہے کہ انہیں ولادت طیبہ کے سال، ماہ، دن اور ستارے تک کا علم ہے جس کا نام ان کی زبان اور کتب میں نجم احمد ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ مکۃ المکرمہ کے نزدیک ظہران نامی گاؤں میں ایک شامی راہب رہتا تھا جو اہل مکہ کو بتاتا رہتا تھا کہ بہت جلد نبی آخرالزمان پیدا ہوں گے۔ کیونکہ یہ زمانہ ان کی پیدائش کا ہے۔ ہر بچے کی نسبت وہ پوچھتا رہتا۔ جس رات آپ ﷺ تولد ہوئے صبح ہی آپ کے دادا عبدالمطلب اس عیص نامی پادری کے پاس گئے اور آپ کی ولادت طیبہ کا ذکر کیا تو اس نے کہا کہ: ابن زائیدہ شد درشا آں مولود است کہ حدیث میکر دم من شمار از وے گفت چہ نام نہاد او را گفت محمد، تم میں وہی مولود پیدا ہے جس کے متعلق میں تمہیں باتیں (اوصاف نشانات) بتایا کرتا تھا۔

پھر کہنے لگا۔ میں اس کو تین علامات کی بناء پر پہچانتا ہوں، یکے طلوع نجمہ وے شب دوم ولادت اور روز دوشنبہ، سوم بنام او کہ محمد است ﷺ (مدارج النبوت جلد دوم ص ۱۵) پہلی علامت کہ اس کی شب ولادت کو ایک خاص قسم کا ستارہ طلوع ہوگا دوسری علامت یہ ہے کہ اس کی ولادت پیر کے دن ہوگی۔ تیسری نشانی یہ ہے کہ اس کا نام محمد ہوگا (ﷺ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک یہودی مکہ میں تاجر تھا، جب ولادت کی رات آئی تو اس نے کہا اے گروہ قریش کیا آج رات تم میں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے، جواب ملا کہ علم نہیں، گفت زائیدہ شد پیغمبر ایں امت اخیرہ میان دو کتف وے علامتی است وروئے مو یہاست مجتمع مانند عرف فرس، پس یہودی رانز د درش و گفت بیرون ار برمن پسر خود راپس برہن کردند پشت اورا، دید یہودی آن علامت را وبے ہوش افتاد برزمین و گفت واللہ رفت نبوت از بنی اسرائیل (مدارج النبوت ۲ص ۱۵) یہودی نے کہا کہ آج رات آخری امت کا نبی پیدا ہوا ہے اس کے نبی ہونے کی نشانی یہ ہے کہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان بالوں کا ایک گچھا ہے، یہودی کو آپ کے در نبوت پر لایا گیا، اس نے کہا کہ اپنے بیٹے کو باہر لاؤ، آپ کی پشت مبارک ننگی کی گئی یہودی نے اس علامت کو دیکھا تو بے ہوش ہو کر گر پڑا، اور کہنے لگا قسم بخدا بنی اسرائیل سے نبوت چلی گئی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ آپ کی نبوت، اور علامات نبوت کا شہرہ خاص و عام کی زبان پر تھا، بنی اسرائیل کے علماء اور عوام کو آپ کی نبوت اور علامات نبوت کا پورا پورا علم تھا، ایک عام یہودی جانتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی علامت مہر نبوت ہے، جس کو دیکھ کر وہ بے ہوشی کی حالت میں گر پڑتا ہے، مگر کیا کہنے محمد عمر حیات باروی، اور اس بے مجدد عالی مقام کے جو مہر نبوت کو دلیل نبوت مان کر چالیس سال سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ماننے کے لیے تیار نہیں، بلکہ نفی نبوت میں تقریباً چار صد صفحات پر مشتمل تحقیقات کے نام سے کتاب لکھ ڈالی، اور یہ نہ سوچا کہ مہر کا ثبت ہونا مہر زدہ شئی کی حقیقت اور اصلیت کی دلیل ہے، مہر زدہ خط، لفافہ، پارسل وغیرہ کی حقیقت اور اصلیت اس کی مہر سے عیاں اور ثابت ہوتی ہے مہر ہی اس شئی کے وجود، حقیقت، اور اصلیت کا سرکاری امتیازی نشان ہے۔ مہر ہی ثابت کرتی ہے کہ یہ خط، لفافہ پارسل، رجسٹری فلاں تاریخ کو ڈاک خانہ میں وصول ہوئی، اور فلاں تاریخ کو اس ڈاک خانہ سے تقسیم ہوئی کیا دستاویز میں پرنٹ اور مطبوع شدہ مہر اس کی حقیقت اور مالیت کی دلیل نہیں؟ سبحان اللہ مہر نبوت کی شان یہ ہے کہ انبیاء و رسل اور ان کی امتوں کے زمانے سے مشہور اور متعارف چلی آ رہی ہے۔ اگر یہ مہر نبوت دلیل نبوت نہ ہوتی تو یہودی اس کو دیکھنے کے لیے کیوں بے تاب ہوتا۔ مہر نبوت کو دیکھ کر یہ کیوں کہتا کہ قسم بخدا نبی اسرائیل سے نبوت رخصت ہو گئی ہے، اگر آپ اس وقت اور واقع میں نبی نہ ہوتے تو مہر نبوت کو آپ کے جسم اطہر کا حصہ کیوں بنایا جاتا؟ مہر نبوت تو دلیل نبوت ہے، بقول تحقیقات اگر نبوت کا موقعہ چالیس سال کے بعد آیا اور چالیس سال کے بعد آپ کو نبوت ملی ہے تو ثبوت کے لیے مہر نبوت کا موقعہ بھی چالیس سال کی عمر کی تکمیل ہے، اگر چالیس سال کی تکمیل پر شق صدر علامت نبوت ہے تو اس وقت مہر نبوت کا ثبت کیا جانا علامت نبوت نہیں؟ نبی تو ہوں چالیس سال کے بعد، لیکن نبوت کی علامت نبوت کی شناخت اور پہچان اور نبوت کی دلیل ظہور قدسی سے پہلے ہی جسم عنصری پر طبع ہو کیا یہ ممکنات میں سے ہے کہ دھواں چالیس سال پہلے پایا جائے اور آگ چالیس سال بعد؟ سورج کی روشنی چالیس سال پہلے ہو اور سورج کی ٹکیا چالیس سال بعد سامنے آئے؟ غیر زوج ہونے والے اعداد کی فردیت چالیس سال پہلے پائی جائے اور خود

اعداد چالیس سال بعد پائے جائیں؟ تعفن اخلاط چالیس سال پہلے ہو اور نجار چالیس سال بعد پایا جائے؟ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت روز ازل سے عالم غیب اور عالم شہادت میں دائم، قائم اور مستمر ہو اور پھر یہ کہا جائے کہ نہیں نہیں، آپ کی نبوت کا آغاز چالیس سال کے بعد ہوگا، فہم و دانش کی دنیا کا ستیاناس نہیں تو اور کیا ہے؟

اول در خلق اور آخر در بعث پر نفیس علمی بحث

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا۔ چنانکہ ابو ہریرہ روایت کردہ کہ فرمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم من اول انبیاء ام در خلق و اخر ایشانم در بعث (مدارج النبوت۔ جلد اول ص۔ ۱۱۵) تخلیق میں تمام انبیاء سے اول ہوں، اور بعثت کے لحاظ سے آخری نبی ہوں، یعنی بحیثیت نبی تمام انبیاء سے میری پیدائش سب سے پہلے ہے اور بعثت کے لحاظ سے سب سے آخر ہوں، یہ حدیث ثابت کرتی ہے کہ سلسلہ انبیاء کرام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش بحیثیت نبی سب سے پہلے ہے، اور بعثت الی الخلق کے اعتبار سے آپ آخری نبی ہیں۔ تو گویا انبیاء کرام علیہم السلام کے مقدس گروہ میں پہلے اور آخری نبی ہیں، اول اور آخر ہونے میں تضاد اس لیے نہیں کہ جہات اور حیثیات کا اختلاف موجود ہے، تمام انبیاء اور رسولوں پر آپ کی اولیت معہا وصف نبوت ہے، یعنی تمام انبیاء کرام میں آپ پہلے نبی ہیں، بحیثیت نبی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے تخلیق فرمایا گیا۔ لیکن بعثت الی الخلق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام کے بعد اور آخر میں بھیجا گیا۔ من اول انبیاء ام در خلق کا جملہ اس بات پر قرینہ ہے کہ آپ پہلے نبی ہیں، اور آپ کی نبوت پیدائشی ہے، من اور ام ضمائر ہیں جن کا مدلول آپ کی ذات گرامی ہے جس کی تخلیق مع النبوت ہوئی ہے، و آخر ایشانم کا جملہ ثابت کرتا ہے کہ آپ کی نبوت روز تخلیق سے روز بعثت تک بطریق دوام اور استمرار موجود اور قائم چلی آ رہی ہے۔ اس حدیث میں دو لفظ توجہ طلب ہیں۔ در خلق اور در بعث۔ در خلق کا لفظ دلالت کر رہا ہے کہ بحیثیت نبی تخلیق میں آپ سب سے اول ہیں یعنی آپ کی ذات مقدسہ تخلیق میں ہی نبی ہے، گویا نبوت اور آپ کی ذات مقدسہ کی تخلیق میں کوئی حد فاصل یا کوئی بعد نہیں، ذات کریمہ اور وصف نبوت کے درمیان تلازم ہے ذات کی تخلیق ہی وصف نبوت کا محل اور

موصوف ہے، اور اس ذات مقدسہ کو نبوت اسی زمانہ اور اسی وقت سے موجود ہو کر عرض لازم ہے، ذات کریمہ جو نبوت کا محل اور معروض ہے اور نبوت جو ذات اقدس کے لیے عرض لازم ہے کہ درمیان بعد زمانی نہیں، اس کی دلیل حدیث کا پہلا جملہ من اول انبیاء ام درخلق بطور قرینہ اور دلیل موجود ہے، اول درحقیقت لفظ من کے ساتھ مستعمل ہے، من کا مدلول، مصداق مفضل ہے اور انبیاء مفضل علیہم ہیں من اسکی جزی حقیقی ہے، جو وصف نبوت میں انبیاء مفضل علیہم کے ساتھ شریک اور مساوی ہے، وجہ فضیلت وصف نبوت، مفضل علیہم سے پہلے تخلیق ہونا ہے، یعنی دیگر انبیاء کرام پر آپ کی فضیلت یہ ہے کہ آپ ﷺ کو تمام انبیاء سے پہلے پیدا کیا گیا اور بحیثیت نبی پیدا کیا گیا، تو آپ ﷺ کی تخلیق ہی نبوت پر ہوئی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کی ذات کریمہ اور وصف نبوت کے درمیان زمانہ حائل نہیں آپ کی ذات اور نبوت کا اتصاف ایک ہی مرحلہ اور ایک ہی زمانہ میں معرض وجود میں آئے ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ درخلق سے کیا مراد ہے؟ حقیقت مقدسہ اور روح اطہر کی تخلیق یا آپ کا ظہور قدسی؟ اگر درخلق سے مراد ظہور قدسی یعنی ولادت ہو تو یہ دو وجہ سے غیر مسلم ہے۔ ا۔ ولادت طیبہ تولد ہے۔ خلقت نہیں۔ خلقت تولد سے مقدم ہے تولد ظہور ہے ماخلق کا، اگر درخلق سے مراد عالم تخلیق ہو تو بھی تحقیقات کا موقف غلط ہے کیونکہ اس صورت میں آپ کی نبوت آپ کے ظہور قدسی سے پہلے ثابت ہوگئی اور تسلیم کرنا ہوگا کہ آپ پیدائشی نبی ہیں غیر مسلم ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں تمام انبیاء پر آپ کا تخلق اول ثابت نہیں ہوتا حدیث پاک کا مضمون آپ ﷺ کی تمام انبیاء کرام پر فضیلت کا اظہار ہے، اور یہ اسی صورت ممکن ہے جب تخلق اول سے مراد حقیقت محمد یہ اور روح کا تخلق ہو اور اگر درخلق سے مراد روح اور حقیقت محمد یہ کی تخلیق اول ہے تو یہ امر محقق اور ثابت ہے، اس کی تائید اور توثیق میں ذخیرۂ دلائل پہلے آچکا ہے، لیکن اس مقام پر اس امر کا اعادہ ضروری ہے کہ بوقت ولادت جسم اطہر میں وہی روح انور ہے جو روز اول تخلیق ہوئی اور اس کو وصف نبوت سے سرفراز فرمایا گیا، اور جب بحکم الٰہی عالم اجسام کے مقررہ اصول کے مطابق، مقررشدہ وقت پر جسم اطہر میں ڈالی گئی تو وصف نبوت سے اسی طرح متصف تھی۔ جس طرح روز اول سے لے کر جسم اطہر میں حلول تک منصب نبوت

سے متصف تھی، روح مقدسہ کا حلول تولد (ظہور قدسی) سے مقدم ہے، جب روح انور کا حلول جسم عنصری میں مقدم ہے تو تولد سے پہلے آپ کا نبی ہونا اور نبی تسلیم کیا جانا لازمی شرعی تقاضا ہے۔ لہٰذا تحقیقات کا روز ولادت سے آپ کی نبوت کا انکار کرنا غلط اور خلاف قواعد ہے۔

حدیث پاک میں واقع دوسرا لفظ در بعث ہے، یعنی تخلیق میں پہلا نبی ہوں، مجھ سے پہلے کوئی نبی ہے نہ پیدا ہوا، دیگر انبیاء کرام میری نبوت کے بعد پیدا کیے گئے اور نبی بنائے گئے۔

اس کے باوجود مجھے تمام انبیاء کے بعد مبعوث فرمایا گیا۔ در بعث کا لفظ یہ ظاہر کرتا ہے کہ چالیس سال عمر شریف کی تکمیل پر آپ نبی بنائے گئے نہ آپ کو نبوت دی گئی بلکہ آپ کی بعثت ہوئی ہے۔ یعنی آپ کو رسول بنا کر مخلوق کی اصلاح، تربیت اور راہ نمائی کے لیے بھیجا گیا ہے۔ اور احکامات خداوندی کی تبلیغ کا حکم بخشا گیا ہے یہ لفظ جس طرح آپ کی بعثت اور رسالت پر دال ہے اسی طرح روز اول سے لے کر زمانہ بعثت تک کے سارے زمانوں میں آپ کی نبوت کے قیام، دوام، اور استمرار پر دلالت کر رہا ہے، اگر بعثت کا معنی مقرر کرنا ہو تو بھی تقرر سے پہلے وجود ضروری ہے، پھر بھی بعثت سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ قرآن حکیم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا ہے اگر آپ خاتم النبیین ہیں تو بعثت سے قبل آپ نبی کیسے ہوئے؟

جواباً کہا جائے گا کہ نفس نبوت کے لحاظ سے آپ پہلے نبی ہیں، اور عالم اجساد میں بعثت کے لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، کیونکہ آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہوا ہے نہ ہوگا۔ نبوت کے تحقق اور اتصاف میں اول ہونا اور امر ہے، اور مخلوق کی طرف مبعوث ہونا الگ امر ہے ان کے درمیان کوئی تضاد اور منافات نہیں۔

کیا مہر نبوت آپ کے پیدائشی نبی ہونے کی دلیل نہیں؟

تحقیقات نے لکھا کہ بعض حضرات سرکار دو عالم ﷺ کے وقت ولادت سے ہی نبی ہونے پر مہر نبوت کو دلیل بناتے ہیں۔ پھر لکھا کہ اس کے بارے میں پہلی گزارش یہ ہے کہ خصائص کبری جلد اول ص ۹۷ پر امام سیوطی نے تحریر فرمایا کہ جبریل علیہ السلام جب وحی لے کر آئے تو اس وقت سرکار علیہ السلام کے دونوں کاندھوں کے درمیان مہر ثبت کی۔ (ص ۳۶۸)

توضیحاً کہا جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ کی مہر نبوت پر شیخین، امام احمد، امام بیہقی، امام ترمذی، ابن عساکر طبرانی، امام حاکم، حافظ ابونعیم، ابن ابی خیثمہ، امام قرطبی، السہیلی نے متعدد روایات پر مبنی احادیث کی تخریج فرمائی ہے۔ مہر نبوت کے بارے میں مختلف الفاظ وارد ہوئے ہیں لیکن سب کا مدلول اور مدعا ایک ہی ہے امام سیوطی نے تمام روایات کو خصائص کبری۔ جلد اول، ص ۱۰۱، تا ۱۰۳ پر تفصیل سے نقل فرمایا ہے۔

امام نے فرمایا اختلف العلماء هل ولدوهوبه او وضع بعد ولا رته۔ علماء کا اختلاف ہے۔ مہر نبوت پیدائشی تھی، یا بعداز ولادت ثبت کی گئی، جن علماء کا قول ہے کہ مہر نبوت بعداز ولادت ثبت کی گئی ان کی دلیل کا ذکر کرتے ہوئے امام نے نقل فرمایا:''

''وتمسك القائلون بالثاني بما في حديث شدادبن اوس السابق في الرضاع (ص۔)۔ یعنی بعداز ولادت مہر نبوت ثبت کئے جانے پر ان کی دلیل شداد بن اوس کی حدیث ہے جو رضاعت کے باب میں گزر چکی ہے۔

کلام امام سے ثابت ہوا مہر نبوت کب ثبت کی گئی اس کے بارے میں علماء کے دو گروہ ہیں، ایک گروہ کے نزدیک مہر نبوت ولادت سے قبل موجود تھی، اور دوسرے گروہ کے نزدیک اس وقت ثبت کی گئی جب آپ حلیمہ سعدیہ کے ہاں تشریف فرما تھے۔ چار سال کی عمر میں شق صدر کے بعد مہر لگائی گئی تھی، دلائل سے یہ ثابت ہے کہ مہر نبوت پیدائشی تھی، ایام رضاعت والی مہر اس کے علاوہ اور اس سے الگ ہے۔ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص سے مروی ہے کہ مکہ کے قرب میں عیض نامی راہب ایک گاؤں میں رہتا تھا جس کا نام ظہران تھا، وہ

لوگوں کو آپ ﷺ کے اوصاف جمیلہ اور علامات مقدسہ بتایا کرتا تھا، رسول اللہ ﷺ تولد ہوئے عبدالمطلب اس کے پاس آئے اور آپ کی ولادت کی خبر دی، اس نے کہا کہ ایں مولود را بسہ خصلت کہ می شناسیم آں را، یکے طلوع نجمہ وے شب، دوم ولادت او روز دوشنبہ، سوم نام او کہ محمد است صلعم (مدارج ۲۔۱۵) اس مولود کو میں تین خصائل کی بدولت پہچانتا ہوں۔شب ولادت نجم احمد طلوع ہوگا، ۲۔اس کی ولادت پیر کے دن ہوگی۔۳۔اس کا نام محمد ہوگا۔

شیخ محقق رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ مکہ میں ایک تاجر یہودی رہتا تھا۔ آپ کی ولادت طیبہ پر چیختا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ بچہ دکھاؤ آپ ﷺ لائے گئے، اس نے آپ کی پیٹھ ننگی کی اور مہر نبوت دیکھ کر کہا کہ بنی اسرائیل سے نبوت رخصت ہوگئی ہے۔ (مدارج النبوت۔جلد۲۔۱۵)

بحیرا راہب نے بارہ سال کی عمر میں مہر نبوت دیکھی۔

طبرانی اور ابونعیم نے شرجیل بن اسلمط کے حوالے سے سلمان الفارسی سے روایت کیا کہ اہل کتاب کے ایک راہب کے پاس تعلیم کے لیے گیا تو انہوں نے کہا ہے ھذا زمان نبی قد اظل یخرج من ارض العرب له علامات من ذالك شامة مدورة بين كتفيه خاتم النبوة (خصائص۔ا۔۳۸) یہ نبی آخر الزمان کا زمانہ ہے جن کا ظہور سرزمین عرب میں ہوگا ان کے نبی ہونے کی علامات ہیں، ان میں سے ایک علامت گول قسم کی مہر ہے جو ان کے دونوں کندھوں کے درمیان ہے اور یہ خاتم نبوت کی مہر ہے، اسی مہر کو دیکھ کر سلمان الفارسی اسلام لائے۔حدیث اس امر پر دال ہے کہ راہبان یہود و نصاریٰ کو آپ کی مہر نبوت کا علم تھا اگر یہ مہر نبوت پیدائشی طور پر نہ ہوتی تو ختم نبوت کی علامت کیسے ہوتی؟ اور دیگر علامات کی طرح یہود و نصاریٰ کے عوام اور علماء کو مہر نبوت کی موجودگی کا علم کیسے ہوتا؟ تمام احبار اور رہبان نے مہر نبوت کو نہیں دیکھا تھا، اگر پہلے ثبت نہ ہوتی تو یہودی تاجر کیوں اور کیسے دیکھتا؟ ابن سعد، حاکم، بیہقی، ابونعیم نے حضرت عائشہ صدیقہ سے اس حدیث کی تخریج کی جس کے الفاظ یہ ہیں۔''ولدھذہ الليلة نبی هذه الامة الاخيرة بين كتفيه علامة فيها شعرات

متواترات کانهن عرف فرس، پھر آگے یوں ہے۔

''اخرجی الینا ابنك فاخرجته وكشفوا له عن ظهره فرأى تلك الشامة'' (خصائص ا۔۸۵)

یہودی تاجر نے قریش سے کہا کہ آج رات اس آخری امت کا نبی پیدا ہوا ہے اس کے دونوں کندھوں کے درمیان اس کے نبی ہونے کی ایک علامت ہے، جس میں گھنے بالوں کا ایک گچھا ہے (یعنی جس کے اردگرد بال ہیں)

وہ اپنا بیٹا مجھے دکھاؤ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر لایا گیا، اور آپ کی پشت مبارک کو ننگا کیا گیا تو اس نے وہ علامت وہ مہر نبوت دیکھی۔ معلوم ہوا مہر نبوت چالیس سال عمر شریف کی تکمیل پر ثبت نہیں کی گئی، بلکہ پیدائشی طور پر موجود تھی۔ شیخ محقق رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو مدارج النبوت۔ جلد اول۔ ص ۱۵ پر بروایت حاکم وابونعیم ذکر فرمایا ہے۔ محدث بیہقی اور ابن عساکر نے محمد بن زکریا الغلابی سے روایت کی کہ حلیمہ سعدیہ کے ہاں جو شق صدر چار برس کی عمر میں ہوا اس میں آپ کے قلب اطہر کو چیر کر اس میں سے سیاہ رنگ کا ایک نکتہ نکالا گیا جو خون سے بھرا ہوا تھا۔ اگلے الفاظ یوں ہیں ثم حشاه بشي کان معه ورده مکانه ثم ختمه بخاتم من نور (خصائص م ا۔۴۔۹)

پھر دل کو کسی عظیم شی سے بھرپور کیا جو اس کے پاس تھی، اور دل کو اپنی جگہ پر واپس رکھ دیا اور اس پر نور سے لبریز مہر لگائی یہ مہر پشت پر نہیں لگائی گئی بلکہ دل پر لگائی گئی، یہ مہر گوشت کی نہیں تھی، بلکہ نور کی تھی۔ اس مہر کو صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا۔ دیگر کسی فرد بشر نے اس مہر کو ثبت ہوتے دیکھا، اور نہ ہی بعد میں بچشم سر دیکھا۔

ابویعلی، ابونعیم ابن عساکر نے شداد بن اوس سے جو اس مضمون کی حدیث تخریج کی ہے اس میں یہ الفاظ بطور خاص مرقوم ہیں۔ ثم اخرج منه مضغة سوداء فرمی بها ثم قال بیده یمنة ویسرة کانه یتناول شیئا فاذا انا بخاتم فی یده من نور یحار الناظرین رونه (خصائص جلد اول ص ۹۴) میرے دل کو چیر کر اس سے سیاہ رنگ کا منجمد خون نکالا اور اس کو پھینک دیا، میرے

دائیں، بائیں جو آدمی کھڑے تھے انہوں نے آپس میں گفتگو کی گویا وہ کسی چیز کا لینا دینا کر رہے ہیں پھر میں نے ایک کے ہاتھ میں نور کی ایک مہر دیکھی دیکھنے والا جس کو دیکھے تو حیرت میں ڈوب جائے۔

اس سے بھی ثابت ہوا کہ یہ مہر دل انور کو نور، اور حکمت سے پر کرنے کے بعد دل پر لگائی گئی ہے انسانی آنکھیں جس کو دیکھنے سے قاصر ہیں، اس نورانی مہر کو دل اقدس پر ثبت کیا گیا۔ آپ کے علاوہ کسی فرد بشر نے اس کو نہیں دیکھا محدث ابونعیم نے واحدی کے حوالے سے آپ کی والدہ کے پاس واپسی کا واقعہ نقل کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ جب حلیمہ سعدیہ آپ کو لے کر وادی سدر میں پہنچیں تو وہاں اہل حبشہ کی ایک جماعت رفیق سفر ہوگئی، اس نے حلیمہ سعدیہ سے آپ ﷺ کے بارے میں دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ فنظر واالی رسول اللہ ﷺ نظرًا شدیدا ثم نظر واالی خاتم النبوۃ بین کتفیہ قالوا ھذا واللہ نبی اہل حبشہ نے رسول اللہ ﷺ کو سخت گیر نگاہوں سے دیکھا، پھر دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا اور آپ کی آنکھوں کی سرخی کو دیکھا تو کہنے لگے خدا کی قسم یہ نبی ہے۔ ثابت ہوا آپ ﷺ کی آنکھوں میں ہر وقت موجود سرخی، اور آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان پائی جانے والی پیدائشی مہر نبوت آپ کے نبی ہونے کی علامات تھیں جن کو دیکھنے والا ہر شخص یہ پکار اٹھتا تھا کہ آپ اللہ کے نبی ہیں، جلیل القدر محدثین کے تخریج کردہ مندرجہ بالا آثار واحادیث اس بات کے شواہد ہیں کہ ایام رضاعت میں آپ کی پشت پر دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ثبت نہیں کی گئی بلکہ مہر نبوت پیدائشی اور فطری ہے، جن علماء نے بعد از ولادت مہر نبوت لگانے کا قول کیا ہے ان کی دلیل حدیث شداد بن اوس ہے اس حدیث میں آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان موجود اور ثبت شدہ مہر نبوت کا سرے سے ذکر ہی نہیں بلکہ اس میں شق صدر کے واقعہ میں نور کی مہر کا ذکر ہے جو آپ کے قلب اطہر پر لگائی گئی ہے لہٰذا اس حدیث سے استشہاد کرنا محل نظر ہے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ نے مندرجہ بالا ذخیرۂ ثبوت اپنی کتاب خصائص میں جمع کیا ہے وہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مہر نبوت نزول وحی کے موقعہ پر ثبت کی گئی تھی۔ نزول وحی کے بارے میں مرتبہ آثار واخبار میں ایسا کوئی ثبوت خصائص میں موجود نہیں۔

جہاں تک شیخ محقق رحمہ اللہ کا تعلق ہے۔ آپ نے نقل فرمایا۔ ناگاہ گرفت خاتمے از نور کہ حیران گردد دروے دیدہ پس مہر کرد بوے دل مرا بس پر شد دل من نبور وآں نور نبوت وحکمت بود (مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۲۲)

اچانک دوسرے آدمی نے نور سے بنی ہوئی مہر پکڑی، جس کو دیکھ کر آنکھیں حیران ہوتی تھیں اس نے اس نور کی مہر سے میرے دل پر مہر لگائی۔ میرا دل نور سے لبریز ہو گیا، یہ نور نبوت اور حکمت کا تھا۔ معلوم ہوا شیخ محقق کا عقیدہ مہر نبوت کے بارے میں واضح ہے اور وہ یہ ہے کہ مہر نبوت آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان تھی، پیدائشی تھی، اور نزول وحی سے پہلے ثبت تھی۔ تحقیقات کا موقف یہ ہے کہ مہر نبوت نزول وحی کے موقعہ پر لگائی تو نبوت کا نور بھی آپ کو چالیس سال کے بعد حاصل ہوا اگر یہ قابل اعتماد ہے تو شق صدر جو چار سال کی عمر میں ہوا اور دل اقدس کو نور نبوت اور نور حکمت سے پر کیا گیا یہ کس کھاتے میں جائیگا؟ شیخ محقق تو چار سال کی عمر مبارک سے آپ کو نبی مان کر تحریر فرما رہے ہیں۔

حافظ ابی الفداء عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ نے شق صدر کے اس واقعہ کو آپ کے نبی ہونے کی علامت قرار دیا ہے چنانچہ تحریر فرمایا۔ رضاعه عليه الصلوٰة والسلام من حليمه بنت ابى زؤيب السعديه وماظهر عليه من البركة وآيات النبوة (البدایہ والنہایہ۔ ۲۵۴) اس عنوان کے تحت شق صدر کے واقعہ کو نقل فرمایا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ حافظ رحمہ اللہ کے نزدیک چار سال کی عمر میں ہونے والا شق صدر آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے، تعجب ہے محمد عمر حیات باوری کے مجدد عالی مرتبت پر جس نے تجدیدی رائے دیتے ہوئے نقل کیا کہ بار بار کا شق صدر اور غار حراء میں چلہ کشی ازالہ کثافت کے لیے تھی۔

عصمت نبوت کو لازم ہے عصمت ہے تو نبوت بھی ہے عصمت کو نبوت لازم نہیں

تحقیقات نے لکھا کہ: حاصل کلام یہ ہوا کہ نبی کی ذات اقدس کے لیے معصوم ہونا ضروری ہے لیکن یہ سمجھ لینا کہ جب سے عصمت ثابت ہوگی تب سے نبوت ثابت ہوگئی بالکل غلط اور بے بنیاد

سوچ ہے۔(ص۳۱۰)

توضیحا کہا جائے گا کہ: یہ امر محقق اور متفق علیہ ہے کہ نبوت کو عصمت لازم ہے، اور تمام انبیاء صغائر اور کبائر سے معصوم ہیں، فقہ اکبر میں ہے: **والانبیاء علیہم السلام کلھم منزھون عن الصغائر والکبائر** تمام انبیاء علیہم السلام گناہان صغیرہ اور کبیرہ سے معصوم ہیں، اس پر ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: **ثم ھذہ العصمۃ ثابتۃ للانبیاء قبل النبوۃ وبعد ھا علی الاصح** "(شرح فقہ اکبر) انبیاء کرام کے لیے عصمت اظہار نبوت سے قبل اور اظہار نبوت کے بعد ثابت ہے اور یہی قول اور مذہب اصح ہے، ثابت ہوا انبیاء کرام اظہار نبوت سے پہلے اور بعد صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔

امام اہل سنت امام ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: نظر اقتضاء آں میکند کہ تاکید وجوب عصمت درحق انبیاء علیہم السلام افزوں از اں ست کہ درحق ملائکہ زیرا کہ خلق بتابعت انبیاء مامور اند بہ متابعت ملائکہ مامور نیستند نظر و فکر اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ انبیاء کرام کے حق میں وجوب عصمت کی تاکید ملائکہ کی عصمت سے زیادہ ہو کیونکہ مخلوق کو انبیاء کرام کی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے، فرشتوں کی اتباع کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، (المعتمد فی المعتقد۔۸۳) علامہ فضل اللہ التور پشتی رحمہ اللہ نے امام اہل سنت ابو منصور ماتریدی کا مذہب نقل فرما کر واضح فرمایا کہ انبیاء کرام اور فرشتوں کی عصمت میں اتباع اور اقتداء کے عنوان میں فرق ہے۔ بندوں پر لازم ہے کہ وہ قبل از نبوت اور بعد از نبوت انبیاء کے لیے عصمت کے واجب اور لازم ہوتے کا عقیدہ رکھیں، کیونکہ انہی نفوس قدسیہ نے اپنی بے داغ صورت و سیرت کو چیلنج کی صورت میں: اعلان نبوت کے مرحلہ پر عوام کے سامنے پیش کرنا ہے اس لیے اس کے ماضی اور مستقبل کا معصوم ہونا لازم اور واجب ہے، اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عصمت نبوت کے لیے بدرجہ وجوب لازم ہے، اور اصول یہی ہے کہ لازم کا تحقق ،ملزوم کے تحقق کو مستلزم ہوتا ہے، عصمت عرض لازم ہے، وجود معروض کے بغیر اس کا تحقق اور وجود ناممکن ہے، ماننا پڑے گا کہ جہاں مخلوق انسانی میں عصمت ہوگی وہاں نبوت ہوگی، عام مخلوق میں چونکہ عصمت کا وجوب اور لزوم نہیں اس

لیے نبوت بھی نہیں، امام اہل سنت ابوشکور سالمی رحمہ اللہ نے عصمت انبیاء کے وجوب پر حدیث متی و جبت لک النبوۃ سے استدلال فرمایا ہے۔ کہ نبی محترم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کس وقت نبی تھے، فرمایا میں اس وقت نبی تھا کہ آدم علیہ السلام آب وگل میں تھے، اس کے معنی یہ ہیں کہ انبیاء کرام کے لیے عصمت قبل وحی واجبات ضروریہ سے ہے اور بعد وحی تو بطریق اولیٰ عصمت ضروری ہے۔ (تمہید۔ ص ۱۶۷)

امام نے وجوب عصمت پر بحث کرتے ہوئے فرمایا: جس شخص پر وحی نازل کی جائے تو نہ صرف جواز بلکہ واجب ہے کہ وہ وحی سے پہلے بھی معصوم ہو، اس لیے کہ جو چیز جواز میں ہے تو اس میں نبی، غیر نبی امتی سب مساوی ہیں، کہ جائز ہے کہ وہ معصوم ہو اور جائز ہے کہ معصوم نہ ہو، تو عصمت انبیاء بطریق وجوب ثابت ہوگئی نہ کہ بطریق جواز، جب نبی قبل وحی واجب انعصمت ہوئے تو ثابت ہوا کہ وہ نبی تھے، اس لیے کہ غیر کا معصوم ہونا واجب نہیں۔ (ص ۱۶۷)

امام سالمی رحمہ اللہ کا کلام واضح ہے: جس سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام وحی سے قبل معصوم ہوتے ہیں، اور یہ عصمت ان کے حق میں لازم اور واجب ہے عصمت کا واجب اور لازم ہونا ثابت کرتا ہے کہ وحی سے قبل وہ نبی ہوتے ہیں اگر نبی نہ ہوتے تو ان کے حق میں وحی سے قبل عصمت لازم اور واجب نہ ہوتی۔ وہوالمراد۔

لہٰذا تحقیقات کا قبل وحی عصمت کو ماننا، اور اس کی بنیاد پر ثابت اور محقق نبوت کو نہ ماننا بالکل غلط اور بے بنیاد سوچ ہے، کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ عرض تو ثابت اور موجود ہو مگر معروض موجود نہ ہو۔

بقول تحقیقات اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ انبیاء کرام علیہم السلام نزول وحی سے قبل ولی ہوتے ہیں اور ان سے امور خارقہ للعادات کا ظہور ہوتا ہے، تو بھی عصمت کا وجود اور قبول لازم ہے، کیونکہ امام سالمی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نبی اظہار نبوت اور وحی سے قبل ولی ہوتا ہے یعنی لوگوں کے روبرو وہ ولی ہوتا ہے اگرچہ اللہ کے نزدیک تو اس وقت بھی نبی ہی ہوتا ہے۔ (ص۔۱۸۰) ثابت ہوا کہ اظہار نبوت اور قبل وحی نبی معصوم کیوں ہے؟ اور اس سے کرامت کا ظہور اور صدور کیوں ہو رہا ہے؟ وہ صرف اس لیے

کہ وہ حقیقت میں اللہ کا نبی ہے اگر نبی نہ ہوتا تو اس سے کرامت کا ظہور ہوتا نہ وہ واجب العصمۃ ہوتا بہر صورت تحقیقات کا موقف بدیہی البطلان ہے۔

تحقیقات نے لکھا کہ: قابل فکر بات یہ ہے کہ اس عرصہ میں انبیائے کرام کو ولی نہ ماننا انبیاء علیہم السلام کا ادب واحترام ہوگا یا ان کی توہین ہوگی، کہ مقام ولایت تک بھی واصل نہیں۔ (ص۔۳۰۹)

توضیحا کہا جائیگا کہ، امام عبدالشکور السالمی رحمہ کی تمہید سے پہلے گزر چکا ہے کہ نبی کے لیے معصوم ہونا جائز نہیں بلکہ واجب ہے۔ اگر جائز ہوتو عصمت میں غیر نبی یعنی افراد امت بھی شامل ہو جائیں گے۔ اور ایسی صورت میں نبی کے لیے بطور عرض لازم عصمت کا ثبوت نہ ہوگا، نبی قبل از اعلان نبوت معصوم ہے۔ قبل از اعلان نبوت اسی لیے معصوم ہے کہ وہ نبی ہے وہ اپنی تخلیق میں ہی نبی ہے، اگر تخلیقی طور پر نبی نہ ہوتا تو معصوم بھی نہ ہوتا، ولی ظہور ولایت سے پہلے معصوم ہے نہ بعد ظہور ولایت، ولی کا نور ولایت اصلی ذاتی، حقیقی نہیں، بلکہ اس کا نور، عارضی اور نبی کی تبعیت کی وجہ سے ہے، ولی کا نور اس کے زمانے کے نبی کا نور ہے، جو اتباع نبی کا فیضان ہے، غوث کبیر، عبدالعزیز الدباغ نے فرمایا: نور النبوۃ اصلی ذاتی حقیقی مخلوق مع الذات فی اصل نشاتھا و لذا کان النبی معصوما فی کل احوالہ (جواہر البحار۔ جلد ثانی۔ ۳۶۳) معلوم ہوا نبی معصوم ہے کہ نور نبوت اس کی ذات کی پیدائش کے موقعہ پر ہی اس کو دیا گیا ہے، غوث کبیر نے ولایت اور نبوت کی حقیقت میں فرق بیان کرتے ہوئے مذکورہ کلام ارشاد فرمایا ہے جو دلیل بین ہے کہ نبی روز ولادت سے ہی نبی ہے، اس کی تائید تمہید کے حوالے سے پہلے آ چکی ہے، نور ولایت چونکہ اصلی، حقیقی، اور ذاتی نہیں، بلکہ نبی کی اتباع اور اقتداء کا ثمر ہے، اس لیے ولی کا مقام ولایت سے معزول ہونا اور ولایت کا سلب ہونا جائز بلکہ امور واقعیہ میں سے ہے، جبکہ نبی سے نبوت کا سلب ہوتا، اور نبوت سے نبی کا معزول ہونا محال ہے، امام ابوشکور اسالمی رحمہ اللہ نے فرمایا۔ نبوت انبیاء سے نزول وحی سے قبل ثابت ہوتی ہے تو بعد از وفات نبوت زائل نہیں ہوتی۔ (تمہید۔ ص۔۱۸۳)

پھر فرمایا ہم سب اس امر پر مجتمع اور متفق ہیں کہ نیند کے ساتھ انبیاء کی نبوت سلب نہیں ہوتی، اور نبوت سے معزول نہیں ہو جاتے۔ (ایضاً)

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: تمام انبیاء گناہوں سے پاک، سچے، اور خدا کی طرف سے احکام پہنچانے والے تھے وہ اپنے منصب نبوت سے کبھی معزول نہیں ہوئے۔ (تکمیل الایمان۔ص ۱۱۵)

پھر فرمایا: انبیاء علیہم السلام کبھی معزول نہیں ہوتے، اللہ تعالیٰ نے جو مراتب و درجات رسالت انہیں عطا فرمائے ہیں وہ ان سے کبھی نہیں چھینتا، رسالت موت کے بعد بھی قائم اور جاری رہتی ہے" (۱۱۴)

اولیاء کرام کے بارے میں فرمایا۔ اولیاء معزول ہونے کے خوف سے اور خاتمہ بالخیر کے لیے ہر وقت مقام خطر میں رہتے ہیں اگر ان کا خاتمہ ایمان پر ہوا تو ولی ہیں۔ (تکمیل الایمان۔ص ۱۱۴)

شرح عقائد میں ہے الانبیاء معصومون من خوف الخاتمة مکرمون بالوحی و مشاهدة الملك مامورون بتبليغ الاحکام و ارشاد الانام (بحوالہ تحقیقات۔ص ۳۷۸)

انبیائے کرام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں، خاتمہ کا انہیں کوئی خوف نہیں ہوتا وحی کے نزول اور فرشتوں کو دیکھنے سے مشرف ہوتے ہیں، اور احکام کی تبلیغ اور لوگوں کی راہ نمائی پر مامور ہوتے ہیں۔

تعجب ہے جب اتنے فواصل ولایت اور نبوت کے درمیان موجود ہیں بلکہ اتنے مغائرات اور مفارقات موجود ہیں تو انبیاء کرام کی ذوات مقدسہ کو منصب نبوت اور لوازمات نبوت سے معزول کر کے صف اولیاء میں کھڑا کرنا جائز اور فکر مجدد ہے۔

تحقیقات کے نزدیک آپ کی تین نبوتیں ہیں تضاد بیانی کی انتہاء

آپ صلی اللہ علیہ وسلم گویا صرف اپنی ذاتی کے لیے اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے حالانکہ یہ نبوت تو محل نہیں جو حکم ولایت میں ہے اور نبوت خفیہ و باطنیہ ہے، اور نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تک محدود ہے۔ نہ تو یہ وہ نبوت ہوئی جو عالم ارواح میں آپ کو حاصل تھی اور ارواح انبیاء اور ملائکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفید ہو رہے

تھے، اور نہ وہ نبوت اور ہوئی جو بعد میں آپ کو حاصل ہوئی الخ۔ (ص ۳۵۱)

توضیحا کہا جائے گا کہ: تحقیقات کے موید علی احمد سندیلوی نے لکھا آپ ﷺ کو دو مرتبہ نبی اور دو مرتبہ رسول بنایا گیا ص۔ ۴۹، بقول تحقیقات جب آپ اپنی ذات کے لیے نبی تھے تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا آپ پر وحی خفی ہوتی رہی اور کشف صادق ہوتا رہا۔ ثابت ہوا کہ وحی خفی اور کشف صادق سے آپ اپنی ذات کے لیے نبی تھے تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا آپ پر وحی خفی ہوتی رہی اور کشف صادق ہوتا رہا۔ ثابت ہوا کہ وحی خفی اور کشف صادق سے آپ اپنی ذات کی تعلیم و تربیت فرماتے رہے، تو تحقیقات نے یہ کیوں اور کیسے لکھ دیا کہ: جبکہ ایک ہستی نبی ہے تو اس کے پاس لوگوں کے رشد و ہدایت اور اصلاح کا سامان نہیں تھا تو کم از اپنی تربیت کا سامان تو ہونا چاہیے تھا۔ ص ۲۳۸

تحقیقات کی بوکھلاہٹ کا یہ عالم ہے کہ پوری علمی طاقت اس پر صرف کر دی کہ چالیس سال سے پہلے نبوت نہیں ملتی چنانچہ سہیل احمد سیالوی نے لکھا۔ لیکن عالم اجسام میں بشمول سید عالم ﷺ کسی نبی کو بھی چالیس سال سے پہلے مقام نبوت پر فائز نہیں کیا گیا۔ (ص۔ ۱۶)

محمد اقبال مصطفوی نے لکھا۔ چالیس سال کے بعد جبریل امین غار حراء میں سورۂ علق کی ابتدائی آیات کے ساتھ آپ ﷺ پر نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ منصب نبوت پر فائز ہوئے۔ (ص ۳۹)

تحقیقات نے لکھا، تو معلوم ہوا کہ دعوی نبوت اور اظہار معجزہ کے بغیر نبوت ثابت نہیں ہوتی، اور جب یہ دعویٰ پایا گیا اور معجزات اس دعوی کی تصدیق و تائید میں ظاہر ہوئے تو آپ کا مخلوق کی طرف مبعوث ہونا اور نبی و رسول ہونا متحقق ہو گیا ص۔ ۶۹

پھر لکھا کہ الغرض رسول ہو یا نبی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے احکام شرعیہ کی تبلیغ دونوں کے لیے ضروری ہے۔ ص ۹۷

پھر غلام نصیر الدین سیالوی نے لکھا کہ محدثین کی اکثریت عالم ارواح میں بھی سرکار دو عالم ﷺ کو بالفعل نبی تسلیم نہیں کرتی ص ۳۹۲

مندرجہ بالا تضادات سے لبریز عبارات یہ شہادت دے رہی ہیں، کہ تحقیقات اور اس کے تائیدگان کا بھی آپس میں اتفاق نہیں بلکہ اصل میں تحقیقات نے مختلف پینترے بدل کر اپنے موقف کو مکدر اور مشکوک بنا دیا ہے بلکہ اپنے ہی موقف کی تردید اور نقیض پیش کی ہے، اسی تحقیقات نے تحریر کیا ہے نیز نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم عالم ارواح میں بالفعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ارواح انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ کرام کو افادہ وافاضہ فرماتے رہے تو لباس بشریت میں ملبوس ہونے پر وہ نبوت سلب تو نہیں ہوگئی تھی۔ پھر لکھا وقتی طور پر پس پردہ چلی گئی۔ ص ۳۵۱۔

اب توجہ طلب معاملہ یہ ہے کہ غلام نصیر الدین نے کہا کہ محدثین کی اکثریت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم ارواح میں بالفعل نبی نہیں مانتی، تحقیقات نے لکھا کہ آپ عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے، ارواح انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ مستفید اور مستفیض ہوئے، غلام نصیر الدین نے ان محدثین کے نام نہیں بتائے اکیلے امام غزالی رحمہ اللہ نے اس میں تاویل کی ہے لیکن علماء نے ان کا تعاقب کیا اور ان کے موقف کو رد کر دیا۔ ہے، اور کون سے محدثین ہیں جو انکار کرتے ہیں۔

لیکن تحقیقات کی مجددانہ تحقیق انتہائی مضحکہ خیز ہے، کہ عالم ارواح والی نبوت بھی قائم، دائم اور مستمر ہے سلب نہیں ہوئی بلکہ لباس بشریت میں محبوس ہوکر مستور، اور پردہ خفا میں چلی گئی ہے، اس کے علاوہ ایک اور نبوت ہے جو خفیہ اور باطنیہ ہے، چالیس سال کے بعد ایک اور نبوت ملی ہے جو پہلی دو نبوتوں کے علاوہ ہے، یہ تین نبوتیں ہوئیں، جب پہلی دو نبوتیں موجود ہیں تو تیسری نبوت تحصیل حاصل نہیں؟

ثانیا: جب عالم ارواح والی نبوت موجود ہے گو کہ مستور ہے مگر موجود ہے تو چالیس سال کے بعد اعطائے نبوت کو محدود اور معلق کرنا خطائے فحش نہیں؟ اور چالیس سال سے قبل علی الاطلاق نبوت کی نفی اور انکار کرنا کس دلیل اور کس بنیاد پر؟

ثالثا: تین نبوتوں کے وجود اور ثبوت پر کوئی نقلی دلیل موجود ہے؟

رابعا: تحقیقات نے لکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس بشری ماں، باپ دونوں کے مادۂ تولید کی

آمیزش سے تیار ہوا تھا لہٰذا وہ نسبتاً کثیف تھا اس لیے اس کی کثافت کو بار بار کے شق صدر اور چلہ کشی وغیرہ کے ذریعے جب لطیف کر دیا گیا اور حقیقت نوریہ کا ہم رنگ تب یہ منصب آپ کو سونپا گیا۔ (ص ۱۶۰)

معلوم ہوا چالیس سال کی تکمیل پر جو نبوت آپ کو دی گئی وہ عالم ارواح والی نبوت تھی کیونکہ وہ نبوت آپ کے لباس بشریت میں مستور کر دی گئی تھی، اور جب لباس بشریت آپ کی حقیقت نوریہ کا رنگ ہم صفت ہو گیا تو اسی نبوت مستورہ کو ظاہر فرمایا گیا۔ پھر بھی چالیس سال کے بعد کثافت جسمانی کے زائل ہونے پر عالم ارواح والی نبوت کا ظہور ہوا ہے، اعطائے نبوت نہیں ہوا، تحقیقات اور اس کے ہم نواؤں کا یہ قول کہ آپ کو چالیس سال کی تکمیل پر اعطائے نبوت ہوا ہے غلط ثابت ہوا ہے اور اگر عالم ارواح والی نبوت کا ازالہ کثافت کے بعد ظہور نہیں ہوا تو یہ نبوت کہاں گئی؟ کہ تیسری دفعہ الگ نبوت دی گئی۔ تحقیقات کا موقف ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین بار وصف نبوت سے مشرف فرمائے گئے ہیں۔

۱۔ عالم ارواح میں ارواح انبیاء اور ملائکہ کی تعلیم و تربیت کے لیے بالفعل نبی تھے، عالم اجسام میں یہ نبوت آپ کے لباس بشریت میں موجود مگر مستور رہی۔

۲۔ چالیس سال کے بعد آپ بالفعل نبی بنے اور کائنات کے لیے آپ کی بعثت ہوئی۔

۳۔ عالم ارواح، اور عالم اشباح کے درمیانی عرصہ، یعنی ظہور قدسی سے لے کر چالیس سال کی عمر شریف کی تکمیل تک آپ کو نبوت خفیہ، باطنیہ حاصل تھی جو صرف اور صرف آپ کی ذات مقدسہ کی تعلیم اور تربیت کے لیے تھی، جب تحقیقات کے ہاں یہ تینوں نبوتیں مسلمہ ہیں تو چالیس سال سے پہلے کے دورانیے کے لیے علی الاطلاق آپ کے نبی نہ ہونے کا قول چہ معنی دارد؟ غلام نصیر الدین نے ائمہ محدثین کے انکار کا بہانہ تراش کر عالم ارواح والی نبوت جس کو تحقیقات نے بالفعل تسلیم کیا ہے کا انکار کر دیا ہے، جبکہ سہیل احمد نے چالیس سال سے قبل دونوں نبوتوں کا انکار کر دیا ہے اور علی احمد سندیلوی نے دومرتبہ نبی بنایا جانا تسلیم کیا ہے۔ یہ تحقیقات اور اس کے ہم نواؤں کی بوکھلاہٹ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بچپن میں ہی الہامات ہوتے تھے

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا۔ وخواستم کہ پستان چپ را نیز بدہم نگرفت ونخورد، ابن عباس گفت کہ حق تعالیٰ در ابتدائے حال او را الہام عدالت کرد، و انصاف نگاہ داشت و دانست کہ او را شریکے است پسر ک حلیمہ باشد (مدارج النبوۃ۔ جلد دوم، ص ۲۰) حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے آپ ﷺ کو بایاں پستان بھی پیش کیا کہ آپ اس سے بھی دودھ پئیں مگر آپ نے نہ پستان ہاتھ میں لیا اور نہ دودھ پیا، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، آپ کے ابتدائی حال میں ہی یہ الہام کر دیا تھا کہ عدل وانصاف کا خیال رکھیں، اور یہ بتا دیا تھا کہ آپ کا ایک حصہ دار اور بھی ہے اور وہ حلیمہ سعدیہ کا فرزند ہے۔

یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ انتہائی صغرسنی میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعلیم وتربیت اپنے ذمہ لے رکھی تھی، اور الہام کے ذریعے آپ کی تعلیم ہوتی تھی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ فرمان حدیث صحیح ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ روز ولادت سے ہی نبی ہیں۔ اور نبی ہونے کی وجہ سے انتہائی صغرسنی میں آپ کی تعلیم وتربیت بذریعہ الہام ہوتی تھی۔

حضرت شیخ نورالدین علی بن زین الدین ابی المواہب الشہیر بابن الخیرار رحمہ اللہ نے فرمایا:

وهو صلى الله عليه وسلم مطبوع على الحق والخير واخلاق الكرام الموافقة لما جاءت به شريعته بالهام الله له من حين تشاء صغيرا (جواہر البحار، جلد ۳۔ ص ۸۷)

آپ ﷺ کو حق اور خیر پر تخلیق فرمایا گیا اور ان اخلاق کریمہ پر جو آپ کی شریعت کا حصہ تھے، ان اخلاق کریمہ (عادت وخصائل) کا آپ کو الہام کیا جاتا تھا۔ کیونکہ بچپن میں ہی آپ پر الہامات ہونے لگے تھے۔ ان الہامات کے کئے جانے کا سبب آپ کا نبی ہونا تھا، اور اخلاق کریمہ سکھائے جانے کی وجہ بھی آپ کی نبوت تھی جو روز ولادت سے موجود آ رہی تھی، ان اخلاق کریمہ کی الہامی تعلیم آپ کی شریعت مطہرہ کی تعلیم تھی، اور شریعت مطہرہ کی تعلیم کا بنیادی اور مرکزی سبب آپ کا نبی ہونا تھا۔ اس صغرسنی میں آپ کے نبی ہونے پر کوئی استحالہ نہیں کیونکہ آپ کی ذات میں عالم ارواح والی نبوت کا دوام اور استمرار موجود تھا، تحقیقات نے بھی اس نبوت کے دوام اور استمرار کو متعدد بار دہرایا اور ذکر کیا ہے۔

علامہ محقق شیخ احمد بن محمد بن ناصر سلاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: فقد علم اتصاف حقیقته صلی اللہ علیه وسلم بالاوصاف الشریفة المفاصة علیه من الحضرة الالھیة من اول الامر قبل خلق کل شیء وانما تاخر اتصافه بالاوصاف الوجودیة العینیة لجسده لما وجد فی دلنیا (جواہر البحار، جلد چہارم ص ۲۱۱)

معلوم ہو گیا کہ آپ کی حقیقت مقدسہ کا اوصاف شریفہ کے ساتھ موصوف ہونا جو آپ پر بارگاہ الوہیت کی طرف سے فیضان کئے گئے تھے روز اول سے سب مخلوق سے پہلے ارزاں کئے گئے تھے۔ ان کے تحقق خارجی اور وجود عینی کو دنیا میں آپ کی تشریف آوری تک موخر کر دیا گیا، اور جب آپ دنیا میں جلوہ گر ہوئے تو ان اوصاف سے آپ کو متصف کر دیا گیا۔ روز اول جو اوصاف اللہ تعالیٰ کی بارگاہ ذوالجلال سے آپ پر فیضان کئے گئے ان میں آپ کا نبی ہونا، خاتم النبیین ہونا، رحمۃ اللعالمین ہونا، وما ارسلناك الا کافته للناس اور کنت اول النبیین فی الخلق و آخرھم فی البعث کا مدلول اور مصداق ہونا نمایاں ہیں۔ لیکن ان کا تحقق اور وجود وظہور خارج میں اس وقت ہوا جب آپ دنیا میں جلوہ گر ہوئے، اس سے ثابت ہوا کہ آپ کی نبوت اور رسالت خارجیہ میں اسی وقت متحقق اور موجود ہوئی جب آپ عالم اجساد میں موجود پائے گئے، لہٰذا آپ کی نبوت اور رسالت کا خارج میں وجود اور ظہور اسی وقت ہوا جب آپ دنیا میں جلوہ گر ہوئے یہ کہنا کہ چالیس سال سے قبل آپ کی نبوت کا وجود اور تحقق نہیں ان عرفاء کے کلام کی روشنی میں غلط اور بے بنیاد ہے۔ جب مندرجہ بالا تمام اوصاف کا محل اور موصوف آپ کی ذات گرامی ہے، تو اصول کے مطابق دنیا میں آپ کی موجودگی پر ان کا وجود خارجی اور تحقق ضروری ہوگا، ورنہ لازم آئے گا کہ ذات تو موجود ہو اور اوصاف لازمہ للحقیقۃ المحمد یہ موجود نہ ہوں یہ محال ہے کیونکہ روز اول سے ہی ان اوصاف کا فیضان بارگاہ خداوندی سے بطور لازم اور خاصہ آپ کے لیے ثابت ہے۔ جس کا سلب اور تخلف بھی محال ہے، جب یہ اوصاف لازمہ ہیں آپ کی ذات کے لیے موجود اور ثابت ہیں تو صغر سنی میں آپ پر الہامات کا ہونا لازمی فطری تقاضا ہے۔

مزید جب آپ اپنی حقیقت محمدیہ اور روح انور کے ساتھ لباس بشری میں آئے تو اوصاف کمالیہ منفردہ کا تحقق بھی ضروری اور بدیہی امر ہے کیونکہ شی کا ثبوت لوازم کے ساتھ ہوتا ہے، تحقیقات کے نزدیک بھی عالم ارواح والی نبوت سلب نہیں ہوئی۔

تحقیقات نے چالیس سال سے قبل آپ کی نبوت تسلیم کی ہے

تحقیقات نے لکھا کہ: حالانکہ عصمت لازمہ نبوت ہے نہ کہ لازمہ اعلان نبوت ص ۳۳۵

اور تفسیر کشاف کا حوالہ دیتے ہوئے نقل کیا کہ وفی الکشف فی قولہ تعالی وما ینطق مضارعا مع قولہ سبحانہ ماضل صاحبکم وماغوی مایدل علی انہ علیہ السلام حیث لم یکن لہ سابقۃ غوایۃ وضلا، منذتمیز و قیل تحنکہ واستنبائہ لم یکن لہ نطق عن الھوی۔ ص لا لا

صاحب کشاف نے ذکر فرمایا کہ وما ینطق عن الھویٰ قول باری تعالی ہے اور مضارع کی حالت میں ذکر کیا گیا ہے۔ جبکہ کلام مجید میں آپ سے ماضی زمانہ کے لحاظ سے بھی ضلالت وغوائیت کی نفی کی گئی ہے تو اس کا صریح مفہوم و مدلول یہی ہوا کہ محبوب کریم علیہ السلام والصلوٰۃ اس وقت بھی غوائیت وضلالت سے محفوظ و مامون، اور معصوم تھے جبکہ آپ ﷺ سن تمیز میں تھے۔ (تحقیقات ص۔ ۳۵۵)

تحقیقات نے اعلان نبوت سے پہلے آپ ﷺ کو سن تمیز میں معصوم تسلیم کیا اور تحریر کیا ہے، سن تمیز ولادت کے بعد کا زمانہ ہے جس کو سن شعور کہا جاتا ہے، سن شعور میں جب آپ محفوظ، مامون، اور معصوم تسلیم ہوئے۔ تو آپ نبی تسلیم ہوئے۔ کیونکہ تحقیقات نے عصمت کو نبوت کا لازمہ قرار دیا ہے۔ جب لازمہ ثابت ہے تو ملزومہ بھی ثابت ہے اور وہ نبوت ہے، گویا تحقیقات نے عصمت کو لازمہ نبوت تسلیم کر کے اور آپ ﷺ کو اعلان نبوت سے قبل مامون، محفوظ اور معصوم تحریر کر کے آپ کو اعلان نبوت سے قبل نبی تسلیم کیا ہے۔ تو پھر انکار کیوں؟ تحقیقات نے رسول اللہ ﷺ کی قبل از بعثت نبوت کی نفی پر آیہ کریمہ ما کنت تدری ماالکتاب ولاالایمان سے استدلال کیا ہے کہ عالم اشباح میں نزول

وحی سے پہلے آپ کوایمان اور کتاب کا علم نہ تھا، جب وحی آئی تو علم ہوا، وحی چالیس سال کے بعد آئی لہٰذا آپ کو نبوت بھی چالیس سال کے بعد دی گئی ہے نزول وحی سے قبل دعویٰ نبوت غلط ہے۔ (ص۔۳۲۱)

توضیحا کہا جائے گا کہ: شیخ ابراہیم الکورانی رحمہ اللہ نے اپنے شیخ العارف القشاشی سے نقل فرمایا: واماان کان المداد بالزمان المشار الیہ بما کنت تدری الی آخرہ ھو الزمان السابق علی الوحی المنزل علیہ فی عالم الاشباح حین بعثہ اللہ للناس رسولا فالایۃ انما تدل علی انتقاء التذکر لوقوع المیثاق وانہ متی کان و کیف کان لاعلی علم الضروری بالتوحید

اگر ما کنت تدری ما الکتاب ولا یمان سے مراد یہ ہو کہ عالم اجساد میں نزول وحی سے قبل آپ کو کتاب اور ایمان کا علم نہ تھا اور آپ ﷺ کو جب رسالت دیگر لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا اور وحی نازل کی گئی تو علم ہوا۔ تو کتاب وایمان سے لاعلمی اور عدم درائیہ کا معنی یہ ہو گا کہ آپ کو میثاق کے واقعہ کا علم نہیں، کہ وہ کب ہوا، اور کیسے ہوا تھا، اس عدم درایت سے یہ مراد نہیں کہ آپ سے توحید کے علم ضروری کی نفی کی گئی ہے۔ کہ آپ کو توحید کا ضروری علم بھی نہ تھا۔

آگے فرمایا: اماالثانی فلان انتفآنہ لایستلزم مالایلیق بمنصب الانبیاء۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر اس سے مراد یہ ہو کہ آپ سے درایت ایمان کی نفی کی گئی ہے کہ نزول وحی سے قبل آپ ﷺ کو توحید کا علم ضروری بھی نہ تھا تو یہ غلط ہے اور انبیاء کرام کی شان رفیع اور مقام قرب کے خلاف ہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے انبیاء کو توحید کے ضروری علوم کا حصول نہ ہو، پھر فرمایا: فلان الایمان ھو التصدیق المخبر فیما اخبربہ وقد صح ان اللہ تعالیٰ اخبرھم اذااخذ منھم المیثاق بانہ لاالہ غیرہ ویتصدیق الرسل فاقروااى فامنوا وصدقوافقد تحقق الایمان وقد قال ماکنت تدری ماالکتاب ولاالایمان۔ فلوکان تذکروقوع المیثاق وانہ کیف کان ومتی کان متحققاعندہ الا صلی اللہ علیہ وسلم فی عالم الاشباح قبل الوحی کان

داریا ماالایمان لکن اللہ قد نفی ان یکون یدری بالا یمان فلم یکن وقوع المیثاق وانہ متی کان وکیف کان متحققا فی تذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل الوحی مع تحقیق العلم الضروری بالتوحید تحققا مستمرامن اول ظھورہ الی حین بعثہ رسولا ابداً بلا تخلل جھل ولاطورشک ولا عروض شبھة لافی زمان قلیل ولاکثیر ولا طویل ولا قصیر ایمان اس خبر کی تصدیق کا نام ہے جو مخبر دے رہا ہے اور یہ بات صحیح ہے کہ اللہ نے انبیاء کرام کو بوقت اخذ میثاق یہ خبر دی تھی وہی اللہ ہے اس کے بغیر کوئی معبود نہیں، اور یہ بھی بتایا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، تمام انبیاء نے اقرار کیا یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور تصدیق کی ان کا ایمان متحقق ہو گیا، اس وقوع میثاق کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ماکنت تدری ماالکتاب ولا الایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نزول وحی سے قبل اس اخذ میثاق کی یاداشت نہ تھی، نزول وحی کے ذریعے اس کی یاد کرائی گئی، یادداشت نہ ہونے کے باوجود بھی آپ، اور دیگر انبیاء کرام کو توحید کا ضروری علم حاصل تھا، اور یہ علم بالتوحید، روز ازل سے لے کر آپ کی بعثت تک بطریق دوام اور استمرار موجود اور متحقق تھا، لاعلمی خلل انداز تھی نہ شک طاری تھا، زمانے کی قلت اور کثرت شبہ سے پاک تھی، خواہ زمانہ دراز ہو یا مختصر ہر لمحہ علم توحید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔

میثاق دو قسم ہے، میثاق توحید، اور میثاق نبوت، فرمایا: فکما ان انتفاء التذکر وقوع التوحید لانیافی علم الضروری بالتوحید کذالک انتقا التذکر وقوع میثاق النبوۃ لاینافی علم الضروری بالتوحید بما اوحی الیہ مما یتعبد بہ فی نفسہ قبل ان یرسل الی الناس رسولا (جواہر البحار، ج ثالث، ص ۳۵۸) جس طرح میثاق توحید کی عدم یادداشت توحید کے علم ضروری کے منافی نہیں اسی طرح میثاق نبوت کی عدم یاداشت علم توحید کے منافی نہیں، کیونکہ لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے جانے سے قبل بھی آپ پر وحی ہوئی ہے اور اس وحی کی روشنی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت بدنی فرماتے تھے۔

شیخ عارف باللہ قشاشی کے کلام سے واضح ہوا کہ الکتاب سے مراد، میثاق ہے، میثاق دو قسم

ہے۔ میثاق توحید اور میثاق رسالت، آیۂ کریمہ میں یہ بتایا گیا کہ نزول وحی سے قبل واقعہ میثاق کی تفصیلات کا آپ کو علم نہ تھا کہ وہ کب ہوا۔ اور اس کی کیفیت اور حالت کیا تھی؟ وحی کے ذریعے آپ کو واقعہ میثاق کی تفصیلات بتا دی گئی ہیں۔

الایمان سے مراد روز میثاق میں توحید باری تعالیٰ کا اعلان اور انبیاء کرام کی تصدیق ہے۔ یعنی روز میثاق میں اللہ وحدہ شریک نے اپنے معبود یکتا ہونے کا انبیاء کرام کے سامنے اعلان فرمایا اور انبیائے کرام نے اس کی تصدیق کی اور اقرار کیا۔ آیۂ کریمہ میں بتایا گیا کہ نزول وحی سے قبل اس میثاق کا آپ کو علم نہ تھا، کہ وہ میثاق کیا تھا اور کب ہوا؟ ہم نے آپ کو بذریعہ وحی بتایا ہے۔ گو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میثاق کے زمانہ اور کیفیت سے پوری طرح واقف اور باخبر نہ تھے، لیکن اس کے باوجود آپ کو توحید کا ضروری علم حاصل تھا، کیونکہ آپ روز اول سے ہی نبی تھے، روز اول سے لے کر بعثت تک کے زمانوں میں ہر آن، اور ہر ساعت میں آپ کو علم توحید بغیر کسی شک وشبہ کے بطریق دوام واستمرار حاصل رہا ہے کیونکہ آپ پر وحی کی جاتی تھی، اور آپ اس وحی کے مطابق عبادت فرماتے تھے، علامہ شیخ عارف باللہ قشاشی نے روز اول سے لے کر بعثت تک کے تمام ادوار میں ایک لمحہ نفی کئے بغیر تسلسل، دوام اور استمرار کے طریقہ پر توحید کا ضروری علم ثابت کیا ہے، اور ظہور قدسی سے لے کر بعثت تک کے چالیس سالہ عرصہ میں نزول وحی کو ثابت کیا ہے، علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ نے وحی کے بغیر نبوت کو تسلیم نہیں کیا، اور اجماع امت ہے کہ نبوت کے لیے وحی کا آنا لازم اور شرط ہے، جب چالیس سال کی تکمیل تک آپ پر وحی آتی رہی اور آپ اس کے مطابق عبادت کرتے رہے، اور علوم توحید بھی حاصل رہے، جب وحی ہے اور علم توحید بھی ہے، اور وحی کے مطابق عبادت بھی موجود ہے تو نبوت کیوں نہیں؟ وحی، اور علم توحید تو لازمات نبوت ہیں یہ کیسے قابل جزم ویقین ہے کہ نبوت کے لوازمات تو موجود ہوں مگر نبوت نہ ہو۔

علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ نے ماکنت تدری ماالکتاب و لاالایمان کی تفسیر میں فرمایا: والدراية المنفية اذ كان عليه الصلوٰة والسلام في كينونته قبل اخراجه منها تجلى كينونته عزوجل والا فهو صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نبي و لا آدم و لا ماء

ولاطين ولایعقل نبی بدون ایحاء (روح المعانی جز ۲۵۔ص ۶۳) نبی کریم ﷺ سے درایت کی نفی اس حالت میں کی گئی ہے جب آپ حالت تخلیق میں تھے یعنی عالم حدوث میں تھے، اللہ عزوجل نے اپنی تجلی کے عکس نور سے آپ کو اس عالم سے نکالا نہیں تھا، ورنہ آپ ﷺ اس وقت بھی نبی تھے، جب آدم تھے نہ پانی اور نہ مٹی، جب آپ اس وقت نبی تھے تو آپ پر وحی آتی تھی، بغیر وحی کے نبوت کیسے ہوسکتی ہے؟ علامہ کے کلام سے ثابت ہوا کہ۔آپ سے درایت کی نفی کا زمانہ وہ ہے جب آپ عالم تخلیق اور حالت حدوث میں تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے نور کی تجلی سے نوازا نہیں تھا، یہ زمانہ مخصوص ہے جو زمانہ تخلیق وحدوث ہے جب بعد از حدوث وتخلیق آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کی تجلی سے سرفراز فرمایا، تو کتاب وایمان کی علمی دولت میسر آ گئی، جب تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے آپ نبی ہیں تو آپ کتاب وایمان کی درایت سے مالا مال ہیں کیونکہ آپ پر وحی آتی رہی ہے، جس کے ذریعے آپ کو کتاب وایمان کی درایت دی گئی ہے اور تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے دی گئی ہے، آیہ مقدسہ سے چالیس سال سے قبل نبوت نہ ہونے پر استدلال کرنا غلط ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے فرمایا: ما کنت تداری ماالکتاب ای القرآن ولاالایمان ای الصلوٰۃ ۔ آپ نزول وحی سے پہلے، قرآن اور نماز کا تفصیلی علم نہیں رکھتے تھے۔

پھر فرمایا: مضاف مقدر ہے اصل یوں ہے" ما کنت تدری ماالکتاب ومن اھل الایمان یعنی من ذالذی یومن ومن ذاالذی لایومن "آپ کتاب اور ایمان لانے والوں کی درایت نہیں رکھتے۔یعنی کون ایمان لائے گا اور کون نہیں؟ پھر فرمایا۔حین کنت طفلا فی المھد جب آپ زمانہ طفولیت میں پنگھوڑے میں تھے اس وقت آپ کو کتاب اور ایمان کی درایت نہ تھی، امام رازی رحمہ اللہ کی تفاسیر سے ثابت ہوا کہ زمانہ طفولیت میں آپ کو کتاب اور ایمان کی درایت نہ تھی۔یہ زمانہ وہ ہے جب آپ مہد میں تھے، یہ زمانہ مخصوص ہے، خاص سے عام پر استدلال نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا یہ دلیل دینا کہ چالیس سال سے قبل چونکہ الکتاب اور ایمان سے درایت کی نفی کی گئی ہے لہٰذا آپ چالیس سال سے قبل نبی نہیں تھے بالکل غلط استدلال اور بے بنیاد سوچ ہے، بلکہ امام نے یہ بھی کہا ہے

کہ آیہ کریمہ میں تفصیلات کی نفی ہے اور اس کا مفہوم یہ بھی ہے نزول وحی سے قبل آپ کو اللہ تعالیٰ کی معرفت دلائل سمعیہ کی وجہ سے حاصل نہ تھی، بہر حال یہاں علی الاطلاق، اور کلی طور پر درایت کی نفی نہیں بلکہ مخصوص وقت میں اور تفصیلات کی نفی ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ نے تو آپ ﷺ کے لیے دو سال کی عمر میں عرفان حکم، سوجھ بوجھ اور فہم کو اولیت کی بنیاد پر تسلیم کیا ہے، جس کا مفاد یہ ہے زمانہ طفولیت میں درایت کتاب اور درایت ایمان کی نفی ہے۔ لیکن یہ نفی بھی علی الاطلاق نہیں بلکہ درایت تفصیلی کی نفی ہے۔

قرآن میں خطاب کے طریقے

علامہ التورپشتی رحمہ اللہ نے فرمایا: خطاب با پیغمبر ﷺ در قرآن بر سہ وجہ یافتہ میشود یکے آنکہ خطاب باوے باشد، ومراد وے باشد وبس، یکے آنکہ خطاب باوے باشد ومراد وے باشد وامت وے، یکے آنکہ خطاب باوے باشد ومراد امت باشد، آیہء ماکنت تدری ما الکتاب، ووجدک ضالا فھدی ازقسم است کہ خطاب باوی است ومراد ازاں امت اند، (المعتمد فی المنتقد۔ ص ۱۰۹)

قرآن مجید میں جو خطاب رسول اللہ ﷺ سے ہوا ہے وہ تین وجہ پر ہے "یعنی قرآن حکیم میں آپ ﷺ کو تین طریقوں سے مخاطب فرمایا گیا ہے۔

۱۔ مخاطب بھی آپ ﷺ ہیں۔ اور اس سے مراد بھی صرف آپ ہی ہیں، امت شامل نہیں۔

۲۔ مخاطب بھی آپ ہیں، مگر مراد آپ اور آپ کی امت ہے۔

۳۔ مخاطب آپ ہیں مگر مراد آپ کی امت ہے آپ نہیں ہیں۔ (ﷺ) اور آیت ماکنت تدری ما الکتاب اور ووجدک ضالا فھدی میں مخاطب آپ ﷺ ہیں اور مراد آپ کی امت ہے، آپ نہیں ہیں۔

علامہ التورپشتی نے استدلال قرآنی سے تیسری وجہ کو تقویت اور ترجیح دیتے ہوئے نقل فرمایا،

چنانچہ باوے گفت مادر و پدر را مگواف وبسر شان بازمزن وسخن باایشان نیکو گوئی۔ **فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما** جیسا کہ آپ ﷺ سے فرمایا گیا ان کو اف تک نہ کہو۔ ان سے سخت

برتاؤ نہ کرنا، ان سے نرم انداز میں گفتگو کرنا، ومعلوم است اگر چہ خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہے لیکن اس سے مراد آپ نہیں ہیں۔ زیرا کہ پیش ازین خطاب بسا لہا مادر و پدر او نماندہ بودند، اس لیے کہ اس خطاب سے کئی سال پہلے آپ ﷺ کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما دنیا میں: موجود نہیں تھے، آگے فرمایا۔ ودیگر آنکہ ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان یعنی نے دانستی کہ کتاب چہ باشد، یعنی علم کتاب واحکام او ورنہ ایمان یعنی شعب ایمان و شرائع آن برتو بیانکردیم نمی دانستی نہ آنکہ نے شناختی (ص۔۱۰۹۔۱۱۰) اور دوسرا یہ کہ ما کنت تدری ما الکتاب و لا الایمان کا معنی یہ ہے کہ آپ کو کتاب اور اس کے احکام کا علم نہ تھا، اور نہ ہی اجزائے ایمان اور اس کے شرائع کا علم تھا، یہ ہم نے تجھے سکھلا دیئے ہیں۔ (یعنی ان تمام چیزوں کا علم ہم نے آپ کو سکھا دیا ہے، اس کا یہ معنی نیں کہ آپ نے خدا کو شناخت نہیں کیا۔ معلوم ہوا آیہ کریمہ ما کنت تدری ما الکتاب و لا الایمان میں درایت کلی تفصیلی کی نفی ہے مطلق درایت اور مطلق عرفان خداوندی کی نفی نہیں تاکہ آیہ کریمہ سے چالیس سال سے قبل آپ کے نبی نہ ہونے پر استدلال کیا جائے۔

ثانیا: جب علمائے محققین نے آیہ مقدسہ کے متعدد محمل اور معانی نقل فرمائے ہیں تو ایک معنی اور ایک محمل کا سہارا لے کر چالیس سال سے قبل آپ کو نبی نہ ماننا کہاں کا علمی انصاف ہے،؟ اگر دو، تین سال کی عمر میں دیگر انبیاء میں سے بعض کو حکم اور معرفت باری تعالی، اور توحید باری تعالی کی تصدیق وایقان ہو کر ان کی نبوت کی دلیل ہو سکتی ہے تو یہ شرف رسول اللہ ﷺ کو کیوں ارزاں نہیں ہو سکتا، جبکہ تمام انبیاء کرام کے انوار آپ کے نور کا فیضان اور آپ کی ذات، ذوات انبیاء کے لیے مبداء فیض ہے، نیز آپ کا فرمان ذی شان ہے کہ قیامت کے دن تمام انبیاء اور رسل میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے تمام انبیاء رسل اور ان کی امتیں آپ کی امت ہیں، آپ کا فرمان ہے، انا سید ولد آدم ولا فخر تو ان حقائق کی موجودگی میں دو، تین سال کی عمر میں آپ کے لیے نبوت اور لوازمات نبوت کو ثابت کرنا تسلیم کرنا کوئی محال نہیں۔

علامہ آلوسی رحمہ کے نزدیک چالیس سال سے قبل نبوت ہے اور

چالیس سال کے بعد بعثت ہے

تحقیقات نے روح المعانی کا یہ اقتباس نقل کیا: ربما یقال بما علمه صلی الله علیه وسلم لا علی ذالك الوجه من شرع من قبله انه صی الله علیه وسلم لم یزل موحا الیه وانه علیه الصلوٰة والسلام متعبدا بما یوحی الیه الاان الوحی السابق علی البعثة كان القاء ونفثافی الروع اما عمل بما كان من شرائع ابیه ابراهیم علیهم السلام الا بواسطة زالك الالقاء واذكان بعض اخوانه من الانبیاء علیهم السلام قداوتی الحكم صیاابن سنتین اوثلاث وهو علیه الصلوة والسلام اولی بان یوحی الیه ذالك النوع من الایحاء صبیاایضاومن علم مقامه صلی الله علیه وسلم و صدق بانه الحبیب الذی كان نبیا و آدم بین المآء والطین لم یستبعد ذالك (روح المعانی ج ۲۵ ص ۵۶، ۵۷، تحقیقات ص ۳۱۸) اور بسا اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا عبادت کرنا، اس طریقہ پر نہ تھا جس طریقہ پر آپ نے انبیاء سابقین کی شرائع کا علم حاصل کیا، بے شک رسول اللہ ﷺ پر ہمیشہ سے وحی کا نزول ہوتا رہا ہے، اور بے شک آپ اس کے مطابق عبادت فرمانے والے تھے، جس کی آپ کو وحی کی جاتی تھی، مگر بعثت سے قبل آپ پر جو وحی کی جاتی تھی وہ دل میں القاء اور روح میں نفث کے قبیل سے تھی، یعنی الہام کے قبیل سے، اور آپ نے اپنے والد گرامی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شرعی اعمال پر بھی اسی القاء اور نفث روعی کے مطابق عمل فرمایا اور جبکہ بعض انبیاء بھائی بچپن میں دو یا تین سال کی عمر میں عرفان حکم اور سوجھ بوجھ اور فہم دین عطا کئے گئے تھے تو آنحضرت ﷺ اس کے زیادہ مستحق اور اہل تھے کہ آپ کو بھی بچپن میں ہی اس قسم کی وحی اور القاء قلبی اور الہام روحانی کیا جاتا، اور جو شخص آنحضرت ﷺ کے خداداد مرتبہ مقام کو جان چکا ہو اور اس امر کی تصدیق کر چکا ہو کہ وہی حبیب ہیں جو اس وقت بھی نبی تھے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے بین بین تھے، تو وہ اس طرح کے القاء اور نفث قلب اور الہام روحی کو آپ کے حق میں بعید نہیں سمجھے گا۔

علامہ آلوسی کی مذکورہ اس کلام سے درج ذیل امور ثابت ہوئے:

۱۔ آپ ﷺ نے انبیاء سابقین کی شرائع کا علم وحی کے ذریعے حاصل کیا، اور آپ وحی کے مطابق عبادت گزار رہے۔

۲۔ آپ کی بعثت سے قبل ابراہیم علیہ السلام کی شریعت پر جو آپ نے عمل کیا بذریعہ وحی کیا۔ مگر وہ وحی، القاء کی صورت میں تھی۔

۳۔ بچپن کی عمر میں (دو، تین سال کی عمر میں) اس وحی کا (القاء) کیا جانا بطریق اولیٰ پایا جانا ضروری ہے اور اس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک تو آپ اللہ کے حبیب ہیں، دوسرا یہ کہ آپ عالم ارواح سے نبی حبیب ہیں۔ توضیحا کہا جائے گا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ کسی بھی نبی کی شریعت کے پیروکار نہ تھے، یہ جمہور کا قول ہے بعض علماء کا قول ہے کہ آپ شریعت ابراہیمی کے پیروکار تھے، اور وہ شرائع وحی کے ذریعے آپ کو تعلیم کی جاتی تھیں۔ علامہ نے ربما یقال سے اس قول کو نقل فرمایا، اور یہ وضاحت فرمائی کہ آپ پر وحی ہوتی رہی ہے۔ جس پر لم یزل موحی الیہ کا جملہ دال ہے پھر بھی آپ کا نبی ہونا ثابت اور متحقق ہے، کیونکہ وحی نبی کو آتی ہے علامہ نے بعثت سے قبل آپ پر جو وحی آتی رہی ہے اس کو القاء کا نام دیا ہے، القاء سے اس وحی کو موسوم کر کے صراحت فرما دی کہ آپ بعثت سے قبل بھی نبی تھے اور القاء کی صورت میں آپ پر وحی کی جاتی تھی تحقیقات نے اس القاء کو القاء قلبی، اور الہام روعی تحریر کیا ہے اور یہ بھی خاصہ نبوت ہے، چنانچہ علامہ التورپشتی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نبی آں نکہ آوازمیشنو دیا ملہم گردد، یا خواب بنید (المعتمد فی المعتقد ص ۹۲)

وہ نبی ہے جو غائب کی آوازوں کو سنے، یا اس کو الہام ہو یا سچے خواب دیکھے جب آپ ﷺ بقول تحقیقات بعثت سے قبل ملہم ہیں تو پھر آپ ﷺ نبی ہیں الہام وحی کی قسم ہے وحی نبی پر آتی ہے۔
علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ بھی بعثت سے قبل آپ کو نبی مانتے ہیں، علامہ کا کلام اس بات کی صراحت ہے کہ علامہ چالیس سال سے قبل نبوت، اور چالیس سال کے بعد بعثت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔
تحقیقات نے لکھا کہ: لیکن آپ کی عبادت قبل از نبوت کے بارے میں راجح امر یہی ہونا موزوں اور مناسب ہے کہ وہ عمل ابراہیم علیہ السلام کے دین اور شرع کے مطابق ہوا کرتا تھا، کیونکہ

آپ ان کی آولاد میں سے ہیں اور سارے عرب ہی ان کے دین پر عمل کرنے کے مکلّف تھے تو آپ اس کی خلاف ورزی کیونکر کرسکتے تھے۔ (ص ۳۱۷)

توضیحاً کہا جائے گا کہ: بعض علماء کے درمیان یہ مسئلہ زیر بحث اور تابع غور رہا کہ آپ کی عبادت کس نبی کی شریعت کے تابع تھی۔

لیکن جمہور نے ان کے اس قول کو مسترد فرماتے ہوئے یہ قرار داد دی کہ آپ کسی نبی کی شریعت کے پیروکار نہ تھے بلکہ شیخ محقق رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ظاہر آنست کہ از جانب حق نور رشد و ہدایت دردل مے تافتہ بود کہ بداں مقرب و مرضی درگاہ بعمل مے آید بے اتباع شریعتے۔ (اشعۃ اللمعات، جلد چہارم۔ص ۵۰۶)

کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رشد و ہدایت کا ایک نور آپ کے دل اقدس میں درخشاں اور تابندہ تھا۔ جس نور کے مطابق آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قریب کرنے والا، اور اللہ کی مرضی کے مطابق ہونے والا عمل فرماتے تھے، اور آپ کسی شریعت کے تابع نہ تھے، تعجب ہے کہ تحقیقات نے آپ کی عبادت شریفہ کو شریعت ابراہیمی کے تابع کیسے تسلیم کیا؟ اور اعمال میں عربوں کے اعمال کا خوشہ چیں کیوں اور کیسے قرار دیا؟ شیخ محقق کا منصفانہ، محققانہ قول نظر سے نہیں گزرا؟ شیخ محقق رحمہ اللہ نے رشد وہدایت کے اس نور کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو شق صدر کے موقعہ پر نور نبوت اور نور حکمت کی صورت میں آپ کے قلب مقدس میں رکھ کر مہر لگائی گئی تھی، یہی وہ نور نبوت تھا جو چار سال کی عمر شریف میں قلب مقدس میں رکھا گیا، جس نے آپ کی ذات مقدسہ کو عصمت وطہارت کا نمونہ بنایا جس نے بعثت تک کے تمام شب و روز کو اپنی لپیٹ میں لے کر اعمال حسنہ، اور افعال مرضیہ کا خوگر بنایا۔ مزید اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم شریعت ابراہیمی کے مقلد اور پابند ہوتے تو ایک مدت تک اسمٰعیل علیہ السلام کو آپ کا مصاحب اور تعلیم وتربیت پر کیوں مامور فرمایا جاتا؟ شیخ محقق رحمہ اللہ نے اس کا تذکرہ مدارج النبوت جلد دوم ص ۳۳ پر فرمایا ہے، اور علامہ التورپشتی نے اپنی مشہور عالم کتاب المعتمد فی المعتقد ص ۹۳ پر اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

سید محمود آلوسی کے نزدیک نفس نبوت کے لیے چالیس سال کی قید نہیں بلکہ بعثت کے لیے ہے

مندرجہ بالا شواہد کی موجودگی میں تحقیقات کا موقف مردوداور غلط ہے۔تحقیقات نے لکھا کہ۔ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ نے بحیرا راہب کے آپ کے متعلق نبوت کے انکشاف والے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: فوقع فی قلبه تصدیقه فلم یفارقه فی سفرو لا حضر فلما نبی وھو ابن اربعین سنة آمن به وھو ابن ثمانیة و ثلاثثین (روح المعانی۔جلد ۲۶۔ص ۱۸) آپ کے نبی ہونے کی تصدیق ابوبکر صدیق کے دل میں پیدا ہوگئی۔ پھر آپ سفر و حضر میں رسول اللہ ﷺ سے جدا نہیں ہوتے تھے، تو جوں ہی آپ کو نبی بنایا گیا آپ کی عمر چالیس سال تھی تو ابوبکر آپ ایمان لے آئے جب کہ آپ کی عمر اڑتیس سال تھی۔ (ص ۳۳۳) تحقیقات نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ علامہ موصوف کی اس عبارت سے بھی واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ بحیرا راہب نے مستقبل میں آپ کو عطا ہونے والے منصب کی حضرت صدیق کو خوشخبری سنائی تھی، نہ کہ اس وقت نبی ہونے کی (ص۔۳۳۴)

توضیحاً کہا جائے گا کہ: سفر شام جو بارہ سال کی عمر شریف میں ہوا، ابوموسیٰ سے مروی حدیث میں اس کی تفصیل موجود ہے راہب نے جو الفاظ کہے وہ یہ ہیں۔ ہذا سید العالمین، ہذا رسول رب العالمین، دو جملے اسمیے خبریے ہیں، پھر کہا، یبعثہ اللہ رحمۃ للعالمین یعنی اس وقت یہ نبی ہیں، ابھی ان کا مبعوث ہونا باقی ہے، ان کی بعثت بحیثیت رحمۃ للعالمین ہوگی۔

قافلہ میں شریک عمر رسیدہ اور قریش کے بڑوں نے پوچھا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ نبی ہیں اور ان کی بعثت ہوگی؟ بحیراء راب نے کہا، میں نے دیکھا کہ درخت اور پتھر ان کو سجدہ کر رہے تھے۔ لم یبق شجرو لا حجر الاخر ساجد و لا یسحد ان الا للنبی درخت اور پتھر نبی کے علاوہ کسی بھی شخص کو سجدہ نہیں کرتے، بحیرا راہب نے آپ کے نبی ہونے کی حسی دلیل دیکھی، اور واقعاتی معجزہ دیکھا، مہر نبوت کا بھی بتایا۔ پھر اشیاخ قریش کے روبرو اس کا معائنہ بھی کیا، شجر و حجر کا سجدہ

کرنا امر عادی نہیں خارق للعادۃ ہے، یہ معجزہ اور دلیل ہے، جو آپ کے نبی ہونے کو ظاہر اور ثابت کرتے ہیں۔ بلکہ شیخ محقق نے تحریر فرمایا ہے کہ۔

نیز آمدہ است کہ چوں قافلہ بعقبہ جل آمد بحیرا از ہر شجر و مدر شنید کہ میگوید السلام علیک یا رسول اللہ و دید بشانہ مبارک آنحضرت مہر نبوت بہیاتی کہ در کتب سماویہ خواندہ بود دید و بوسید (مدارج۔ جلد دوم۔ ص ۲۶)

اخبار میں یہ بھی آیا ہے جب قافلہ عقبہ جل کے پاس آیا تو بحیرا راہب نے اپنے کانوں سے سنا کہ ہر شجر و حجر یہ کہہ رہا تھا۔ اسلام علیک یا رسول اللہ، اور آنحضرت ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو اسی شکل و صورت میں دیکھا جو اس نے آسمانی کتابوں میں پڑھی تھی، مہر نبوت دیکھی اور اس کو بوسہ دیا، معجزات کی ان تصریحات کو دیکھ کر یہ کہنا کہ بحیرا نے اس وقت نبی ہونے کی خبر اور اطلاع نہیں دی تھی بلکہ آئندہ نبی ہونے کا بتایا تھا کس قدر تجاہل عارفانہ ہے، شیخ محقق رحمہ اللہ کے کلام حقیقت ترجمان سے تحقیقات کا یہ موقف بھی غلط ثابت ہوا کہ مہر نبوت نزول وحی کے موقعہ پر لگائی گئی تھی۔ (ص۔ ۳۶۸)

بحیرا راہب کے ایمان لانے کے بارے میں شیخ رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا: دید و بوسید آن را پس ایمان آورد بحیرا با آنحضرت و تصدیق نمود و اقرار کرد بہ نبوت وے پس وے یکے از ان کسانست کہ ایمان آوردند بآنحصرت الخ (مدارج جلد دوم۔ ص ۲۶)

بحیرا راہب نے مہر نبوت کو دیکھا اور اس کو بوسہ دیا، پھر ان تمام امور کے ملاحظہ کرنے کے بعد آنحضرت ﷺ پر بحیرا ایمان لایا اور آپ کے نبی ہونے کی تصدیق کی اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا پس بحیرا راہب ان لوگوں میں سے ایک ہے جو دعوی نبوت سے قبل آپ پر ایمان لائے" شیخ محقق رحمہ اللہ کے نزدیک بحیرا راہب مومن ہے، اگر اس وقت نبی نہیں تھے اس نے تصدیق۔ اقرار کیوں کیا؟ اور وہ مومن کیسے ہوا؟ جبکہ امام اہل سنت ابوشکور سالمی رحمہ اللہ نے فرمایا: واجمعنا جمیعا علی انه لایجوز الایمان قبل الوحی والدعوی ولا یسمی نبیا الخ (تمہید بحوالہ تحقیقات۔ ص ۳۰۶)

ہم تمام علمائے کلام، اور علمائے اہل سنت کا اس امر پر اجماع ہے کہ نزول وحی سے قبل اور دعوی نبوت سے پہلے ایمان لانا جائز نہیں اور نہ ہی اس کو نبی کہا جا سکتا ہے۔ قابل غور امر یہ ہے کہ آپ کی عمر مبارک بارہ سال ہے، چالیس سال کا عرصہ مکمل نہیں ہوا آپ پر وحی نازل ہوئی ہے نہ آپ نے دعوی نبوت کیا ہے۔ محدثین بالخصوص شیخ محقق رحمہ اللہ کی تحقیق اور تحریر میں وہ مومن ہے جب مومن ہے تو اجماع کہاں گیا؟ یہ سوچنا بھی درست نہ ہوگا کہ شیخ محقق نے اجماع کے خلاف بحیراء کو مومنین اولین میں درج فرمایا ہے، ماننا پڑے گا کہ بحیراء راہب نے تمام حسی معجزات کو دیکھ کر **لایسجد ان الاللنبی وھذا رسول رب العالمین** ہذا سید المرسلین کے جملے کہے مہر نبوت کو دیکھا چوما اور پھر ایمان لایا۔ امام سالمی کا نقل فرمودہ کلیہ اجماع ایسے افراد کے بارے میں ہے جن کی نبوت پردۂ خفاء میں ہو تعارف اور شہرت کا اعزاز اور مقام حاصل نہ ہو، رسول اللہ ﷺ کی نبوت روز اول سے متعارف اور مشتہر ہے کتب سماویہ اور صحائف الہامیہ میں آپ کی نبوت کے ابواب اور انبیاء و رسل اور ان کی امتوں کے لبوں پر آپ کی ذات مقدسہ کے تذکرے ہیں ہر جانے والا، آنے والے کو پابند تشہیر کرتا رہا۔ اگر تشہیر و تعارف کا یہ سلسلہ قائم دائم اور مستمر نہ ہوتا تو بحیرا راہب مہر نبوت کیوں دیکھتا؟ آپ کی نجی اور معاشرتی زندگی کے خدوخال کا تقابل اور موازنہ کتب سماویہ میں مندرجہ علامات اور نشانات سے کیوں کرتا؟ اور دیگر انبیاء کی طرح آپ کی نبوت کے لیے چالیس سال کا عرصہ ضروری ہوتا تو بحیرا نبی کیوں مانتا اور پھر تصدیق و اقرار کے بعد ایمان کیوں لاتا؟ اور اگر چالیس سال کا عرصہ نبوت کے لیے شرط لازم ہوتا تو محدثین بارہ سال کی عمر مبارک میں ایمان لانے والے بحیرا راہب کو مومنین اولین کی صف میں کیوں کھڑا کرتے؟

تحقیقات نے لکھا کہ بعض کو اس حال میں نبی بنایا گیا ہے یعنی حالت صباء میں جیسے حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہم السلام کا بظاہر کلام مجید سے یہی شان اور مقام معلوم ہوتا ہے (ص۔۳۳۱) جب کلام مجید سے یہی ظاہر اور باہر ہے تو علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ کا فرمان حق ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر بچپن میں وحی کا آنا اور نبی ہونا بطریق اولیٰ ثابت ہوتا ہے کیونکہ آپ اللہ کے حبیب اور کنت نبیا و آدم بین الماء والطین کی شان خاص اور مقام منفرد رکھتے ہیں۔

تحقیقات نے لکھا کہ اجماع کی خلاف ورزی ضلالت وگمراہی ہوتی ہے۔ص ۳۳۱ لیکن یہ امر اجماعی ہے کہ نزول وحی اور دعوی نبوت سے قبل ایمان لانا جائز نہیں کیونکہ نبوت ثابت نہیں اور اگر نزول وحی سے قبل کسی شخص سے کرامت کا ظہور اور صدور ہو تو وہ نبی نہیں۔ (تحقیقات۔ص ۳۰۶)

تو کیا حکم ہے؟ بحیرا راہب ورقہ بن نوفل، اور حبیب نجار کے بارے میں؟ محدثین اور بالخصوص شیخ محقق رحمہم اللہ کے بارے میں جنہوں نے ان حضرات کے مومنین اولین ہونے کا فتوی دیا ہے بلکہ ورقہ بن نوفل کو صحابی کا درجہ بھی عطا کیا اور تحریر کیا ہے، اس عنوان میں ان کا اقدام بھی اجماع کے خلاف ہے۔

مزید: تحقیقات کی منقولہ عبارت۔ص ۳۰۶ سے ثابت ہوا کہ نزول وحی سے قبل اور دعوی نبوت سے پہلے نبوت نہ ہونے پر اجماع ہے، جیسا کہ **ولا یسمی نبیا** سے واضح ہے، تو کیا حکم ہے؟ امام رازی، علامہ سعد الدین تفتازانی، شیخ محقق اور علامہ سید محمود آلوسی، ملا علی قاری، امام قونوی رحمہم اللہ کے بارے میں یہ علمائے اعلام نزول وحی اور دعوی نبوت سے قبل یعنی بعثت سے قبل نبوت کے قائل ہیں کیا یہ نفوس جلیلہ خرق اجماع کے مرتکب نہیں؟

حدیث کنت نبیا وآدم بین الماء والطین مفید ظن نہیں مفید قطعیت ہے

اور خرق اجماع کے حکم کی زد میں نہیں آتے؟ بالجزم و یقین نہیں آتے تو کیوں؟

حدیث کنت نبیا وآدم بین الماء والطین اپنے ظاہری معنی پر نہیں تحقیقات ص ۲۶۶

غلام نصیر الدین سیالوی نے حدیث کنت نبیا الحدیث وغنی الثبوت اور ظنی الدلالۃ قرار دیا۔ (ص۔۳۹۳)

توضیحا کہا جائے گا کہ غلام نصیر الدین سیالوی نے خود لکھا ہے کہ یہ حدیث پاک مختلف سانید

سے مروی ہے۔ (ص ۳۹۲)

ہم اس حدیث پاک کے الفاظ اور راویوں کا تذکرہ کرنا ضروری محسوس کرتے ہیں تاکہ اصل حقیقت عیاں ہو چنانچہ ملاحظہ ہو۔

۱۔ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں، اور ابو نعیم نے الدلائل میں قتادہ سے، انہوں نے الحسن سے اور انہوں نے ابو ہریرہ سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کنت اول النبیین فی الخلق و آخرھم فی البعث۔

۲۔ امام احمد، امام بخاری نے اپنی تاریخ میں طبرانی، حاکم، بیہقی، ابو نعیم نے میسرۃ الفجر سے روایت کی کہ: قلت یا رسول اللہ متی کنت نبیا قال و آدم بین الروح والجسد۔

۳۔ امام احمد، امام حاکم، محدث بیہقی نے عرباض بن ساریہ سے تخریج کی، سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انی عند اللہ فی ام الکتاب لخاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینتہ۔

۴۔ حاکم، بیہقی، ابو نعیم نے ابو ہریرہ سے تخریج کی قیل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم متی وجبت لک النبوۃ قال بین خلق آدم و نفخ الروح فیہ۔

۵۔ بزاز اور طبرانی نے الاوسط میں ابو نعیم کی الشعبی سے روایت جو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ قیل یا رسول اللہ متی کنت نبیا، قال و آدم بین الروح والجسد۔

۶۔ ابو نعیم نے ضاجی سے تخریج کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، متی جعلت نبیا قال و آدم منجدل فی الطین۔

۷۔ ابن سعد نے ابن ابی الجدعاء سے تخریج کی: قلت یا رسول اللہ متی کنت نبیا قال اذ آدم بین الروح والجسد۔

۸۔ ابن سعد نے عبداللہ بن الشخیر سے مروی حدیث کی تخریج کی۔ان رجلا سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متی کنت نبیا ، قال بین الروح والطین بین آدم۔

۹۔ ابن سعد نے عامر سے تخریج کی:قال رجل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم متی انبت ، قال و آدم بین الروح والجسد حین اخذ منی المیثاق (الخصائص الکبری جلد اول۔ص ۷۔۸)

مندرجہ بالا تفصیل سے واضح اور ثابت ہوا کہ حدیث کنت بنیا و آدم بین الماء والطین کے مختلف اور متعدد راوی ہیں،اور الفاظ بھی مختلف واقع اور وارد ہوئے ہیں لیکن بایں ہمہ سب کا مدعا،موقف مدلول اور معنی ایک ہی ہے۔یہ حدیث خبر واحد نہیں کہ ظنی الثبوت اور ظنی الدلالۃ ہو،اس کے مختلف راوی اور متعدد اسناد ہیں،محدثین نے مختلف اور متعدد اسناد،مختلف اور متعدد راویوں کی زبانی اس حدیث کو اپنی اپنی صحیح میں نقل فرمایا ہے،جس سے اس حدیث کا محدثین کے نزدیک حدیث مشہور ہونا امر محقق ہے،شیخ الاسلام نے حدیث مشہور کی تعریف میں فرمایا:ماله طرق محصورة باکثر من اثنین ولم یبلغ حدالتواتر (تدریب الراوی۔ص ۴۴۹) حدیث مشہور کے لیے آئمہ حدیث نے جو شرائط مقرر فرمائی ہیں۔حدیث کنت نبیا ان پر پوری اترتی ہے لہٰذا اس حدیث کو خبر واحد قرار دے کر ظنی الثبوت ظنی الدلالۃ قرار دینا علمی تعزش ہے۔

ثانیاً اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ یہ خبر واحد ہے تو بھی اس کو تواتر معنوی کا درجہ حاصل ہے کیونکہ اس حدیث کی تائید دوسری مروی متعدد احادیث اور متعدد طریقوں سے ہوتی ہے،ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا:واحادیث انما تکون ظنیه اللهم الا اذا تعدد طرقه بحیث صار متواترا معنویا فحینئذ یکون قطعیا (شرح فقہ اکبر۔ص ۱۲۱ مطبع سعیدی کراچی)

خبر واحد اگر پایہء ثبوت کو پہنچے،تعدد اسناد سے اس کی تائید نہ ہو تو مفید ظن ہے۔اور اگر دیگر اسناد سے اس کی تائید ہوتی ہو تو اس کو تواتر معنوی کا درجہ اور حکم حاصل ہے،یعنی وہ مفید ظن نہیں رہتی مفید قطعیت ہو جاتی ہے حدیث کنت نبیا وآدم بین الماء والطین معنا متواتر ہے اور مفید قطعیت ہے۔غلام

نصیر الدین سیالوی کا یہ تحریر کرنا کہ: جب یہ حدیث پاک مختلف الفاظ سے مروی ہے تو اس سے عالم ارواح میں بالفعل نبوت کا ثبوت قطعی کیسے ہو گیا، غلط اور لاعلم ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ غلام نصیر الدین سیالوی کو جب اتنا علم ہے کہ یہ حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے تو یہ علم بھی ہونا چاہیے کہ مختلف الفاظ سے مروی ہونا مستلزم ہے طرق مختلفہ متعددہ کو طرق کا تعدد اور الفاظ کا اختلاف مستلزم ہے حدیث کے تواتر معنوی کو جو موجب قطعیت ہے کما مر انفا من کلام ملا علی قاری۔ لہٰذا یہ حدیث تواتر معنوی کی قوت سے لبریز ہو کر عالم ارواح میں نبوت بالفعل کے لیے موجب قطعیت ہے، امام بخاری نے اپنی تاریخ میں، امام احمد، طبرانی، حاکم، بیہقی، ابو نعیم نے میسرۃ الفجر سے جو روایت کی ہے اس کے مطابق یہ حدیث مرفوع ہے۔ بزاز، طبرانی نے بہ سند امام الشعبی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اس سند کے اعتبار سے یہ حدیث مرفوع ہے۔ خبر واحد نہیں عالم ارواح میں آپ ﷺ کے نبی بالفعل ہونے کے لیے مفید قطعیت ہے، شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ونبوت آنحضرت ثابت بود دراں عالم چنانچہ فرمود کنت نبیا و آدم بین الروح و الجسد (مدارج النبوت۔ جلد دوم ص ۔۳) آنحضرت ﷺ کی نبوت عالم ارواح میں ثابت تھی جیسا کہ آپ نے فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے، آگے فرمایا۔ لیکن نبوت آنحضرت ظاہر معلوم بود درمیان ملائکہ وارواح و نبوت انبیاں مکنون و مستور بود بلکہ میگویند کہ روح آنحضرت ﷺ دراں عالم مربی ارواح انبیاء و مفیض علوم الہیہ بود برایشاں چنانچہ درنشاۃ دنیا مبعوث و مرسل بود بر سائر نبی آدم، پس وے ﷺ نبی مرسل بود دراں عالم بالفعل درخارج نہ درعلم الٰہی فقط (مدارج النبوت جلد دوم۔ ص ۳) لیکن رسول اللہ ﷺ کی نبوت ارواح اور ملائکہ کے درمیان ظاہر اور سب کو معلوم تھی۔ اور دیگر انبیاء کرام کی نبوت مخفی اور پوشیدہ تھی، بلکہ محدثین یہ بھی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی روح عالم ارواح میں انبیاء کی ارواح کے لیے مربی، اور ان پر علوم الٰہیہ کے فیضان کے لیے مفیض تھی، اسی طرح جس طرح دنیا میں نبی اور رسول کی حیثیت سے مبعوث ہو کر تمام اولاد آدم کے لیے مربی اور مفیض ہیں، پس رسول اللہ ﷺ عالم ارواح میں حقیقتاً بالفعل نبی تھے، فقط علم الٰہی میں نبی نہیں تھے۔

شیخ محقق کی مذکورہ وضاحت اس بات کی بین دلیل ہے کہ عالم ارواح میں آپ کی نبوت قطعی اور یقینی تھی، اور آپ بالفعل نبی ہو کر ملائکہ اور ارواح انبیاء کے لیے مربی اور مفیض تھے، آپ کی عملی اور فعلی نبوت کی وساطت اور فیضان سے انبیاء کرام کی ارواح پر علوم الہیہ کی ارزانی ہو رہی تھی، اگر آپ کی نبوت حتمی، قطعی، یقینی اور عملی نہ ہوتی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملائکہ اور ارواح انبیاء کے لیے مربی ہوتے نہ معلم، شیخ محقق کی توضیح اور تصریح کے مقابل غلام نصیر الدین کا قول غلط اور مردود ہے۔ خود تحقیقات نے کئی بار عالم ارواح میں آپ کی بالفعل نبوت کو حتمی، قطعی تسلیم کیا ہے۔ غلام نصیر الدین سیالوی کے انکار اور نفی کی کیا حیثیت باقی رہ گئی ہے؟

غلام نصیر سیالوی نے لکھا کہ جب قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ دلیل میں تاویل کرنے والا کافر نہیں ہے تو ظنی الثبوت اور ظنی الدلالت میں تاویل کرنے والا کافر ہو گیا، ص ۳۹۳

توضیحا کہا جائے گا کہ قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ امر میں تاویل کرنے والا بے شک کافر نہیں ہوتا۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے جب ظاہری معنی متعذر ہو اور کوئی استحالہ لازم آتا ہو تو تاویل کرنا جائز ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ حدیث کنت نبیا و آدم بین الماء والطین، ظنی الثبوت اور ظنی الدلالۃ نہیں، بلکہ یہ حدیث مرفوع اور معنا متواتر ہے، مفید قطعیت ہے۔ حدیث پاک کو ظاہری معنی پر محمول کرنے سے تعذر لازم آتا ہے نہ استحالہ شرعیہ، حدیث پاک کو ظاہری معنی سے معزول اور معدول کرنا ہرگز روا نہیں۔

غلام نصیر الدین سیالوی نے لکھا کہ: نبی پر تبلیغ ہر حال میں فرض ہوتی ہے: ص ۳۹۸

شیخ محقق رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا: و نبی بمذہب ایشاں لازم نیست کہ داعی و مبلغ باشد بلکہ اگر وحی کردہ شود بسوئے دے در خاصہ نفسے وے بس است (اشعۃ اللمعات جلد سوم، ص ۶۲۳، تحقیقات ص۔ ۱۹۱)

محدثین کے مذہب میں نبی کے لیے داعی اور مبلغ ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اگر اس کی طرف وحی کی جائے صرف اس کی ذات کی اصلاح کے لیے تو یہ بھی اس کے نبی ہونے کے لیے کافی ہے۔ ثابت ہوا

نبی کے لیے وحی کا ہونا ضروری ہے، داعی اور مبلغ ہونا ضروری یعنی فرض نہیں۔

مزید لکھا کہ: نیز اس بات کی بھی ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ نبی پر تبلیغ فرض نہ ہو اور ولی پر فرض ہو حالانکہ نبی کی شان یہی ہے فبعث اللہ النبیین مبشرین و منذرین ص۔۳۹۸

توضیحاً کہا جائے گا کہ نبی مبشر اور منذر رہوتے ہیں مگر ذوالحال اور حال کے درمیان اتحاد وقت جزو لازم ہے اور یہ وقت مخصوص اور معین بہ بعثت ہے، بعثت کے بعد ہر نبی پر تبلیغ فرض ہے۔قبل از بعثت فرض نہیں۔

پھر ''انا ارسلناک شاھدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ'' سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ: ظاہر بات ہے مبشر اور نذیر ہونا بغیر تبلیغ کے ممکن ہی نہیں۔ص ۳۹۸

توضیحا کہا جائے گا کہ: یہ آیہ کریمہ ان صفات پر مشتمل اور ان ہی الفاظ پر مبنی، رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں توراۃ میں بھی موجود تھی، حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی میں نے ان سے پوچھا توراۃ میں رسول اللہ ﷺ کی جو صفات مذکور ہیں ان میں سے مجھے کچھ بتاؤ تو انہوں نے کہا: واللہ انہ لموصوف فی التوراۃ بصفتہ فی القرآن یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھد او مبشرا و نذیرا (البدایہ والنہایہ، جلد ۲ص۔۳۰۲)قسم بخدا بے شک آپ ﷺ ان ہی صفات سے موصوف ہیں جو قرآن میں بیان ہوئی ہیں، پھر انہوں نے یہ آیہ کریمہ تلاوت کی بقول غلام نصیر الدین اگر مبشر اور نذیر کا اطلاق اور مصداق آپ کے بالفعل مبلغ ہونے پر موقوف پر ہے تو تقدم الشی علی نفسہ لازم آتا ہے (۲) تقدم الصفۃ علی الموصوف لازم آتا ہے، دونوں کا بطلان بدیہی ہے، ماننا پڑے گا نبی کے لیے بعثت سے قبل تبلیغ فرض نہیں کما ھو مذھب المحدثین، وذھب الیہ الشیخ المحقق رحمہ اللہ۔

اسی ضمن میں ایک سوال کیا گیا ہے کہ: ہمارے مہربان یہ ارشاد فرمائیں کہ سرکار علیہ الصلوۃ والسلام ﷺ کے والدین کریمین صحابی نہیں جبکہ حضرت آمنہ کا وصال اس وقت میں ہوا جبکہ آپ کی عمر چھ سال تھی، زید بن عمرو بن نفیل نے سرکار علیہ الصلوۃ والسلام ﷺ کا زمانہ پایا ہے لیکن اعلان نبوت کا

زمانہ نہیں پایا، اس لیے امام ابن صلاح نے اپنے مقدمہ میں اور علامہ عراقی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل صحابی نہیں ہیں کیونکہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے پہلے دیکھا اور صحابی ہوتا ہے جو نبوت کے بعد سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرے۔ اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم وقت ولادت سے نبی تھے تو علماء کے ان اقوال کا کیا مطلب ہے؟ (ص ۴۰۲) توضیحاً کہا جائے گا کہ بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روز ولادت سے ہی نبی تھے، اس حوالے سے اقوال و دلائل کا ذخیرہ پہلے آ چکا ہے اعادہ نہیں کریں گے۔ البتہ آپ کے والدین کریمین اور زید بن عمرو بن نفیل کے صحابی نہ ہونے کی وجہ ضرور تحریر کریں گے، امام علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی رحمہ اللہ نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں صحابی کی تعریف میں فرمایا من لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من المسلمین ثم مات علی الاسلام۔

شرح تہذیب میں ہے۔ ھم المومنون الذین ادرکوا صحبة النبی علیه السلام مع الایمان۔

ثابت ہوا صحابیت کے لیے فقط رؤیۃ، اور نبوت کے زمانے کو پانا کافی نہیں بلکہ حالت ایمان میں دیدار سے مشرف ہونا اور ایمان پر خاتمہ ہونا شرط ہے، والدین کریمین اور زید بن عمرو بن طفیل نے آپ کی زیارت کی زمانہ پایا مگر ایمان نہ لائے اس لیے صحابی نہ بن سکے۔ محدث ابن مندہ، ابونعیم نے بحیراء راہب کو صحابہ میں شمار کیا ہے لیکن شیخ محقق نے اس کو رد کر دیا ہے، شیخ نے بحیراء راہب کو مسلمان تو کہا مگر صحابی تسلیم نہیں کیا۔ شیخ کی اصل عبارت یہ ہے: پس وے یکے کسانیت کہ ایمان آوردند با نحضرت پیش از نبوت، مثل حبیب نجار در قصہ اصحاب القریہ وغیرہ (مدارج النبوت، جلد دوم، ص ۲۶)

شیخ رحمہ اللہ نے صحابی کی تعریف میں فرمایا: آنکه ورقه را صحابی تواں گفت ظاهر تعریف صحابی که کرده اند: من رای النبی مومنابه صادق است (مدارج، جلد دوم ص ۳۲) معلوم ہوا کہ صحابی ہونے کے لیے آپ کا زمانہ پانا، اور آپ کی زیارت سے مشرف ہونا کافی نہیں

بلکہ ان کے ہمراہ آپ کو نبی ماننا اور آپ پر ایمان لانا بھی صحابی ہونے کی شرائط ہیں اس لیے آپ کے والدین کریمین اور زید بن عمرو بن نفیل صحابی نہیں ہیں لہذا علامہ نصیر الدین سیالوی کا استفسار کی صورت میں وقت ولادت سے آپ کے نبی نہ ہونے پر استدلال کرنا غلط ہے۔

آپ پہلے نبی ہیں اور پھر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

علامہ نصیر الدین سیالوی نے اس موقف پر کہا: نبی پر ہر حال میں تبلیغ فرض ہے، آیہ کریمہ انا ارسلناك شاهد اور مبشر اور نذیرا سے استدلال کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ مبشر اور نذیر ہونا تبلیغ کے بغیر ممکن نہیں۔ (ص ۳۹۸)

توضیحا کہا جائے گا کہ: آیہ کریمہ کا آغاز یا ایھا النبی سے ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ پہلے آپ نبی ہیں، پھر رسول اور پھر مبشر اور نذیر، یعنی پہلے آپ کو نبی مرسل بنایا گیا، پھر آپ مبشر و نذیر بنائے گئے، پہلے گزر چکا ہے کہ محدثین کے مذہب پر نبی کے لیے دعوت و تبلیغ شرط نہیں ہاں نبی مرسل جو درحقیقت صاحب کتاب رسول ہے اس پر دعوت و تبلیغ فرض ہے اور اگر مبشر و نذیر کا تعلق آپ کے دور نبوت سے ہے تو یا ایھا النبی بھی آپ کو دور نبوت میں ہی کہا گیا ہے اس سے بھی آپ کی نبوت کا رسالت پر تقدم ثابت ہوتا ہے، چنانچہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اس کی تائید میں نقل فرمایا۔ بعضے گفتہ اند نبوت آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) متقدم است بر رسالت وے صلی اللہ علیہ وسلم، ودر مذہب محدثین در نبوت تبلیغ و انذار شرط نیست ونزول وحی برائے تکمیل نفس کافی است۔ چنانکہ سورۂ اقراء برائے تعلیم وتکمیل وے نازل شد، وآں نبوت است، بعد ازاں نازل شد یا ایھا المدثر برائے تبلیغ و انداز وایں رسالت است۔ (مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص۔ ۳۵)

بعض علماء محدثین نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت رسالت پر متقدم ہے، محدثین کے مذہب پر نبوت کے لیے تبلیغ و نذارت شرط نہیں، نفس کی تکمیل کے لیے صرف وحی کا آنا ہی کافی ہے، جیسا کہ سورہ اقراء تعلیم وتکمیل نفس کے لیے نازل ہوئی، یہ نبوت ہے اس کے بعد سورۂ یا الیا المدثر نازل ہوئی یہ نزول تبلیغ و انذار کے لیے ہے اور یہ رسالت ہے۔ لیکن اس سے یہ استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ

سورہ اقراء کے نزول سے قبل آپ نبی نہیں تھے، کیونکہ علمائے محدثین نے وحی کے مراتب کا تعین کرتے ہوئے الرؤتیہ الصالحہ کو وحی کی قسم اول شمار کیا ہے، پورے کلام کا ماحصل یہ ہے کہ نبی کے لیے تبلیغ اور انذار فرض نہیں، غلام نصیر الدین سیالوی کا نبی کے لیے تبلیغ کو فرض قرار دینا غلط اور خلاف نقل ہے۔ غلام نصیر الدین سیالوی نے تحریر کیا کہ علامہ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ نے یہ ارشاد فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کا سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم کرنا اس بات کو مستلزم نہیں کہ وہ آپ کے امتی ہوں، جیسے اللہ رب العزۃ آپ علیہ السلام کی تعظیم کرتا ہے اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ اللہ رب العزۃ آپ علیہ السلام کا امتی ہے۔ (ص۔۳۹۶)

توضیحاً کہا جائے گا کہ شیخ احمد بن محمد بن ناصر السلاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: فنبینا صلى الله عليه وسلم هو نبي الانبياء والرسل نوابه، ويكون قوله عليه الصلوٰة والسلام وبعثت الى الناس كافة اى من عرب وعجم واسود واحمر الشامل للجن (اجماعاً وللملٰئكة على ارجح القولين لا يختص به الكائنون في زمنه الى يوم القيامة بل يتناول من قبله ايضا (جواہر البحار، جلد رابع ص ۲۰۵) ہمارے نبی ﷺ انبیاء کے بھی نبی ہیں اور رسول آپ کے تابعین ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان "بعثت الى الناس كافة" کا معنی یہ ہوگا کہ مجھے عرب، عجم، سیاہ سرخ کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہے، آپ کا یہ فرمان جنات کو اجماعا، اور ملائکہ کو ترجیحا شامل ہے اور یہ فرمان بعثت آپ کے زمانہ اقدس میں لوگوں کے لیے نہیں بلکہ جو لوگ پہلے ہو گزرے ہیں اور جو لوگ قیامت تک ہوں گے سب کو شامل ہے۔ کلام شیخ سے واضح ہوا کہ آپ تمام انبیاء ورسل کے نبی ہیں، آپ کی بعثت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے ہے جب آپ نبی الانبیاء ہیں تو تمام نبی ورسول آپ کے امتی ہیں شیخ سلاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: فهو عليه الصلوة والسلام نبي الانبياء و لذايكون في الاخرة جميعهم تحت لوائه وقد ظهر في الدنيا حين صلى بهم ليلة الاسراء اماما۔ (جواہر البحار۔ ایضاً)

پس آپ ﷺ انبیاء کے بھی نبی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آخرت میں تمام انبیاء و رسل آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، آپ ﷺ کا نبی الانبیاء ہونا دنیا میں بھی ظاہر ہوا جبکہ لیلۃ الاسراء کے موقعہ پر آپ نے امام بن کر تمام انبیاء و رسل کو نماز پڑھائی۔ جب آپ نبیوں اور رسولوں کے بھی نبی ہیں تو تمام انبیاء و رسل آپ کے امتی ہیں، شب اسراء کو انبیاء و رسل کا امتی ہونا ظاہر ہو چکا ہے کیونکہ تمام انبیاء اور رسولوں نے آپ کی امامت میں نماز ادا کی ہے، لہٰذا غلام نصیر الدین سیالوی کا یہ تحریر کرنا کہ عالم اجسام میں انبیاء علیہم السلام سرکار علیہ السلام کے امتی نہیں ہیں۔ (ص ۳۹۶) غلط اور خلاف نقل ہے۔ واضح رہے کہ امت دو قسم ہے امت دعوت اور امت اجابت شیخ احمد سلاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ان الامة علی قسمیں امة دعوة و امة احابة پھر فرمایا: اذا وجب علی کل من اجابه من امته تعظیمه و توقیره و اعتقاد صدقه واعزازه و محبة کان معترفا بان الانبیاء و اممهم داخلون فی امته لان الانبیاء یعظمونه ویصدقونه (جواہر البحار۔ جلد رابع ص ۲۰۹)

جب امت اجابت کے ہر فرد پر آپ کی تعظیم، توقیر، اور آپ کی سچائی کا اعتقاد رکھنا، اور آپ کی عزت کرنا، آپ سے محبت کرنا واجب ہے تو اس بات کا اعتراف کرنا ہوگا کہ تمام انبیاء اور ان کی امتیں آپ کی امت میں داخل ہیں، کیونکہ انبیاء کرام بھی آپ کی تعظیم کرتے اور آپ کی تصدیق کرتے ہیں۔

پھر فرمایا: ان الانبیاء من امته صلی اللہ علیه وسلم (ص۔ ۲۰۹) انبیاء کرام آپ کی امت سے ہیں یعنی آپ کے امتی ہیں، حاصل کلام یہ ہے کہ انبیاء کرام رسول اللہ ﷺ کی امت اجابت ہیں کیونکہ وہ بھی آپ کی عظمت کے قائل اور آپ کی نبوت، ذات وصفات کی تصدیق کرتے ہیں۔ بے شک اللہ رب العزۃ بھی آپ ﷺ کی تعظیم کرتا ہے مگر وہ امت اجابت نہیں کیونکہ بحث بعثت الی الناس کافہ میں ہے اس کا تعلق مخلوق سے ہے خالق سے نہیں۔ علامہ

سلاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ولهذ يأتي عيسى عليه السلام في آخر الزمان حاكما بشريعته وهو نبي كريم على حاله وهو واحد من هذه الامة ايضا بل صحابي لا تباعه لشرع المصطفى ولاجتماعه به في ليلة الاسراء و هو حي الخ (جواہر البہار جلد رابع ص ۲۰۶)

اور اسی لیے آخری زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر تشریف لائینگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق فیصلے کریں گے حالانکہ آپ (عیسیٰ علیہ السلام بدستور نبی مکرم ہونگے، وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک امتی ہوں گے۔ بلکہ آپ کے صحابی ہوں گے، کیونکہ آپ بھی شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع ہونگے، اور اسلیے بھی کہ آپ شب معراج میں بحالت حیات اجتماع انبیاء و رسل میں موجود تھے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی تھی۔ اس سے واضح اور ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی انبیاء کرام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی امت اجابت میں داخل اور شامل ہیں۔

اظہار نبوت میں چالیس سال کا وقفہ کیوں ہے؟

الشیخ العلامہ سلاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: فحقيقته موجودة من ذالك الوقت وان تاخر جسده الشريف المتصف بها، واتصاف حقيقته تبلك الاوصاف العظيمة المفاضة عليها من الحضرة الالهية قبل خلق آدم بمدة وانما تاخر البعث والتبليغ حتى ظهر صلى الله عليه وسلم وبالجملة فلا كمال لمخلوق اعظم من كماله، ولا محل اشرف من محله وقد عرفنا بالخبر الصحيح ذالك الكمال له قبل خلق الله الآدم عليه السلام افاض على حقيقة النبوة في ذالك الوقت واخذله المواثيق والعهود على الانبياء (جواہر البحار، جلد رابع۔ ص ۲۰۶) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی حقیقت اس وقت بھی موجود تھی جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے، اگرچہ آپ کا جسد شریف تاخیر سے وصف نبوت سے متصف ہوا آپ کی حقیقت مقدسہ تخلیق آدم سے پہلے ہی ان اوصاف عظیمہ سے متصف تھی جو بارگاہ الٰہی سے ایک مدت پہلے آپ پر فیضان ہوئے تھے، صرف بعثت اور تبلیغ کو آپ کے ظہور یعنی اظہار نبوت تک موخر کیا گیا تھا، ماحصل یہ ہے کہ مخلوق کے لیے نبوت سے بڑھ کر کوئی کمال نہیں، مرتبہ نبوت سے بلند کوئی مقام نہیں خبر صحیح (کنت نبیا الحدیث) سے معلوم ہوگیا ہے آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل یہ کمال آپ کو حاصل تھا، اور اس وقت آپ کی حقیقت مقدسہ پر نبوت کا فیضان ہو چکا تھا انبیاء کرام سے آپ کے لیے عہد اور میثاق لیا جا چکا تھا۔

علامہ موصوف کے کلام سے ثابت ہوا کہ ''کنت نبیا الحدیث'' صحیح ہے، نبوت کا موصوف اور نبوت کا محل آپ کی حقیقت مقدسہ ہے اور اول سے لے کر نزول وحی تک آپ کی نبوت کا دوام اور استمرار موجود ہے، اور آپ کی وہی حقیقت جلوہ گر ہے جو نبوت کا موصوف اور محل ہے، صرف بعثت اور تبلیغ موخر ہے، مخلوق انسانی کے لیے سب سے اعلیٰ کمال اور بلند تر رتبہ نبوت ہے نبی سے یہ کمال واپس نہیں لیا جاتا اور نہ ہی پردۂ خفاء میں رکھا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ نزول وحی سے قبل آپ نبی نہیں تھے غلط اور بے بنیاد بات ہے رہا یہ کہ چالیس سال کی عمر تک بعثت اور تبلیغ کیوں موخر ہے؟

علامہ سلاوی نے فرمایا: فبان لك معنى حديث كنت نبيا انه ليس بالعلم بل بامر زائد على ذالك وانما يفترق الحال فيما بعد وجود جسده الى بلوغه الاربعين بالسنبة الى المبعوث اليهم وعدم تاهلهم لسماع كلامه لا بالنسبة اليه ولا اليهم ولو تاهلوا السماعه وقبوله فمن وكل رجلا فى تزويج ابنته اذا وجد كفوالها فالوكالة صحيحة والوكيل اهل لها (جواہر البحار۔ جلد رابع۔ ص ۲۰۷)

حدیث کنت نبیا کا معنی آپ معلوم کر چکے کہ اس کا معنی علم الٰہی میں آپ کا نبی ہونا نہیں ہے بلکہ فی الواقع اور حقیقت میں تخلیق آدم سے قبل آپ نبی تھے، لیکن عالم اجساد میں نبوت کی صورت حال مختلف ہو جاتی ہے کہ چالیس سال کی عمر مکمل ہونے پر نبوت کا اعلان کیوں کیا گیا؟ چالیس سال کی عمر کی شرط مبعوث الیھم (مخلوق) کے اعتبار سے ہے، یعنی مخلوق میں آپ کے کلام کی سماعت اور برداشت کی اہلیت نہیں تھی لیکن عدم اہلیت کا تعلق نہ آپ ﷺ سے ہے اور نہ مخلوق سے (یعنی اس کی ذمہ داری دونوں پر نہیں آتی) اس کی مثال یوں ہے کہ ایک شخص ایک آدمی کو اپنی بیٹی کے نکاح کرانے پر وکیل مقرر کرتا ہے، جب کفو پائی گئی تو اس کی وکالت صحیح ہے اور وکیل وکالت کا اہل بھی ہے، اگر کفو نہ مل سکی تو وکالت صحیح نہیں نہ وکیل اس کا اہل ہے۔ اللہ کا نبی اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان سفارتکار ہے سفارتکاری کے لیے بندوں کا اہل ہونا ضروری ہے۔ ماحول اور تقاضائے قوم کے تحت آپ کو چالیس سال عمر کی تکمیل پر اظہار نبوت کا حکم دیا گیا۔ یعنی چالیس سال سے قبل، ماحول زمانہ اور عربوں کی حالت کلام نبوت کی تفہیم اور اظہار نبوت کے معاملات کی متحمل نہ تھی۔ اس لیے نبی ہونے کے باوجود آپ ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا اور نہ اظہار فرمایا۔

غلام نصیر الدین سیالوی نے لکھا کہ ہمیں دکھائیں یہ حکم کہاں نازل ہوا تھا کہ آپ ﷺ نے تبلیغ نہیں فرمائی اس لیے آپ ﷺ نے چالیس سال تک تبلیغ نہیں فرمائی۔ (ص ۳۹۸)

توضیحاً کہا جائے گا کہ: محدثین کا مذہب پہلے نقل ہو چکا ہے کہ نبی پر تبلیغ اور انذار فرض نہیں، چالیس سال قبل نبوت ہونے کے ہم دعویدار ہیں، اپنے دعوی کو ثابت کرنے کے لیے بے شمار دلائل اور ثبوت ہم نقل کر آئے ہیں، تحقیقات کا موقف نہی اور نفی ہے، یہ ذمہ داری تحقیقات پر عائد ہوتی ہے کہ وہ بتائے کہ فلاں دلیل کی روشنی میں چونکہ آپ مبشر اور نذیر نہیں تھے اس لیے تبلیغ نہیں فرمائی۔ ہمیں وہ حدیث بتائیں جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہو کہ نزول وحی سے پہلے میں

نبی نہیں تھا یا ایسی آیت بتائی جائے جس میں چالیس سال سے قبل آپ کے نبی نہ ہونے کو دلالۃ النص ، بلکہ اشارۃ النص سے ثابت کیا گیا ہو بلکہ آیہ کریمہ یا ایھا النبی انا ارسلنا ك شاهد او مبشـر و نـذیـر ا داعیـا ہزاروں سال پہلے نازل فرما کر تورات کا حصہ بنایا گیا ہے۔اور جب قرآن نازل ہوا آپ کی نبوت اور رسالت کے متعلقہ ان اوصاف جلیلہ کو حصہ قرآن بنایا گیا، جس سے آپ کا ان اوصاف سے متصف ہونا قطعی ہوا لیکن غلام نصیر الدین سیالوی نے لکھا کہ شرح مواقف میں ہے کہ نبی ﷺ ہوتا ہی وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ فرمائے میں نے تمہیں فلاں قوم کی طرف بھیجا ہے کہ تم ان کو تبلیغ کرو۔ (ص۔۳۳۹)

توضیحا کہا جائے گا کہ اس شرط اور قید کی بناء پر آیہ مقدسہ کا انکار لازم آتا ہے کیونکہ یہ آیت حصہ تورات ہے، تورات کے زمانے میں آپ نبی ہیں نہ مبشر اور نذیر تبلیغ کے بغیر ان اسمائے صفاتیہ کا آپ ﷺ پر اطلاق ہوا ہے اور نہ آپ ﷺ اس کے مصداق ہیں جیسا کہ غلام نصیر الدین سیالوی نے اس سے ماقبل اس صفحہ پر واضح تحریر کیا ہے، توراۃ کے حوالے سے اگر ان اسمائے صفاتیہ کو ماول الیہ اور امر محقق فی المستقبل سے جوڑ کر اطلاق کو درست قرار دیا جائے تو پھر بھی غلام نصیر الدین سیالوی کا قول باطل قرار پاتا ہے کیونکہ تورات کے حوالے سے ان کا تحقق مشروط مربوط بہ مستقبل ہے کیونکہ ان اسمائے صفاتیہ کا محل مدلول، اور موصوف متحقق فی الخارج نہیں مگر پھر بھی اطلاق درست ہے لیکن غلام نصیر الدین سیالوی کے کلیہ کے مطابق اطلاق بعد از تحقق مدلول اور موصوف ہوا ہے، اور بعد از فعل موصوف، و مدلول ہوا ہے، جبکہ آیہ کریمہ میں اطلاق اس وقت ہوا ہے جبکہ نہ مدلول و موصوف موجود ہے اور نہ فعل موصوف ، ان دونوں اطلاقات ، اور مفاہیم کے درمیان بعد شدید ہے۔ غلام نصیر الدین سیالوی کے فارمولے کے مطابق فعل تبلیغ پہلے ہوا اور پھر آپ کو مبشر اور نذیر فرمایا گیا۔ یہ غلط ہے کیونکہ آپ کی بعثت تورات کے زمانے میں یا اس سے پہلے نہیں ہوئی، پھر اس فارمولے کی بناء اور صدق پر تقدم الشی علی نفسہ

لازم آتا ہے، یہ باطل ہے، یہ بطلان غلام نصیر الدین سیالوی کے کلیے سے لازم اتا ہے لہذا غلام نصیر الدین سیالوی کا کلیہ بذات خود غلط، خلاف حقائق اور مورث استحالہ ہے۔

بعثت کیا ہے؟ نبوت کے معنی میں ہے؟

غلام نصیر الدین سیالوی نے اپنے موقف کی تائید میں سیرت حلبی سے نقل کیا کہ: ''البعثة عبارة عن النبوة (ص۔۳۸۳)

بعثت کا معنی اعطائے نبوت ہے۔

توضیحاً کہا جائے گا کہ اگر بعثت کا معنی صرف نبوت ہو تو رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کا حتی من الله علی بالبعثة وجعلنی نبیا رسولا کا معنی کیا ہوگا (نسیم الریاض۔جلد۔دوم ص۱۴) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا اور مجھے نبی مرسل کی حیثیت میں مبعوث فرمایا، معلوم ہوا بعثت کا معنی نبی مرسل بنانا ہے۔صرف نبوت نہیں۔

امام ماوردی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''لما دنا مبعث رسول الله بالنبوة رسولا'' جب رسول اللہ ﷺ کو نبی مرسل بنا کر بھیجنے کا وقت قریب آیا (جواہر البحار۔جلد ا۔ص ۱۰۳۔۱۰۴)

پھر فرمایا: حبب الله تعالیٰ الی رسوله الخلاء یہاں بھی لفظ رسول واقع ہوا ہے، یعنی جب آپ کے رسول بنائے جانے کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب اطہر میں گوشہ نشینی کو محبوب کر دیا۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے شفا شریف میں الفاظ حدیث یہ درج فرمائے ہیں ''حتی اکرمنی الله برسالته'' (ص۔۸۰) حتی کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے منصب رسالت سے مکرم فرمایا:

برہان فی علوم القرآن میں ہے کہ اول ما نزل للرسالة یا ایها المدثر، پھر بھی نزول وحی اور نزول قرآن کے بعد رسالت ہے غلام نصیر الدین سیالوی کا بعثت کا معنی صرف نبوت کرنا غلط ہے۔

غلام نصیر الدین سیالوی نے بعثت کے معنی نبوت کی تائید میں معراج کی رات عیسیٰ اور موسیٰ علیہما السلام کا فرمان غلام بعث بعدی نقل کیا ہے۔ (ص۔۳۹۷)

توضیحا کہا جائے گا کہ مندرجہ بالا حوالہ جات ثابت کرتے ہیں کہ بعثت کا معنی صرف نبوت نہیں بلکہ نبوت اور رسالت کا مجموعہ ہے۔"

سفر شام میں بحیرا راہب سے ملاقات ہوئی تو اس نے یبعثہ اللہ رحمۃ للعالمین، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس کی شرح میں فرمایا ای یرسلہ اویظھر رسالتہ (مرقات۔جلد۔۱۱ ص۔۲۰۷) معلوم ہوا بعثت کا معنی رسالت اور اظہار رسالت ہے، مزید فرمایا: "ثم المبعث مصدر میمی بمعنی البعث من بعث اذا ارسل" (مرقات۔جلد۔۱۱ص۔۱۰۲) مبعث مصدر میمی ہے، اس کا معنی البعث ہے، بعث سے ماخوذ ہے جس کا معنی بھیجنا ہے۔

معلوم ہوا بعثت کا معنی ارسال اور رسالت ہے۔

شیخ محقق رحمہ اللہ نے۔حدیث بعث رسول اللہ ﷺ کی تفسیر میں فرمایا: برانگیختہ و فرستادہ شد رسول اللہ ﷺ کو منتخب کیا گیا اور رسول بنا کر بھیجا گیا۔ (اشعۃ اللمعات جلد چہارم۔ص ۵۰۵)

مزید فرمایا: مبعث بمعنی بعث، مراد برانگیختن و فرستادن آنحضرت ﷺ برسالت بسوئے کافہ خلق۔ (اشعۃ اللمعات۔جلد۴۔ص۔۵۰۴)

مبعث بعث کے معنی میں ہے، بعث سے مراد آپ ﷺ کی نامزدگی، اور ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجنا ہے، ثابت ہوا شیخ محقق رحمہ اللہ کے نزدیک بعثت کا معنی رسالت دیکر بھیجنا ہے۔صرف رسالت نہیں جس طرح غلام نصیر الدین سیالوی وغیرہ نے سمجھ رکھا ہے۔شیخ محقق وہی ہیں جن کے بارے میں تحقیقات نے لکھا ہے۔حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے بڑا نبی مکرم ﷺ کا محب صادق اور عاشق صادق اور احادیث رسول اللہ ﷺ اور ان کے مطالب و معانی تک رسائی حاصل کرنے والا اور ان جیسا کوئی محقق اس متحدہ ہندوستان میں نہیں گزرا۔

(ص ۲۶۸)

اگر تحقیقات کے یہ الفاظ صدق دل کی پیداوار ہیں تو تحقیقات اور اس کے حامیوں اور مویدین کو ماننا چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے قبل نبی تھے، عالم ارواح والی نبوت آپ سے سلب ہوئی تھی نہ آپ معزول ہوئے تھے بلکہ وہ نبوت دائمہ اور مستمرہ تھی۔ (تحقیقات۔ ص ۲۷۲) اور چالیس سال عمر شریف کی تکمیل پر آپ کو منصب رسالت دیکر خلق کافہ کی طرف بھیجا گیا ہے۔

ابوالحسنات محمد عمر حیات باروی نے تجویز دی ہے کہ مسلمہ اکابرین شاہ عبدالحق محدث دہلوی، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت اشاہ احمد رضا خان بریلوی وغیرہ ہما سے کسی کو فیصل مان لو دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے گا۔ (ص ۲۸)...... ہمیں یہ تجویز منظور ہے۔

شیخ محقق رحمہ اللہ کی تحقیق تھوڑا سا پہلے آ چکی ہے۔ اب اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ کی تحقیق اور عقیدہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ جب سورہ اقراء نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت رسالت حاصل ہوئی۔ (مطلع القمرین۔ ص ۱۲۳) نوٹ لگا کر اس کا معنی نبوت کرنا غلط ہے، بحمداللہ ہم نے توضیحات میں شاہ عبدالحق محدث کی عبارات کی کثرت کی ہے، عمر حیات بارری کی یہ تجویز شروع سے ہمارے مدنظر تھی اس لیے ہم نے کلام شیخ کی کثرت کا اہتمام والتزام کیا ہے۔

محمد عبدالرشید رضوی نے امام سالمی کے متعلق لکھا کہ ان کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت سے قبل بالقوہ نبی تے اور اعلان نبوت کے بعد بالفعل نبی تھے امام عبدالشکور سالمی کا عقیدہ کیا ہے التمہید کے مندرجات سے واضح کر دیا گیا ہے عبدالرشید رضوی کا قول غلط ہے۔ تحقیقات میں جواہر البحار کے حوالہ جات کافی درج کئے گئے ہیں الحمدللہ ہم نے بھی کتاب مذکور (جواہر البحار) سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ فیصلہ ناظرین اور قارئین کے ہاتھ میں ہے وہ تحقیقات اور توضیحات کے درمیان صدق موقف کا تعین کریں۔

خالق ارض و سماء معبود هر دوسرا ، مالك يوم الجزا بوسيله سيدالانبياء عليه التحية والثناء الى يوم البعث والجزا ہماری اس حقیری کاوش کو اپنی بارگاہ بے کس پناہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین بجاه النبي المرسلين عليه التحية والتسليم وعلى آله واصحابه اجمعين الى يوم الدين ○

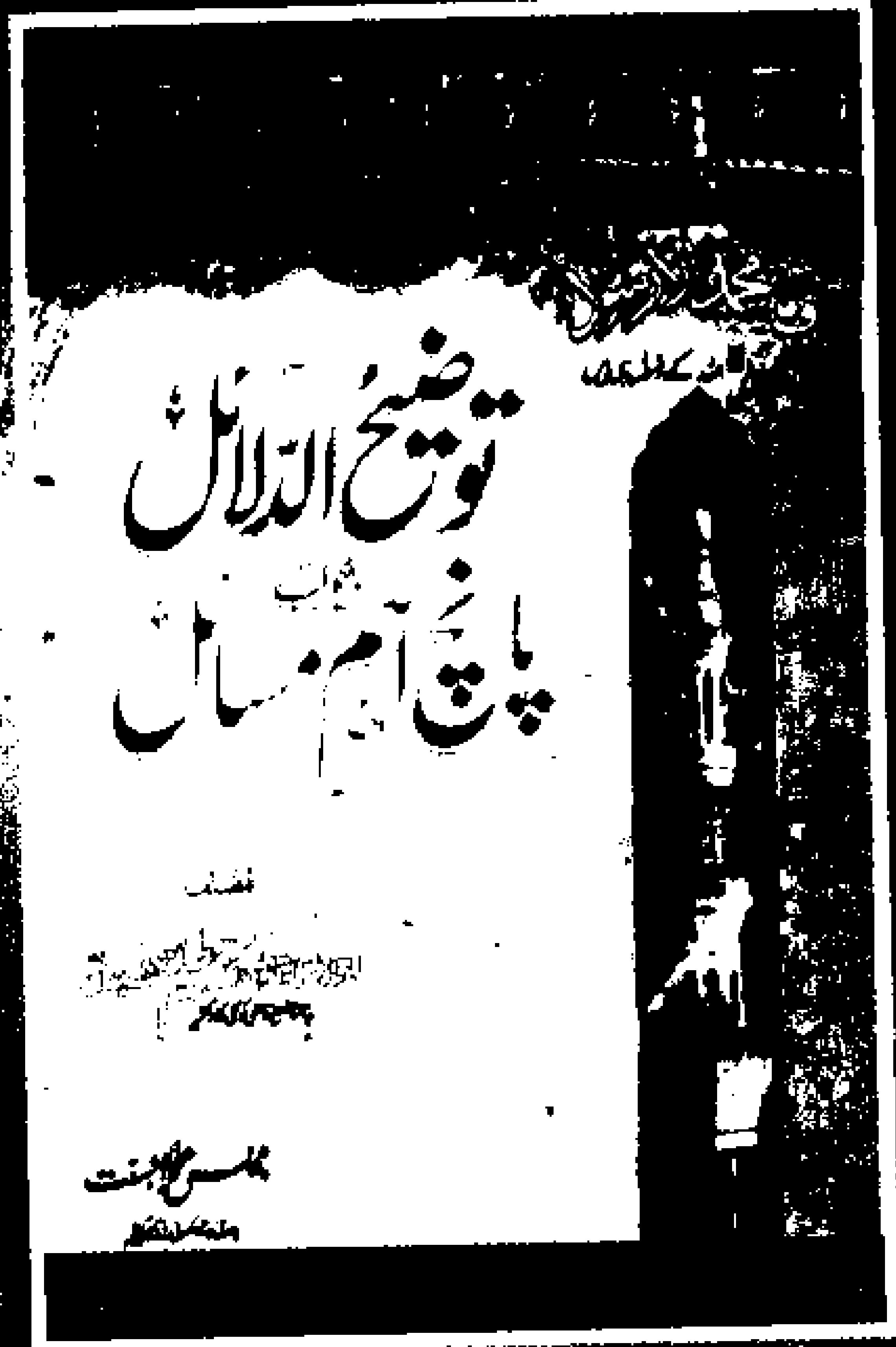
راجی غفران

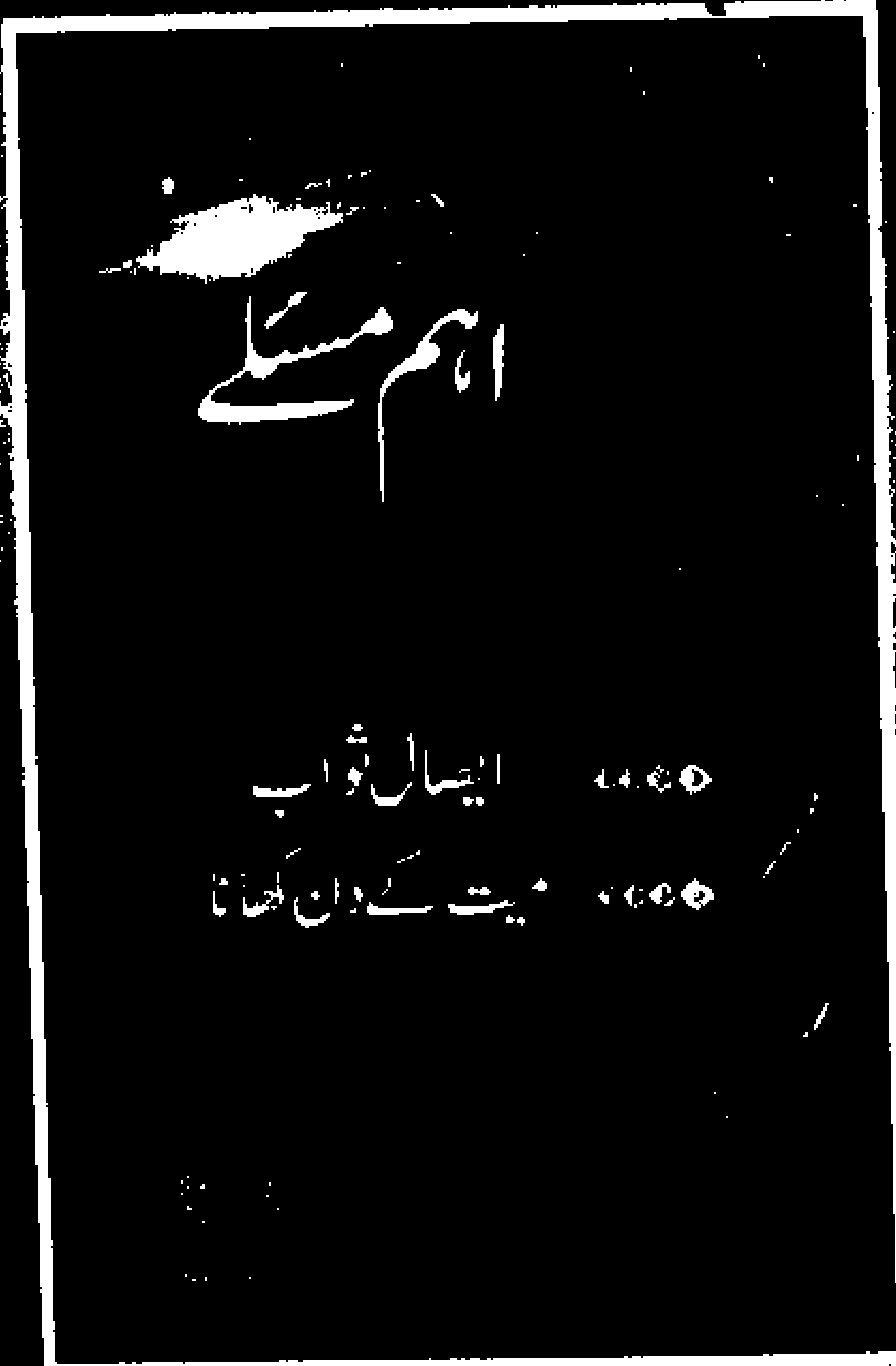
قاضی محمد عظیم نقشبندی کھوئی رٹہ

آزاد کشمیر ۔ ۲۳ راپریل ۲۰۱۲ ۔ بروز پیر

استاذ العلماء کی دیگر علمی تصانیف









مجلس علماء اہلسنت
وادیٔ پناہ کھوئی رٹہ آزاد کشمیر

0344-5751600, 0300-9536420, 00447867790821